انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

شمارہ ۱-۲

جلد ۲۶

جنوری - فروری سنہ ۱۹۶۵ء

فی پرچہ
ایک روپیہ

سالانہ قیمت
دس روپے

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

ڈاکٹر ممتاز حسین صدر شعبہ اردو
زرعی یونیورسٹی لائلپور

اردو میں سائنسی تدریس کے امکانات

حقیقت تو یہ ہے کہ اردو میں سائنسی تدریس کے امکانات اس قدر روشن ہیں کہ اس پر کسی مقالہ کی ضرورت نہیں۔ یہ احساس کمتری آخر کیوں ہے کہ ہماری زبان علمی طور پر اس قدر پس ماندہ ہے کہ اس کے ذریعے سائنس یا ادب کی تدریس ممکن نہیں۔ زبانیں کم مایہ نہیں ہوتیں بلکہ ان زبانوں کے بولنے اور لکھنے والے علمی اور ذہنی طور پر کم مایہ ہوتے ہیں۔ جب انہیں علوم وفنون میں پوری دسترس حاصل ہو جاتی ہے تو ان کے اظہار خیال میں خود بخود وسعتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اردو مغربی پاکستان کے ہر گوشے میں سمجھی جاتی ہے۔ پاکستان بھر میں کوئی اور زبان ایسی نہیں جو ہماری قومی زبان بننے کی اردو سے زیادہ صلاحیت رکھتی ہو۔ ادبی اور سائنسی مضامین کی تعلیم کا ذریعہ بننے کی بھی اس میں پوری صلاحیت ہے۔ مدرسین اس میں آسانی سے اپنا مطلب واضح کر سکتے ہیں اور درس پانے والے اس زبان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ... بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ مجھے بحیثیت مشیر ترقیات پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصوں میں کاشتکاروں، مزدوروں اور تاجروں کو خطاب کرنے کا موقع ملا۔ میں نے ہر جگہ اردو میں تقاریر کیں اور سامعین نے مجھے پوری طرح سمجھا۔ مغربی پاکستان میں تو یہی ایک زبان ہے جو سارے علاقوں میں کم و بیش بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

اہل علم اصحاب کا فرض ہے کہ اسے ہر طرح مکمل کریں کیوں زبان جب تک قومی زندگی کے تمام تقاضوں اور مطالبوں کو پورا نہ کرے قومی زبان کے منصب اعلیٰ کی حقدار نہیں بن سکتی۔ ہمیں اردو کو عہد حاضر کی سائنسی ترقی کا ساتھ دینے اور جدید علوم و فنون کے لئے اظہار کا ذریعہ بنانے کے لئے تیار کرنا ہے۔

قومی نقطہ نگاہ سے کسی ملک میں تعلیم کے نشر و غرض سے مراد باشندگان ملک کو علوم و فنون سے واقف کرانا اور ان کے عملی فوائد و برکات سے مستفید کرانا ہے۔ اگر تمام علمی اور سائنسی معلومات بدیسی زبانوں کے خزانوں میں محفوظ رہیں تو ہمارے ملک کے لئے بیکار ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی، ادبی، صنعتی اور زرعی معلومات ہمارے شہریوں، دیہاتیوں، کاریگروں اور کاشتکاروں تک اس شکل میں پہنچ سکیں کہ وہ ان پر عمل پیرا ہو کر ملکی معیشت اور اقتصادی حیثیت کو بہتر بنانے کے قابل ہو جائیں۔ اس توسیعی کام کے لئے بھی ہمارے پاس آسان ترین ذریعہ اُردو زبان ہی ہے۔ سائنسی تدریس کی راہ میں سب بڑی مشکل اُردو میں تعلیم دینے کے قابل اساتذہ کی کمی اور سائنس کی درسی کتابوں کی کمیابی ہے۔

سائنس کے موجودہ اساتذہ نے ابتدائی تعلیم انگریزی میں حاصل کی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد انگریزی زبان میں ہی پڑھانے کی مشق کی۔ انگریزوں نے اپنی انتظامیہ اور تاجرانہ مصلحتوں کے پیش نظر نصاب تعلیم کو اس طرح ترتیب دیا کہ سائنسی مضامین میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کو اسکول کی نویں جماعت سے ہی اردو عربی فارسی وغیرہ زبانوں سے محروم کر دیا اس لئے ان میں اُردو زبان میں سائنسی تدریس تو کیا خیالات کے اظہار کی صلاحیت بھی پیدا نہ ہو سکی۔

تقسیم سے قبل برصغیر ہندو پاکستان میں بھی یہ احساس موجود تھا کہ حکمراں قوم نے یہ مخصوص نصاب تعلیم انگریزی زبان میں بالقصد اختیار کیا ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنے کی کہیں کہیں کوششیں بھی ہوتی رہیں پاکستان بننے کے بعد یہ احساس شدید تر ہو گیا اور ارباب فکر و نظر نے جہاں نصاب میں تبدیلی ضروری سمجھی وہاں ذریعہ تعلیم کو بدلنا بھی ناگزیر خیال کیا۔ ان کے پیش نظر یہ مقصد تھا کہ مختلف علوم و فنون کو اپنا کر اہل ملک کے سامنے پیش کریں تاکہ پاکستانی باشندے ان سے مستفید ہو سکیں۔

اُردو زبان کئی زبانوں کا مجموعہ ہے اس میں وسعت اور لچک ہے۔ ایک جائزہ کے مطابق اس میں عربی کے ۴۵ فارسی کے ۴۰ سنسکرت کے ۵ انگریزی کے ۵ ترکی کے ۲ اور یونانی کے ۲ فیصد الفاظ موجود ہیں اس کے علاوہ اور کئی زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہیں اس میں مزید ملکی اور غیر ملکی الفاظ کو سمیٹ لینے کی گنجائش ہے۔ جب سے مغربی پاکستان ایک صوبہ بنا ہے اور وسیع بنجر علاقے زیر کاشت آئے ہیں بہت سی علاقائی زبانوں کے الفاظ اردو میں جذب ہو رہے ہیں مشینی کاشت اور صنعتی فروغ سے بہت سے غیر ملکی الفاظ ہماری روز مرہ گفتگو میں اس طرح شامل ہوئے ہیں کہ جزو زبان بن گئے ہیں۔ باری۔ مقاطعہ۔ اگیتی۔ پچھیتی۔ فیکٹری۔ فیملی۔ مشین۔ فارم۔ ٹریکٹر۔ ریکارڈ۔ ٹیم فیشن۔ فلم۔ تھرمامیٹر۔ انجن۔ ایکسیلیٹر۔ سوسائٹی۔ فیول پمپ۔ اکونٹنٹ۔ ایکڑ۔ بیم۔ اور لیور وغیرہ اس کی مثالیں ہیں اُردو ایک علمی زبان ہے اس میں الفاظ اصطلاحات اور اسالیب بیان کا وافر ذخیرہ موجود ہے اور مزید اضافہ کی بہت گنجائش ہے اس لئے اس میں سائنس کے لئے تدریسی زبان بننے کے امکانات بہت روشن ہیں۔

سائنس کو اردو میں پڑھانے کا تجربہ پہلی بار ۱۸۴۶ء میں دہلی کالج میں کیا گیا جو کامیاب ثابت ہوا۔ چنانچہ وہاں کے انگریز پرنسپل سی ایف اینڈریوز نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں اعتراف کیا کہ سائنس کی

تعلیم میں وہ طلبا زیادہ کامیاب ہوئے جن کو اُردو میں تعلیم دی گئی تھی ۔منشی ذکاءاللہ صاحب نے جو اس کالج سے فارغ التحصیل ہوئے تھے ۱۵۰ کتابیں لکھیں ہیں جن میں ۷۸ ریاضی کے موضوع پر تھیں ۔ دلی کالج اور سائنٹفک سوسائٹی نے سائنسی کتابوں کے ترجمے شروع کئے اور سائنسی مضامین پر کافی کتابیں لکھیں ۔ ایک تحقیق کے مطابق انیسویں صدی کے اواخر تک ۶۱۸ ایسی کتابیں لکھیں گئی تھیں ۔

۱۹۶۷ء کی ایک سروے رپورٹ کے مطابق اُردو میں سائنس ۔ جغرافیہ ۔ حکمت ۔ فلسفہ ۔ ریاضی ۔ فنونِ لطیفہ اور دیگر مضامین پر ۱۷،۷۹۹ کتابیں اس سال تک لکھی جا چکی تھیں ۔ ان کی تالیف میں انگریزی کتابوں سے کافی امداد لی گئی تھی ۔ اب ۳۷ برس گزرنے کے بعد تو ان کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہو گئی ہوگی ۔

عثمانیہ یونیورسٹی کو اُردو زبان کی علمی اور درسی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے ۔ اس یونیورسٹی نے بنیادی سائنسوں کے علاوہ انجینئرنگ ۔ اقتصادیات ۔ طب انگریزی ۔ بیطاری ۔ طبقات الارض ۔ ہندسی مناظر ۔ پرورش حیوانات ۔ زراعت اور دیگر مضامین میں قابل قدر تصنیفات کیں اور ان کو تدریس کا ذریعہ بھی بنایا ۔ اس طرح جو سائنسی علوم انگریزی زبان میں محفوظ تھے انہیں اردو میں منتقل کر کے اس قومی زبان کو شعر و شاعری اور فسانہ نویسی کی گلکاریوں سے نکال کر ٹھوس علمی بنیادوں پر کھڑا کر دیا ۔

عثمانیہ یونیورسٹی میں زیادہ تر تراجم پر زور دیا گیا ہے لیکن تجربے سے ثابت ہوا کہ تراجم سے تالیفات بہتر ہیں ترجمہ شدہ کتاب میں ایک ہی مصنف کی معلومات منتقل ہوتی ہیں لیکن تالیف اس مضمون کی ان تمام کتابوں کا نچوڑ ہوتی ہے جن کا مصنف نے اس کتاب کی تیاری میں مطالعہ کیا ہو ۔ اس کے علاوہ اس کی شخصیت اور ذاتی تجربات کی جلوہ گری بھی ہوتی ہے ۔ ترجمہ کا طریقہ دیر طلب اور خرچ طلب بھی ہے تقسیم ملک سے پہلے کا کام اس لئے قابل ستائش ہے کہ وہ ناسازگار حالات اور سرکاری مخالفت کے باوجود کیا گیا ۔ آزادی کے بعد سے مختلف ادارے اس قومی خدمت میں مشغول ہیں ان میں کراچی یونیورسٹی ۔ مغربی پاکستان بورڈ ۔ انجمن ترقی اردو کراچی ۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ۔ مغربی پاکستان زرعی یونیورسٹی لائل پور ۔ اردو اکادمی بھاول پور اور مغربی پاکستان مرکزی اردو بورڈ لاہور قابل ذکر ہیں ۔ ان اداروں میں اُردو اصطلاح سازی اور سائنسی کتابوں کے تراجم اور تالیف و تصنیف کا کام ہو رہا ہے ہماری گورنمنٹ کی اصابت رائے کی بدولت یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے چنانچہ انٹر یونیورسٹی بورڈ نے باتفاق رائے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ۱۹۶۹ء تک اردو ذریعہ تعلیم بنا دی جائے گی اس ضمن میں حکومت نے یہ احکام صادر کئے ہیں کہ ۱۹۶۹ء تک سرکاری دفاتر میں تمام خط و کتابت اردو میں ہونی چاہیئے یونیورسٹی کو نصابی کتابیں تیار کرنے اور اساتذہ کو اُردو میں درس دینے کی مہارت حاصل کرنے کے لئے ۱۹۶۹ء تک کی مہلت دے دی گئی ہے ۔

سائنس کے اساتذہ اردو زبان میں تدریس کی صلاحیت پیدا کرنے میں مشغول ہیں۔ اور متذکرہ بالا ادارے ان کی سہولت کے لئے سائنس کے فرہنگ جدید اور کتابیں اردو میں شائع کر رہے ہیں۔ سائنس دانوں میں اہل قلم حضرات اور محققین یونیورسٹی کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق کتابیں لکھنے میں مشغول ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی نے بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی کے امتحانات تک انگریزی کے سوا سب مضامین کے سوالات اردو میں دینے کی اجازت دے دی ہے۔ اردو اکیڈمی مغربی پاکستان نے ان طلبا کی سہولت کے لئے اردو کالج اور مرکزی امدادی ادارے بنا دیئے ہیں جو انہیں امتحانوں کی تیاری کے لئے مواد بہم پہنچاتے ہیں۔ مغربی پاکستان کا مرکزی بورڈ مترجمین اور مصنفین کی حوصلہ افزائی کے لئے گراں قدر معاوضہ دے رہا ہے۔ اچھی کتابوں کی مانگ بڑھ رہی ہے اور غیر معیاری کتابوں کو تعلیمی ادارے ترک کر رہے ہیں۔ کراچی یونیورسٹی نے اردو کو مکمل طور پر ذریعہ تعلیم کر دیا ہے اساتذہ اپنے روزانہ درس اردو میں لکھ کر دیتے ہیں اور یہ درس کتابچوں کی شکل میں طلبا میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح دوسری یونیورسٹیاں اس سلسلے میں قابل قدر کام کر رہی ہیں۔ مغربی پاکستان کی زرعی یونیورسٹی نے کراچی یونیورسٹی کے طریقہ تالیف کو اختیار کیا ہے اور اب تک ابتدائی تعلیم کے لئے زراعت۔ نباتات۔ باغبانی۔ حشریات۔ پرورش حیوانات کے مضامین پر چھ نصابی کتابیں تیار کی ہیں ان کے علاوہ چھ اور کتابیں سبزیات۔ زراعت۔ تنظیم نوجوانان۔ امداد باہمی۔ میکانکی حالات۔ زراعت اور جنگلات پر زیر تالیف ہیں۔ اس کے علاوہ زرعی یونیورسٹی نے بی ایس سی کے معیار کی کتابوں کی تیاری کے لئے مستند انگریزی کتابوں کے ترجمے اور دیگر نصابی کتابوں کی تصنیف کا کام شروع کرنے کا پروگرام بھی بنایا ہے۔ اس کام کے لئے ہر شعبہ میں سے ایک ایک ماہر مامور کیا گیا ہے جو اپنے دوسرے رفقائے کار کی معاونت سے اس کام کو سرانجام دیگا۔

زرعی یونیورسٹیوں کا اردو ادارہ تصنیف و تالیف کے کام میں ان مصنفین کی ہر طرح مدد کرے گا۔ اس طرح اساتذہ بتدریج اردو زبان میں سائنسی مضامین کی تشریح کرنے میں مہارت حاصل کرلیں گے۔ مغربی پاکستان کے مختلف ادارے جن میں کراچی یونیورسٹی پیش پیش ہے مختلف ادبی اور سائنسی فرہنگ تیار کر رہے ہیں۔ زرعی یونیورسٹی کے شعبہ تالیف و تصنیف نے زراعت اور متعلقہ سائنسوں کی اصطلاحات کے فرہنگ تیار کرنے شروع کر دیئے ہیں اور اب تک زراعت۔ معاشیات۔ حشریات۔ نباتیات۔ کیمیا۔ طبعیات۔ حیاتیات۔ تناسلیات۔ بیطاری۔ انجینئرنگ۔ مائیات۔ موسمیات۔ دیہی عمرانیات۔ ارضیات۔ پرورش حیوانات اور تعمیرات کی تقریباً ۴۰۰۰ اصطلاحات جمع کر لی ہیں جن میں سے تقریباً ۲۰۰۰ اصطلاحات کا ترجمہ انگریزی کے حروف "آئی" تک کیا جا چکا ہے۔ اس ترجمہ پر مغربی پاکستان اردو اکیڈمی اور یونیورسٹی کے ماہرین نظر ثانی کرتے ہیں جسے تصدیق کے بعد لغت کی شکل میں شائع کیا جائے گا۔ اصطلاحات کا ترجمہ کرتے وقت اس بات کا بطور خاص خیال رکھا جاتا

ہے کہ اردو مترادف الفاظ دینے کے ساتھ ساتھ طلبا کے فائدہ کے لئے اصطلاحات کی تشریح بھی کر دی جائے۔ پرانے ترجموں اور دوسرے اداروں کی مطبوعات سے حاصل کردہ اصطلاحات میں زرعی فن کے نقطہ نگاہ سے حسب ضرورت اضافہ اور تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔

نصابی کتابوں کے ترجمے اور تصنیف اور فرہنگوں کی ترتیب میں کراچی یونیورسٹی کے دستور کی پیروی کی جا رہی ہے۔ نصابی ترجموں اور تصانیف میں بین الاقوامی سائنسی اصطلاحات مثلاً کیمیائی عناصر کی علامتوں۔ کیمیائی عناصر اور مرکبات کے ناموں، مشہور ادویہ اور ان کے ناموں، علم حیاتیات کے لاطینی ناموں۔ علم ریاضی کی علامتوں وغیرہ کو اسی طرح رکھا جاتا ہے۔ نیز بیماریوں۔ بدیشی درختوں۔ جھاڑیوں اور گھاس کے ناموں کو اپنی اصلی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ کیمیائی عناصر اور مرکبات مثلاً لوہا۔ نیلا تھوتھا۔ گندھک وغیرہ جن کے اردو نام رائج ہیں اردو زبان میں لکھے جاتے ہیں۔ دیگر مرکبات اور ادویہ وغیرہ کے انگریزی نام مثلاً لنولین۔ پنسلین۔ ایکٹینیم۔ ڈوالیہ۔ پینزی۔ للی وغیرہ برقرار رکھے جاتے ہیں لیکن اردو رسم الخط میں لکھے جاتے ہیں۔ جن انگریزی اصطلاحات کے موزوں متبادل بن چکے ہیں ان کو تصانیف میں اردو ناموں کے ساتھ خطوط وحدانی میں لکھ دیا جاتا ہے تاکہ طلبا اور اساتذہ ان سے پوری طرح مانوس ہو جائیں۔

زراعت اور اس سے متعلق علوم کے فرہنگ عام لغات سے امتیازی شکل کے ہوتے ہیں۔ زراعت نے موجودہ زمانہ میں ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور اس میں تمام بنیادی سائنسوں کے علاوہ تکنیکی علوم اور ان کی اصطلاحات بھی رواج پا گئی ہیں اس کی زبان کا دامن بتدریج وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ مختلف علوم کے ماہرین اپنی نئی نئی سائنسی تحقیقات اور تجربوں کے دوران کئی ایک نئے الفاظ وضع کر لیتے ہیں جو اس سائنس کی زبان کا جزو بن جاتے ہیں۔ اس لئے اس کا فرہنگ عام لغات سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک ہی لفظ اس کی مختلف شاخوں میں مختلف معانی کا اظہار کرتا ہے مثال کے طور پر ماہرین حشریات کیڑوں کے حملہ سے مردہ شگوفوں کے لئے (DEAD HEARTS) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جس کا مطلب ایک عام زبان داں کے خیال سے کچھ اور ہی ہے۔ اسی طرح (CUT) کے چھوٹے سے لفظ کے معنی قطع۔ کٹائی۔ تراش۔ ضرب۔ چبھتا طعنہ وغیرہ ہیں۔ زرعی زبان میں اس لفظ سے مراد گوشت کا ٹکڑا۔ گھوڑے کا اپنی ٹانگوں کا رگڑنا۔ گلہ یا ریوڑ سے جانور کا علیحدہ کرنا۔ پودے سے کسی حصہ کا علیحدہ کرنا۔ زخم۔ کٹاؤ۔ جراحت اور مالی حصہ وغیرہ ہیں۔ ہم عموماً ان علوم کی اصطلاح سازی پر توجہ دیتے ہیں جن کا تعلق زرعی تعلیم سے ہے۔ دیگر اصطلاحات وضع کرتے ہوئے مروجہ مقامی ناموں اور مطالب کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے مثلاً (BLIGHT) کے معنی سوکھ جون۔ پت روگ۔ اور فصلوں کا یرقان ہیں۔

حضرات! اردو زبان کے قومی حیثیت پا جانے سے عوام و خواص اس کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اس حدود اور جملہ توانائیوں کا اندازہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے دامن کی وسعت اور معنوی گہرائیوں کے متعلق سوچ ا رہور ہا ہے۔ اس علمی اور عملی استطاعت پر غور کیا جا رہا ہے اور اس طرح اس قومی زبان کو فی الحقیقت می بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اخبارات۔ رسائل صوبائی اور قومی اسمبلیوں۔ ملکی ریڈیو کی نشریات۔ دی رہناؤں کی تقاریر اور بڑے بڑے تعلیمی اداروں کے انداز فکر و عمل سب پر اردو کا سحر آفریں اثر نمایاں ہے۔ گھروں میں پنجابی اور دیگر علاقائی زبانیں بولنے والے والدین بھی اپنے نونہالوں سے اس زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ سب علامتیں ہمیں اس زبان کے شاندار مستقبل کی گواہی دیتی ہیں۔

سائنسی تدریس کے لئے اس زبان کو روز بروز زیادہ سے زیادہ موزوں بنایا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے ماہرین تعلیم اردو زبان کی تدریسی وسعتوں سے مطمئن نظر آتے ہیں۔

بہرحال اردو میں سائنسی تدریس کے امکانات درخشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جرأت مندانہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(اردو کانفرنس ربوہ میں پڑھا گیا)

ڈاکٹر وحید قریشی

اردو بحیثیت قومی زبان

پاک و ہند میں اُردو زبان کا مسئلہ انیسویں صدی میں زبان سے گزر کر سیاسی مسئلے کی حیثیت سے منودار ہوتا ہے۔ اُردو ہندی کی سیاسی گروہ بندیوں میں زبان کسی نہ کسی حیثیت سے سیاسی سطح پر باہمی آویزش کا سبب رہی۔ سرسید کے زمانہ میں اُردو ہندی کے مسئلے کی شکل و صورت واضح طور پر سامنے آئی۔ پھر دو قوموں کے نظریے نے ہندو پاکستان میں سیاسی حالات کو ایک نئی شکل میں ڈھال دیا۔ ہندی ہندوستانی اور اردو کے الفاظ محض لسانی مسائل نہ تھے ان کے پیچھے بعض دوسرے سیاسی اور تمدنی مسائل بھی کارفرما تھے۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مغربی پاکستان میں اُردو کی حیثیت کو متعین کرنے کا سوال بار بار اٹھتا رہا۔ پاکستان کی تاسیس نظریاتی بنیادوں پر ہوئی۔ اور اب زبان کا مسئلہ بھی اسی نقطہ نظر کی روشنی میں ہمارے سامنے آیا۔ اُردو کی قومی زبان کے بارے میں ابتدا ہی سے ایک دو باتوں کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ پاکستان کی مملکت ان جغرافیائی بنیادوں پر استوار نہیں جو قومیت کے مغربی تصور نے پیش کیا ہے۔ اسلام میں لسانی، نسلی اور علاقائی وحدت کا وہ تصور موجود نہیں ہے، جس کی بنا پر ہندی، چینی، انگریزی، جرمن، فرانسیسی اور امریکی اقوام جداگانہ قومی حیثیتیں رکھتی ہیں۔ دوم یہ کہ اسلام میں زبان، نسلی امتیاز اور ایسی ہی دوسری وحدتیں کوئی اعتقادی درجہ نہیں رکھتیں۔ یوں حب الوطنی کا جذبہ اپنی نفسیاتی اور انسانی سطح پر برمحل اور بجا ہے۔ لیکن اسلام جس ہیئت اجتماعیہ کی تشکیل کرتا ہے۔ اس میں وطنیت کے اس مغربی تصور کے لئے کوئی جگہ نہیں، جو مذہبی بنیادوں پر ملت کو ایک لڑی میں پرونے سے روکتا ہو۔ گویا قومیت کا تصور جب سیاسی نظریہ بنتا ہے تو اسکا براہ راست تصادم اسلامی طرز حیات اور اسلامی طرز فکر سے ہوتا ہے۔ ملت اسلامیہ مذہبی بنیادوں پر معاشرے کی تشکیل و تعمیر کی ضامن ہے۔ مختلف علاقوں کے افراد کی پہچان اور ایک جغرافیائی اصطلاح کے طور پر قوم کا لفظ اسلام سے تو متصادم نہیں۔ وطن کی محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ لیکن جہاں وطن جغرافیائی اصطلاح سے گزر کر سیاسی تصور کے طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔ اسلام کے اصولوں سے براہ راست اس کا تصادم ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان میں اردو زبان کی قومی

حیثیت کا دائرہ عمل بھی بدل جاتا ہے ۔ یہ تذکرہ بھی شاید بے موقع نہ ہوگا ۔ کہ زبانوں کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ کیا جارہا ہے ۔ مسلمانوں کے نزدیک زبان اظہار کا وسیلہ ہے ۔ دنیائے اسلام کے مختلف خطوں میں مختلف زبانیں رائج رہی ہیں اور آج بھی ہیں ۔ کلام پاک عربی زبان میں نازل ہوا ۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کی علمی اور مذہبی زندگی کے لئے اس کی اہمیت ہر زمانے اور ہر دور میں قائم رہی ۔ جب ایران میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا تو خود عربی علم و ادب میں ایرانیوں نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ اگر آج ان کی تحریروں کو عربی ادب سے خارج کر دیا جائے ۔ تو اس کا سب سے اہم اور قابل قدر حصہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے ۔ جب مسلمانوں کے قدم ہندو پاکستان کی سرزمین پر پڑے تو یہاں بھی دینی علوم کی ترویج میں عربی زبان کو تفوق اور برتری حاصل رہی ۔ لیکن تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام کے مختلف حصوں میں کبھی بھی لسانی بنیادوں پر کوئی سیاسی مسئلہ نہیں اٹھا ۔ ایران میں عربی کی علمی برتری کے باوجود فارسی زبان کی ترقی ہوتی رہی ۔ اور اس کے جلو میں مختلف مقامی بولیاں پنپتی رہیں ۔ لیکن زبان کی بنیاد پر عصبیت کا کوئی اظہار نہیں ملتا اسی طرح ماوراءالنہر اور ترکی میں ترکی زبان کو عربی کے بعد اہمیت حاصل ہوئی ہندوستان میں بھی عربی کے دوش بدوش ابتدا ہی سے فارسی دفتری ، سرکاری اور بول چال کی حیثیت سے رائج رہی ۔ پھر اردو زبان کا بول بالا ہوا ۔ مقامی بولیاں اور مقامی زبانیں بھی اپنے اپنے طور پر ترقی کرتی رہیں ۔ زبان مسلمانوں کے لئے کسی عصبیت یا محدود جغرافیائی وطنیت کا وسیلہ نہیں رہی ۔ اسلام نے ہمیشہ اس طرح کی محدود ذہنیت اور تنگ نظری کی مخالفت کی ہے ۔ ہر علاقے کے اعتبار سے زبانوں کا مسئلہ درجہ بندی کے ایک مقررہ اصول کے مطابق طے ہوتا رہا ہے ۔ مذہبی لحاظ سے عربی زبان کی تعلیم اور ترقی ہمیشہ مسلمانوں کے نزدیک بنیادی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس کے بعد عالم اسلام میں علمی اور ادبی زبان کے طور پر فارسی کو اہمیت دی گئی ۔ اس کے بعد ہر ملک کے اعتبار سے اس ملک کی زبان کا درجہ آتا ہے جس میں کاروباری ، دفتری ، معاشرتی اور تعلیمی ضروریات پوری ہوتی ہیں ۔ علاقائی زبانوں کا نمبر اس کے بعد آتا ہے مسلمانوں کی تاریخ کو ابتدا سے لے کر آج تک دیکھ جائیے ۔ زبانوں کی یہ درجہ بندی ہر دور میں قائم رہی ہے ۔ جب اردو کو بحیثیت قومی زبان اپنانے کا سوال اٹھتا ہے ۔ تو اس میں بھی بنیادی نقطہ نظر سامنے رکھنے کی ضرورت ہے ۔ اسلام نے مختلف ملکوں کی زبانوں کو برقرار اور بحال رکھا ۔ لیکن اسے اسلامی معاشرے کے بنیادی رجحانات سے متصادم ہونے سے روکا ۔ قومی زبان کو جب مغربی قومیت کی بنیاد بنا کر نسلی اور جغرافیائی بنیادوں پر استوار کیا جاتا ہے ۔ تو یہ مسئلہ محض زبان اور اس کے استعمال کا مسئلہ نہیں رہتا ۔ اس کی براہ راست زد اسلام کی ہیئت اجتماعیہ پر پڑتی ہے ۔ اسی طرح جب لسانی بنیادوں پر قومی اور ملکی زبانوں کی جگہ علاقائی زبانوں کو لانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ تو اس سے علاقائیت کا وہ فتنہ برآمد ہوتا ہے جو قومی یکجہتی ہی کے منافی نہیں بلکہ اسلام کی فکری اساس کو بھی متزلزل کر دیتا ہے ۔ زبان اگر اظہار کا وسیلہ ہے ۔ تو اسلام اس کے رستے میں حائل نہیں بلکہ اس کی ترویج و ترقی اور اسے ملی زندگی کی تشکیل میں پوری طرح بروئے کار لانے

کی تدبیریں کرتا ہے ۔ لیکن اگر نظریاتی اعتبار سے لسانی مسائل ملت اسلامیہ کی یکجہتی پر اثر انداز ہوں ۔ تو پھر زبان کی حیثیت ایک سیاسی آلۂ کار کی ہو جاتی ہے ۔ اور اسلام ایسے نظریات کے خلاف ہے ۔ اردو زبان کو جب ہم قومی حیثیت دینا چاہتے ہیں ۔ تو اسے وطنیت کے تصورات اور علاقائی عصبیت سے الگ کرکے دیکھنا نہایت ضروری ہے، شعوبی قبائلی، نسلی، لونی اور لسانی امتیازات اسلام کی روح کے خلاف ہیں ۔ زبانوں کا مسئلہ اگر اس پس منظر سے ابھرتا ہے تو وہ اسلام کے پیش کردہ قومی تصور سے ہم آہنگ نہیں ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ زبانوں کی اس درجہ بندی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بھی ہم اردو زبان کے ترویج و ترقی کے لئے جدوجہد نہ کریں ہماری جدوجہد آزادی میں زبان کا مسئلہ کسی مخصوص خطے کا مسئلہ نہ تھا ، بلکہ اردو کو ہم نے ایک زندہ حقیقت کے طور پر قبول کیا ہے وہ قوموں کے نظریئے کو اپناتے ہوئے ہم نے پاکستان کے لئے زبان کے مسئلے کو ایک جداگانہ زاویے سے دیکھا ہمارے لئے اردو زبان ہمارے ملی افکار کی ترویج کا ذریعہ اور پاک و ہند کے مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کی ترقی کا ایک بڑا وسیلہ تھی ۔ پاکستان کے لئے اردو زبان کی قومی حیثیت جدوجہد آزادی کے لئے بنیادی مقاصد میں شامل تھی ۔ اردو زبان کی اس سیاسی حیثیت میں اور مغرب کے لسانی وحدت کے تصور میں بین فرق ہے ۔ عالم اسلام کے پس منظر میں اور پاک و ہند کی جدوجہد آزادی کے تناظر میں اردو کی قومی حیثیت کا مسئلہ ہمارے سامنے آتا ہے ۔ اردو کو قومی زبان قرار دیکر مغرب کے تصور قومیت کو رائج کرنا یا اس کی داغ بیل ڈالنا ملی عزائم اور اسلامی تصور حیات کے بالکل خلاف ہوگا ۔ اردو کو بحیثیت قومی زبان ہمیں جو درجہ دینا ہے ۔ اس میں اردو کی حیثیت ایک ایسی قومی زبان کی ہے ۔ جس میں مسلمانوں کا بیشتر علمی اور فکری سرمایہ محفوظ ہے ۔ جس جس ملک میں اسلام پہنچا وہاں کاروباری ، معاشرتی ، دفتری، تعلیمی اور ادبی مسائل میں قومی زبانوں ہی کو اہمیت دی گئی ۔

اردو کو بحیثیت قومی زبان رائج کرنے کے لئے ان تمام حیثیتوں سے اسے اس کا مناسب حق دینے کی ضرورت ہے ۔ اس مرحلے پر مادری زبان کی ترکیب کا تذکرہ بھی شاید بے موقع نہیں ہوگا ۔ کیونکہ ادھر چند برس سے جہاں قومیت کا مغربی تصور فکری وحدتوں کو پارہ پارہ کرنے کے لئے برسر عمل تھا ۔ وہاں خود قومیت کے تصور کو مزید چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لئے علاقائیت کا تصور ابھرا ۔ جغرافیائی اور لسانی وحدتیں بھی مضبوط سلطنتوں کا پیش خیمہ نہیں جا رہی تھیں ۔ ان وسیع حلقوں کو اور زیادہ تنگ کرنے کے لئے علاقائیت کے تصورات جاگے ۔ ان چھوٹی وحدتوں کے لئے نسلی اور جغرافیائی حد بندیاں کارآمد نہیں ہو سکتی تھیں ۔ اس لئے لسانی بنیاد کو ایک نئی شکل میں پیش کیا گیا ۔ پاکستان کو جہاں ایک طرف مغربی قومیت کے تصور سے خطرہ لاحق ہے ۔ دوسری طرف علاقائیت کے تصورات بھی اس کے لئے حد درجہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں ۔ زبان کے اس قومی تصور کی روشنی میں جو تاریخ اسلام ہمیں عطا کرتی ہے ۔ علاقائی زبانوں کی حیثیت اپنی جگہ پر محفوظ ہے ۔ بشرطیکہ ان کی مدد سے

کوئی سیاسی کام نہ لیا جائے۔ نیز زبانوں کی اس درجہ بندی کو منفعت پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ جو اسلام نے ہر ملک اور ہر علاقے میں قائم رکھی ہے۔ عالم اسلام میں عربی کی برتری کو بھی اس لحاظ سے مختلف علاقوں پر مسلط نہیں کیا گیا۔ کہ وہ ملکی زبان کی جگہ لے لے۔ زبانوں کا اپنا فطری عمل ہمیشہ بروئے کار رہا۔ اسلام نے اس سے زیادہ تعرض نہیں کیا۔ عربی کو ایک علمی اور دینی زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ لیکن برتری کے کسی مربیانہ احساس کے زیر اثر کسی علاقہ میں بھی عربی کو جبراً بول چال کی زبان نہیں بنایا گیا۔ ایران میں عربی علمی و ادبی زبان تھی۔ لیکن کاروباری، دفتری اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں فارسی ہی کو اہمیت دی گئی۔ گویا ملکی زبانوں کو بول چال اور تعلیم کا وسیلہ بنایا گیا۔ عربی کے ساتھ ایک تقدس کا پہلو البتہ ضرور قائم رہا۔ لیکن زبانوں کے فطری عمل اور ان کے نشوونما کے خلاف اسے کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔

مغربی پاکستان کے باشندوں کے لیے اردو کی حیثیت قومی زبان کی ہے۔ اس لئے اسے ذریعہ اظہار کا وسیلہ ہونا چاہئے۔ قومی زبان کے بعد ہماری فکری زندگی کے لئے جن زبانوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ان میں عربی اور فارسی کی اہمیت مسلم ہے۔ ہم مغربی علوم اور مغربی زبانوں سے بھی روگردانی نہیں کر سکتے۔ اب یہ ہمارے ماہرین تعلیم کا کام ہے۔ کہ ہماری تعلیمی زندگی میں زبانوں کے توازن کو برقرار رکھتے ہوئے عربی اور فارسی کو ان کا حق عطا کریں۔ اس سے اردو کی حیثیت بھی مضبوط ہوگی۔ اور پاکستان کے باشندوں کی ذہنی تربیت بھی صحیح خطوط پر ہو سکے گی۔ جب ہم اُردو کو قومی زبان کا درجہ دلانا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے نزدیک اُردو کے لئے وہ مقام ہے۔ جو اب تک انگریزی نے حاصل کر رکھا تھا۔ کاروباری، معاشرتی، دفتری، تعلیمی اور ادبی معاملات میں انگریزی کی جگہ اُردو کو حاصل ہونی چاہیئے۔ لیکن اردو کو اس کا جائز حق اس وقت ملے گا جب ہماری ذہنیت بدلے گی۔ ہم نے نیا ملک تو حاصل کر لیا ہے۔ لیکن تین سو برس کی غلامی نے ذہنوں میں تقلید کا جو بیج بو دیا ہے۔ وہ ابھی تک پھل رہا ہے۔ بعض لوگ اردو میں اپنا نام تک لکھنا گوارا نہیں کرتے۔ معاشرتی زندگی میں ہر وہ آدمی جو انگریزی میں خط وکتابت نہیں کرتا شائستہ مجالس میں انگریزی بولنے سے گریز کرتا ہے۔ اسے غیر مہذب سمجھا جاتا ہے۔ کاروباری زندگی میں بھی تمام خط وکتابت انگریزی میں کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ انگریزی لکھنا پڑھنا شائستگی کی علامت ہے۔ اس کے مقابلہ میں اپنی زبان کو گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ دوکانوں پر سائن بورڈ بھی انگریزی ہی میں لکھے جاتے ہیں۔ چاہے گاہکوں میں صرف دس فیصدی ان بورڈوں کا مفہوم اور مطلب سمجھتے ہوں۔ غلامی کی زندگی اپنی ہر چیز کو گھٹیا اور آقا کی ہر چیز کو گراں قیمت بنا دیتی ہے۔ اس کے لئے عام معاشرتی سطح پر پوری جد و جہد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس طرح کے رجحانات کے برقرار رہنے سے آزادی کے صحیح نتائج مرتب نہیں ہو سکتے۔ نجی اور گھریلو زندگی میں بھی ہمیں اپنی ملکی زبان کو اس کا مناسب مقام دینا چاہیئے

کیونکہ یہ ہر ملکی زبان کا فطری حق ہے ۔ اسی طرح تعلیم میں بھی اردو کی قومی حیثیت کو برقرار اور بحال کرنے کی
ضرورت ہے ۔ اس بات کا زبانی اقرار کافی نہیں ۔ بلکہ عملی طور پر بھی نظام تعلیم میں اردو کو رائج کرنے سے ہمارے
دفتری نظام کی بڑی حد تک اصلاح ممکن ہے ۔ اس مرحلے پر یہ بات بھی شاید بے موقعہ نہیں ہوگی کہ انگریزی اور
دوسری آریائی زبانوں میں سائنسی موضوعات ، ادب اور معاشرتی علوم میں بے اندازہ ترقی ہوئی ہے ہمیں اس
سے بھی پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ انگریزی زبان کی تدریس بہر حال باقی رہنی چاہیئے ۔ اردو کی حمایت میں جب
کچھ کہا جاتا ہے ۔ تو اسے لازماً انگریزی کی مخالفت سمجھا جاتا ہے ۔ حالانکہ یہ صورت حال نہیں ۔ ہم انگریزی کو یہاں ذریعہ
تعلیم رکھنے کے مخالف ہیں ۔ لیکن انگریزی کی تعلیم کے مخالف نہیں ہیں ۔ لیکن زبان کی تدریس اور بات ہے ۔ لیکن اسے
ذریعہ تعلیم بنا لینا بالکل جدا چیز ہے ۔ یہ تبدیلی ظاہر ہے بعض مسائل سے دوچار کرتی ہے ۔ اصطلاحات کا مسئلہ ،
نصابی کتب کا مسئلہ ، ٹائپ کا مسئلہ ، رسم الخط کا مسئلہ ، یہ سبھی مسائل اپنی جگہ اہم ہیں اور اردو کو ذریعہ تعلیم
بناتے وقت ان مسائل پر بھی غور و فکر ضروری ہے ۔ لیکن اب تک یہ معاملات ٹلتے رہتے ہیں ۔ انہیں عذر کے
طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے ۔ اور ملکی زبان کو اس کا جائز حق دینے کے راستے میں بہانے کے طور پر استعمال کیا
گیا ہے ۔ اس لئے ملکی زبان کے حامی ان مسائل کے اٹھانے والوں کی طرف سے کچھ بدظن سے ہو گئے ہیں ۔ اردو کو
دفتری حیثیت دینے کے لئے بھی ایسے ہی حیلے بہانے تراشے جاتے ہیں ۔ عدالتی زبان کے طور پر اردو مدتوں
سے رائج ہے ۔ صرف اسے اعلیٰ عدالتوں تک لے جانے کی ضرورت ہے ۔ دیہات میں پولیس اور دوسرے محکموں
کا کاروبار اردو میں چلتا ہے ۔ دفتری اصطلاحات کا مسئلہ ایک بڑی حد تک حل ہو چکا ہے ۔ اب ضرورت ہے
کہ اس تمام مواد سے کام لیا جائے اور سرکاری سطح پر دفتروں میں اردو زبان کو رائج کر دیا جائے ۔

(اردو کانفرنس ربوہ میں پڑھا گیا)

نصیر الدین ہاشمی مرحوم

دیوان ولی کا قدیم ترین قلمی نسخہ

(ایک غیر مطبوعہ مضمون)

وطن کے متعلق حیدرآبادیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اورنگ آباد کے متوطن تھے ۔ البتہ گجرات (احمد آباد) میں
علیم پائی تحصیل علم اور سلوک باطن کا درس لیا تھا ۔ اور بمبئی کے ریسرچ اسکالر ان کا وطن گجرات ظاہر کرتے رہے ہیں
ب اورنگ آباد کا تعلق مہاراشٹر سے ہوگیا ہے اور گجرات کا علاقہ صوبہ بمبئی سے جدا ہوگیا ہے ۔ نہیں معلوم اب بمبئی کے
سکالر ولی کو دکن سے متعلق کریں گے یا گجرات سے کیونکہ یہ امر غور طلب ہے ۔ گجرات دکن میں شامل ہے یا نہیں ۔ اس
رقع پر سید ابوالمعالی جو ولی کے دلی دوست اور ساتھی تھے ان کے فرزند محمد تقی کے ہاتھ کا لکھا ہوا جو دیوان
ڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے اس میں انہوں نے حسب ذیل صراحت کی ہے ۔

"تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ
سنہ ۱۱۵۶ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر یافت مالک وکاتب ایں دیوان عاجز المذنب
محمد تقی ولد سید ابوالمعالی است کسے دعویٰ کند باطل است "

اس لحاظ سے ولی کا وطن دکن قرار دینا ناگزیر ہے کیونکہ ابوالمعالی کے ولی سے بہت زیادہ
علقات تھے ان کے فرزند سے ولی کے وطن کے متعلق غلطی نہیں ہوسکتی ۔ ان کا بیان نہایت معتبر قرار
پاتا ہے اور گجرات کو دکن میں شامل نہیں کیا جاسکتا ۔

موجودہ تحقیق کے لحاظ سے سنہ ۱۱۳۵ھ کا لکھا ہوا نسخہ قدیم سمجھا جاتا رہا ہے جو انجمن ترقی اردو کراچی
یں محفوظ ہے اور رسالہ اردو بابت جولائی سنہ ۱۹۵۵ء میں دیوان ولی کا قدیم ترین مخطوطہ کے عنوان سے
جناب قاضی احمد میاں اختر صاحب جوناگڑھی کا ایک قابل قدر مضمون بھی شائع ہوا ہے ۔ اس میں واضح کیا گیا
ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کا مخطوطہ جو سنہ ۱۱۳۸ھ کا لکھا ہوا ہے سب سے قدیم مانا گیا ہے لیکن اب انجمن ترقی
اردو کا مخطوطہ جو سنہ ۱۱۲۵ھ کا لکھا ہوا ہے سب سے قدیم ہے "

جس نسخہ کا اب یہاں تعارف کرایا جا رہا ہے کتب خانہ نواب سالار جنگ میں محفوظ ہے اور اس کی کتابت
سنہ ۱۱۲۵ھ یعنی انجمن کے نسخہ سے دس سال قدیم ہے۔ یہ نسخہ (۶×۱۰) سائز کے (۷۳) اوراق پر مشتمل ہے
دولت آباد کے عمدہ کاغذ پر خوشخط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے طلائی جدول اور پہلا صفحہ مطلّا ہے۔
سرورق پر ایک انگریزی عبارت اور دستخط ہے جو صاف پڑھی نہیں جاتی صرف حسب ذیل عبارت
پڑھی جاتی ہے۔

FROM G .... To his friend .... B at 1715

اس سے واضح ہے کہ یہ نسخہ سنہ ۱۷۱۵ء میں ایک انگریز نے دوسرے کو تحفہ میں دیا ہے۔ چمڑے
کی جلد ہے جو اسی زمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔

آغاز۔ غزلیات سے ہوئی ہے پہلی غزل کا مطلع یہ ہے۔

کیتا ہوں تیرے نام کوں میں وردِ زباں کا
کیتا ہوں تیرے شکر کوں عنوان بیاں کا

خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد نسخہ دیوان ولی بخط شکستہ و ناشائستہ خیر الدین بتاریخ نہم
شہر ذالحجہ سنہ ۱۱۲۵ھ تحریر یافت"

اگرچہ کاتب نے اپنے خط کو شکستہ سے موسوم کیا ہے مگر دراصل یہ دیوان اچھے نستعلیق خط میں تحریر
ہوا ہے۔ اولاً (۳۴۴) غزلیں ہیں ان کو ردیف وار لکھا گیا ہے بلحاظ ردیف ان کی تعداد حسب ذیل ہے۔

الف : ۷۳ ب : ۵ ۔ ت : ۷ ج : ۴ ۔ ح : ۲ ، خ ۲ : د : ۷ ذ : ایک ، ر : ۱۷
ز : ۶ ش : ایک ، ص ۳ : غ : ایک ف : ۳ ل : ۱۴ م : ۹ ن : ۴۰ ، و : ۸
ہ : ۷ ی : ۱۱۷

غزلیات کے بعد ایک مستزاد اور "مخمس ہیں ان کے بعد پھر غزلیات ہیں یعنی الف ایک ب، ایک
م، ایک ن : ۲ اور ی کی ایک غزل ہے۔ اس طرح غزلیات کی کل تعداد (۳۵۱) ہو جاتی ہے۔
جو دو مستزاد شامل ہیں ان کا آغاز یہ ہے۔

کیتا ہے نظر جب ستی تجھ رشک پری پر باندھیا ہے جو کوئی جیو کوں تجھ سیجری پر
گویا ہے چمن میں پھرتا ہے وہ بن بن

دوسرا

معلوم نہیں کس نے میرے دل کوں لیا ہے
ادن عشوہ گراں میں

دو مخمس میں پہلا مخمس

نازسوں آ تجھے ادا کی قسم		مہرباں ہو تجھے دیا کی قسم
میں وفادار ہوں وفا کی قسم		خیر خواہ ہو میں ہوں خدا کی قسم
مان اس صادق اشنا کی قسم

دوسرا مخمس

صنم میرا سخن سوں آشنا ہے		مجھے فکر سخن کرنا بجا ہے
سخن داں آشنا افضل خدا ہے		نہ تنہا حسن خوباں دل ربا ہے
ادا فہمی سخن دانی بلا ہے

اس مخمس کے بعد پھر چند غزلیات ہیں جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد فردات ہیں جن کی تعداد (۵۳) ہے ۔

آغاز کے دو فرد ہیں ۔

اس جگ کے سب خوبوں میں پرتو اُسس کا جمع ہے
یک شمع کی اسپاس جیوں راکتین ہزاراں آرسیاں
دستا ہے ہر ایک میں جدا لیکن وہی یک شمع ہے
جن یک کو ن دیکھا جمع ہیں خاطر اسی کی جمع ہے

پھر بسم اللہ کے ساتھ یہ مثنوی ہے ۔

الٰہی عشق میں عشاق کر مجھ		اپس کے شوق کا مشتاق کر مجھ

اس مثنوی کے بعد بسم اللہ کے ساتھ دو قصیدے ہیں ۔

(۱) لے زباں پہ توں اوّل اوّل نام پاک خدائے عز و جل

قصیدہ نعتیہ

(۲) عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

اختتام

عارفاں بولے کہ جاں ہور دل سیں لاکھاں آفریں
جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

اس قصیدے پر کتاب ختم ہوتی ہے ۔

انجمن ترقی اردو کی جانب سے دیوان ولی کی طباعت دو مرتبہ ہوئی ہے ۔ مگر اس کے بعد کئی دیوانوں کا پتہ چلا ہے چنانچہ حیدر آباد میں اس کے متعدد نسخے کتب خانہ سالار جنگ ۔ کتب خانہ آصفیہ ۔ ادارہ ادبیات اردو جامعہ نظامیہ وغیرہ میں موجود ہیں ۔ ان میں زیر بحث قدیم ترین نسخہ بھی شامل ہے اگر تیسری مرتبہ دیوان ولی کی طباعت ہو تو بہت کچھ اضافہ حیدر آباد کے دیوانوں کے مد نظر کیا جا سکتا ہے ۔

اچھّی کتاب!

پاکستان میں کوئی بھی چھاپے

اور

کسی بھی زبان میں چھاپے

ہمارے کتاب گھر میں

ضرور موجود ہوگی

معیاری کتابوں کا سب سے بڑا مرکز

گلڈ انجمن کتاب گھر

بالمقابل صدر ڈاک خانہ وکٹوریہ روڈ کراچی

اکبر وفاقانی

ایک اردو دوست

مولوی ایم اے رحیم صاحب، سابق وزیر مواصلات حیدرآباد (دکن) گزشتہ ماہ بعارضۂ سرطان انتقال فرماگئے۔ مرحوم کی
ادب دوستی اور ادب نوازی اپنی مثال آپ تھی۔ اردو کے کاموں میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ انہوں نے اپنی وزارت کے زمانے میں
اردو کے علمی اداروں کی بڑی مدد کی تھی۔ ذیل میں ان کے مختصر حالات زندگی شائع کئے جاتے ہیں۔

کراچی میں ریاست حیدرآباد کے ایک نامور سپوت جناب عبدالرحیم کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔
کے سپوتوں میں عبدالرحیم اپنی مثال آپ تھے۔ حیدرآباد کے ایک تجارت پیشہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ گلبرگہ سے میٹرک
کا امتحان پاس کیا اور علی گڑھ جاکر ایم اے ایل ایل بی کی تکمیل کی۔ انہوں نے اپنی زندگی ایک منصوبے کے تحت بسر کی
اسی لئے ایم اے انہوں نے معاشیات میں کیا تھا۔ تاکہ ایک طرح اپنے خاندانی روایات کے لحاظ سے تجارت میں
حصہ لے سکیں اور دوسری طرف پیشۂ وکالت میں داخل ہوکر نام پیدا کریں۔ انہوں نے ۱۹۲۹ء میں وکالت نواب
عسکر یار جنگ کے جونیئر کی حیثیت سے ہائی کورٹ میں شروع کی اور بہت جلد ترقی کرکے پیشہ کے اعلیٰ مدارج بہت
قلیل عرصہ میں طے کرلئے، اور کچھ ہی دنوں میں ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوگئے۔
وکالت کے ساتھ ساتھ انہوں نے ملک کے اقتصادی حالات کو سدھارنے خصوصاً مسلمانانِ دکن میں بینکاری
کو فروغ دینے کے لئے حیدرآباد بنک قائم کیا۔ جس کے قیام میں بہادر یار جنگ بھی شریک تھے۔ یہ بینک اس زمانے
میں قائم ہوا جب حیدرآباد میں مسلمانوں کا کوئی بینک نہ تھا۔ اس بنک نے مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی حالت
سدھارنے میں نمایاں خدمت انجام دی ہے۔ مسٹر رحیم اس کے مینجنگ ڈائرکٹر تھے اور یہ بنک سقوط حیدرآباد تک
انتہائی کامیابی سے چلتا رہا۔ حیدرآباد پر ہند یونین کے قبضہ کے بعد اور اس بنا پر کہ اس کے مونس اور روح رواں
حکومت حیدرآباد کے ایک وزیر تھے اس بنک پر سب سے پہلے غاصبانہ قبضہ کیا گیا۔ مسٹر رحیم نے بحیثیت ایڈوکیٹ اتنی
ترقی کرلی تھی کہ انہیں ہائی کورٹ ججی کی خدمت کے لئے نامزد کیا گیا تھا لیکن انہوں نے ججی محض اس وجہ سے قبول نہیں کی
کہ اس سے ان کے بنک کے کام میں حرج پیدا ہوتا تھا اور دوسرے وہ ملازمت سرکاری میں منسلک ہوکر اپنی آزادی کو
متاثر کرنا نہیں چاہتے تھے۔

اس زمانہ میں حیدرآباد میں جدید اصلاحات کے تحت انتخابات عمل میں لائے گئے تھے۔ اور مجلس اتحاد المسلمین کے

ٹکٹ پر یہ رکن منتخب کئے گئے تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب سر مرزا اسمٰعیل کا حیدرآباد کے صدارت عظمیٰ پر تقرر ہوا تھا۔ اور جب کونسل نے ایک نئے عوامی وزیر کے کونسل میں لئے جانے کا تصفیہ کیا تو ارکان مقننہ میں عبدالرحیم پر نظر انتخاب پڑی اور حکومت نے انہیں نامزدگی کی اطلاع دی۔ لیکن مسٹر رحیم اتنے اصول پرست تھے کہ انہوں نے حکومت کے راست تقرر کو یہ کہہ کر نامنظور کیا کہ وہ ایک عوامی مسلم جماعت کے رکن اور اس کے ڈسپلن کے پابند ہیں اور جب تک جماعت انہیں نامزد نہیں کریگی وہ وزارت قبول کرنے سے معذور ہیں۔ بالآخر حکومت نے اتحادالمسلمین سے استمزاج کیا اور جب مجلس کی جانب سے ان کے نام کو پیش کیا گیا تو ان کے نام وزارت پر تقرر کا فرمان شرف صدور لایا۔ اس طرح اپنی وزارت کے زمانہ میں مسٹر رحیم نے اپنے کردار، معاملہ فہمی اور بے لاگ خدمت سے پوری کابینہ کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا چنانچہ اسی کا اثر تھا کہ اعلیٰحضرت نظام کے پاس ان کی رائے کی بڑی وقعت تھی۔ عبدالرحیم مسلسل تین وزرار اعظم کے تحت وزیر رہے۔ سر مرزا اور نواب صاحب چھتاری اور میر لائق علی۔ ہر دور میں انہوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیت کا سکّہ دوسروں کے دلوں پر بٹھایا۔ خاص طور پر انڈیا یونین اور حیدرآباد کے درمیان جو سیاسی مذاکرات ہو رہے تھے اس میں انہوں نے سب سے سنجیدہ کردار ادا کیا۔

سقوط حیدرآباد کے ساتھ ہی تمام وزراء کے ساتھ انہیں نظر بند کیا گیا اور رہائی اس وقت عمل میں آئی جب کہ وزراء کے خلاف انڈیا یونین کوئی مقدمہ تیار نہ کرسکی اور ان کے لئے وزراء کو رہا کرنے کے سوا کوئی ..... چارہ کار نہ تھا۔ جیل سے رہائی کے بعد جب انہوں نے پاکستان ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا تو اپنے عہدے سے حکومت حیدرآباد کو نہ صرف باخبر کیا بلکہ انہوں نے اپنی تمام جائداد کسٹوڈین کے حوالہ کی، حسابات بیباق کئے اور اپنے خاندان کے ساتھ علی الاعلان پاکستان آگئے۔

پاکستان آنیکے بعد مسٹر رحیم نے انتہائی مصائب کا سامنا کیا۔ جب بحیثیت سابق وزیر حیدرآباد ٹرسٹ نے مبلغ پانچ صد روپیہ ماہانہ اور پانچ ہزار نقد دینے کی پیشکش کی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ اپنے خاندان کو اب بھی اپنی محنت سے پرورش کرسکتے ہیں اس لئے یہ امداد کسی مستحق کو دیجائے۔ پاکستان کے نئے ماحول میں تمام مصائب برداشت کرتے ہوئے انہوں نے اپنی تجارت قائم کی اور رحیم سنس کے نام سے ایک مستقل تجارتی کاروبار شروع کیا۔ چند سال کے بعد محکمہ آبادکاری میں بحیثیت ایڈیشنل کلیمز کمشنر ان کا کراچی میں تقرر ہوا۔ جہاں دو ڈھائی سال انتہائی قابلیت کے ساتھ اپنا کام انجام دیتے رہے۔ یہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے پریکٹس بحیثیت ایڈوکیٹ شروع کی اور ایک سال کے بعد ہی کراچی ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوئے۔

مسٹر رحیم دیانت، فرض شناسی، کارکردگی کا ایک مجسمہ تھے۔ ان کا کردار حق گوئی، حق بینی اور حق پرستی پر قائم تھا۔ دوستوں کے لئے ان سے مشفق دوست ملنا مشکل ہے وہ بظاہر کفایت شعار تھے لیکن ان کی داد و دہش کا انداز ایسا تھا کہ ان میں ایک سچے مومن کی شان نظر آتی تھی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۲ سال کی تھی لیکن صحت کے اعتبار سے کسی کو ان کی موت کا یقین نہیں آسکتا تھا ان کی اس اچانک موت نے ان کے دوستوں، عزیزوں، اور پرستاروں کے لئے ایک ایسا خلاء پیدا کر دیا جس کا پُر کرنا ناممکن ہے۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پس ماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پروفیسر سیّد شبیر علی کاظمی

نذرالاسلام کے اسلامی نغمے

نذرالاسلام کی آتش نوائی باغیانہ تخریب و تعمیر کی صداؤں سے گزر کر بارگاہ الٰہی میں حمد سرا اور دربار رسول
ں نعت خواں ہو جاتی ہے یہ نذرل کی شاعری کا سنبھالا تھا۔ اس کی حمد و نعت میں عبودیت اور عقیدت کے پھول ہیں
دسرے باغی شعراء کے یہاں آزاد تخیل کی کارفرمائیاں نظر آتی ہیں زندگی کی بیچارگی معاشرہ کی بدنظمی انکو صراط مستقیم
سے ہٹا دیتی ہے اور ان میں کچھ الحاد کی سی بو پیدا ہو جاتی ہے انسانی بے بسی کے پیش نظر وہ خالق کو چیلنج کرنے لگتے ہیں۔
ذرل باغی ہے لیکن ملحد نہیں۔ آزاد خیال ہے مگر بسالت نہیں وہ خدا کو خالق کل سمجھتا ہے وہ اسے رنجن نرا کار کہتا ہے اس
ں خدائی کا صمیم قلب سے قائل ہے خیالات زیادہ گہرے نہیں استدلال بھی منطقیانہ نہیں تاہم محسوسات کا بے ریا اظہار ہے۔
تباع کی تلقین ہے واعظانہ نہیں بلکہ شاعرانہ انداز ہے اور یہی ان نظموں کی خوبی ہے وہ دیدار خداوندی کا متمنی ہے
چنانچہ خدا سے کہتا ہے "میں موسیٰ نہیں ہوں جو خوف سے بے ہوش ہو جاؤنگا۔ میں منصور نہیں جو پاگل ہو کر انا الحق کہنے
لگونگا۔ میرے مالک! میں تیرے حبیب کا امتی ہوں۔ تو میرا امتحان لے مجھے دیدار کا موقع دے۔
عشق رسول سے سرشار ہے اسے امت محمدؐ ہونے پر فخر ہے وہ رسول کے اسوۂ حسنہ کا تذکرہ بار بار کرتا ہے
وہ چاہتا ہے کہ مسلمان سیرت رسول کو اپنائیں۔ وہ مسلمانوں کو سادہ اور بے ریا زندگی کا عامل دیکھنا چاہتا ہے جو
سیرت نبوی کے اتباع سے ہی حاصل ہو سکتی ہے، وہ رسول کو سید الاولین والآخرین سمجھتا ہے۔
وہ خلفائے راشدین اور بزرگان دین کا شیدائی ہے جنہوں نے سوکھی روٹیاں کھا کر اسلام کا بول بالا کیا ہے
مسلمانوں کی موجودہ حالت پر خون کے آنسو روتا ہے اور کہتا ہے کہ جن بزرگوں نے کبھی پیٹ بھر کے روٹی نہیں
کھائی اب ان کی نام نہاد اولاد عیش و عشرت کی دوکانداری میں مصروف ہے۔
"مسلمان تو شیر کا بچہ ہے غلطی سے گیدڑوں کے دل میں آگیا ہے۔
کہہ کر مسلمانوں کو غلط اقدام سے آگاہ کرتا ہے۔ خودداری اور خود شناسی کی تعلیم دیتا ہے
رحمد و نعت کو اردو رسم الخط میں اردو لفظی ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان اردو ادر

بنگلہ مشترک الفاظ کی فہرست بھی دی جاتی ہے جو ان نظموں میں استعمال ہوئے ہیں ۔

بنگلہ	اردو
پھری پتھے پتھے مجنوں دیوانہ ہوئے۔	دیوانہ ہو کر مجنوں کی طرح راستوں پر مارا مارا پھر رہا ہوں
بُکے مورہ آپنے خدا تمہاری عشق لوئے	اے خدا! تیرا عشق میرے سینہ میں سمایا ہوا ہے ۔
تومار نام پر تسبیح لوئے پھری گلے	تیرے نام کی تسبیح گلے میں ڈالے پھر رہا ہوں
دنیادار بوجھے نا مورے پاگل بولے	دنیا دار مجھے نہیں سمجھتا وہ مجھے پاگل کہتا ہے
اورا چاہے دھن جن اکی چاہی پریم ئی اے	وہ مال طاقت کا خواہشمند میں محبت کا متلاشی
آچھو شکل ٹھائیے شُنے بولے شب	لوگ کہتے ہیں کہ تو ہر جگہ موجود ہے.
ایمنی چوکھے تومار دیدار کب ہوبے	ان آنکھوں سے تمہارا دیدار کب ہو گا
اسی منصور ناہی جے پاگل ہو بوانا الحق کوئے	میں منصور نہیں ہوں جو پاگل ہو کر انا الحق کہہ اٹھونگا
تومار حبیب یر امی امت اے خدا	اے خدا! میں تیرے حبیب کی امت ہوں
تائی تو دیکھی تے تومائے سادھ جاگے سدا	اسی لئے ہمیشہ میں تیرے دیدار کا طالب ہوں
امی موسٰی ناہی جو بیہوش ہوئے پڑبو بھوئے	میں موسٰی نہیں جو خوف سے بے ہوش ہو جاؤنگا
توماری کرونائے جابوئی سب جینے	تیری نوازش ہی سے تیرا علم حاصل ہو گا
بسا بو مورہ ہردے تومار عرش اے نو	تیرے عرش کو لا کر اپنے دل میں بٹھاؤ نگا
امی چائی نا بہشت، رب بہشت یر مالک لوئے	مجھے بہشت کی ضرورت نہیں میں تو رب بہشت چاہتا ہوں
بھول جی ای تورا کی ہائے شیئی مسلمان	فاتح عالم تھے کبھی کیا تم وہی مسلمان ہو؟
خدار راہے آن لو جارا دنیا نافرمان	جو نافرمان دنیا کو خدا کے راستے پر لائے تھے
ایشیا یورپ۔ افریقاتے جاہا دیر تکبیر	جن کی تکبیروں نے ایشیا، یورپ اور افریقہ کو ہلا دیا تھا

ہونکار ہیو۔ اُڑلو۔ جادیر ہیے نشان

ہلا دیا تھا اور وہاں اسی کامیابی کا جھنڈا اڑتا تھا

جادیز ننگا تلوار یر شکتی تے سے دن
پارس اور روم راج ہوئی لو کھان کہان

جن کی تلواروں کی طاقت نے اسی دن
فارس۔ روم جیسی حکومتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا

تمہاری پرکاش مہان
اے نکھیل دنیا جہاں
تو ماری جیوتی تے روشن
نشی دن زمین و آسماں

تیرے مظاہر ہیں اعلیٰ
پوری دنیا اور سارا جہاں
تمہارے نور سے سب روشن ہیں
رات دن زمین اور آسمان

نبھل کوٹی تپن چاند
کھونجیا تومارے پربھو
کتو داؤد عیسیٰ موسیٰ
کری لو تب گن گان

سیکڑوں سورج اور چاند ڈوب چکے
اے خدا تیری تلاش میں
کتنے داؤد اور عیسیٰ موسیٰ
تیری حمد کے گیت گا چکے

تومارے کتو نام ہائے
ڈاکی چھے درش شی شنر پرائے
کتو بھاوے پوجے تومائے
فیرشتہ۔ حور۔ پری۔ انسان

آہ تجھے پکارتی ہے دنیا
مختلف ناموں سے بچہ کی طرح
تجھے کتنے طریقوں سے پوجتے ہیں
فرشتے۔ حور۔ پری۔ انسان

نراکار تمی نرنجن
دیا ہیا آچھو تری بھون
پاتیا منِ یر سنگھاسن
دھری تے چاہے تپ دیران

تو نراکار ہے تو نرنجن ہے
تو تینوں دنیا پر حاوی ہے
من کے سنگھاسن کو بچھا کر
زندگی تجھے حاصل کرنا چاہتی ہے

کھنگور روٹی خرما کھے لے جا دیر خلیفہ
ہیلائے شاسن کری لورے ۔ روھیک جہان

جن کے خلیفہ سوکھی روٹی اور خرما کھاکر
آسانی سے آدھے جہان پر حکمراں تھے

جا دیر نبی کملی والا شہنشاہ ہوئے
آج کے تارا بلاش بھوگیر کھورے چھے دوکان

جن کا کملی والا نبی شہنشاہ ہو
آج وہی عیش و عشرت کی دوکان کھولے بیٹھے ہیں

سنگھ شاوک بھورے آچھس شر کالیر دل
دنیا آبار پاپیئے کی تور ہوبے کمپ مان

شیر کا بچہ ہے اور پھول سے گیدڑوں کے دل میں آگیا ہے
کیا دنیا پھر تیرے قدموں سے کانپنے گی۔

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
بادشاہ رو بادشاہ نبی دیر راجانی

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
بادشاہوں کا بادشاہ نبیوں میں راجا نبی

چھلے مشے احد ے اشی لو احمد ہوئے
بانچاتے سرستی خدار ائے لو خدار سنڈ لیئے
مالنئے اودھاری ے آگھات سیے
ملین دنیائے آنی ے تھی بہشت چھری

جو احد میں پوشیدہ تھا احمد ہوکر ظاہر ہوا
خدا کی طرف سے سندیسے کر آیا مخلوق کو بچانے کیلئے
انسان کی بھلائی کیلئے انسانوں سے تکلیف اٹھائی
اس پاپی دنیا میں بہشت کا نمونہ لا یا

پاپ پیر جہادرن دنڑائی ے تھی ایکا
نشان چھیلو ہا تھے ۔ لاشریک الله ۔ لیکھا
گے لو دنیا ہوتے دھوئے مچھے پاپ پر دیکھا
بھی ار خوشی پیر طوفان اودلوین پیر ردبی

پاپ کے خلاف وہ اکیلا جہاد کے میدان میں تھا
ہاتھ میں جھنڈا لیے جس پر لکھا تھا لاشریک الله
دنیا سے گناہ کے نشان سب دھو دیئے
خوشی کا طوفان بہنے لگا کیونکہ پارسائی کا سورج طلوع ہو گیا

محمد مصطفےٰ صلعم
تمی بادشا رو بادشاہ کملی والا
پاپ تاپ پوبلئے ادھار دنیا

محمد مصطفےٰ صلعم
تم بادشاہوں کے بادشاہ ہو کملی والے
وہ سیاہ دنیا جو گناہوں کی تپش سے بھری ہوئی تھی

ہوئی لو تپاں بہشتی نور سے اُجالا
گنہگار امت لاگی تبو
آج وچین ناہیں کاندی چھونرالا
قیامت پیاسا امت لاگی
ڈانڑلے ربے لوئے طہورا ر پیالہ
جکی بے حشر دن داوش ربی
نفسی نفسی کو بے شکل نبی
یا امتی امتی اکلا تھی -
کاندی بے خدا ر پاک عرش چومی
پاپی امت نراں جپ مالا
کرے اولیا انبیا رتہاری دھیان
تب گن گا ہلیو رنج اللہ تعالیٰ

بہشتی نور سے بھر گئی اور روشن ہو گئی
گنہگار امت کے لیے
بے چین رہے اور روتے رہے
قیامت کے دن پیاسی امت کے لئے
شراب طہور کا پیالہ لئے موجود ہونگے
حشر کے دن جب بارہ سورج تک رہے ہونگے
جب سب نبی نفسی نفسی کہینگے
اس وقت اکیلے آپ ہی امتی امتی کہینگے
عرش کو چوم کر آپ رو پڑیں گے
پاپی امت کی مغفرت کیلئے آپ تسبیح پڑھینگے
اولیا انبیا آپ کا دھیان کرینگے
اللہ نے بھی آپ کی خوبیاں بیان کی ہیں

خدا ر حبیب ہوئی لین نازل
خدا ر گھر اوئی کعبہ ار پاشے
جھکے پڑے عرش کرسی
چاند سورج تائے دیکھتے آئے

خدا کے حبیب نازل ہوئے
خدا کے گھر وہی کعبہ کے پاس
جھک پڑے عرش کرسی
چاند و سورج اسے دیکھنے آئے

بھنگے پڑے مورت مندر
لات ومنات ۔ شیطانی تخت
لا الہ الیہ ہو ر
اٹھے چھے تکبیر آکاشِ

بت اور مندر ٹوٹ گئے
لات ومنات ۔ شیطانی تخت
لا اللہ اللہ ہو گی
آسمان سے تکبیر اٹھ رہی ہے

خوشی موج طوفان لترا
دیکھے جامرد سجوری

خوشی کے طوفان کی موجیں
ریگستان میں آکر دیکھ جاؤ

کوہ طور پر پاتھر آج
بہشتی پھول پھوٹے ہنسے

کوہ طور کے پتھروں میں
بہشت کے پھول نکلے ہوئے ہنس رہے ہیں

یتیم تارن یتیم ہوئے
اے لورے ایٹی دنیا ئے
یتیم منُش جاتی پر بیتھا
لو ئی رلے ایمن بوجھ تونا سے
سوجھے ا

یتیم لیکن یتیموں کا مولی
آیا وہ اس دنیا میں
یتیم انسانیت کی تکالیف
یتیم ہوئے بغیر سمجھنا دشوار تھا

سوجھے اٹھے۔ رے چاند
من پر اندھار جانے نا تائے
ردے گگن جے کر لو روشن
شئی محمد اوئی رے ہانسے

سورج نکلتا ہے اور چاند بھی اٹھتا ہے
لیکن اس سے دل کا اندھیرا دور نہیں ہوتا
دل کا آسمان جس نے روشن کیا
وہی محمد ہے جو اب ہنس رہا ہے

آپن پن پر بدلاتے سبے
مانگ لو مکتی سب آر
اُمتی اُمتی کو سئے
دیجھ آنکھی تار جلِ بھا شے

اپنی نیکوں کے بدلے
جس نے سب کی مغفرت چاہی
وہ اُمتی اُمتی کہتا ہے
اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہیں

مشترک الفاظ

دیوانہ۔ عشق۔ نام۔ گلا۔ دنیا دار۔ پاگل۔ دھن۔ پریم۔ دیدار۔ حبیب۔ امت۔ بے ہوش۔ مالک۔ دنیا۔ نافرمان۔ نشان۔ ننگا۔ تلوار۔ دن۔ راج۔ روشن۔ زمین۔ نام۔ گن۔ انسان۔ سنگھاسن۔ روح۔ خرما۔ شہنشاہ۔ آج۔ دوکان۔ دل۔ بادشاہ۔ راجا۔ سندر۔ پاپ۔ ریکھا۔ خوشی۔ طوفان۔ نور۔ اُجالا۔ گنہگار۔ پیاسا۔ نرالا۔ پیالہ۔ پاپی۔ اولیا۔ انبیاء۔ دھیان۔ نازل۔ گھر۔ شیطانی۔ تخت۔ آکاش۔ پتھر۔ پھول۔ یتیم۔ اندھیرا۔ بدلا۔ آنکھ۔ جل۔ مجنوں۔ خدا۔ تسبیح۔ منصور۔ انا لحق۔ موسیٰ۔ عرش۔ بہشت۔ رب۔ مسلمان۔ ایشیاء۔ یورپ۔ افریقہ۔ تکبیر۔ پارس۔ روم۔ دنیا۔ جہان۔ آسمان

چاند۔ داؤد۔ عیسٰی۔ موسٰی۔ فرشتہ۔ حور۔ پری۔ خلیفہ۔ نبی۔ کملی والا۔ مرحبا۔ سیدی۔ کملی۔ مدنی عربی۔ احد۔ احمد۔ جہاد۔ امت۔ قیامت۔ طہور۔ حشر۔ نفسی نفسی۔ امتی امتی۔ اللہ تعالیٰ۔ کعبہ۔ عرش۔ کرسی۔ لات منات۔ کوہ طور۔ پھرنا۔ بولنا۔ چاہنا۔ پڑنا۔ کھومنا۔ بچانا۔ لینا۔ موچھنا۔ چومنا۔ ہونا۔ مانگنا۔ دیکھ ہنسنا۔ جپنا۔ گانا۔ پڑنا۔ چھوٹنا۔ اٹھنا۔

تنزیل الرحمٰن
معتمد اردو مجلس قانون

اردو میں قانونی کتب کا ذخیرہ

یہ مقالہ کل پاکستان اردو تدریسی کانفرنس کے شعبہ
عدالتی و دفتری زبان کے اجلاس میں پڑھا گیا

ہندوستان میں مغلیہ دور حکومت میں دفتری و عدالتی زبان فارسی تھی، ۱۸۳۵ء ہندوستان کے دفتری و عدالتی نظام میں فارسی کی جگہ اردو نے لے لی چنانچہ اردو زبان میں قانونی کتابوں کا آغاز ۱۸۳۵ء کے بعد سے ہوا ابتدا میں یہ سلسلہ بعض ان توانین کے ترجموں تک محدود تھا، جو ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی قلمرو میں نافذ کیا کرتی تھی ۱۸۵۷ء کے بعد جب ہندوستان پر انگریزوں کا اقتدار کلی طور پر قائم ہو گیا تو اردو زبان کو دفتری و عدالتی زبان کی حیثیت سے براہ راست سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی اور رفتہ رفتہ اسے. ماتحت عدالتوں میں عرضی دعوے سے لیکر عدالت کے فیصلہ تک جملہ عدالتی کارروائی میں اردو کو استعمال کیا جانے لگا اگر ایک طرف حکومت کی سرپرستی میں توانین کے ترجموں کا کام شروع کیا گیا تو دوسری طرف انفرادی کوششوں سے ان توانین کی شرحیں لکھی گئیں اور اہم قانونی موضوعات پر کتابیں تالیف ہوئیں۔

گزشتہ سو سال کے عرصہ میں ان قانونی کتابوں کی تعداد ہزاروں پر مشتمل ہے بلکہ میرا اندازہ تو یہ ہے کہ اگر اردو زبان میں معاشرتی علوم (SOCIALSCIENCES) کا جائزہ لیا جائے تو کتابوں کا سب سے زیادہ ذخیرہ کتابوں پر ملیگا. قانونی کتب کا ذخیرہ وسیع ہونے کے ساتھ متنوع بھی ہے چنانچہ قانون کے میدان میں شاید ہی کوئی پہلو ایسا ہو جس پر اردو زبان میں اس سو سال کے عرصہ میں کوئی کتاب نہ لکھی گئی ہو اپنے اس دعوے کے ثبوت میں قانونی کتب کو موضوع وار پیش کرونگا

تراجم قوانین سب سے پہلا نمبر موضوعہ قوانین کے تراجم کا آتا ہے. قانونی کتب کے اس ذخیرہ کے پیش نظر جو میری نگاہ سے گزرا میں ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ برطانوی ہند میں نافذ قوانین میں شاید ہی کوئی قانون ہو جس کا سرکاری یا غیر سرکاری ترجمہ نہ کیا گیا ہو آج بھی جبکہ اردو کو پاکستان کی.

ریاستوں میں وہ حیثیت حاصل نہیں رہی جو تقسیم سے قبل یو پی، بہار دہلی اور مسلم ریاستوں میں حاصل تھی۔
سرکاری کوششوں کے نتیجہ میں مغربی پاکستان میں سینکڑوں قوانین کے ترجمے عام طور پر دستیاب ہیں اگر متعلقہ حکومتوں کی ذراسی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے تو ان تمام ترجموں کو نظر ثانی کے بعد قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی سے منظور کرا کر بحیثیت قانون نافذ کیا جا سکتا ہے۔

شرحیں موضوعہ قوانین کے ترجموں کے ساتھ ہی انکی شرحوں کا ذکر بھی آتا ہے غیر منقسم ہندوستان اور مسلم ریاستوں بالخصوص ریاست حیدر آباد دکن میں بیشتر قوانین مثلاً قانون شہادت، قانون انتقال جائیداد، قانون رجسٹری، قانون اسٹامپ قانون دستاویزات قابل

بیع وشری قانون، رسوم عدالت، قانون معاہدہ، قانون بیع مال، قانون شراکت، قانون کمپنی، قانون میعاد سماعت، قانون حقوق آسائش قانون حق تصنیف، قانون مالیت نالشات، قانون وراثت ہند قانون تعبیر واطلاق قوانین، قانون دادرسی مختص، ضابطہ دیوانی وضابطہ فوجداری اور تعزیرات وغیرہ میں ہر ایک کی کئی کئی شرحیں لکھی گئیں اگر حکومت وقت قوانین کے اردو ترجموں کو بحیثیت قانون نافذ کر کے اردو کو باضابطہ طور پر عدالتی زبان قرار دیدے تو اردو میں قوانین کی شرحوں کی ضرورت پیدا ہو گی اس وقت قدیم شرحوں کو بعد کے عدالتی نظائر کے ساتھ مکمل کر کے شائع کیا جا سکتا ہے اور یہ کام ملک کے تاجران کتب بڑی خوشی سے انجام دیں گے۔ حکومت کی اس توجہ سے قوانین کی شرحوں کا یہ علمی ذخیرہ محفوظ ہو جائے گا اور ہمارے اسلاف کی کم و بیش سو سالہ محنت سے موجودہ اور آئندہ نسلیں فائدہ اٹھا سکیں گی۔

اردو زبان میں قانونی کتب کی دوسری قسم اس قانون سے متعلق ہے جو اپنے فن کے لحاظ سے قانون ہے۔ مگر کسی ملک کی پارلیمان یا اسمبلی کا منظور کردہ نہیں ہے مثلاً اسلامی قانون، بین الاقوامی قانون اصول قانون وغیرہ۔

اسلامی قانون اردو زبان میں اسلامی قانون کی کتابوں کی تعداد موضوعہ قوانین کے ترجموں اور شرحوں کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ اسلامی قانون کے مختلف موضوعات کی کتابوں کے اردو ذخیرہ میں عربی، فارسی، اور انگریزی زبانوں سے ترجمے بھی ہوئے اور تصنیفات بھی وجود میں آئیں فقہ کی عربی کتابوں کے ترجموں میں ہدایہ کا ترجمہ عین الہدایہ، ہدایۃ المجتہد کا ترجمہ ہدایت المقتصد، شرح وقایہ کا ترجمہ نور الہدایہ، کنز الدقائق کا ترجمہ احسن المسائل، در مختار کا ترجمہ غایۃ الاوطار اور فتاویٰ ہندیہ کا ترجمہ فتاویٰ عالمگیری شامل ہیں - - - - - - - -

اسلامی قانون پر انگریزی کی کتابوں کے اردو تراجم میں ملا کے (پرنسپلز آف محمڈن لا) کا ترجمہ اصول شرح محمدی، جسٹس امیر علی کے محمڈن لا کا ترجمہ جامع الاحکام اور ولسن کی کتاب محمڈن لا کا ترجمہ شرع محمدی قابل ذکر ہیں اصول فقہ پر جسٹس عبدالرحیم کی کتاب پرنسپلز آف اسلامک جورس پروڈنس) کا

اردو ترجمہ اصول فقہ اسلام کو بہت شہرت حاصل ہوئی اس کے علاوہ اصول فقہ پر عربی کتابوں کے ترجموں میں خضری کی التاریخ، التشریع الاسلامی کا ترجمہ فلسفہ شریعت اسلام اپنے اختصار اور ایجاز بیان کے سبب بے حد مشہور ہوا ہے اسی طرح حسین احمد الخطیب کی کتاب فقہ الاسلام کا اردو ترجمہ جدید اصول فقہ اسلام کی تدوین میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جہاں تک اردو زبان میں اسلامی قانون کے مختلف موضوعات پر تالیفات کا تعلق ہے انکی فہرست بہت طویل ہے میں صرف چند کتابوں کے نام عرض کرنے پر اکتفا کرونگا۔

(۱)	اسلامی قانون صلح و جنگ	مولفہ غلام رسول مہر مطبوعہ	لاہور
(۲)	اسلامی قانون فوجداری	" سلامت علی خاں "	اعظم گڑھ
(۳)	" "	" میر احمد شریف "	اعظم گڑھ
(۴)	اسلام کا قانون وراثت	" عبدالحلیم شرر "	لکھنؤ
(۵)	اسلامی قانون وراثت	" مولانا اصغر حسین دیوبندی "	لاہور
(۶)	ذکائیہ	" ذکاء اللہ ایڈوکیٹ "	چکوال جہلم
(۷)	اسلامی قانون وراثت	" علاؤالدین " "	لاہور
(۸)	" "	" غلام دستگیر نامی "	"
(۹)	اسلام میں توریث	" خواجہ عبیداللہ "	"
(۱۰)	شرح احکام شفعہ	" اے پرشاد وکیل "	حیدرآباد
(۱۱)	قانون وراثت شرعی	" سید عبدالسلام ایڈوکیٹ "	ایبٹ آباد
(۱۲)	قانون وقف علی الاولاد	" محمد اسماعیل حنفی ایڈوکیٹ "	کراچی
(۱۳)	" "	" شیخ گلاب دین "	لاہور
(۱۴)	کتاب النکاح	" قاضی اسماعیل "	لکھنو
(۱۵)	اسلامی قانون جلد اول مسائل نکاح	" مولانا مظہر علی کامل	
(۱۶)	مسلمانوں کی شادی بیاہ کا قانون	" محمد شمیم ایڈوکیٹ	

اسلام کے نظام قانون وعدل پر بھی عربی سے متعدد کتابیں اردو میں ترجمہ ہو کر سامنے آچکی ہیں جن میں عودہ کی کتاب اسلام کا نظام قانون، سید مطلب استاد مصری کی کتاب اسلام کا نظام عدل محمود بن عرنوس کی کتاب تاریخ القضاء فی الاسلام کا ترجمہ اسلام کا نظام عدل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ہندو قانون اردو زبان میں شخصی قوانین کے ضمن میں اسلامی قانون کے علاوہ ہندو قانون پر

بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں اور ترجمہ کی گئی ہیں چنانچہ اصول دھرم شاستر پر لالہ رائے بیج ناتھ، سید فدا حسین، عبدالحمید خان، سید محمد عسکری حسن اور محمد منور علی وغیرہ نے کتابیں لکھیں علاوہ از یں منگنا ئن او رجان ملی مین کی کتابوں کا خلاصہ اصول دھرم شاستر اور قانون رواج ہنوز کے اردو ترجمے بھی کیے گئے یہ سب کتابیں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئیں۔

بین الاقوامی قانون بین الاقوامی قانون کی اہمیت کا احساس اگرچہ اس صدی کے ربع ثانی میں پیدا ہوا مگر اس سے بھی اردو کا دامن خالی نہیں جسکا سہرا ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے سر ہے ڈاکٹر صاحب موصوف نے نہ صرف بین الاقوامی قانون کے کتابوں کے ترجمے کیے بلکہ خود بھی چند کتابیں تصنیف کیں ان میں جدید قانون میں بین الممالک کا آغاز، سلطنتوں کا باہمی برتاؤ اور قانون بین الممالک اصول اور نظری خاص طور پر مشہور ہیں اس کے علاوہ مولوی مسعود علی کا ترجمہ شخصی قانون بین الاقوام ایک کارآمد اور مفید کتاب ہے یہ کتابیں حیدرآباد دکن میں شائع ہوئیں۔

چہرے

شورش کاشمیری کے قلم سے

شورش کاشمیری نے اس ربع صدی کے ہر بڑے ہندوستانی و پاکستانی کو دیکھا اور شاید قریب سے پڑھا۔ ان میں رہنما بھی تھے۔ حکماء۔ علماء۔ ادباء۔ مدیر۔ وزیر۔ صحافی۔ شاعر اور ذاتی دوست بھی تھے۔ ایسے ہی حضرات کے تقریباً ایک سو چہرے ہیں:۔

• قائد اعظم	• مولانا امین احسن اصلاحی	• فاطمہ جناح	• رازق الخیری
• علامہ اقبال	• علامہ حسین میر	• بیگم شاہنواز	• محمد دین تاثیر
• ابوالکلام آزاد	• مولانا غلام مرشد	• وجے لکشمی	• چراغ حسن حسرت
• عطاء اللہ شاہ بخاری	• ابوالحسنات قادری	• سروجنی نائیڈو	• سلہری
• ابوالاعلیٰ مودودی	• نعیم صدیقی	• ظفر علی خان	• سجاد ظہیر
• مولانا شوکت علی	• پیر مانکی شریف	• حمید نظامی	• رابندر ناتھ ٹیگور
• مولانا محمد علی	• ممتاز دولتانہ	• دیوان سنگھ مفتون	• فیض احمد فیض
• مولانا فرید احمد مدنی	• ملک فیروز خاں نون	• مہاشہ کرشن	• جگر مراد آبادی
• لیاقت علی خان	• نواب ممدوٹ	• پروفیسر محمد سرور	• حفیظ جالندھری
• سردار عبدالرب نشتر	• راجہ غضنفر علی	• مولانا صلاح الدین	• تاجور نجیب آبادی
• خان عبدالغفار خان	• شوکت حیات	• مظفر علی	• جوش ملیح آبادی
• خواجہ حسن نظامی	• عبدالقیوم خان	• الطاف حسین	• نہیم بیگ چغتائی
• ڈاکٹر انصاری	• ڈاکٹر خان صاحب	• اختر علی خان	• اختر شیرانی
• آصف علی	• سردار عبدالرشید	• بابائے اردو	• ساحر لدھیانوی
• ڈاکٹر شیخ عالم	• میر علی احمد تالپور	• آغا حشر کاشمیری	• احمد ندیم قاسمی
• میاں فضل حسین	• شیخ مجیب الرحمٰن	• عبدالمجید سالک	• قیوم نظر
• غلام محمد ملک	• حسن محمود	• غلام رسول مہر	• غلام محمد بٹ
• چودھری غلام عباس	• ملک غلام نبی	• احمد شاہ بخاری	• پنڈی داس
• پیر زکوڑی شریف	• مولانا تاج محمد لائلپوری	• ڈاکٹر طٰہٰ حسین	• سراج الدین ظفر

ملاّ واحدی

حیرت شملوی

۱۹۴۷ء سے پہلے دلّی میں، دلّی کے مشہور انشا پرداز اور ممتاز رئیس، خواجہ محمد شفیع صاحب کے ہاں اتوار کے اتوار، بعد نماز ظہر، اُردو مجلس کے نام سے نثر اور نظم لکھنے والوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا، جو رات گئے تک رہتا تھا۔ خواجہ حسن نظامی صاحب اس مجلس میں خاصی پابندی سے جاتے تھے، اور جاتے تھے تو مجھے لے لیتے تھے، ہم دونوں وہاں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے۔ ہمارے سامنے عموماً نثر کے مضامین اور افسانوں کا سلسلہ چلتا تھا، نظمیں اور غزلیں ہمارے اٹھ آنے پر شروع کی جاتی تھیں۔ تاہم خواجہ محمد شفیع دو چار منتخب شعراء کا کلام سنوا دیتے تھے۔

اس انتخاب میں آنا اور خواجہ حسن نظامی سے داد لینا ہر شاعر پسند کرتا تھا، لیکن ایک صاحب تھے کہ اُن کا کلام سننے کا مدتوں اتفاق نہیں ہوا۔ نہ خواجہ محمد شفیع نے انہیں پڑھوایا اور نہ انہوں نے کہا کہ مجھے خواجہ حسن نظامی کی موجودگی میں پڑھواؤ۔ وہ ہمیشہ بالکل دروازے کے پاس، سب سے پیچھے کی صف میں جگہ لیتے تھے۔ ایک دن اتفاقی سے اُن کے پڑھنے کی خوش نصیبی نوبت آ گئی۔ سُنا تو چھپے رستم نکلے، یہ صاحب حیرت شملوی تھے۔ چھوٹی سی بحر کی چھوٹی سی غزل حیرت صاحب نے دھیمی آواز میں، ہلکے ترنم سے، ایسی سادگی کے ساتھ پڑھی کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کو موہ لیا۔ اور میں تو اتنا گرویدہ ہو گیا کہ خواجہ محمد شفیع صاحب سے تقاضے کرتا کہ حیرت صاحب کو پڑھوائیے۔

حیرت صاحب نے اس لگاؤ کو محسوس کیا اور وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے گھر تشریف لانے لگے۔ حیرت صاحب نے بتایا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کا کرایہ دار ہوں۔ اردو بازار میں خواجہ صاحب کی اردو منزل کا کونے والا مکان میرا مسکن ہے۔ حیرت صاحب اپنے دور کے بہترین شعراء میں تھے، مگر صرف شاعر، مشتہر نہیں۔ ایسے شاعر کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کو خبر نہ تھی کہ ان کے مکان میں کوئی شاعر بھی آباد ہے۔

غالباً ۱۹۴۵ء میں حیرت صاحب بیمار پڑے۔ اردو مجلس میں آنا چھوٹ گیا مجھے بیماری کا علم نہیں ہوا۔ اور دو ڈھائی سال انہیں بھولا رہا۔ ۱۹۴۷ء میں دلّی سے کراچی پہنچ گیا اور بزرٹا لائن میں بسا دیا گیا۔ وہاں پیرزادہ

لطیف الرحمٰن صدیقی میرے پڑوسی تھے۔ وہ اب بھی وہیں ہیں۔ میں نارتھ ناظم آباد میں ہوں۔ صدیقی صاحب سے بارہ میل دور۔ ۲۰۰۴ء میں صدیقی صاحب نے خبر دی کہ حیرت صاحب تو ۱۹۹۵ء سے صاحب فراش ہیں۔ جب سے لیٹے ہیں، اٹھے نہیں۔ اسی حالت میں ہنگامہ ۱۹۴۷ء جھیلا، دلی سے موڑک (ریاست کوٹہ) اپنی سسرال گئے تھے، کہ آجکل رام پور میں ہیں۔ ۱۹۶۲ء تک کا زمانہ بیچارگی میں گزارا۔ ایک سو تیس روپے۔ قبل از وقت کی پنشن کے ملتے تھے، ایک سو تیس روپوں سے بیوی بچوں کا پیٹ بھرتے تھے۔ ان کے متعدد ساتھی پاکستان میں اونچے اونچے عہدوں پر ہیں۔ بیمار نہ پڑ جاتے تو وہ بھی ڈپٹی سکریٹری ہوتے۔

حیرت صاحب نہایت غیور اور مشرقی طبیعت کے آدمی تھے۔ میں کراچی پہنچنے کے بعد "نظام المشائخ" کے علاوہ ماہنامہ "فردوس" کو بھی ایڈٹ کیا کرتا تھا۔ اس کے مالک خان بہادر شیخ حبیب الرحمٰن صاحب تھے۔ یہ ماہنامہ اپنے لکھنے والوں کو معاوضہ دیتا تھا۔ میں نے حیرت صاحب سے بھی غزلیں منگائیں، اور دو چار غزلیں چھپ گئیں تو پچاس روپے کا منی آرڈر بھیجا۔ اس وقت بھارت اور پاکستان کے درمیان منی آرڈر آ جا سکتے تھے۔ حیرت صاحب نے منی آرڈر وصول کیا، کیونکہ منی آرڈر واپس کر دینا ان کے نزدیک بد تہذیبی تھی۔ منی آرڈر وصول کرکے اپنی جیب سے فیس منی آرڈر خرچ کی اور معذرت نامہ لکھا کہ میں آپ سے معاوضہ نہیں لوں گا۔

۱۹۶۲ء میں حیرت صاحب بیوی بچوں سمیت پاکستان آگئے۔ بیوی بچے سکھر سندھ میں عزیزوں کے ہاں ٹھہرے اور حیرت صاحب پیرزادہ لطیف الرحمٰن صدیقی کے ہاں بزرٹا لائنز کراچی میں۔ پھر حیرت صاحب کے ایک مخلص دوست مسٹر بدرالدین، ڈائرکٹر محکمہ شہری پرواز نے محکمہ اوقاف میں سو روپے ماہوار اور کھانے پر ملازم رکھوا دیا اور قیام کے لئے درگاہ حضرت شاہ عبداللہ غازی بخاریؒ (کلفٹن کراچی) میں کمرہ دلوا دیا۔ حیرت صاحب چل پھر نہیں سکتے تھے، مدرسۂ اوقاف کے طلبا، اسی کمرے میں آجاتے تھے اور حیرت صاحب لیٹے لیٹے انہیں پڑھا دیتے تھے۔

یہاں اُن کی بس یہی آمدنی تھی۔ اس قلیل آمدنی میں وہ اپنی غزلیں قلمبند کرنے کے لئے کاغذ بھلا کیسے خریدتے انہوں نے جو غزل ۹ ستمبر کو، یعنی انتقال والے دن کہی تھی، اسے میں نے دیکھا کہ جس پنی اور کاغذ میں سگریٹ لپٹے ہوئے ہوتے ہیں، اس کاغذ پر لکھی ہے۔ قریب رہنے والوں نے بتایا کہ ہمیشہ یہی کاغذ استعمال کرتے تھے۔ انتقال سے شاید مہینہ بھر قبل حیرت صاحب کو پاکستان کا باشندہ تسلیم کر لیا گیا تھا اور امکان پیدا ہو گیا تھا کہ دیر سویر پنشن کھل جائے گی۔ لیکن

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔

میں اپنی ضعیفی اور ضعیفی کے عوارض کی وجہ سے ان کے پاس نہیں جا سکتا تھا، جس کی ایک شعر میں حیرت صاحب نے شکایت بھی کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

جب بھی جاتے ہم ہی جاتے   وہ تو بھلا کب ہم تک آتے

واقعی میں ڈیڑھ سال میں فقط ایک دفعہ جا سکا، اور وہ مجھ سے زیادہ لاچار اور اپاہج ہونے کے باوجود بر بنید رہوں ن آنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہی صدیقی صاحب کسی نہ کسی طرح لاتے تھے۔ موٹر کے انتظام کی ذمہ داری صدیقی صاحب نے لے رکھی تھی۔

ہاں تو میں اُن کے پاس جاتا تو نہیں تھا، لیکن اُن کے کراچی کے شب و روز کا مجھے علم ہوتا رہتا تھا، حتٰی کے ن کا علم کہ آج نواب صدیق علی خاں، سابق پولیٹیکل سکریٹری، وزیر اعظم پاکستان ملنے گئے تھے، کل مسٹر ممتاز حسن رنر اسٹیٹ بینک آئے تھے۔ پرسوں پیر حسام الدین راشدی اور اترسوں مسٹر جلیل قدوائی۔ آج انجمن ترقی اردو مشفق خواجہ صاحب نے یہ کہلوایا ہے اور کل رائٹرز گلڈ کے نواب جمیل الدین عالی نے یہ امید دلائی ہے۔

بیس بائیس سال کی علالت نے اُن کے ہاتھ پاؤں اور تمام جسم کو انتہا درجے مضمحل کر دیا تھا۔ مگر دماغ مضمحل نہیں ہوا تھا۔ آنکھوں اور ہونٹوں میں بھی زندگی باقی تھی۔ آنکھوں کی بشاشت اور ہونٹوں کی مسکراہٹ تندرستوں جیسی تھی۔ میرے یہاں آتے تھے تو موٹر سے اترنا اور اتر کر گھر کے اندر داخل ہونا خاصا مرحلہ بن جاتا تھا۔ عموماً موٹر ڈرائیور گود میں لاتا تھا۔ مگر تشریف فرما ہو جاتے اور بات چیت کرتے تو پھر اجنبی آدمی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ حیرت صاحب بیس بائیس سال سے صاحب فراش ہیں۔ غیر سنجیدہ حیرت صاحب کبھی بھی نہیں تھے، لیکن غیر شگفتہ بھی کبھی نہ تھے۔ مرتے مرتے تندرستی کے زمانے کی مانند باتیں کرتے رہے۔ حاضرین پر بار نہیں ہوتے تھے، حاضرین کے لئے فرحت کا موجب ہوتے تھے، ڈیڑھ برس میرے یہاں اُن کے طفیل بڑی پُر لطف صحبت رہی ؎

اے مصحفی میں روؤں کیا پچھلی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے اکثر بگڑ چکے ہیں

مجھ سے کوئی پوچھے کہ حیرت شملوی کا وہ وصف بتاؤ جسے تم نے دوسروں میں اُن کے برابر نہ پایا ہو تو میں کہونگا کہ صبر و ضبط اُن جیسا میں نے دوسروں میں نہیں دیکھا۔ انہوں نے خود بھی فرمایا ہے ؎

غم کو بھی ہنسی خوشی اٹھالے
ہوتا ہے یہ دم کسی کسی میں

حیرت شملوی بے حد صابر و ضابط اور راضی برضا انسان تھے۔ نہ کبھی خط میں بیماری کا شکوہ لکھا تھا نہ کبھی زبان پر بیماری کی شکایت آئی۔ بیماری نے البتہ اُن کے اشعار میں جان ڈال دی تھی، اور ان کی طبیعت کو آمد بخش دی تھی۔ اللہ کے تو حیرت صاحب شکر گزار ہی تھے، مگر بندوں کے برتاوے منظوم کرتے رہتے تھے۔ بیماری کے دور کا ہر شعر کسی نہ کسی واقعے کی یادگار ہے۔ ہر شعر کسی برتاوے پر کہا گیا ہے۔ خیالی برتاوے تو سب شاعر باندھتے ہیں، حیرت صاحب نے حقیقی برتاووں کو قلم بند کیا ہے۔

اللہ تعالٰی سے حیرت صاحب یوں خطاب کرتے ہیں ؎

اے بیکسوں کے والی، اے بے بسوں کے حامی
تیرے سوا جہاں میں، میں کس کا آسرا لوں

لیکن لوگوں کا یوں ذکر فرماتے ہیں۔

ہوس و زور کے ضامن نکلے — لوگ کیا کیا نہ بہ باطن نکلے
بعض افراد ہنرمندی میں — تھے تو انسان، مگر جن نکلے
بعض اخلاص و وفا سے عاری — صرف دولت ہی کے خازن نکلے
کوئی حیرت کی طرح شاید ہی
ہدفِ طعن و مطاعن نکلے

مجھ کو منظور تباہی میری — بے حقیقت تھی وفا ہی میری
یہ بھی کیا خوب کہ میرے ہی خلاف — چاہتے ہیں وہ گواہی میری
آپ نے یوں تو بہت کچھ چاہا — اک رفاقت ہی نہ چاہی میری
دیکھ سکتا ہو تو کوئی دیکھے — اس فقیری میں بھی شاہی میری
حیرت اس بے سروسامانی میں
لاج رکھے گا خدا ہی میری

اذن اگر ساقی سے پاتے — ساغر خود گردش میں آتے
کیا ہم دو کلیوں کی خاطر — گلشن میں دامن پھیلاتے
ہم تو اُن سے ملنے پر بھی — کوئی بات نہیں کر پاتے
ہوتے ہم بھی اگر کچھ حیرت
لوگ نہ یوں ہم سے کتراتے

ظاہری وضع قطع اتنی بگڑ گئی تھی کہ ایک مرتبہ کسی دوست کے ہمراہ رکشا میں جا رہے تھے، دوست دکان پر کچھ خریدنے گئے اور حیرت صاحب اکیلے رہ گئے۔ قریب سے کوئی اور دوست گزرے جو بیس پچیس برس

سے نہیں دکھائی دیئے تھے، لیکن حیرت صاحب نے انہیں پہچانا اور ان کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ انہوں نے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور اپنا راستہ لیا۔ اتنے میں رکشا والے دوست آ پہنچے۔ حیرت صاحب نے کہا۔ فلاں شخص جا رہا ہے۔ اسے پکڑ کر تو لاؤ۔ اس نے کہا۔ میں تو بھک منگا سمجھا تھا، یہاں رکشا میں سوار ہو کر بھی بھیک مانگی جاتی ہے۔ تم نے اپنا یہ کیا ہڈرا بنایا ہے۔

حیرت صاحب کی غیوری کا واقعہ اوپر بیان کر چکا ہوں کہ غزلوں کا معاوضہ نہیں لیا تھا۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ اسی سج دھج سے آپ مشاعروں میں جائیں تو میاں آتشؔ کی یاد تازہ کر دیں۔ کم از کم ریڈیو کے مشاعروں میں جانے کی صورت تو نکلنی ہی چاہیئے۔ نہایت بے نیازی سے جواب دیا، میری ہرگز خواہش نہیں ہے۔ مگر قاضی عبدالحمید صاحب، سابق کسٹوڈین، شاہی قلعہ، لاہور نے اپنے مکرم کرنل نذیر احمد کے ذریعے ریڈیو کے دو مشاعروں میں پہنچا ہی دیا۔ معلوم نہیں، وہاں ان کی ویسی پذیرائی ہوئی یا نہیں کہ مولانا محمد حسین آزاد کی طرح کوئی تذکرۂ اشعرا لکھنے والا اس کا نقشہ کھینچتا۔

میں شعر کی پرکھ کا مدعی نہیں ہوں، لیکن حیرت شملوی کا تھوڑا سا کلام اور پڑھ لیجئے ؎

دل شاد تھا تو حیرت، تھا لطف انجمن بھی
اب حال ہے دگرگوں، مل کر کسی سے کیا لوں

کیا کچھ نہیں ہے دیدۂ بینا کے سامنے
آنا نہ ہو نظر، تو نظر کا قصور ہے

اس بزم میں جو گردش پیمانہ ہو گئی — ہم سے بھی ایک لغزش مستانہ ہو گئی
کوئی تو بات شمع کے جلنے میں تھی ضرور — جس پر نثار ہستیٔ پروانہ ہو گئی
یا تھی وہی نگاہ کہ تھی چارہ ساز دل — یا اب وہی نظر ہے کہ بیگانہ ہو گئی
صد شکر کچھ تو اُن سے ہوئی آج گفتگو — یہ اور بات ہے کہ حریفانہ ہو گئی
اللہ رے اشکباریٔ شمع شب فراق — جو صبح ہوتے ہوتے اک افسانہ ہو گئی

حیرت کے غمکدے میں خوشی کا گذر کہاں
تم آگئے تو رونقِ کاشانہ ہو گئی

دل کا سنبھالنا کوئی آساں ہے آجکل | اس کا تو بس خدا ہی نگہباں ہے آجکل
اتنا بھی ہو سکا نہ کسی سے کہ پوچھتا | کس فکر میں یہ سوختہ ساماں ہے آجکل
وجہ کشیدگی بھی تو ایسی نہیں کوئی | پھر کیوں کوئی کسی سے گریزاں ہے آجکل
دونوں طرف مزاج و طبیعت کا اختلاف | بدقسمتی سے اور نمایاں ہے آجکل
رہ کر قریب بھی تو کوئی دور دور ہے | یہ دل اسی لئے تو پریشاں ہے آجکل

حیرت ہزار صبر کا پیکر سہی مگر
وہ بھی تو ان کے ہاتھ سے نالاں ہے آجکل

ہے حکم کہ کوئی کچھ نہ بولے
دل دے کے زبان تک نہ کھولے
دیکھا جو مزاجِ یار برہم
پھر کس کی مجال تھی کہ بولے
کیا تاب سرزنش ہمیں ہیں
اپنا بھی تو دل کوئی ٹٹولے
کٹتے ہی کٹے گی ہجر کی شب
رونے کو ہزار کوئی رولے

اے نوح کی کشتی کے نگہبان بچالے
میری بھی ہے اک کشتیٔ اُمید بھنور میں
مل جائے تو بتلاؤں کہ کیا ڈھونڈ رہا ہوں
شبنم میں، نسیم سحری میں، گُلِ تر میں

مجھے تو اس کلام میں استادانہ شان نظر آتی ہے، خدا جانے آپ کی کیا رائے ہو۔ میرا خیال ہے کہ حیرت بیماری کی مجبوری سے گھر میں بند نہ رہ جاتے تو اپنے دور کے ممتاز ترین شعرا کے ساتھ اُن کا نام گونجتا۔

اتفاق سے ریاست رام پور کی سرکاری لائبریری کے ناظم جناب عرشی کا ایک خط حیرت صاحب کے کاغذات میں

ملا ہے۔ عرشی صاحب کی رائے سند ہو سکتی ہے۔ وہ حیرت صاحب کو لکھتے ہیں۔ "میں اب تک آپ کو شاعر جانتا تھا، صاحب طرز استاد نہیں سمجھتا تھا۔ ان غزلوں کے مطالعے کے بعد میں نے باور کر لیا کہ آپ اس وقت کے تمام غزل گویوں کے پیشوا ہیں۔ میں نے ایسی سادگی اور پُرکاری کسی کے کلام میں نہیں پائی۔ جو بات آپ کو ابتدا سے میسّر ہے۔ وہ لوگوں کو برسوں کی ریاضت سے بھی نصیب نہیں ہوتی۔ خصوصاً آپ کا وہ کلام جو مبتلائے مرض ہونے کے بعد کا ہے، بیحد سادہ، گہرا اور گیرا ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

اگست ۱۹۷۴ء کی کسی تاریخ کو حیرت صاحب آخری دفعہ تشریف لائے تو فرمایا، آج میں اپنا کلام نہیں سناؤں گا، اللہ کا کلام سناؤں گا، اور پھر پوری قرأت کے ساتھ ایک طویل سورہ کی تلاوت کی، اور کہا، علی گڑھ کالج میں قرأت بھی سکھائی جاتی تھی۔ میں نے وہیں سیکھی تھی، حیرت صاحب نے علی گڑھ سے بی۔ اے کیا تھا۔

۹ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اپنی قیام گاہ میں غزل سناتے سناتے حیرت صاحب کا انتقال ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ بس مطلع پڑھا تھا دوسرا شعر نہیں پڑھنے پائے۔ طویل بیماری کی بڑی بڑی مصیبتیں جھیلی تھیں، اللہ نے ان مصیبتوں کے بدلے بڑی آسان موت دے دی۔ اللہ جنت الفردوس عطا فرمائے۔

ماسکو ۱۲/۱۱/۶۴

ایک روسی طالبہ کا خط

پیر حسام الدین راشدی کے نام

عزیز مسٹر راشدی! میں بہت خوش ہوں کہ
مجھے آپکا خط ملا ہے۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ
آپ نے مسٹر A.J. UTTAM کو میرے بارے میں
بتایا۔ انہوں نے مجھے ایک خط بھیجا جس میں
انہوں نے AMAR LAL HINGORANI کے بارے میں لکھا۔
میں نے انہوں کو جوابی خط لکھا ہے۔ مسٹر راشدی
جن کتابوں کے بارے میں آپ نے مجھے لکھا میں
خوشی سے آپ کو بھیجوں گی۔ مجھے معاف کیجئے
کہ میں میرا خط انگریزی زبان میں لکھتی
تھی۔ بات یہ ہے کہ مجھے شرم ہے کہ اردو اور
خصوصاً سندھی زبانوں میں بہت غلط کرتی
ہوں مگر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ خط میں
اردو اور سندھی میں لکھوں گی۔ مجھے یقین
نہیں ہے کہ میرے خط میں جو سندھی زبان میں
ہے اس میں کوئی غلط نہیں ہیں اور اس لئے
آپ وہ سمجھیں گے۔ اسی لئے میں یہ خط اردو
میں بھی لکھتی ہوں۔ میں نے GOLUBEV کو دو
مہینے ہوئے دیکھا اور وہ بہت اچھے تھے۔
مگر اس وقت وہ مجھے نہیں ملے ہیں
رہا۔

نئی کتابیں

پیاسی بیل

مانک ٹالہ ایک نئے افسانہ نگار ہیں۔ اور ان کے تمام افسانوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہماری زندگی کی زندگی کی جو حقیقی۔ سچی اور مادی ہے تصویر کشی اتنی ہی سچائی سے کرتے ہیں کہ ان پر کہانیوں سے زیادہ تصویروں کا گمان ہوتا ہے ہمارے تمام نئے افسانہ نگار بنیادی طور پر اپنی پرانی نسل سے خاصے مختلف نظر آتے ہیں۔ یہ اختلاف اسی رویہ سے پیدا ہوا ہے کہ وہ افسانہ نگاری کے لئے زندگی کی مادی اور معاشرتی حقیقتوں کو پیش کرنا اپنا سب سے اہم فریضہ سمجھتے ہیں۔ گو کہ اُن سے پچھلی نسل کو بھی یہی دعویٰ تھا مگر اُن کے یہاں مادّی حقیقت نگاری ایک نظریہ یا موضوع کی صورت میں نظر آتی تھی ۔ ٹھوس حقائق کی تصویرکشی میں نہیں ۔ اسی بنا پر افسانہ نگار تخیل کے لئے ذرا سی گنجائش بھی نہیں چھوڑتے ۔ یہ بات فائدہ مند ہے یا نقصان رساں اس کا فیصلہ تو نئے لوگوں ہی کو کرنا ہے ۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف حقائق کی تصویرکشی حقیقت کے اظہار۔ اور دلچسپ مرقعوں کا البم تو ضرور مہیا کرتی ہے ۔ مگر اس کینوس کو بہت محدود بھی کرتی ہے جس سے زندگی کا شعور پھوٹتا ہے۔ کسی نصب العین اور آئیڈیل کے بغیر بڑے فن پارے یقیناً تخلیق نہیں ہوا کرتے ۔ یہی وجہ ہے کہ تمام جدید افسانہ نگار (ماسوا چند) دوسرے درجہ کے افسانوں سے زیادہ بہتر معیار پیش کرنے کے اہل نہیں ہوسکے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان افسانوں میں ٹھوس حقیقت نگاری کے سہارے ایک ایسے رویّہ کو جنم دیا گیا ہے ۔ جسے کوئی باصلاحیت فنکار کسی بڑے فن پارے کے لئے استعمال کرسکتا ہے ۔

مانک ٹالہ بھی اُن ہی افسانہ نگاروں میں شامل ہیں ۔ جو زندگی کی سچی کہانیاں اور معاشرتی مسائل کو من و عن پیش کرنا اپنا فن سمجھتے ہیں ۔ اور یہی چیز اُن کے افسانوں کی خصوصیت بن جاتی ہے ۔ اُن کے بیشتر افسانے دوسرے درجے کے دلچسپ افسانے کہے جا سکتے ہیں ۔ مگر اُن کے مجموعہ پیاسی بیل میں ایک افسانہ ایسا بھی شامل ہے ۔ جس میں انہوں نے

اپنا یہ خاصہ کھو دیا ہے۔ موت کی وادی میں انہوں نے جس کہانی کو پیش کیا ہے۔ وہ حقیقت سے بہت دور محسوس ہوتی ہے۔ اور اتنی مصنوعی ہے کہ اس میں تخیلی رنگ آمیزی کا لطف بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہی کہانی اس بات کی دلیل بن جاتی ہے کہ وہ ٹھوس حقیقت نگاری کی سطح سے اوپر اٹھ کر بڑی کہانی شاید ہی کبھی لکھ سکیں۔ (ش۔ ا)

شجرِ حیات

نجم فضلی بھی مانک ٹالا کی طرح جدید افسانہ نگار ہیں۔ اور ان کے مجموعے شجرِ حیات میں اسی بنیادی رویہ کی کارفرمائی ملتی ہے۔ جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ حقیقت نگاری اور تحریر کا ٹھہراؤ۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ نجم فضلی کے یہاں اس رویہ کی تمام خصوصیات کے باوجود حقیقت نگاری مقصود بالذات نظر نہیں آئی۔ بلکہ نجم فضلی بنیادی طور پر اپنی فکری جہت بھی رکھتے ہیں۔ گو کہ وہ خالص وجدانی معلوم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے افسانوں میں حقیقت کے ساتھ ساتھ تخیل کی دوہری سطح بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو ان کا نصب العین اور آئیڈیل تو نہیں کہا جاسکتا۔ مگر اتنا مزید وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا قلم حقیقت کے ساتھ ساتھ ان کے ذہنی پرتو کو بھی پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسی لئے ان کے بعض افسانوں میں اور تحریر میں ایک انفرادیت نظر آتی ہے۔ جس میں ان کی شخصیت کی چھاپ ان کے فن کی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں رہتی۔ شجرِ حیات میں صرف متوسط درجے کے افسانے ہی نہیں ہیں بلکہ بعض افسانے اس سے کہیں بہتر معیار پیش کرتے ہیں۔ اور یہ وہی افسانے ہیں جن میں ان کی شخصیت یا فکری عناصر اپنے پلاٹ پر حاوی ہوگئے ہیں۔ نجم فضلی سے یہ امید بجا طور پر وابستہ کی جاسکتی ہے کہ وہ نئے افسانہ کو آگے چل کر بہتر طور پر متعارف کرانے میں اہم حصہ لیں گے۔ کیونکہ ان کے سارے طویل اور بہتر افسانے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ صرف واقعات کو پیش نہیں کرنا چاہتے بلکہ واقعہ میں اس نقطہ کو پیش کرنے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں جس نے ان کی کسی تخلیقی لہر کو گرفت میں لے لیا تھا۔ اس اعتبار سے جدید افسانہ نگاروں میں نجم فضلی خاصی اہمیت کے حامل نظر آتے ہیں۔ اور ہمیں ان کے آئندہ افسانوں کا منتظر بناتے ہیں۔ شجرِ حیات جدید افسانہ نگاری میں ایک اضافہ ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ (ش۔ ا)

اِنسان کا محور

فی زمانہ ہمارے علوم اتنے حصوں اور شاخوں میں بٹ گئے ہیں کہ ہم کو انسانی زندگی کے کسی ایک خاص شعبے یا گوشے پر تو کتابیں مل جائیں گی لیکن اگر ہم انسان کے بارے میں کچھ جاننا چاہیں تو یہ ناممکن ہوگا۔ اردو کا موجودہ المیہ یہ بھی ہے کہ جدید اردو تحریریں ہمیں اپنے زمانے کے انسان کے بارے میں کچھ بتانے سے قاصر ہیں۔ حتیٰ کہ ادب بھی اتنی مختلف اور ترقی یافتہ شکلوں میں بٹ گیا ہے۔ کہ سوائے اصناف۔ ادوار۔ اقدار۔ قدیم و جدید ادب اور شخصیات

اور تنقید اور تحقیق جنکا موضوع بھی اصناف اور صرف ادب ہوتا ہے ۔ انسان کے بارے میں ہمیں کچھ بتانے سے معذور ہے ۔ اوّل تو اردو میں مستقل کتابوں کا فقدان ہے طبع زاد تحریروں میں عموماً بڑے بڑے نام بھی صرف مضامین پر اکتفا کر رہے ہیں ۔ یا ترجموں کی صورت میں مستقل کتابیں نظر آتی ہیں تو اس کا تعلق ہمارے ملک اور دور کے انسان سے کم از کم ہوتا ہے ۔ ایسے عالم میں کسی شخص کا سنجیدگی سے انسان کو اپنی تحریروں میں محور بنا لینا کم حیرت انگیز بات نہیں ہے ۔ جناب سید مجید الدین تاج صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ کہ انہوں نے اپنی کتاب انسان کا محور میں انسان کو اپنا موضوع بنا لیا ہے ۔ تاج صاحب نے آج کے تمام انسانوں کے بنیادی مسائل کو سامنے رکھ کر مختلف مضامین میں موجودہ دور کے آدمی کی وہ تصویریں مہیا کی ہیں ۔ جس کے آئینے میں ہمیں اپنی مسخ شدہ شکلیں بہت اُجلی نظر آتی ہیں ۔ مجید الدین تاج صاحب کی تحریر میں کہیں کہیں طنز کی چاشنی بھی پیدا ہو گئی ہے ۔ جو اس دور کا مزاج ہے ۔ انہوں نے جنس ۔ جبلّت ۔ مذہب ۔ مادّی شعور ۔ توہمات ۔ تہذیبی زوال ۔ اور ہمارے دور کے آدمی کی بے بصری پر بہت خوبصورت انداز میں لکھا ہے ۔ گوکہ اُن کے مضامین کی فکری سطح بلند نہیں ۔ اور کہیں کوئی بنیادی شعور بھی نہیں بخشتے ۔ مگر یہ کوئی کم اہم بات نہیں کہ ہماری برادری میں کسی شخص کو ایسے مسائل سے بھی سنجیدہ دلچسپی ہو جس سے ہم بیگانہ ہو چکے ہیں ۔ اسی لئے انسان کا محور ہمیں آج کے انسان کے مسائل کی آگہی کی طرف متوجہ کرتی ہے ۔ یہ بات بذاتِ خود ایک کارنامہ ہے ۔ (ش ۔ ا)

تنقیدی نقوش

تنقیدی نقوش ڈاکٹر عبدالقیوم کے مضامین کا مجموعہ ہے ۔ جسے مشتاق بکڈپو شلڈن روڈ کراچی نے شائع کیا ہے ۔ تنقیدی نقوش میں اُن تمام موضوعات پر مضامین شامل ہیں ۔ جو آج کل درس و تدریس کے لئے بے حد اہم خیال کئے جاتے ہیں ۔ عبدالقیوم صاحب خود بھی کراچی یونیورسٹی میں تدریس کا فرض انجام دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سے بہتر ان موضوعات پر لکھنے والا اور کون ہو سکتا ہے ۔ اردو کے سلسلے میں ہماری نوجوان نسل جس حسنِ ذوق سے عاری ہو چکی ہے ۔ وہ ادب و شعر کے طالب علموں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے ۔ اور ضرورت ہے کہ اس نسل کو نہ صرف امتحانات میں پاس کرانے بلکہ شعری ذوق کو ان میں عام کرنے کے لئے ایسی کتابیں زیادہ سے زیادہ شائع کی جائیں ۔ جن میں افہام اور تفہیم کے سہل طریقے اختیار کئے گئے ہوں ۔ ڈاکٹر عبدالقیوم کی کتاب تنقیدی نقوش میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے ۔ (ش ۔ ا)

○

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

فارقلیط

"فارقلیط" دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نام پاک ہے جو انجیل میں مذکور ہے اور عبرانی زبان میں عربی "احمد" کا مترادف ہے۔ قران پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یوں آیا ہے "ومُبَشّراً برسولٍ یأتی مِن بعدی اسمہٗ احمد"۔ اور میں خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئےگا، اس کا نام احمد ہوگا؛ اور انجیل میں ہے: "وانا اطلب من الاب فیُعطیکم فارقلیط"۔ اور میں مانگوں گا باپ سے سو وہ تم کو فارقلیط دیگا۔

جناب عبدالعزیز خالد نے اپنے مجموعہ کلام کے لئے فارقلیط کا نام اختیار کر کے جدت اور جودت ہی نہیں دکھائی ہے۔ بلکہ اہل علم کے لئے اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ انکا ممدوح ایک ایسی ہستی ہے جس کا رسول خدا اور احمد مجتبیٰ ہونا قران مجید ہی سے نہیں، انجیل مقدس سے بھی ثابت ہے۔ پھر یہ مجموعہ کہنے کو تو نعتیہ اشعار کا ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا موضوع، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اظہار محبت ہے۔ خالد صاحب خوش نصیب ہیں کہ انہیں یہ نعمت اپنے والدین ماجدین کے توسط سے حاصل ہوئی ہے جن کے نام یہ کتاب معنون ہے۔

یہ مجموعہ بالکل نئے اور اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ شعری مجموعوں میں عموماً مختلف اوقات میں کہے ہوئے اشعار کو یکجا کر دیا جاتا ہے، لیکن اس مجموعے کا اندازہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ عام نثری تصانیف میں اختیار کیا جاتا ہے کہ کسی ایک موضوع کو سامنے رکھ کر پوری کتاب میں اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور کتاب مختلف ابواب و فصول میں منقسم ہوتے ہوئے بھی ایک مربوط اکائی ہوتی ہے۔ فارقلیط کے سات حصے ہیں اور ان حصوں کو پہلی، دوسری تیسری "کتاب" کہا گیا ہے۔ اسی طرح سات "کتابوں" کے بعد (صُحُف کی تقلید میں) الواح کے عنوان سے عربی، انگریزی اور اردو اقتباسات کا ایک سلسلہ ہے جو تشریحی ہے۔ تعلیقات و حواشی کو اس انداز سے پیش کرنا بھی جناب عبدالعزیز خالد کی جدت ہے پورے مجموعے کو قصیدے کی طرح ایک ہی زمین میں شروع سے آخر تک پیش کرنا اور سالِ اشاعت کی رعایت سے ۱۳۸۴، اشعار (۱۳۸۴ھ میں) کہنا بھی ایک جدت ہے۔ جو مصنف کی جودت طبع کی شاہد ہے۔

مصنف کی اس سے پہلے کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں وہ ایک کہنہ مشق اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کا مطالعہ

بہت وسیع اور ان کی معلومات گوناگوں ہیں۔ وہ کئی زبانوں کے ماہر ہیں اور مختلف زبانوں میں برجستہ شعر کہتے ہیں۔
درحقیقت ہے کہ ان جیسا متبحر عالم (موجودہ شاعروں میں کم از کم) کوئی اور نہیں۔ ان کا یہ مجموعہ اس طرح شروع ہوتا ہو۔

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقفِ سما ہے | میں سانسوں کا مہماں، تو موجِ ہوا ہے
قلمبند ہو کس طرح برگِ نے سے؟ | بیاں تیرے حسنِ گلوسوز کا ہے؟
سُنی امِّ معبد سے تعریف تیری | بہت تجھ سے ملنے کو جی چاہتا ہے
دمِ گفتگو منہ سے کرنوں کی بارش | دہن، مہرِ تاباں کو شرما رہا ہے
وسیم، قسیم، بعینہٖ دَعج | اسے دیکھنا انشراح و شفا ہے

ان اشعار سے اندازہ ہوگا کہ جناب عبدالعزیز خالد دراصل سادگی پسند ہیں، لیکن علمی تبحر کی وجہ سے اغلاق کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور غالباً اسی وجہ سے لوگ انہیں مقبول ہونے نہیں دیتے۔ مجموعے کی "پہلی کتاب" ہی میں ایسے اشعار نظر آئیں گے۔

ضلیع الفم، اشکل العین، ابیض | نہ تابِ نظارہ، نہ تابِ ثنا ہے!
ہے ضرب المثل خافض الطرف، اکحل | یہ اثمد کا سرمہ بھی کحلِ دجیٰ ہے
گھرانے کا اعزاز، ندوہ، سقایہ | رفادہ، قیادہ، حجاب و لوا ہے
رفیع العماد، عظیم الرماد! | طویل النجاد، سراپا سخا ہے!

یہ اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ خالد صاحب کی رسائی ان ماخذوں تک ہے جہاں عام اور عوام تو کجا خواص بھی کم ہی پہنچ سکتے ہیں۔ اسی لئے کتاب کے آخر میں تعلیقات و حواشی کا ضمیمہ ایک مسلم معاشرے کے علمی زوال کا مرثیہ پڑھ رہا ہے۔ لیکن خالد صاحب کا یہ مجموعہ محض اظہار جذبات کا ذریعہ نہیں بلکہ ابلاغ کا مظہر ہے اور یہ ابلاغ ایک مبلغ کا نہیں ہے۔ بلکہ ایک شاعر کا ہے جو اپنے فن کی نزاکتوں کو مجروح نہیں ہونے دیتا۔ دیکھیے یہ اشعار کس قدر لطیف ہیں۔

کہاں قلبِ کافر میں رحم و مروّت | ہیولیٰ ہے جاں داد و مادّہ ہے
رہ طاقت سے دبتا ہے یا سیم و زر سے | ابھرتا ہے سورج تو سر ٹیکتا ہے
ہے تاریخ بھی کھوٹے کھرے کی کسوٹی | کہ تقدیرِ علاجِ سگِ عادیہ ہے
اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے | اسی طرح قرآن نازل ہوا ہے
ہے نورِ سحر کی طرح راہِ صادق | کبھی چاند بھی راستہ بھول جاتا ہے؟

پھر ہندی لب و لہجے میں جو اشعار ہیں ان سے خالد صاحب کے ہندی علوم میں تبحر اور مہارت کی شہادت بھی ملتی ہے اور فنی لطافت و نظافت کی بھی۔ مثلاً۔

میں شبدوں کی پیاسی، میں چرنوں کی داسی　　تری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے؛
نشیلے کنول، نین گجرارے تیرے　　چھپا کر نظر، دل تجھے دیکھتا ہے:
میں جوگن بروگن، میں کملی کمینی:　　تو سرتاج میرا، مرا دیوتا ہے:
تو دیپک میں کاجل، تو درپن میں سیسہ؛　　میں کالک، تو پر سجاوٹ کی لالما ہے
میں لوہا، تو پارس، میں کنکر تو ہیرا　　میں مٹی کی گڑیا، تو ابرو ہوا ہے
تو ساجن سوامی، میں باندی بیاکل　　میں مورکھ نمانی، تو گن ہے کلا ہے
ٹپکتی ہیں بوندیں، ڈھلکتے ہیں آنسو　　ابھاگن کے ساتھ آسماں رو رہا ہے
میں نس دن پریتم کے درشن کو ترسوں　　مری ہر سحر شام گاہ عزا ہے
امربیل سینچی ہے۔ پریم آنسوؤں سے　　میں ساتن تری، تو مرا باغیچہ ہے

اللہ اللہ کیا والہانہ انداز ہے اور کس قدر فنی حسن و لطافت ہے۔ خالد پھر کہتے ہیں۔

تو چندا میں رجنی، تو ساجن میں سجنی　　میں چیری ہوں تیری، تو میرا پیا ہے
وہ انیارے رتنارے متوالے نیناں　　جنہوں نے مرے دل پہ جادو کیا ہے
انوٹھے، انیندے، چھبیلے، رسیلے　　پپوٹوں میں مدھ شالہ ہے میکدہ ہے

اسی طرح مسلسل ۶۳ اشعار (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اعداد کے مطابق) کہے ہیں اور قابلِ صد تحسین و آفریں ہیں۔ پھر تجاہل عارفانہ کے ساتھ کس قدر اعلیٰ لطافت ہے:

تو ماہی ہے اے کملی والے کہ ماحی　　دلِ خالد آموختہ بھولتا ہے
تو حاشر بھی، عاقب بھی، شاہِ زمن بھی　　ترے گرد سارا جہاں گھومتا ہے
تو اصل اور کون و مکاں فرع تیری　　تو کندن ہے، دنیا مسِ ناسرہ ہے

اگر حضرت محسنؔ کاکورویؒ اور مولانا احمد رضا خاںؒ اس دور میں زندہ ہوتے تو خالد کی نعت کی صحیح داد دے سکتے تھے۔ کاش محبت اور عقیدت کے یہ پھول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پاک میں بھی حسن قبول کا شرف حاصل کریں۔

خالد صاحب کا یہ مجموعہ محض عقیدت نہیں بلکہ سیرت پاک کا ایک مختصر جائزہ ہے اور اس میں ایسے حالات اجمالاً پیش کئے گئے ہیں۔ جن کی موجودہ معاشرے میں بار بار یاد دلانے کی ضرورت ہے۔ مغرب کی اندھا دھند تقلید بدکاری، شراب خوری، دین سے بیزاری اور فسق و فجور کی آلائشوں میں مبتلا رہ کر قرآنی تعلیمات کا مذاق اڑانا اور تاویلات کے فریب دینا وغیرہ ایسے معاشرتی عیوب ہیں۔ جن کے خلاف "حکمت و موعظت حسنہ" کے ذریعے

شاعرانہ ابلاغ ہی مفید اور مستحسن ہو سکتا ہے۔ پھر موجودہ شاعر جو کھٹ دا لحاد اور اول فول بکنے کو شاعری سمجھتا ہے اور سازندوں جیسے ساز اور پردرد آواز کو وسیلہ بنا کر فوقیت جتانا چاہتا ہے اُسے شاید یہ مجموعہ پڑھ کر کچھ غیرت آئے۔

بنے اہلِ اسلام رقاص و مطرب — یہ شہر بنی ہے کہ شہرِ نوا ہے
نہیں انجمن کوئی بے رنگ و رامش — وسیط تقرب نشید غنا ہے!
ہوں شیر و شکر خوش گلی، خوش گلوئی — تو دعوئ مبوری کا محض ادّعا ہے
ہیں رہزن دلوں کے یہ سب زہرہ سیما! — خدا داد حسن ان کا طاقت ربا ہے
سرکو، نمودار من بھانے مکھڑے — کھلے ہیں دریچے، درِ فتنہ وا ہے
کتابِ خدا زینتِ طاقِ نسیاں! — کتاب الاغانی کا دفتر کھلا ہے!
طبیعت میں وارستگی شاعروں کے — ہر اظہار وابستگی برملا ہے
ہے تشبیب پردہ نشیں عورتوں سے — یہ عکاز ہے یا مقامِ منیٰ ہے
تعاقب حسینوں کا احرام میں بھی — عفاف و خدر کا تو کیا پوچھنا ہے!
مغنّی سناتے ہیں اشعارِ احوص — کہ جن میں شبِ وصل کا ماجرا ہے
جمیلِ بثینہ ہے کثیرِ عزہ؛ — نہ شرمِ پیمبرؐ، نہ خوفِ خدا ہے

واقعی خالد صاحب ایسے شاعر کہاں ہو سکتے ہیں اور ہمارے "پاکیزہ" معاشرے میں انہیں کہاں جگہ مل سکتی ہے؟۔ بہرحال ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک ان کو اور ان کے اعزہ کو دونوں جہاں کی نعمتوں سے خوب خوب نوازے۔ (آمین)

بابائے اردو کی چند لافانی کتابیں

انتخاب داغ

"داغ ایک آدمی ہے گرما گرم" داغ کی اپنے متعلق یہ رائے سو فیصدی درست ہے۔ اس پر اتنا اضافہ ضرور ہونا چاہیئے۔ وہ آدمی ہی نہیں شاعر بھی گرما گرم قسم کا تھا، داغ نے زندگی کے رومانی پہلو کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی غزلوں میں نمایاں کیا ہے اس سے خود صنف غزل کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ داغ حسن کا شاعر تھا۔ اس نے زندگی بھر حسن کی پرستش کی اور وہ بھی اس انداز سے کہ مٹی اور سونے کو برابر سمجھا۔ بابائے اردو نے داغ کے کلام کا انتخاب عمر کے اس حصے میں کیا تھا۔ جب انسان دنیا پر ایک تماشائی کی حیثیت سے نظر ڈالتا ہے لیکن اس انتخاب میں بابائے اردو تماشائی نہیں بلکہ جزو تماشہ نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ داغ ہی کے کلام کا بہترین انتخاب نہیں بلکہ بابائے اردو کے ادبی ذوق کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔ قیمت ۲/۵۰

اردو صرف و نحو

اردو صرف و نحو پر یہ کتاب تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے جو سائنٹیفک بنیادوں پر لکھی گئی ہے بابائے اردو سے پہلے اس موضوع پر جن مصنفین نے قلم اٹھایا انہوں نے عربی فارسی زبانوں کی قواعد کو مشعلِ راہ بنایا اور اردو زبان کے مزاج و منہاج کو نظر انداز کر دیا۔ بابائے اردو نے عربی فارسی قواعد کو صرف اس حد تک پیش نظر رکھا ہے جہاں تک اس کی ضرورت تھی انہوں نے اردو زبان کی خصوصیات کو پوری طرح سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی اور پہلی بار اس حقیقت کا احساس دلایا کہ اردو قواعد عربی و فارسی زبانوں کا چربہ نہیں ہے بلکہ بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو صرف اسی سے مخصوص ہیں۔ قیمت دو روپے ۵۰ پیسے

چند ہمعصر

انسان کا بہترین مطالعہ خود انسان ہے یہ کتاب اسی اجمال کی تفصیل ہے جس میں بابائے اردو نے اپنے ہمعصروں کی شخصیت کے نقوش واضح کئے ہیں۔ قیمت چھ روپے

افکارِ عبدالحق

مرتبہ

آمنہ صدیقی ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ

اس میں بابائے اردو کی وہ تمام تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں جن میں ادب اور زندگی کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں بابائے اردو کے نظریات اور ذہنی رجحانات پوری وضاحت اور تفصیل سے سامنے آتے ہیں۔ مرتبہ نے کتاب کے شروع میں طویل اور فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں بابائے اردو کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے کتاب بڑے اہتمام سے ٹائپ میں اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔

قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

گلڈ انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریہ روڈ کراچی

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

ٹیلی ویژن اور غیر زبان

ڈھاکہ کے اردو داں اخبار میں اس بات سے شدید بے چینی پھیلی ہوئی ہے کہ وہاں قائم ہونے والے ٹیلی ویژن اسٹیشن سے جو پروگرام نشر ہوں گے۔ اُن کا ساٹھ فیصد حصہ انگریزی میں ہوگا اور ۴۰ فیصد بنگالی میں۔ قطع نظر اس بات کے کہ ڈھاکہ کی تقریباً آدھی آبادی اُردو بولتی ہے۔ جس کو نظر انداز کر کے انگریزی کو ترجیح دینا ایک غلامانہ ذہنیت کا ثبوت دینا ہے۔ یہ بات بھی کم حیرت انگیز نہیں کہ ایک قومی زبان پر انگریزی عہد کی یادگار کو زیادہ مسلط کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کسی طرح مناسب نہیں۔

اردو دوستی؟

اپنے گزشتہ اجلاس میں کراچی میونسپل کارپوریشن یہ تجویز منظور کر کے داد حاصل کر چکی ہے کہ کارپوریشن کے جملہ امور میں انگریزی کی بجائے اردو سے کام لیا جائے گا۔ لیکن یہ اعلان بھی ان اعلانات کی طرح صرف ایک خیالی منصوبہ بن کر رہ گیا جو کبھی عمل میں نہیں آتے۔ آہستہ آہستہ اب یہ ہماری قومی ذہنیت بن چکی ہے کہ قول اور عمل میں یگانگت نہیں ہونا چاہیئے یا جو بات زبان سے کہی جائے ضروری نہیں کہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ چنانچہ کارپوریشن نے اس معاملہ کو نہایت سرد مہری سے فائلوں کے سپرد کر دیا ہے اور حکام اس سلسلے میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں لے رہے ہیں۔

جسٹس کارنیلیئس سے گزارش

پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جناب اے آر کارنیلیئس نے ایڈورڈ کالج پشاور کی لٹریری سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک مجلس مذاکرہ میں کہا تھا کہ انگریزی ادب کے مطالعے کے مواقع زیادہ فراہم کئے جائیں اور نصاب تعلیم میں اچھی کتابیں شامل کی جائیں۔

جناب اے آر کارنیلیئس نے یہ بات جس طریقے اور انداز سے کہی ہے وہ بہت اہم ہے۔ لیکن ہمیں ان سے بصد ادب

تراجم ہو جانے سے اس زبان میں مزید کام کرنے کی گنجائش نہیں غلط ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے ملک میں جس قدر دوسری زبانوں کی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جائے گا اسی قدر زبان کی ترویج اور ترقی کے امکانات نمایاں ہوتے چلے جائیں گے۔

علم وفن کی سربلندی

ڈاکٹر فضل الرحمٰن ڈائرکٹر مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کراچی نے اردو اکیڈمی کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس دور سے دنیا کی ہر قوم کو گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن وہی قوم عروج پر پہنچتی ہے جس قوم نے علوم وفنون سے اپنے دامن کو بھرا ہے انہوں نے مزید کہا کہ جب تک فکر خالص کی ترقی اردو میں نہیں ہو پاتی اردو اس کے اظہار کی اہلیت نہیں پیدا کرلیتی اس وقت تک صحیح معنوں میں اردو ترقی نہیں کرسکتی۔ آپ نے حیدرآباد دکن کی علمی خدمات کو سراہا اور مولوی عبدالحق کو خراج تحسین پیش کیا۔

علوم وفنون کی اکیڈمی

پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے چیرمین ڈاکٹر آئی۔ ایچ عثمانی نے تجویز پیش کی ہے کہ ملک میں نیشنل اکیڈمی آف آرٹس اینڈ سائنس قائم کی جائے۔ ڈاکٹر عثمانی پاکستان آرٹس کونسل میں ادب وفن کے شائقین سے خطاب کررہے تھے۔ ڈاکٹر عثمانی نے کہا کہ میرا یقین ہے کہ صرف آرٹ اور سائنس کے ماہر ملک کا وقار بلند کرسکتے ہیں۔ لہذا معاشرے اور حکومت کو چاہیئے کہ وہ ان میدانوں کے جوہر قابل کو سب سے زیادہ اہمیت دیں۔ جوہر قابل کی دریافت۔ پرورش اور حوصلہ افزائی کی بہترین صورت یہ ہے کہ دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی ایک نیشنل اکیڈیمی آف آرٹس اینڈ سائنسز قائم کی جائے۔

بولنے والا اخبار

جاپان نے ایک مشین تیار کرلی ہے جسے مصور تار اور ریڈیائی لہر کا نام دیا جارہا ہے۔ یہ مشین اخبارات چھاپنے کے کام میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گی۔ اور گھنٹوں کا کام منٹوں میں انجام دیگی۔ مشین کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں ایک نشری آلہ بھی لگا ہوگا۔ اور قارئین اگر چاہیں گے تو اپنے ریڈیو کے ذریعے مشین سے رابطہ قائم کرکے اخبار کی خبریں پڑھنے کی بجائے سن لیں گے۔ یہ مشین ایک اخبار نے خرید لی ہے اور ۴۰۵ میل دور اپنی شاخ کے دفتر میں نصب کردی ہے جسکی آزمائش کا تجربہ بہت جلد کیا جائیگا اگر تجربہ کامیاب رہا تو اخباری دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوجائیگا۔

پاکستانی اسکالر کی واپسی

ایک ممتاز پاکستانی اسکالر ڈاکٹر نبی بخش قاضی، صدر شعبۂ فارسی سندھ یونیورسٹی برٹش کونسل کے وظیفے پر برطانیہ گئے تھے اور وہاں انہوں نے پروفیسر آربری کے ساتھ اپنا تحقیقی مقالہ "فلسفۂ تابانی کا مطالعہ" مکمل کیا ہے۔ کیمبرج میں اپنے پانچ ماہ کے قیام میں ڈاکٹر قاضی نے یونانی اور مسلم فلسفہ کا تقابلی مطالعہ کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب طباعت کی غرض سے کیمبرج

یہ گزارش کرنی ہے کہ ابھی اس قوم نے اپنے قومی ادب ہی کو سنجیدگی سے قبول کرنا نہیں سیکھا ہے ۔ جو قوم اپنی زبان اپنی تہذیب کی عزت نہ کرسکے وہ کسی اور زبان کی کیا عزت کرسکتی ہے ۔ ابتک تو اسی انگریزی زبان کی " نام نہاد " سرپرستی نے اردو کو اس نوبت تک پہنچا دیا ہے ۔ لہذا پہلے قوم کو یہ مشورہ دینا چاہیئے کہ وہ اپنی زبان اور ادب کا مطالعہ کرے پھر خود بخود انہیں انگریزی ادب کی اہمیت کا اندازہ ہوجائے گا ۔ ورنہ اب تک تو انگریزی پڑھنے کے مشوروں نے اکبر کی اس پیش گوئی کو پورا کرکے دکھا دیا ہے ؎

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا ۔ شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ ۔ کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

تصویر کا دوسرا رُخ

اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کا مطالبہ مغربی پاکستان اسٹوڈینٹس کنونیشن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ وطن عزیز میں موجودہ نظام تعلیم کے بجائے ایسا نظام رائج کیا جائے جو نہ صرف ہماری قومی دلی آرزوؤں کا آئینہ دار ہو بلکہ اسلامی اقدار اور کردار سازی کی خصوصیات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے باہمت بلکردار اور باہنر افراد پیدا کرے جو قومی مسائل اور وقت کے تقاضوں سے بخوبی نبرد آزما ہوسکیں ایک اور قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ قومی زبانوں اردو اور بنگالی کو فوری طور پر ذریعۂ تعلیم ۔ دفتری و عدالتی زبان اور اعلیٰ سرکاری ملازمتوں کا ذریعۂ امتحان بنا دیا جائے ۔ یہ دو روزہ کنونیشن لاہور میں ہوا تھا ۔ جس میں پشاور راولپنڈی ۔ گجرات ۔ سرگودھا ۔ شیخوپورہ ۔ ملتان ۔ رحیم یارخاں ۔ حیدرآباد ۔ کراچی ۔ لاڑکانہ اور لاہور کے مندوبین نے شرکت کی ۔

اُردو کے فروغ کے لئے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب حمید احمد خاں نے اورینٹل کالج میں طالبات کی یونین کی رسم افتتاح وحلف وفاداری کے موقع پر کہا ہے کہ خواتین پاکستان اردو زبان کی ترویج و ترقی کے لئے نمایاں خدمت انجام دے سکتی ہیں ۔ پروفیسر حمید احمد خاں نے طالبات کو ہدایت کی وہ آئندہ نسلوں کو اردو سکھانے کے بجائے ان میں ایسی روح پھونک دیں کہ وہ اس زبان سے والہانہ لگاؤ کا اظہار کرنے لگیں ۔

اردو دفتری زبان حکیم احمد شجاع نے بزم فروغ اردو اسلامیہ کالج کے افتتاحی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اردو کے بہی خواہ حضرات کی مساعی کی بدولت یہ زبان اس قابل ہوگئی ہے ۔ کہ اب ہم اسے بلا تاخیر دفتری زبان کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں ۔ لیکن اس کا رنامے سے یہ فرض کرلینا کہ دفتری اصطلاحات کے

یونیورسٹی پریس کو پیش کر دی ہے ۔

بچوں کے ادب پر انعامات

انجمن مصنفین پاکستان اور ترقی اردو بورڈ کراچی نے مشترکہ طور پر سال گزشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی بچوں کے ادب پر مبلغ ڈھائی ہزار روپے کے انعامات کا اعلان کیا ہے ۔ یہ انعامات طبعیات ۔ نباتات ۔ میکانیات یا ریاضی سے تعلق رکھنے والے کسی موضوع پر آسان اور دلچسپ کتاب لکھنے پر دیئے جائیں گے ۔

اردو اور بنگالی تراجم

پاکستان کونسل برائے قومی اتحاد نے اپنے نصب العین " اتحاد بذریعۂ علم " کے اردو اور بنگالی تراجم کے مقابلوں کے نتیجے کا اعلان کر دیا ہے ۔ ۸ افراد انعام کے مستحق قرار دیئے گئے ۔ اس مقابلے کے جج کرنل مجید ملک ۔ سید عابد علی عابد اور غلام مصطفیٰ تبسم تھے ۔ انعام یافتگان کے نام مندرجہ ذیل ہیں ۔ جناب شاہد اصغر ۔ جناب عشرت رحمانی ۔ فدا بخش ۔ ایم اے حیات ۔ وقارالدین احمد ۔ طیب فسیر ور جناب فضل الدین ۔

تعلیمی جہاز

برٹش انڈیا نیویگیشن کمپنی کا جہاز ایم ۔ ایس " ڈوونیا " جو عام طور پر تعلیم سے متعلق بحری سفروں میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ بمبئی اور کراچی کے خصوصی بحری سفر کے لئے ۸ جنوری کو جینوا سے روانہ ہو رہا ہے ۔ یہ جہاز کراچی سے بمبئی تک جائے گا ۔ اور مسافروں کو تاج محل ۔ لال قلعہ اور دہلی کے دیگر مقامات کی سیر کرائی جائے گی ۔

علم و ادب کی سرپرستی

ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ حکومت پاکستان نے مفلس ادیبوں ، صحافیوں اور مصوروں اور مرحوم ادیبوں کے خاندان کے لئے امداد کی رقم بڑھا دی ہے ۱۹۶۴-۶۵ء میں اس مقصد کے لئے ۵۰ ہزار روپے مخصوص کئے گئے تھے ۔ اور اب یہ رقم ایک لاکھ تک کر دی گئی ہے ۔ اس وقت بتیس ادیب ، مصور ، موسیقار اور صحافی اور ان کے خاندان ایسے ہیں جنہیں حکومت کی طرف سے امداد مل رہی ہے ۔

اس آئینہ خانے میں

پکاسو کا اعتراف

ماہی رسالہ " لونگ میوزیم " پیرس کی ایک اشاعت میں بیسویں صدی کے عظیم مصور پابلو پکاسو کا ایک بیان شائع ہوا ہے ۔ جس میں اس نے اپنی ایک دلچسپ حرکت کا اعتراف کیا ہے جس کے ذریعہ وہ برسوں دنیا بھر کے لوگوں کو بیوقوف بناتا رہا ہے ۔ ۸۰ سالہ عظیم مصور نے جو تجریدی آرٹ کا موجد بھی قرار دیا جاتا ہے اپنے بیان میں کہا ہے " میں نے

کیوبزم کے دور سے لیکر آج تک اپنے ذہن میں آنے والی تمام حماقتوں کو تصویروں میں منتقل کر دیا۔ اور لوگوں کی حالت یہی کہ میری تصویروں کو جتنا کم سمجھتے تھے، اتنی ہی زیادہ تعریف بھی کرتے تھے۔ میں اس حرکت سے بہت مسرور ہوتا رہا اور لوگوں کو "احمق" بناتا رہا جس کی وجہ سے نہ صرف مجھے مالی منفعت حاصل ہوئی بلکہ شہرت بھی ایسی ملی کہ میں دنیا کا عظیم مصور اور دولت مند شخص بن گیا ہوں۔ پکاسو نے اس سلسلہ میں یہ دلچسپ تجربہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ جب تنہا ہوتے ہیں تو خود کو عظیم مصور کہنے کی ہمت بھی نہیں پاتے۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی

پاکستان کی صنعتی، سائنسی اور تحقیقاتی تجربہ گاہوں کے سربراہ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی نے اردو ڈائجسٹ کے مدیر سے ایک انٹرویو میں کہا ہے "سائنس میں ہم اہل پاکستان اسی وقت امتیازی مقام حاصل کر سکیں گے۔ جب ہم سائنس کو اردو یا اپنے معلّی کے ذریعہ سیکھیں گے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مغربی تہذیب کی فوقیت کا سحر نہیں ٹوٹتا ۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی مادر وطن کے وہ عظیم سائنسداں ہیں جنکی اہلیت، صلاحیت اور چشم بینا کا اعتراف دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کر چکے ہیں۔

چغتائی کا اعزاز

پاکستان کے ممتاز مصور عبدالرحمن چغتائی کو مغربی جرمنی کے صدر کی طرف سے ایک سونے کا تمغہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ تمغہ اُن خدمات کے عوض پیش کیا گیا ہے۔ جو چغتائی نے پاکستان میں آرٹ کے لئے انجام دی ہیں۔ جرمنی کے وزیر برائے اقتصادی تعاون مسٹر والٹر شیل نے چغتائی صاحب کو یہ تمغہ پیش کیا اور کہا کہ ان کے فن سے جرمنی کے افراد بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

اردو صحافت کی خدمات

"جدوجہد آزادی اور اصلاح معاشرہ کے میدان میں اردو صحافت کی خدمات انگریزی صحافت کے مقابلے میں کہیں زیادہ روشن اور تابناک ہیں۔ یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری اردو صحافت نے وہ اعلیٰ اور بلند مقام حاصل کر لیا ہے جو آزاد قوموں کا آئیڈیل ہونا چاہیئے لیکن گزشتہ چند سالوں میں اردو صحافت نے جس تیزی سے ترقی کی منازل طے کی ہیں اس سے روشن مستقبل کی ضمانت ملتی ہے" ان خیالات کا اظہار جسٹس سجاد احمد جان نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ صحافت کے جلسے میں کیا۔

اورینٹل کالج کا یوم تاسیس

اورینٹل کالج کے ۵۹ ویں یوم تاسیس کے موقع پر جناب جسٹس انوار الحق نے خطبۂ صدارت میں ارشاد فرمایا کہ اردو کو تعلیمی زبان کے طور پر ترقی دینے کے لئے مزید مفید انتظامات کئے جائیں۔ اور ایسے آدمیوں کو تربیت دی جائے جو سائنس کے مختلف علوم کو اردو میں منتقل کر سکیں۔ اس سے پہلے ڈاکٹر سید عبداللہ پرنسپل کالج نے اس ادارہ کی کارکردگی اور خدمات پر روشنی ڈالی۔

یادوں کے چراغ

مولانا ظفر علی خاں اردو کے مشہور شاعر اخبار نویس اور برصغیر کے مسلمانوں کے نامور رہنما مولانا ظفر علی خاں کی یاد میں لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ مولانا ظفر علی خاں برصغیر پاک و ہند کے وہ بطل جلیل تھے جنکی ساری زندگی قومی خدمات اور ادبی مشاغل میں کٹ گئی۔ اور انہوں نے اس عہد کے نامور ترین افراد میں ایک مخصوص مقام حاصل کرلیا۔ صوافت میں اُن کی خدمات کبھی نہیں بھلائی جاسکتیں۔ اُن کا قلم اُن کی شخصیت اور جرأت پاکستانی قوم کے لئے آج بھی مشعل راہ ہے۔

یوم کیانی پاکستان کے طول و عرض میں جسٹس ایم آر کیانی کی دوسری برسی بہت خلوص اور محبت سے منائی گئی۔ پاکستان کے چیف جسٹس اے۔ آر۔ کارنیلیس نے مرحوم کیانی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا "وہ بہت زیادہ عقل و دانش کے مالک تھے اور جج اور مفکر کی حیثیت میں عوامی اور سیاسی امور پر اپنے خیالات کا پوری طرح اظہار کرسکتے تھے" انہوں نے مزید کہا کہ ایک ایسی قوم میں جس کے آئین کی بنیاد مذہب پر ہو ہر شخص کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تعلیمات پر سختی سے کاربند رہے جسٹس کیانی ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے مذہب کی تعلیمات پر پوری توجہ دیتے تھے۔ یوم کیانی کے سلسلہ میں ایک جلسہ مرحوم کے آبائی گاؤں میں بھی منعقد ہوا۔

ماتم میں ہم شریک

ٹی ایس ایلیٹ دنیائے ادب میں یہ خبر بہت رنج و اندوہ کے ساتھ سُنی گئی کہ دنیا کے مشہور ادیب اور شاعر جناب ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ وفات پاگئے۔ ایلیٹ اُن یگانۂ روزگار افراد میں شامل تھے جن سے ادوار منسوب ہوتے ہیں۔ ایلیٹ جدید ادب کے ایک خاص اسکول اور تحریک کے بانیوں میں تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری اور تنقید کے اعلیٰ کارناموں سے ساری دنیا کے ادب کو متاثر کیا۔ اور کامیابی و کامرانی کی زندگی بسر کی۔ ایلیٹ مرحوم کو دنیا کے مختلف ممالک کے اعلیٰ ترین ادبی اعزازات حاصل تھے۔ وہ نوبل پرائز بھی حاصل کرچکے تھے۔ لیکن ان اعزازات کا تعلق یقیناً اس ادبی مقام سے فروتر ہے جو ایلیٹ کو دنیائے ادب میں حاصل ہے۔

ڈاکٹر عترت حسین زبیری کی رحلت انگریزی ادب کے ممتاز عالم اور برصغیر پاک و ہند کے نامور

رزند ڈاکٹر عشرت حسین زبیری کا انتقال ۱۹ دسمبر ۱۹۶۴ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اچانک ہوگیا۔ حلت کے وقت اُن کی عمر ۵۰ سال تھی۔ انہیں ونڈسر میں سپرد خاک کردیا گیا۔

ڈاکٹر مرحوم ونڈسر یونیورسٹی میں انگریزی ادبیات کے سینئر پروفیسر تھے۔ اس سے پہلے آپ پاکستان میں ھاکہ یونیورسٹی کے صدر شعبۂ انگریزی ادبیات اور وائس چانسلر بھی رہ چکے تھے۔ عشرت حسین زبیری نہ صرف ایک ناز استاد بلکہ ایک زبردست ماہر تعلیم اور سیاسی کارکن بھی تھے۔ ڈاکٹر زبیری وہ پہلے عالم تھے جو برصغیر پاک ہند سے کرسٹل فیلوشپ حاصل کرچکے تھے۔ پاکستان کے تمام علمی حلقے ان کی رحلت پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں دارۂ قومی زبان بھی اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

رش تیموری کا انتقال

اردو کے ممتاز صحافی، طنز نگار، ڈرامہ نویس اور شاعر جناب عرش تیموری کا انتقال ۲۶ نومبر کو کراچی میں ہوگیا ہے۔ مرحوم سرطان کے مرض میں بتلا تھے۔ اور اس کے علاج کے لئے باہر بھی جا چکے تھے۔

عرش تیموری مشہور شاعر اور صوفی جناب لبیب تیموری کے صاحبزادے تھے اور آخری مغل تاجدار کی ولاد میں سے تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر صرف ۵۴ سال تھی اور ادارہ جنگ سے وابستہ تھے۔ آپ ایک چھے طنز نگار اور صحافی تھے۔ ادارہ قومی زبان مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

آئینہ ہند

ردو دشمنی

شریمتی سچیتا کرپلانی نے اردو دشمنی کے سلسلے میں ڈاکٹر سمپورنانند کو بھی مات دیدی ہے۔ انہوں نے اعلان فرمایا ہے کہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۵ء سے صوبے میں سارا سرکاری کام مکمل طور سے ہندی بھاشا میں ہوا کرے گا۔ عدالتوں کو بھی ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ وہ ہندی زبان استعمال کریں۔ دہلی یں بھی اردو کی حالت دگرگوں ہے اور وہاں کے نظم و نسق کے ادارے ایک دوسرے پر اس کی ذمہ داری ڈال ہے ہیں۔

نگریزی بدستور رہے گی

بھارت کے ہندی کے مخالف صوبوں میں اور مرکز میں اس بات پر اتفاق ہوگیا ہے کہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۵ء کے بعد بھی سرکاری خط و کتابت انگریزی ہا کی جائے گی۔ یہ بھی طے پایا ہے کہ مرکز بھی فی الحال انگریزی کو "کاروباری" زبان کی حیثیت سے استعمال رتا رہے گا لیکن سرکاری اعلانات اور گزٹ انگریزی کے علاوہ ہندی میں بھی جاری کئے جائیں گے۔ یہ اضح رہے کہ بھارتی آئین کے تحت ۲۶ جنوری ۱۹۶۵ء سے ہندی کو سرکاری زبان تسلیم کر لیا جائیگا۔ یہ بات

قابلِ ذکر ہے کہ ہندی کے سب سے بڑے مخالف جنوبی ہند میں موجود ہیں۔

مسلم یونیورسٹی کا ہندو وائس چانسلر

بھارتی وزیرِ تعلیم مسٹر محمد علی چھاگلہ نے گزشتہ روز لوک سبھا میں اعلان کیا ہے کہ وہ علی گڑھ یونیورسٹی کے نام سے "مسلم" کا لفظ حذف کرنے اور ہندو وائس چانسلر مقرر کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے وہ ایوان میں ایک بل پیش کریں گے۔ وزیرِ تعلیم نے کہا ہے کہ حکومت کسی یونیورسٹی کو فرقہ وارانہ خطوط پر کام کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ وزیرِ تعلیم نے اس بات کا اعلان اس وقت کیا جب انتہا پسند ہندو لفظِ مسلم پر اعتراض کر رہے تھے۔

بنگلور میں مظاہرے

بنگلور میں پولیس نے طلبا کے ہجوم پر اشک آور گیس استعمال کی۔ یہ طلبا ہائی اسکولوں میں ہندی کی لازمی تعلیم نافذ کرنے کے احکام کے خلاف مظاہرہ کر رہے تھے طلبا، اس مظاہرہ میں بے قابو ہو گئے تھے۔ جن کو پولیس نے بعد میں منتشر کر دیا۔

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

دیوان تمنا اورنگ آبادی	
تاریخ فیض عام (نظم)	عبدالمجید مہدوی
حشرنامہ	مصنف نامعلوم
قصیدہ غوثیہ	رحمت اللہ

مرتبہ
افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

مخطوطہ	مصنف
۱۔ مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲۔ مثنوی محیط الحقائق	رام جس محیط
۳۔ وصیت نامہ	
۴۔ دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵۔ مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶۔ قصہ حضرت سلیمان بلقیس	اعز الدین ناؔمی
۷۔ دیوانِ عیشی	طالب علی خاں عیشی
۸۔ مجموعہ حکایت	
۹۔ دیوان عیش	حکیم آغا جان عیؔش دہلوی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱۔ دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سرد صنوی
۱۲۔ دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳۔ دیوان عیش	مرزا علی عیؔش
۱۴۔ کرامات نامہ	دائم
۱۵۔ مثنوی باغ ایماں	تشفی
۱۶۔ مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰۔ دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خاں بیان دہلوی
۲۱۔ مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزؔلت
۲۲۔ تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴۔ مثنوی دود دلیہ	سید عزیز اللہ ہمرنگ
۲۵۔ مثنوی ریاض الجنان	محمد باقر آگاہ
۲۶۔ قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷۔ کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸۔ مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر	فرید الدین آفاق و امیر بخش شہرت
۳۰۔ مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱۔ چہار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲۔ مثنوی نزاکت بیان	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۳۔ گلستاں اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۴۔ چمنستان برکات	میر فرید الدین آفاق
۳۵۔ رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶۔ من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ دہلوی
۳۷۔ ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۳۸۔ قصہ بیل والا	مولوی ظہور علی ظہور
۳۹۔ سوال و جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰۔ چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱۔ ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲۔ مثنوی پرکالۂ آتش	طوطا رام شایاں
۴۳۔ فراید در فوائد	محمد باقر آگاہ
۴۴۔ معجزاتِ نبی کریمؐ	〃 〃
۴۵۔ تحفۃ النسار	〃 〃
۴۶۔ محی الدین نامہ	افضل
۴۷۔ عمدہ منتخبہ	اعظم الدولہ
۴۸۔ مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۴۹۔ مثنوی ریحان معراج	میر مظفر حسین ضمیر
۵۰۔ روضۃ الاطہار	نوازش علی شیدؔا
۵۱۔ جنگ نامہ محمد حنیف نسخۂ اوّل	
۵۲۔ 〃 〃 〃 نسخۂ دوم	
۵۳۔ دیوان داؤد	داؤد اورنگ آبادی
۵۴۔ شفاعت نامہ	عبدالقادر
۵۵۔ قصہ شاہ عجمہ	کمترین
۵۶۔ تلقین الہدیٰ	عاصی
۵۷۔ تنبیہ العوام	سید شاہ غوث محی الدین
۵۸۔ مثنوی گوہر	ابراہیم
۵۹۔ حملۂ حیدری	صفا بریلوی
۶۰۔ محی الدین نامہ نسخۂ اوّل	
۶۱۔ 〃 〃 نسخۂ ثانی	
۶۲۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ	نظامی دکنی
۶۳۔ دیوان ہمت	خواجہ ہمت علی خاں ہمؔت
۶۴۔ گنج قدرت	اعز الدین خاں ناؔمی
۶۵۔ فتح نامہ	یٰسین
۶۶۔ پند نامہ	میر جعفر علی جعفؔر

دیوان تمنا اورنگ آبادی

سائز ۹ × ۶ صفحات ۸۱ سطور ۱۵ سنہ تصنیف قبل از ۱۲۰۴ھ سنہ کتابت ۱۲۲۷ھ

یہ دیوان دکن کے مشہور استاد اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی کا ہے جس میں ۱۶۸ غزلیں ہیں کل اشعار کی تعداد ۱۰۲ ہے ۔ خط نستعلیق ہے مگر کسی قدر شکستہ ، اس زمانے کے رواج کے مطابق یائے معروف و یائے مجہول میں کوئی امتیاز ہیں ہے ۔گ اور ک کی صورت خطی یکساں ہے ڈ کو ڈ لکھا گیا ہے ٹ کے لئے تین نقطہ (∴) لگائے گئے ہیں۔ کتابت بھی بعض نمایاں غلطیاں ہیں مثلاً دیوانۂ حباب ، دانۂ حباب اس زمین میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

دیتا ہے بادلے کے یہ پیمانۂ حباب　　　ہوئے خراب آب ، خدا خانۂ حباب

لیکن دوسرے مصرع کے آخر میں حباب کے بدلے خراب لکھ کر مطلع کا خانہ خراب کر دیا گیا ہے ۔

اسی طرح ایک اور غزل میں جو صلا پر ہے دو متصل شعروں کے پہلے اور چوتھے مصرع کو ملا کر ایک شعر بنا دیا ہے اور دوسرا تیسرا مصرع لکھنے سے چھوڑ دیا ہے ۔شعر یہ ہے ؎

چھکا ہی دیجو میرے بادہ کش کو اے ساقی　　　اے اعتقاد جناب ایام سے کہیو

لیکن اس کی اصل صورت یہ تھی ؎

چھکا ہی دیجو مرے بادہ کش کو اے ساقی　　　سبوے پان سے مینا سے جام سے کہیو

غلام و بندۂ فرماں ترا تمنا ہے　　　اے اعتقاد جناب امام سے کہیو

تمنا مرزا سودا و میر تقی وغیرہ شعرائے متقدمین کے معاصر ہیں اور دکنی ہونے کے باوجود ان کا کلام نفاست برجستگی سے خالی نہیں زبان بھی بڑی حد تک صحیح اور صاف ہے ان اشعار کو دیکھئے ۔ معلوم ہوتا ہے کسی اہل زبان کے کہے ہوئے ہیں ؎

ہیں میکشوں میں تمنا مرے لقب دو تلین　　　نثارِ ساقی و قربان خم ، فدائے شراب

جہاں میں رندسیہ مست مجھ سا کم ہوگا　　　کباب آنکھوں کے آگے شراب پہلو میں

مرزا سودا کا مشہور مقطع ہے ؎

کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا　　ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

تمنا نے اسی زمین میں مطلع کہا ہے ؎

گو خار ہو آنکھوں میں رقیبوں کی سلامیں　　گلگرو نہ برا مانیو، یہ دیکھ چلا میں

پہلے مصرعہ میں " سلامیں" شاید سلام کی جمع ہے اگر ایسا ہے تو سلام کو اس وقت مونث لکھا جاتا ہوگا۔

مصحفی کا ایک مطلع ہے ؎

خونِ ناحق ہے ترا نقش و نگارِ دامن　　کہیں کچھ گل نہ کھلائے یہ بہارِ دامن

اس زمین میں تمنا کی غزل بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

انہیں راتوں سے مرا جیب ہے بارِ دامن　　جن دنوں میں کہ تو ہوتا تھا سوارِ دامن

ان مثالوں سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس وقت بھی شمالی ہند کے شعرا کا کلام جنوب میں اور جنوبی ہند کے شعرا کا کلام آسانی سے شمال میں پہنچ جاتا تھا۔

غالب نے "ہاتھ قلم ہونے" کا محاورہ نظم کیا ہے ؎

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں　　ہرچند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

اس محاورے کو تمنا نے بھی نظم کیا ہے اور اپنے طور پر خوب نظم کیا ہے ؎

مکتوب لے چلا تو ہے قاصد یہ شرط ہے　　وہ خط لکھے تو ہاتھ ہم اپنا قلم کریں

تمنا کے کلام میں صنائع لفظی و معنوی بھی پائی جاتی ہیں، مراعات النظیر، شبہ اشتقاق اور تضاد کی مثالیں ان اشعار میں دیکھیے ؎

دن محرم کے ہیں کچھ دیجیے بنامِ پنجتن　　ہوں فقیر اے شاہزادے پانچویں تاریخ سے

راسخ الخدمت ہوں اور سب سے میں رکھتا ہوں رسوخ　　اے تمنا ہے جہاں واقف مری تاریخ سے

یہ رنگ دیکھ سکے گلعذار اکس منہ پر　　ہو تیرے روبرو، روئے بہار کس منہ پر

تمنا کے دیوان میں تعلّی آمیز مقطعے کافی ہیں اور ان کی شاعرانہ استعداد کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کچھ غلط بھی نہ تھے ؎

ترکیب سخن اپنی نرالی ہے تمنا　　ڈھب لاتی ہے کیا بندۂ درگاہ کسو کی

ڈھب اپنے شعر کہنے کا سب سے جدا ہے دیکھو کرتا ہوں ہر زمیں میں تمنا تلاش نو ۔

اے تمنا ہر زباں میں شاہ ہے میرا سخن کیا کبت کیا دوہرہ کیا ریختہ کیا فارسی

اس مقطع سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف اردو کے شاعر نہ تھے فارسی اور بھاشا میں بھی طبع آزمائی کرتے تھے ۔ ایک مقطع میں معاصرین کے داد نہ دینے کی شکایت کے ساتھ خانِ آرزو سے برابری کا دعویٰ بھی کر گئے ہیں ؎

سخن کی داد نہیں دیتے ہیں اپنے عصر کے شاعر تمنا کے شعر کو تیرے اگر ہو آرزو ، پہنچے

ایک بحر میں تمنا تخلص نہیں آ سکتا تھا اس لئے اس کے مفہوم " آرزو " سے یہ غرض پوری کر لی ہے اور اس کا اشارہ بھی کر دیا ہے ؎

بحر ہو ایسی گر کبھو ، رکھئے تخلص ایک سو کہتے ہیں جس کو آرزو بندہ کا وہی نام ہے

تمنا صرف غزل گو شاعر نہ تھے ۔ قصیدہ اور رباعی میں بھی اپنی طبع خداداد کے جوہر دکھائے ہیں مجموعہ میں شاہ تجلی نے ان کے وہ تمام قصیدے شامل کر دیئے ہیں جو وقتاً فوقتاً آصف جاہ ثانی کی تعریف میں کہے گئے تھے ۔

تمنا رباعی گو بھی اچھے تھے دوسرے مخطوطے میں جو ۱۲۱۰ھ کا مکتوبہ ہے اور کتب خانہ خاص میں موجود ہے ۱۰۰ سے زیادہ رباعیاں ہیں یہ رباعیاں الف سے یا تک تقریباً تمام حروف تہجی کی ردیفوں میں کہی ہیں ۔ نمونہ یہ ہے ؎

مکھڑے سے اُس کے خاک بر سر الماس ہے اس کے عرق کی بوند ، گوہر الماس

مردم نیلم ہے اور زمرد ہے رنگ لب ہیں یاقوت ، دانت یکسر الماس

ایک رباعی میں حیدرآباد میں رہتے ہوئے اورنگ آباد کو کس حسرت کے ساتھ یاد کیا ہے ؎

جس شہر میں میں رہوں تو آتا ہے یاد کرتا ہوں جناب ایزدی میں فریاد

معشوق کا وصل ہو جو پہنچیں کب تک اورنگ آباد ہائے اورنگ آباد

حالاتِ مصنف : ۔ تذکرہ گردیزی ۱۱۶۶ھ گلشن گفتار ۱۱۶۵ھ تحفتہ الشعراء ۱۱۶۸ھ اور چمنستان شعراء ۱۱۷۵ھ تمنا کے حالات سے خالی ہیں اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کی شاعری کا آغاز ۱۱۷۵ھ سے پہلے نہیں ہوا۔ تمنا نے اپنے تذکرے میں بھی جس کا نام " گل عجائب " ہے اور جو ۱۱۹۲ - ۱۱۹۴ھ میں مرتب ہوا ۔ ذاتی حالات زیادہ تفصیل سے نہیں لکھے ۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ان کا وطن اورنگ آباد تھا ۔ یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی ۔ ان کے اساتذہ میں کوئی بزرگ داور نام کے تھے جن کے ساتھ ایک الدنام " قبلہ مدظلہ " بھی ہے غالباً اس سے مراد میر غلام علی آزاد بلگرامی ہیں ۔ جن سے فن سخن میں بھی استفادہ کیا ہے ۔ اپنے والد کے ہمراہ آصف جاہ ثانی (۱۱۸۲ھ) کے عہد میں حیدرآباد آگئے تھے ۔ یہاں اول صمصام الملک نواب صارم اور بعد میں ارسطو جاہ کے درباری شاعر

عقائد کے لحاظ سے اثنا عشری تھے۔ اس نسبت کا اظہار مندرجہ ذیل ابیات سے ہوتا ہے ؎

مداح شہریار ہوں، وصاف ہشت و چار | واقف ہیں جن و انس تمنا ملک تا ایک

اے تمنا چشم سے مژگاں سے ہوں جاروب کش | پنجتن اور چاردہ معصوم کی درگاہ کا

غیر اثنا عشر تمنا کی | دل میں ہرگز نہیں ہے پانچ اور سات

تمنا نے ۱۲۰۴ھ میں بمقام حیدرآباد وفات پائی اور دائرہ میر مومن میں مدفون ہوئے ان کی وفات کے دو قطعے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک قطعہ ان کے شاگرد محمد علی خاں شوق کا ہے یہ قطعہ شوق نے مثنوی چہار درویش میں لکھا ہے ؎

لیا جب تمنا نے راہِ عدم | ہوئی موجزن بحر اندوہ و غم
کہا شوق نے سال تاریخ یہ | وفات بہشتی کرے دل رقم
(۱۲۰۴ھ)

دوسرا قطعہ بھی مرزا شفیق کا ہے ؎

جان تمنا، اہل سخن بہ رفت جواں زیں دار فنا | بودم ہنرور صاحب فن، زود لبوئے عقبا رفت
بہر خیال تاریخ آں غور چو کرد شفیق من | سال وفاتش ہاتف گفت "ہا یا ہائے تمنا رفت"
(۱۲۰۴ھ)

(فہرست سالارجنگ صفحہ)

ہاشمی صاحب نے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کی فہرست میں لکھا ہے کہ ۱۲۰۳ھ میں انتقال ہوا۔ (صفحہ ۰۰ جلد اول)

دیوان کے علاوہ تمنا نے ایک تذکرہ بھی شعرائے اردو کا لکھا ہے جو ۱۱۹۲ھ میں شروع ہوکر ۱۱۹۴ھ میں ختم ہوا۔

تمنا کی بیوی بھی شاعرہ تھیں ان کا نام لطف النسا اور تخلص امتیاز تھا۔ وہ ایک مکمل دیوان کی مصنفہ گزری ہیں جس کا مخطوطہ سالارجنگ کے کتب خانے میں ہے۔

تمنا کے تین شاگردوں کے نام معلوم ہوسکے ہیں۔ ایک محمد علی خاں شوق جن کا ذکر اوپر آچکا ہے دوسرے خواجہ ابوطالب خاں آشفتہ ان کا تذکرہ خود تمنا نے گل عجائب میں کیا ہے تیسرے مجاہد جنگ ارمان جو عمدہ منتخبہ میں مذکور ہوئے ہیں۔

آغاز دیوان:۔

رات دن وردِ زبان ہے نام اس اللہ کا | صاف چہرہ جس نے بخشا اوس کو مہر و ماہ کا
لے ازل سے تا ابد ہر صبح سے لے تا بہ شام | مصطفیٰ و مرتضیٰ ہے داد رس ہر آہ کا
یہ امام اولیں وو خاتم پیغمبراں | اس نبی کا ہوں فدا، قربان ہوں ہمشاہ کا

حضرت زہرا کا اور آل نبی کا ہوں غلام — پوچھتا کیا ہے مرے اقبال عز و جاہ کا

ہے تمنا چشم کے مژگاں سے ہوں جاروب کش — پنجتن اور چار دہ معصوم کی درگاہ کا

اختتام :-

جوانی ہے شراب ارغوانی ہے وہ جانی ہے — مزے کے دن ہیں کیسے کس مزے کی زندگانی ہے

نہ ملکا اور سے پھر کوئی بھی جیسے سنا ہوگا — محبت ہے جہاں وہاں سو طرح کی بدگمانی ہے

ترقیمہ :- تمت تمام شد کار من نظام شد دیوان تمنا در ماہ صفر المظفر ۱۲۲۰ھ

تاریخ فیضِ عام

سائز ۱۲ × ۷ صفحات ۱۹۰ سطور ۱۹ سنہ تصنیف ۱۱۸۱ھ سنہ کتابت ×

تقریباً ساڑھے تین ہزار ابیات کی یہ مثنوی عبدالمحمد مہدوی کی تصنیف ہے۔ خط بہت بھدا اور بدنما ہے، املا کی غلطیاں بھی متعدد ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ بعض صفحات میں عنوان کی سطریں خالی چھوٹی ہوئی ہیں

تاریخ فیض عام میاں مصطفیٰ کی توصیف میں ہے جو سید محمد مہدی جونپوری کے سلسلے میں تھے۔

سبب تالیف میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ ؎

اتا سن بنا اس قصہ کا اے یار — اگر تو اچھے دل منیں ہوشیار

میاں مصطفیٰ کا قصہ فارسی — بنایا تھا دل کھول جوں آرسی

سو آدم جیو صاحب ہے قبلہ یقیں — مرادین ایمان ہے جو مبیں

بنایا تھا انن فارسی میں قصہ — نہ پہنچا خلق عام کو جو حصا

سہل کر کو دکھنی میں جوڑی کتاب — سمجھنے میں آوے ہر ایک کے شتاب

کیا ہے یو دکھنی زبان میں کلام — رکھا ناؤں اس کا یقیں "فیض عام"

عبدالمحمد کو عیسیٰ مہدوی سے محبت تھی۔ اس تصنیف کی بعض ابیات میں ان کا حوالہ ہے مثلاً ؎

سنا ہوں جو کچھ میرے مرشد کے پاس — زمانے کا عیسیٰ جو موجب خلاص

وہی کچھ لکھا اس قصے میں سنبھال — نہ دم مارنے کی مجھے ہے مجال

اس کے آخر میں عبدالمحمد نے اپنا تخلص بھی نظم کیا ہے ؎

یہ عبدالمحمد جو ہے مہدوی ۔ ابن مجتبیٰ ۔ مہتدی مقتدی

زیر تبصرہ مخطوطہ ناقص الاول ہے ۔ موجودہ صورت میں اِنّ اکرمکم عند اللّٰہ سے آغاز ہے ۔ عجز نفس کی تفصیل کے بعد نعت سرورِ کائناتؐ و منقبت خلفاء اربعہؓ کے ختم پر مہدی موعود کی تعریف بیان کی گئی ہے ۔ پھر ان کے تین معجزے نظم کئے ہیں ۔ اس کے بعد سید محمد مہدی کے پانچ اصحاب کی توصیف ہے اور سبب تصنیف کتاب کا بیان کرکے میاں مصطفیٰ کی مدح شروع کی گئی ہے ۔ سلسلۂ بیان میں میاں مصطفیٰ و شاہ عبداللہ وغیرہ چند مہدویوں کے گرفتار ہو کر دارالخلافت حکومت مغلیہ آگرہ کے قریب فتحپور سیکری جانے اور خان اعظم سے گفتگو کرنے کا ذکر بھی ہے ۔

آخر میں شیخ عبدالوہاب کی خلافت اور ان کے تین فرزندوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔ جن میں سے شیخ عمادالدین متوفی سنہ ۱۰۱۱ھ کو سجادہ نشینی ملی ۔ شیخ عماد کے بھی تین فرزند تھے شیخ عیسیٰ شیخ شاکر اور شیخ مجتبیٰ ۔ یہی شیخ مجتبیٰ ہیں جنکے بیٹے عبدالمحمد اس کتاب کے مصنف ہیں میاں مجتبیٰ اس کتاب کی تصنیف کے وقت حیات تھے ؎

انوں کے عمل میں یو ساری کتاب ۔ سو جوڑی ہے دکنی زبان میں شتاب

تاریخ تصنیف کی صراحت ان ابیات میں کی گئی ہے ؎

نویں چاند شعبان کی رات کوں ۔ خدانے یو آخر کیا بات کوں
اتھا سنہ ہجری جداں یکہزار ۔ بھی یکسو و چالیس یک در شمار
سو عبدالمحمد نبی کا غلام ۔ خدا کے فضل سوں کیا یو تمام

آغاز :۔ جیسا کہ ابتدا میں بیان کردیا گیا ہے یہ مخطوطہ ناقص الاول ہے موجودہ صورت میں ان ابیات سے آغاز ہوتا ہے ؎

جو خالص کرے بندگی تو مدام ۔ اچھے متقی تر خلق میں تمام
نشانی سعادت کی ہے سو نہان ۔ تو جا دیکھ کر جو پڑھا ہے قرآن

اِنّ اکرمکم عند اللّٰہ

فمن کان یرجو لقاء ربہ ۔ کہو جیوں کرے عمل صالح وہی
خدا کی عبادت میں کس کوں شریک ۔ کرے نا، سو بندا ہے حق کے نزدیک

اختتام ؎

یہ ہے جو میاں مصطفیٰ کا ذکر ۔ یہی جو کر عقیدت ستی کان دھر
تو اپنی زباں سوں خدا کے بدل ۔ دعا سوں کرے یاد صاحب عقل

دگر ہے خطا چوک دیکھیں کبھی — توکر عیب پوشی سنوارے سبھی

نبی پر درود واں پڑھو بے شمار — بہی مہدی پو بھیجو سلاماں ہزار

ترقیمہ :- تمت تمام شد بدست خط غریب شکراللہ ولد میاں خیراللہ ابن میاں محمد جیو صاحب ابن شیخ بھتی ابن بندگی میاں عماد الدین رضی اللہ عنہٗ ابن بندگی میاں عبدالوہاب جی جیو صاحب رضی اللہ عنہٗ ابن بندگی میاں عبداللہ شاہ خاتم مرشد ابن بندگی میاں مصطفیٰ صاحب تجلی ذاتی مقام محمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابن بندگی میاں شیخ عبدالرشید اکبر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابن شیخ ادلیس کامل مکمل درویش مرید مہدی موعود علیہ السلام ابن شیخ لہرو ذاکر رحمت اللہ علیہم اجمعین

مندرجہ ذیل تین فارسی ابیات ترقیمہ کے خاتمے پر لکھی گئی ہیں ؎

نوشتہ بماند سیہ بر سفید — نویسندہ را نیست فردا امید

ہر کہ خواند دعا طمع دارم — زانکہ من بندۂ گنہگا رم

یا رب نگاہ دار تو ایماں آں کسے — کیں خط من بخواند و بر من دعا کند

میاں مصطفیٰ گجراتی کے حالات میں پروفیسر محمود شیرانی کی ایک نثری کتاب بھی ہے جس کے بیانات فیض عام سے ماخوذ ہیں یہ مطبوعہ ہے اور انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے - اس مصنف کی ایک اور تصنیف معراج نامہ نام کی بھی ہے جس کا ذکر علیحدہ کیا گیا ہے -

حشر نامہ

سائز ۹ ½ × ۸ صفحات ۷۲ سطور ۱۴، ۱۵، ۱۶ سنہ تصنیف × سنہ کتابت ×

حشر نامہ مذہبی مثنوی ہے اس کے مصنف کا نام مخطوطے کے اول میں بھی نہیں ہے اور آخر میں بھی نہیں ہے اس کے سوا کسی کتب خانے کی فہرست میں بھی "حشر نامہ" نام کی کوئی مثنوی موجود نہیں تذکرے بھی کوئی مدد نہیں دے سکے - اس لئے مصنف کا نام کسی طور پر معلوم نہیں ہو سکا البتہ مثنوی کی ایک بیت سے متبادر ہوتا ہے کہ اگر ناصر اپنے لغوی معانی میں استعمال نہیں ہوا تو شاعر کا تخلص قرار دیا جا سکتا ہے بیت یہ ہے ؎

بس میں پھر نا چیز، قاصر، بے زباں مدح کو اس کی کروں کیونکر بیاں

زیر تبصرہ مخطوطے کو کاتب نے اطمینان کے ساتھ نستعلیق میں لکھنا شروع کیا تھا لیکن لکھتے لکھتے خط میں شکستگی پیدا ہوتی گئی اور شاید نقل کی جلدی نے آخری صفحہ کو بہت ہی شکستہ بنا دیا۔

حشر نامہ کی کتابت میں بعض مقامات پر املا کی غلطیاں بھی ہیں مثلاً صفحہ پر ایک بیت ہے ؎

ختم کی تم پر نبوت حق نے جب نعمت بھی ختم کی پھر تمپہ سب

اس سے پہلے مصرع میں ختم کو "خطم" لکھا ہے اور دوسرا مصرع وزن سے خارج ہے یوں ہونا چاہیئے تھا۔

نعمتیں بھی ختم کیں پھر تم پہ سب

آغاز:-

حمد ہے خاص اس خدائے پاک کو بے ستوں جس نے رکھا افلاک کو

حمد ہے اس ایزد بے چون کو کاف سے جس نے ملایا نون کو

حمد ہے اس خالق معبود کو بود یہ جس نے کیا نابود کو

حمد کے بعد نعت سرور کائنات ہے پھر مناقب پنجتن و خلفاء راشدین و ائمہ کرام ختم کرکے غوث اعظمؓ اور خواجہ معین الدین چشتی کی مدح و ثنا کی ہے۔ اس کے بعد "شروع مطلب" ہے۔

ہے علامات قیامت سے بیاں آخر دیدار حق تک اے میاں

جب قیامت ہووےگی نزدیک یار ہوں گی تب اس کی علامت آشکار

ہیں علامات قیامت دو میاں اک صغیرہ اک کبیرہ میری جاں

آیندہ صفحات میں قیامت کی علامات صغیرہ وکبیرہ کی تشریح کے بعد نشر و حشر، سوال و جواب اور سزا و جزا کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اختتام:-

حکم ہوگا پھر مصور کو وہاں ڈال اب تصویر میں تو جلد جاں

ہووےگی تکلیف اس پر پھر کمال ہووےگا تصویر والوں کا یہ حال

لیتے تھے جاسوسیاں چھپ چھپ کے جو ہوویں گے بس اک بلا میں شخص دو

کرکے شیشہ گرم بس اُس آن میں ڈالا جاویگا انہوں کے کان میں

ہوویگا جس کا گنہ جیسا ہوا ویسی ہی وہ شخص پاوےگا جزا

بعد اس کے اللہ تعالیٰ فرمائےگا کہ تم سب اپنی اپنی جگہ جاؤ مسلمین کہیں گے اے ذات پاک بدون تیری ذات

ں طرح جائیں اللہ تعالیٰ بعد جاں باکمال بہشت کا کریگا۔ اور دوزخ کو دوزخ کا .....

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔

قصیدہ غوثیہ

سائز ۹ × ۵ ۱/۲ صفحات ۴ سطور ۱۵ سنہ تصنیف × سنہ کتابت ×

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے عربی میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس میں (۲۵) اشعار تھے یہ اسی قصیدے کا منظوم یہ ہے ۔ مترجم نے قصیدہ شروع کرنے سے پہلے سات شعر اور قصیدہ کے اختتام پر دو شعر اپنی طرف سے لکھے ہیں اس طرح اردو ترجمے کے اشعار کی تعداد (۳۴) ہو گئی ہے آخری شعر میں مترجم نے اپنا نام رحمت اللہ لکھا ہے ؎

بیاں ہے رحمت اللہ کا نہایت — کروں تم سا معانی کی رعایت

یہ رحمت اللہ غالباً وہی بزرگ ہیں جو رسالہ " چہل و چار مسائل " کے مصنف ہیں اور جس پر کسی دوسری جگہ تبصرہ کیا ہے ممکن ہے کہ یہ خواجہ رحمت اللہ ادگیری متوفی ۱۱۹۵ھ ہوں ۔

زیر تبصرہ قصیدہ کے اصل اشعار عربی سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔ مطلع و مقطع مع ترجمہ یہ ہے ؎

سقانی الحب کاسات الوصالی — فقلت لخمرتی نحوی تعالیٰ

ترجمہ : قدح مجھ وصل کا حق نے پلایا — میں تب شوقِ الٰہی کوں بلایا

انا الجیلی محی الدین اسمی — واعلامی علیٰ راس الجبالی

ترجمہ : لقب میرا محی الدین جیلی — یہ سارے شاہ ہیں میرے طفیلی

آغاز :-

کروں مولا کی اول حمد بیحد — دوئم بھیجوں درود اں بر محمد

سیوم آل اور اصحاب اوپر — چہارم غوث کل اقطاب اوپر

سناؤں بعد شرح یک قصیدہ — مریداں ہوے سن کر آبدیدہ

اختتام :-

قصیدہ غوثیہ پہنچا تمامی — مریداں تم کرو ان کی غلامی

بیاں ہے رحمت اللہ کا نہایت کروں تم سا معانی کی رعایت

ترقیمہ:- تمت تمام شد قصیدہ غوثیہ بدست سید محمد تقی بن مولوی احمد علی غفراللہ لہٗ ولوالدیہ بسر آمدہ

قصیدہ کے بعد تین صفحات میں مسدّس ترجیع بند ہے جسے کاتب نے مخمس لکھا ہے کل بند گیارہ ہیں اس کے مصنف خرّم تخلص کے کوئی شاعر ہیں۔ پہلا اور آخری بند یہ ہے:-

<u>پہلا بند</u>

گر عشق کیا چاہیے تو کلمے کا ذکر کر محبوب ہوا چاہیے تو کلمے کا ذکر کر

اور حق سے ملا چاہیے تو کلمے کا ذکر کر خالق کی رضا چاہیے تو کلمے کا ذکر کر

ہر آن نفع چاہیے تو کلمے کا ذکر کر

گر اپنی صفا چاہیے تو کلمے کا ذکر کر

<u>آخری بند</u>

ہے جنت نورانی جہاں باغ گلستاں ہیں لاکھوں وہاں حور و ملک جن اور انسان

مشغول عبادت ... شاد فراواں ہے ورد زباں اون کے یہ ہر بار یہ کلمہ (؟)

خرّم تو شب و روز از اں حال شکر کر

گر اپنی صفا چاہیے تو کلمے کا ذکر کر

اہم سرکاری مطبوعات

(بزبان انگریزی)

نام کتاب		قیمت فی نسخہ
۱- دستوری دستاویزات	حصہ اول	۲۰٫۳۷ روپے
۲- " " "	حصہ دوم	۱۸٫۸۷ روپے
۳- " " "	حصہ سوم	۱۳٫۳۷ روپے
۴- " " "	حصہ چہارم	۸٫۱۲ روپے
۵- درآمدات و برآمدات پر کنٹرول کا جریدہ		۵ روپے
۶- پاکستان کا بجٹ برائے ۱۹۶۳-۶۴ء		۱۲٫۴ روپے
۷- پاکستان میں بجلی کی بہم رسانی کے شماریات ۱۹۶۰-۶۱ء		۲۵٫۳۰ روپے
۸- پاکستان کی خارجہ تجارت کے شماریات (درآمد) جلد اول جولائی - دسمبر ۱۹۶۰-۶۱ء		۴۲ روپے

ملنے کا پتہ

۱- مینیجر مطبوعات پاکستان۔ بلاک ۴۴ شاہراہ عراق کراچی

۲- جملہ منظور شدہ کتب فروش۔

نئے خزانے

جولائی اور اگست ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ———————— زاہدہ خاتون

یہ اشاریہ مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔

علوم اور کتابیں
فہارس
مخطوطات
کتب خانے اور مضامین رسائل
صحافت
نفسیات
مسلمان فلسفی
اسلام — اصول اور نظریات
اسلام — ادارے اور تاریخ
قرآن شریف اور حدیث
فقہ اسلامی — مختلف مباحث
اسلام — الکلام والعقائد
اسلام — تصوف
اسلام — اخلاق اور فرقے
سیرۃ پاکؐ و سیرۃ صحابہؓ

دیگر مذاہب — خدا، کائنات اور صفیات
تمدن اور معاشرت
سیاسیات
معاشیات
تعلیمات
لسانیات — اردو زبان
آثار قدیمہ
علوم مفیدہ
فنون لطیفہ
ادب — اصول اور نظریات
اردو ادب — رسائل و جرائد
انجمنیں اور تاریخ
اردو ادب — شعر و شاعری
اردو ادب — ڈرامہ
اردو ادب — ناول و افسانہ

اردو ادب — نثر نگاری
اردو ادب — مکاتیب
اردو ادب — مختلف مباحث
غالبیات
اقبالیات
بابائے اردو (مولوی عبدالحق)
مولانا صلاح الدین احمد
دوسری زبانوں کا ادب
سفرنامے اور جغرافیہ
سوانح
تاریخ — مختلف ممالک
مطبوعات جن پر جولائی اور اگست ۱۹۶۴ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں ریویو شائع ہوئے۔

مندرجہ ذیل اُردو رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

آج کل دہلی
ادب لطیف لاہور
افکار کراچی
البلاغ بمبئی
الرحیم حیدرآباد
اورینٹل کالج میگزین لاہور
برہان دہلی
بینات کراچی
تحریک دہلی
تجلی دیوبند
ترجمان القرآن لاہور
ثقافت لاہور
جامعہ دہلی
جام نو کراچی
خاتون پاکستان کراچی
دورِ حیات بمبئی
زندگی رام پور

ساقی کراچی
سب رس حیدرآباد دکن
ستیارہ لاہور
شاعر بمبئی
صبا حیدرآباد دکن
صبح امید بمبئی
صحیفہ لاہور
طلوعِ اسلام لاہور
فاران کراچی
فروغ اُردو لکھنؤ
فکر و خیال کراچی
فکر و نظر کراچی
قومی زبان کراچی
کتاب نما دہلی
کتابی دنیا کراچی
کارگر کراچی
ماہِ نو کراچی

معارف اعظم گڑھ
نگار پاکستان کراچی
نوائے ادب بمبئی
نصرت لاہور
ہمدرد صحت کراچی
ہم قلم کراچی
چٹان لاہور
صدق جدید لکھنؤ
لاہور لاہور
ملاپ حیدرآباد دکن
ہماری زبان علی گڑھ
انجام کراچی
جنگ کراچی

علوم اور کتابیں

معین الدین اجمیری — بحث العلم والمعلوم (۲-۳)
بنیات کراچی، ص ۱۰۵-۱۱۵، مئی ۷۴
ص ۱۶۷-۱۸۰، جون ۷۴

صلاح الدین احمد — کتابوں کا قبرستان
جنگ کراچی، ص ۶، ۱۰ جون ۷۴

ممتاز حسن — کتاب، اسلام اور سائنس
قومی زبان کراچی، ص ۵-۹، ستمبر ۷۴

فہارس

ادارہ کتاب نما دہلی — نئی مطبوعات - فہرست کتب
کتاب نما دہلی، ص ۲۵، مئی ۷۴

عبدالماجد دریابادی — قرآن مجید کے انگریزی ترجمے
بنیات کراچی، ص ۱۳۱-۱۴۱، جون ۷۴

مسعود احمد — بارھویں صدی ہجری میں قرآن پاک کے اردو تراجم اور تفاسیر
البلاغ بمبئی، ص ۴۲-۵۰، جون ۷۴

شمیم احمد، سید — ادب نبوی
ماہ نو کراچی، ص ۴۲-۴۸، جون ۷۴

احمد ربانی — فہرست تالیفات و مقالات ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۲۳۲-۲۴۲، مئی ۷۴

— مولانا حامد حسن قادری کی (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ) تصانیف (فہرست)
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۷، ۸ جون ۷۴

مخطوطات

افسر امروہوی — گنج ہائے گرامایہ - مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان کراچی، ص ۸۳-۹۹، اگست ۷۴

مناظر عاشق ہرگانوی — دارالمطالعہ حاجانا (بہار شریف سے ۸ میل پورب کی طرف ایک گاؤں) میں قلمی نسخے
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۰، ۱۵ جون ۷۴

نظر، محمد انصار اللہ — کتب خانہ نواب معین الدولہ (کانپور) کے مخطوطات
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۶، ۸ جون ۷۴

کتب خانے اور مضامین رسائل

عرشی، امتیاز علی — کتب خانے کے آداب
تحریک دہلی، ص ۷-۸، مئی ۷۴

ساحل، عبدالحلیم اور دیگر حضرات — مقالہ نما
نوائے ادب بمبئی، ص ۱-۱۸، مئی ۷۴

ضیا الدین احمد برنی — رسالوں پر طائرانہ نظر
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۰-۱۲، مئی ۷۴
ص ۸-۱۰، جون ۷۴

قیصر، ابن حسن اور زاہدہ خاتون — نئے خزانے - مارچ ۱۹۷۴ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور

اخبارات میں شائع شدہ مضامین
کا فن وار اشاریہ
قومی زبان کراچی، ص ۱۱۱ - ۱۳۵، ۷/۸۴

صحافت

فضل المتین، سید — جے پور کے اردو اخبارات اور رسائل
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ + ۴، ۸/۸۴، ۲۲

محمد تقی، سید — اردو اخبارات ۔ تعلیمی خدمات کا ایک سرسری جائزہ
جنگ کراچی، ص ۳، ۶/۸۴، ۳
فکر و خیال کراچی، ص ۲۰ - ۲۴، ۶/۸۴

وحید قیصر ندوی، سید — بنگلہ صحافت کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ
جنگ کراچی، ص الف، ۸/۸۴، ۳

—— — اساہی ٹوکیو، دنیا کا سب سے بڑا اخبار
جنگ کراچی، ص ۲، ۷/۸۴، ۱۰

نفسیات

ادکلے، گلبرٹ — اعصابی الجھنیں اور ان کا علاج
ہمدرد صحت کراچی، ص ۳۷ - ۴۰، ۶/۸۴

منصور علی خاں — بچوں میں احساس کمتری پیدا ہونے کے اسباب
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۹ - ۲۰، ۶/۸۴

اخلاص احمد — محبت ایک فن
ہمدرد صحت کراچی، ص ۲۳ - ۲۷، ۸/۸۴

مسلمان فلسفی

سچیدانند مورتی، کے — ہندی مسلمانوں کے فلسفیانہ افکار
مترجمہ صفی الدین صدیقی
برہان دہلی، ص ۳۱ - ۴۸، ۷/۸۴

عبید اللہ سندھی — شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک
انجام کراچی، ص ۴ + ۴، ۸/۸۴، ۲۴

اسلام —— اصول اور نظریات

محمد نواز — تصور دین (مودودی نقطۂ نظر کی وضاحت)
فاران کراچی، ص ۸ - ۳۰، ۷/۸۴

حبیب احمد — مغربی فلسفۂ حیات اور اسلام
نصرت لاہور، ص ۲۴ - ۳۱، ۷/۸۴

رئیس احمد جعفری — اسلام اور معاشرہ
ثقافت لاہور، ص ۴۸ - ۶۰، ۶/۸۴

علال فاسی — اصول الحکم فی الاسلام
الرحیم حیدر آباد، ص ۴۸ - ۵۵، ۷/۶۴

فضل الرحمٰن — اسلام اور پاکستان کی سالمیت
فکر و نظر کراچی، ص ۸۹ - ۹۳، ۸/۸۴

نجات اللہ صدیقی — امام ابو یوسف کا معاشی فکر
زندگی رام پور، ص ۹ - ۲۴، ۷/۸۴
ص ۹ - ۱۹، ۸/۸۴

حامد حسن بلگرامی، سید — اسلام کا نظریۂ تعلیم
ثقافت لاہور، ص ۷ - ۲۲، ۸/۸۴

اسلام —— ادارے اور تاریخ

محمد یوسف بنوری — خطبہ موتمر عالم اسلامی قاہرہ
بنیات کراچی، ص ۷۵-۹۳، ۷۴ء

محمد یوسف بنوری — موتمر قاہرہ کے مشاہدات وتاثرات
بنیات کراچی، ص ۶۹-۷۴، ۷۴ء

فضل الرحمٰن — قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام (۴)
فکر ونظر کراچی، ص ۱۱-۲۱، ۷۴ء

ظہیر بابر قریشی — جاپان میں اسلام
فکر ونظر کراچی، ص ۱۱۱-۱۱۵، ۷۴ء

قرآن شریف اور حدیث

اطہر مبارک پوری، قاضی — قرآنی رسم الخط کے خلاف نیا فتنہ
البلاغ بمبئی، ص ۳۱-۳۴، ۷۴ء

افتخار احمد بلخی — قرآن حکیم کا حق تلاوت
فاران کراچی، ص ۳۸-۴۱، ۷۴ء

(امام) ابن تیمیہ — قواعد التفسیر مترجمہ سید ابوالخیر مودودی
ترجمان القرآن لاہور، ص ۳۳۹-۳۴۵، ۷۴ء
ص ۳۴-۵۳، ۷۴ء

ابوالاعلیٰ مودودی، سید — تفہیم القرآن - الزمر (۳)
ترجمان القرآن لاہور، ص ۲۹۷-۳۱۲، ۷۴ء

محمد ایوب دہلوی — والعصر... کی ایمان افروز کلامی تفسیر
فاران کراچی، ص ۳۶-۴۰، ۷۴ء

احمد اقبال — برصغیر پاک وہند میں علم حدیث
الرحیم حیدرآباد، ص ۲۳-۳۵، ۷۴ء

مختار دہلوی، — وضع حدیث کی تاریخ

محمد حبیب اللہ — بنیات کراچی، ص ۱۴۲-۱۵۸، ۷۴ء

فقہ اسلامی —— مختلف مباحث

رفیع اللہ — اجتہادی اختلافات
طلوع اسلام لاہور، ص ۱۷-۵۶، ۷۴ء

رئیس احمد جعفری — امام صاحب کی فقہ اور طرز فکر
ثقافت لاہور، ص ۳۸-۴۷، ۷۴ء

محمد واسع خواجہ — حج (۱۱)
البلاغ بمبئی، ص ۳۵-۴۱، ۷۴ء

محمد اسلم چیمہ — اسلام میں حبہ کا مسئلہ
ثقافت لاہور، ص ۵۶-۶۸، ۷۴ء

محمد یوسف اصلاحی — پردہ
زندگی رام پور، ص ۲۰-۳۲، ۷۴ء

محمد یوسف اصلاحی — انسانی تمدن میں نکاح کی حیثیت
البلاغ بمبئی، ص ۲۴-۳۰، ۷۴ء

عمر احمد عثمانی — تعدد ازدواج اور اسلام
فکر ونظر کراچی، ص ۳۴-۴۸، ۷۴ء

عمر احمد عثمانی — طلاق کے احکام
فکر ونظر کراچی، ص ۹۴-۱۱۰، ۷۴ء

محمد یوسف اصلاحی — عدت
زندگی رام پور، ص ۳۳-۴۳، ۷۴ء

اسلام ــــــ العقائد والکلام

محمد حنیف ندوی　　مسئلہ جبر و قدر
ثقافت لاہور، ص ۲۲-۲۷، ۶۴ء

سیف الرحمان، مفتی　　سفر آخرت ــ منزل بہ منزل
تک
لاہور لاہور، ص ۶-۷، ۶۴ء ۱۲
ص ۸-۹، ۶۴ء ۲۰
ص ۱۲-۱۵، ۶۴ء ۲۷

اسلام ــــــ تصوف

شاہ ولی اللہ　　السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم
مترجمہ ابو یحییٰ امام خاں (۲)
الرحیم حیدرآباد، ص ۵-۱۱، ۶۴ء

غلام مصطفیٰ خاں　　حضرت مجدد الف ثانیؒ پر حرف
گیری کا جائزہ (۳)
بینات کراچی، ص ۹۶-۱۰۴، ۶۴ء

اسلام ــــــ اخلاق اور فرقے

بروہی، اے کے　　دینی طریقِ حیات
ترجمان القرآن لاہور، ص ۲۱۲-۲۲۸، ۶۴ء

رئیس احمد جعفری　　اسلام اور تعاون باہمی
ثقافت لاہور، ص ۱۶-۲۶، ۶۴ء

زخمی، حمید اللہ خاں　　قومیت پرستی اور اسلام
لاہور لاہور، ص ۱۲، ۶۴ء ۱۲

سجاد میرٹھی، قاضی زین العابدین　　اسلام میں غیر مسلم محسنوں کی احسان شناسی
جامعہ دہلی، ص ۳۳۶-۳۴۲، ۶۴ء

سید احمد قادری　　انسان کا اخلاقی وجود، مکارم اخلاق کی تکمیل (۱)
زندگی رام پور، ص ۳۳-۴۸، ۶۴ء

مجیب اللہ ندوی　　فساد زمانہ اور عمومی بلوئی (اسلامی نقطۂ نظر سے)
معارف اعظم گڑھ، ص ۸۵-۹۸، ۶۴ء

محمد جعفر پھلواری　　شیعہ سنی فرقوں کی متفق علیہ روایات (۵)
ثقافت لاہور، ص ۷-۱۵، ۶۴ء

سیرۃ پاکؐ و سیرۃ صحابہؓ

اسحٰق النبی علوی　　واقعات سیرتِ نبوی میں توقیتی اتضاد اور اس کا حل
برہان دہلی، ص ۵-۳۰، ۶۴ء
ص ۷۹-۹۵، ۶۴ء

افضال حسین نقوی　　رسول اللہؐ کا طرز حکومت
انجام کراچی، ص ۹، ۶۴ء ۲۲

برق، غلام جیلانی　　بہ مصطفیٰ برساں خویش ....
ماہ نو کراچی، ص ۱۵-۱۹، ۶۴ء

بھگوانداس، رانا　　سرکارِ دو عالم کی پوشاک
انجام کراچی، ص ۷، ۶۴ء ۲۳

تمنا، عمادی　　مقصد بعثت سرور کائنات
ماہ نو کراچی، ص ۸-۱۲، ۶۴ء

حمید اللہ، محمد　　عہد نبوی کے واقعات کے لئے تقویمی پیچیدگیاں

اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۷۷، ۸۴
۵/۶۴ ۸

حیدری القادری — شمائل و خصائل سید المرسلینؐ
انجام کراچی، ص ۸، ۲/۶۴ ۲۳

زاہد رضوی، سید — وہ رات جب حضورِ اکرمؐ کو معراج نصیب ہوئی
انجام کراچی، ص ۵، ۲/۶۴ ۲۳

سلیمان پاشا — جرس کارواں (رسول کریمؐ کے حالات زندگی)
جنگ کراچی، ص ۴، ۲/۶۴ ۲۳

سید حامد جلالی دہلوی — حیاتِ نبوی میں غاروں کی اہمیت
ماہ نو کراچی، ص ۲۰ - ۲۵، ۲/۶۴

محمد اسلام — اسوۂ محمدیؐ
جنگ کراچی، ص ۱۲ + ۱۳، ۲/۶۴ ۲۳

محمد اسلام — رحمۃ اللعالمینؐ
جنگ کراچی، ص ۳، ۲/۶۴ ۲۳

محمد فاروق خاں — حکمت نبوی اور حسنِ اخلاق
زندگی رام پور، ص ۲۵ - ۳۲، ۲/۶۴

ہرمزی جلیل قدوائی — نبیؐ امّی
ماہ نو کراچی، ص ۳۹ - ۴۱، ۸/۶۴

ثمر، عبدالکریم — حضرت ابوذر غفاریؓ
چٹان لاہور، ص ۹ - ۱۰، ۸/۶۴ ۲

رفیق قریشی — حضرت اسامہ کی مہم
ماہ نو کراچی، ص ۶۶ - ۶۹، ۲/۶۴

دیگر مذاہب ــــ خدا، کائنات اور ضمیات

نیاز فتحپوری — خدا اور کائنات ـ دنیا کے دو لاینحل معمّے
نگار پاکستان کراچی، ص ۵۵ - ۵۷، ۲/۶۴

نسیم شاد — کوہ اولمپس کے دیوتا ـ یونانی دیومالا
انجام کراچی، ص ۶، ۲/۶۴ ۲۰

تمدن اور معاشرت

آصف فیضی — ہندوستان میں تمدنی وحدت
دورِ حیات بمبئی، ص ۱۹ - ۲۲، ۸/۶۴

رشید حسن خاں — د ثقافتِ پاکستان، تالیف شیخ محمد اکرام کے اغلاط
تحریک دہلی، ص ۹ - ۱۸، ۲/۶۴

سیاسیات

محمد سبطین، سید — افلاطون ـــ ریپبلک
فکر و خیال کراچی، ص ۷۲ - ۸۴، ۸/۶۴

آمن، گوپی ناتھ — ہندوستانی جمہوریت اور ہندو
جامعہ دہلی، ص ۳۶۰ - ۳۶۵، ۲/۶۴

اشرف عطا — معاہدہ استنبول
چٹان لاہور، ص ۱۱، ۸/۶۴ ۲

تاج الدین انصاری — ماضی مرحوم ـ ۱۹۳۱ء، جب احرار نے تحریک کشمیر کا آغاز کیا

چٹان لاہور، ص ۷، ۶/۶۴ ۶
ص ۱۰، ۶/۶۴ ۱۳
ص ۱۴ - ۱۵، ۶/۶۴ ۱۴
ص ۱۲ - ۱۳، ۵/۶۴ ۲۴

نصیر احمد شیخ — خاکسار تحریک اور میں
انجام کراچی، ص ۱۲، ۶/۶۴ ۲۹

سید احمد قادری — فرقہ پرست جماعتیں اور کانگرسی حکومت (بھارت میں)
زندگی رام پور، ص ۴۹ - ۵۳، ۶/۶۴

معاشیات

رحمت علی، محمد — معاشی ترقی میں غیر معاشی محرکات کا حصہ
جامعہ دہلی، ص ۱۰ - ۱۹، ۶/۶۴

غلام اسحاق — مغربی پاکستان کی معاشی ترقی
جنگ کراچی، ص ۹، ۶/۶۴ ۱۴

نسیم احمد — پاکستان کے ٹیکس سسٹم میں تبدیلی کی ضرورت
جنگ کراچی، ص ۶، ۶/۶۴ ۴

تمثال عسکری — ہمارے گل کار (کمہار)
جنگ کراچی، ص ۳، ۶/۶۴ ۱۹

یونس احمر — (پاکستان میں) چھوٹی صنعتیں — چند مسائل اور ان کا حل
کارگر کراچی، ص ۴ - ۶، ۶-۷/۶۴

تعلیمات

گلزار احمد، صوفی — ابنِ خلدون کا نظریۂ تعلیم
لاہور لاہور، ص ۸ - ۹، ۶/۶۴ ۱۳

ذکیہ خاتون — تعلیم اور معاشرتی ماحول
محور کراچی، ص ۳۶ - ۳۷، ۶/۶۴

محمد تقی، سید — ذریعہ تعلیم ایک فکری مطالعہ
جنگ کراچی، ص ۳، ۶/۶۴ ۲۱

ادارۂ قومی زبان — مختصر روئداد دوسری کل پاکستان تدریس کانفرنس
قومی زبان کراچی، ص ۴۶ - ۶۸، ۶-۷/۶۴

اختر حسین — خطبہ صدارت (دوسری کل پاکستان تدریس کانفرنس)
قومی زبان کراچی، ص ۴۷ - ۷۷، ۶-۷/۶۴

حسن علی عبدالرحمٰن — خطبۂ استقبالیہ (دوسری کل پاکستان تدریس کانفرنس)
قومی زبان کراچی، ص ۶۹ - ۷۳، ۶-۷/۶۴

عبداللہ، سید — ذریعہ تعلیم اور دفتری زبان (یہ مقالہ دوسری کل پاکستان تدریس کانفرنس میں پڑھا گیا)
قومی زبان کراچی، ص ۷۸ - ۸۲، ۶-۷/۶۴

— — طلبا اور سیاست
محور کراچی، ص ۳۴ - ۳۵، ۶/۶۴

ممتاز حسن — ابتدائی تعلیم کے مسائل
فکر و خیال کراچی، ص ۱۷ - ۱۹، ۶-۷/۶۴

محمد تقی، سید — تعلیم بالغان کی اہمیت
جنگ کراچی، ص ۳، ۲۸ ۲/۷۴

منظر، سعیدہ عروج — طریقۂ تدریس بالغان
فکر و نظر کراچی، ص ۴۱ - ۴۶ ۸ ۱۲/۷۴

حقی، شان الحق — تعلیم اور ذرائع نشر و اشاعت
فکر و خیال کراچی، ص ۲۵ - ۲۸، ۸ ۱۲/۷۴

ساجد علی، سید — جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کس طرح قائم ہوئی؟
قومی زبان کراچی، ص ۸۶ - ۹۰، ۶/۷۴

صلاح الدین احمد — پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا مسئلہ
سیارہ لاہور، ص ۲۲ - ۳۱، ۶/۷۴

عبدالمجید — اعلیٰ تعلیم کا مسئلہ مترجمہ اشفاق انور
نصرت لاہور، ص ۱۰ - ۱۴، ۲/۷۴

الیشور راج ماتھر — امریکہ میں طلباء کی زندگی
صبح امید بمبئی، ص ۱۳ - ۱۴، ۶/۷۴

لسانیات — اردو زبان

آفتاب احمد صدیقی — (اردو) زبان اور احساس کمتری
فکر و خیال کراچی، ص ۵۲ - ۵۵، ۸ ۱۲/۷۴

حمید احمد خاں — اردو اور پنجابی کی مشترک ترکیبی بنیاد
مترجمہ محمد عظیم بھٹی
ماہ نو کراچی، ص ۱۲ - ۱۳ ۷/۷۴

ساحر، فقیر حسین — اردو زبان کا ارتقا - ایک مطالعہ
سیارہ لاہور، ص ۵۵ - ۶۳، ۶/۷۴

ڈیر، امین اللہ — لفظ سمر د کی تحقیق
اورینٹل کالج میگزین لاہور ص ۱۳۵ - ۱۴۶، ۵ ۱۲/۷۴

آسی ضیائی — اردو مصادر کی تبویب
سیارہ لاہور، ص ۱۹ - ۲۶، ۷/۷۴

عبدالقدوس — فعل ماضی کے اقسام
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۲۳ - ۱۳۳، ۸ ۱۲/۷۴

آثار قدیمہ

آشرافغانی، عبدالعلیم — ٹیکسلا
ماہ نو کراچی، ص ۳۹ - ۴۴، ۷/۷۴

علوم مفیدہ

محمد سعید دہلوی — کیا ہماری طب یونان کی طب ہے؟ نام بدلنے کی ضرورت
ہمدرد صحت کراچی، ص ۳ - ۶، ۶/۷۴

نعیم الدین زبیری — صحت کے لئے پانی کا استعمال
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۲ - ۱۳، ۷/۷۴

اظہر عباسی، اے۔ ایچ — قوت کے ذرائع - کوئلہ، تیل اور آب رواں
جام نو کراچی، ص ۲۳ - ۲۶، ۷/۷۴

محمد اسحٰق ایوبی — آم — شہد کا جام
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸، ۱۵ ۷/۷۴

محمد سعید دہلوی — ہماری غذا
ہمدرد صحت کراچی، ص ۷ - ۸، ۶/۷۴

عنایت علی، میر — مچھلی کی غذائی اہمیت
کارگر کراچی، ص ۱۶ - ۱۷، ۸ ۱۲/۷۴

مجیب الدین، سید — شہد (بحیثیت غذا)
کارگر کراچی، ص ۲۲ - ۲۳، ۸ ۱۲/۷۴

واصل عثمانی　گندھک اور اس کا تیزاب
کارگر کراچی، ص ۱۳ - ۱۵، ۸ ۷/۶۴

فنونِ لطیفہ

صالحہ عابد حسین　اجنتا کے گمنام فن کاروں کا امر پیام
آج کل دہلی، ص ۳۳ - ۳۹، ۷/۶۴

خلوت　اندلس میں عرب مسلمانوں کے آثار قدیمہ
البلاغ بمبئی، ص ۴۴ - ۴۷، ۸/۶۴

وحید الزماں　ملتان کی کوزہ گری
کارگر کراچی، ص ۱۸ - ۲۱، ۸ ۷/۶۴

نیاز فتحپوری　ہندوستان کی کرنسی اور عہد مغلیہ کے سکے
نگار پاکستان کراچی، ص ۲۱ - ۲۳، ۷/۶۴

کمال الدین　عزیز جان — کوئٹہ کا ہونہار آرٹسٹ
جنگ کراچی، ص ۳، ۸/۶۴ ۵

ادیب، جی - ایل　عوامی اسٹیج کا ایک جائزہ
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱، ۸/۶۴ ۵

رابن رحیمس　شطرنج اور خلفائے اسلام مترجمہ
محمد حسان علوی کاکوروی
فروغ اردو لکھنؤ، ص ۱۶ - ۲۸، ۷/۶۴

ادب —— اصول اور نظریات

محمد اجمل　ادب اور منصوبہ بندی
ادب لطیف لاہور، ص ۶ - ۱۱، ۷/۶۴

محمد اسحٰق ایوبی　ترجمہ، فن، پیشہ اور ضرورت
صبح امید بمبئی، ص ۱۱ - ۱۳، ۶ ۷/۶۴

یوسف سرمست　قدیم ادب اور نئی کسوٹی
صبا حیدرآباد دکن، ص ۳۵ - ۴۲، ۸/۶۴

نجفی جلالپوری　شعر میں الفاظ کا حسن
چٹان لاہور، ص ۱۵ - ۱۶، ۸/۶۴ ۳۱

اردو ادب —— رسائل و جرائد ـ انجمنیں اور تاریخ

بیدار، عابد رضا　علوم اسلامیہ کی اردو انسائیکلوپیڈیا
(معارف اعظم گڑھ اور برہان دہلی)
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ - ۴، ۷/۶۴ ۲۲

سخاوت مرزا　حیدرآباد دکن کے بعض اہم گلدستے
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۶ - ۷، ۷/۶۴ ۱۵

مجید ملک　مرکزی مجلسِ ترقیٔ ادب، لاہور
جنگ کراچی، ص ۳، ۸/۶۴ ۱۱

اظہر قادری　اردو — مشرقی پاکستان میں (۳)
جام نو کراچی، ص ۱۵ - ۱۷، ۷/۶۴

افتخار حسین، آغا　یورپ میں اردو
فکر و خیال کراچی، ص ۵۶ - ۶۰، ۸ ۷/۶۴

وصی احمد بلگرامی، سید　سپاہی کی بیٹی (اردو زبان کا عہد
بہ عہد ارتقا تمثیلی انداز میں)
قومی زبان کراچی، ص ۱۹۸ - ۲۱۰

اردو ادب　شعر و شاعری

اسمٰعیل حسن خاں، ملک　(اردو شعرا کے) تذکروں کی روایات
بیسویں صدی میں

مصنف	مضمون / ماخذ
	نگار پاکستان کراچی، ص ۵۸ - ۶۳، ۷/۵۴
ممتاز احمد	اردو شاعری میں نئے تجربے
	ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱، ۱۲ ۸/۵۴
نورالحسن	اردو شاعری میں ادابندی اور معاملہ بندی
	ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱، ۲۹ ۷/۵۴
عزیزالحق	کچھ غزل کے بارے میں
	ادب لطیف لاہور، ص ۲۲ - ۲۵، ۷/۵۴
ریاض احمد	رباعی
	صحیفہ لاہور، ص ۸۴ - ۱۰۳، ۷/۵۴
صلاح الدین احمد	جدید شاعری پر ایک نظر
	لاہور لاہور، ص ۶ - ۷، ۲۰ ۷/۵۴
ابوالنصر محمد خالدی	کچھ دکھنی کلام
	نوائے ادب بمبئی، ص ۲۷ - ۴۲، ۷/۵۴
ارشاد، سید نقی احمد	بابائے اردو نواب امیر خاں انجام ولادت نامعلوم وفات ۱۱۵۹ھ
	شاعر بمبئی، ص ۸ - ۱۴، ۷/۵۴
عبدالرزاق قریشی	ساقی نامہ عزلت
	نوائے ادب بمبئی، ص ۵ - ۲۶، ۷/۵۴
حمید شطاری	ولی اورنگ آبادی کی گجرات سے وابستگی
	ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸، ۵ ۸/۵۴
محمد عمر	میر کا سیاسی اور سماجی ماحول
	برہان دہلی، ص ۴۹ - ۵۹، ۸/۵۴
	ص ۱۱۴ - ۱۲۳، ۸/۵۴
نجمی جلالپوری، عبدالجلیل	سودا کے قصائد و ہجویات
	نگار پاکستان کراچی، ص ۲۷ - ۴۱، ۷/۵۴

مصنف	مضمون / ماخذ
امجد کندیانی	خواجہ میر درد کا احساس انا
	نگار پاکستان کراچی، ص ۴۱ - ۴۴، ۸/۵۴
سلیمان حسین، سید	جرأت لکھنوی اور ان کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ
	ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ - ۴، ۸ ۸/۵۴
طالب ہاشمی	قاضی محمد صادق خاں اختر (وفات ۱۸۵۸ء)
	سیارہ لاہور، ص ۳۲ - ۴۰، ۸/۵۴
نیاز فتحپوری	مراثی انیس کے اغلاط
	جنگ کراچی، ص ۳، ۱ ۷/۵۴
سعادت نظیر	مومن کی غزل
	نوائے ادب بمبئی، ص ۵۵ - ۶۸، ۷/۵۴
محمد فاروق، سید	قلق میرٹھی (حکیم مولابخش قلق شاگرد مومن وفات ۱۲۹۷ھ)
	نگار پاکستان کراچی، ص ۱۲ - ۲۰، ۷/۵۴
فائق رامپوری، کلب علی خاں	ممنون ــــ حیات اور شاعری
	صحیفہ لاہور، ص ۶۰ - ۸۶، ۷/۵۴
حبیب الحق ندوی	(محمد ظہیر حسن) شوق نیموی اور ان کے بعض تلامذہ
	نگار پاکستان کراچی، ص ۳۲ - ۳۸، ۸/۵۴
مفتوں کوٹوی	بڑھاپا اور ثابت لکھنوی مرحوم (مولوی افضل حسین ثابت لکھنوی، مصنف حیاتِ دبیر، ولادت لکھنؤ، ۱۸۷۲ - ۱۹۴۱ء)
	شاعر بمبئی، ص ۴۴ - ۲۸، ۷/۵۴
یونس حبیب، سید	مدّاح رسول - محسن کاکوروی مرحوم
	ماہ نو کراچی، ص ۳۲ - ۳۸، ۸/۵۴

رام کرشنا راؤ — مرزا عصمت اللہ بیگ عصمت کی شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱، ۳/۶۴

مسعود جاوید — اکبر حیدرآبادی
سیارہ لاہور، ص ۴۱ - ۴۷، ۳/۶۴

نصیرالدین ہاشمی — آصف (میر محبوب علی خاں) کی شاعری پر طائرانہ نظر
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸، ۱۵ ۳/۶۴

ہربنس لال نارنگ — ظریف لکھنوی
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۱۷ - ۲۰، ۳/۶۴

ساجد ادیب — علی جواد زیدی کا تغزل و تفکر
شاعر بمبئی، ص ۱۵ - ۲۱، ۴/۶۴

سعادت نظیر — فراق کا ذوق جمال
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۲ - ۱۷، ۳/۶۴

سلیم احمد — خواب نما (قمر جمیل کا شعری مجموعہ) کے خواب
ادب لطیف لاہور، ص ۱۲ - ۲۱، ۴/۶۴

سیدہ جعفر — جگر مرادآبادی
جامعہ دہلی، ص ۳۹۹ - ۴۰۹، ۳/۶۴

عبدالباری عباسی — سانولے جعفری (شیر افضل جعفری) شاعری کی آرسی میں
ساقی کراچی، ص ۵۶ - ۶۲، ۳/۶۴

فراق گورکھپوری — فراق کی شاعری کی کہانی (خود ان کی زبانی)
نگار پاکستان کراچی، ص ۴۲ - ۴۴، ۴/۶۴

یوسف ناظم — امجد (حیدرآبادی) ایک مزاح نگار کی نظر میں
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸، ۴/۶۴

اردو ادب —— ڈرامہ

تاج، امتیاز علی اور دیگر حضرات — اسٹیج ڈرامے کی ترقی - مذاکرہ
ماہ نو کراچی، ص ۱۹ - ۲۵، ۶۴

شوکت سبزواری — اردو ڈرامے کا مستقبل
خاتون دکن حیدرآباد، ص ۹ - ۱۲، ۶۴

وزیری پانی پتی — ورق ناخواندہ - عبدالعزیز کی ۵ طویل تمثیلی نظموں کا مجموعہ
جام نو کراچی، ص ۱۹ - ۲۱، ۴/۶۴

اردو ادب —— ناول و افسانہ

آنند نرائن ملا، پنڈت — سرشار کا لکھنؤ
فروغ اردو لکھنؤ، ص ۵۰ - ۶۰،

شمس ناہید — منشی پریم چند اور تحریک آزاد
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱،

اردو ادب —— نثر نگار

گیان چند — اردو نثر کے ارتقا میں داستانو
سبا حیدرآباد دکن، ص ۔ - ۱۵

عبادت بریلوی — محمد حسین آزاد - ایک تخلیقی فن
خاتون دکن حیدرآباد، ص ۵ - ۸،

معظم، رضی الدین — مرزا فرحت اللہ بیگ کی انشا اور ظرافت نگاری

ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸ ، ۱ جون

اردو ادب — مکاتیب

اکبر الہ آبادی — مکتوبات بنام سید سلیمان ندوی
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۳۸ - ۱۵۱، جون

تاثیر، دین محمد — مکتوب بنام مولانا سید سلیمان ندوی
معارف اعظم گڑھ، ص ۶۶ - ۷۴، جون

سید سلیمان ندوی — مکتوبات بنام مولانا محمد علی حیدرآبادی
بینات کراچی، ص ۱۱۶ - ۱۲۵، جون
ص ۱۸۱ - ۱۹۰، جون

اردو ادب — مختلف مباحث

حنیف فوق — پاکستان کا حال اور مستقبل - اردو
افکار کراچی، ص ۳۲ - ۳۵، جون

شیخ فرید — باغِ اردو - گلستان سعدی کا اردو ترجمہ میر شیر علی افسوس کا شاہکار
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۵ - ۱۲، جون
ص ۲ - ۷، جون

محفوظ علی — اردو میں علوم تجارت و صنعت کی کتابوں کی کمی اور اس کا مناسب تدارک
فکر و خیال کراچی، ص ۲۹ - ۴۰، جون

نارائن کرن ریڈی، وی — اردو زبان، ادب اور ادیبوں کے مسائل
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱ ، ۱ جون

غالبیات

طالب، ان - ال بی — سرمایۂ کلامِ غالب (۱۷)
نوائے ادب بمبئی، ص ۳۴ - ۵۴، جون

عرش ملسیانی — مرزا غالب کی شخصیت کے چند دلچسپ پہلو
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸ ، ۲۹ جون

مہر، غلام رسول — حیات غالب، (چند گزارشیں)
ماہ نو کراچی، ص ۱۵ - ۱۸، جون

نثار احمد فاروقی — نوادرِ غالب - ایک غیر مطبوعہ خط اور ایک قطعہ
نگار پاکستان کراچی، ص ۴۵ - ۵۰، جون

نیاز فتحپوری — کلام غالب کا خُرد بینی مطالعہ
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۸ - ۳۱، جون

اقبالیات

یوسف سلیم چشتی — اقبال اور عشق رسول
ماہ نو کراچی، ص ۲۶ - ۳۱، جون

ادارۂ طلوع اسلام لاہور — مثنوی - پس چہ باید کرد اے اقوام شرق - باب ۱ - حرفے چند با اُمت عربیہ
طلوع اسلام لاہور، ص ۵ - ۲۳، جون

انور سلطان، محمد — اقبال، سیاسی مفکر کی حیثیت سے
جنگ کراچی، ص ۱۱ ، ۱۸ جون

بشیر الحق دسنوی، محمد — اصلاح منظومات مندرجہ نوادر اقبال
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۴ ، ۱۵ جون

فضل الرحمٰن سواتی — ڈاکٹر محمد اقبال کی تنقیدات وترجیحات
برہان دہلی، ص ۹۶-۱۰۵، ۸/۶۴

فضل حمید — اقبال اور قوم کی نئی تعمیر
الرحیم حیدرآباد، ص ۱۲-۲۲، ۷/۶۴

مجید ملک — علامہ اقبال کے پسندیدہ اشعار
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۹-۱۰، ۱/۸/۶۴

منظور احسن عباسی — اقبال کے دانا دشمن
ستیارہ لاہور، ص ۷۵-۹۵، ۷/۶۴

نادم سیتاپوری — اقبال کی چند سطریں
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۶-۷، ۲۲/۸/۶۴

نظر حیدرآبادی، — اقبال اور سیاسیات حاضرہ

حامد اختر — جنگ کراچی، ص ۲، ۲۹/۸/۶۴

بابائے اردو (مولوی عبدالحق)

بابائے اردو (مولوی عبدالحق) — مکتوبات بابائے اردو بنام پیر حسام الدین صاحب راشدی)
قومی زبان کراچی، ص ۲۱۷-۳۱۹، ۸/۶۴

آفاق صدیقی — بابائے اردو وادیٔ سندھ میں
قومی زبان کراچی، ص ۹۶-۱۰۲، ۸/۶۴

ابن انشا — مولوی صاحب (بابائے اردو) کے آخری ایام
انجام کراچی، ص ۳، ۱۷/۸/۶۴

ابوسعید نورالدین — بابائے اردو
قومی زبان کراچی، ص ۳۹-۴۲، ۸/۶۴

ابوسلمان شاہجہانپوری — بابائے اردو کی شخصیت کا مذہبی پہلو
قومی زبان کراچی، ص ۱۴۱-۱۴۸، ۸/۶۴
چٹان لاہور، ص ۸، ۲۴/۸/۶۴
ص ۹-۱۰، ۳۱/۸/۶۴

اسرار احمد کریوی — جنگ نامہ اردو
قومی زبان کراچی، ص ۱۶۱-۱۶۹، ۸/۶۴

اکبرالدین صدیقی، محمد — بابائے اردو کی شاعری
قومی زبان کراچی، ص ۷۱-۷۵، ۸/۶۴

بادشاہ حسین، سید — کچھ باتیں کچھ یادیں (مولوی عبدالحق)
قومی زبان کراچی، ص ۴۷-۵۲، ۸/۶۴

بادشاہ حسین، سید — مولوی عبدالحق مرحوم
انجام کراچی، ص ۶، ۱۷/۸/۶۴

بنارسی داس چترویدی — مولوی عبدالحق مرحوم
انجام کراچی، ص ۵، ۱۷/۸/۶۴

جلیل قدوائی — بابائے اردو کی سیرت کے چند قابل ذکر پہلو
قومی زبان کراچی، ص ۴۳-۴۶، ۸/۶۴

حمیداللہ، محمد — مولوی عبدالحق مرحوم کی یاد میں
قومی زبان کراچی، ص ۱۱-۱۴، ۸/۶۴

داؤد رہبر — جیتے جاگتے مولوی صاحب
قومی زبان کراچی، ص ۲۵-۳۰، ۸/۶۴

سخاوت مرزا — مولوی عبدالحق اور ان کے قدیم دوست مولوی سید علی شبیر
قومی زبان کراچی، ص ۱۸۹-۱۹۷، ۸/۶۴

شاہد احمد دہلوی — مولوی عبدالحق
قومی زبان کراچی، ص ۱۵-۲۳، ۸/۶۴

جنگ کراچی، ص ۲ ، ۱۶ ۸/۶۴

شبیر علی کاظمی، سید — خطبات عبدالحق میں بابائے اردو کا اسلوب
قومی زبان کراچی، ص ۶۵ - ۶۹ ، ۸/۶۴

شبیر قریشی — انجمن ترقی اردو بابائے اردو کے بعد
جنگ کراچی، ص ۶ ، ۱۶ ۸/۶۴

شریف الحسن اورنگ آبادی — بابائے اردو مولوی عبدالحق
انجام کراچی، ص ۱ ، ۱۶ ۸/۶۴

شیخ احمد اورنگ آبادی — سیرت بابائے اردو کی تشکیل میں علی گڑھ کی روایات کا حصہ
قومی زبان کراچی، ص ۱۰۳ - ۱۰۹ ، ۸/۶۴

عالی، جمیل الدین — بوڑھا سپاہی (بابائے اردو)
انجام کراچی، ص ۳ ، ۱۶ ۸/۶۴

قدرت نقوی، سید — غالب سے مولوی عبدالحق تک
قومی زبان کراچی، ص ۵۳ - ۶۳ ، ۸/۶۴

قیصر، سید ابن حسن — اشاریہ عبدالحق - اگست ۱۹۶۳ء سے جولائی ۱۹۶۴ء تک اردو اخبارات و رسائل میں بابائے اردو پر شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ
قومی زبان کراچی، ص ۲۱۱ - ۲۱۲ ، ۸/۶۴

گلی یف ، این — روس میں اردو اور بابائے اردو کی یاد
قومی زبان کراچی، ص ۳۷ - ۳۸ ، ۸/۶۴

مائل، محمد زکریا — بابائے اردو کے کردار کا ایک درخشاں رخ
قومی زبان کراچی، ص ۷۷ - ۸۰ ، ۸/۶۴

محمد احمد سبزواری — چند تاثرات (مولوی عبدالحق کے متعلق)
قومی زبان کراچی، ص ۳۱ - ۳۶ ، ۸/۶۴

محی الدین احمد — مولوی عبدالحق کی کمزوریاں
قومی زبان کراچی، ص ۹۱ - ۹۵ ، ۸/۶۴

مسلم ضیائی — ایک انسان - ایک خط
قومی زبان کراچی، ص ۸۱ - ۸۵ ، ۸/

معین الرحمن — بابائے اردو (احوال و افکار)
قومی زبان کراچی، ص ۳۲۱ - ۳۵۵ ، ۸/

معین الرحمن — بابائے اردو اپنے ایک قدیم دوست کی نظر میں نواب معشوق یار جنگ سے ایک ملاقات
قومی زبان کراچی، ص ۱۳۱ - ۱۳۹ ،

نادم سیتاپوری — (بابائے اردو کے) چند غیر مطبوعہ خط
قومی زبان کراچی، ص ۱۱۱ - ۱۲۰ ،

وحید قیصر ندوی، سید — باتیں ان کی یاد رہیں گی (مولوی عبدا
قومی زبان کراچی، ص ۱۴۹ - ۱۵۹ ،

یوسف بخاری دہلوی — دلّی کا روڑا
قومی زبان کراچی، ص ۱۲۱ - ۱۳۰ ،

—— — بابائے اردو مشاہیر کی نظر میں
انجام کراچی، ص ۵ ، ۱۶ ۸/۶۴

—— — بابائے اردو دوسروں کی نظر میں
جنگ کراچی، ص ۵ ، ۱۶ ۸/۶۴

مولانا صلاح الدین احمد

ابن انشا — یاد یار مہرباں آید مجھے - مولانا صلاح الدین احمد
قومی زبان کراچی، ص ۳۵ - ۴۰ ،

امید فاضلی ڈبائیوی　مولانا صلاح الدین احمد سے ایک ملاقات

انجام کراچی، ۷، ۶۴/۴

قومی زبان کراچی، ۴۱-۴۶، ۶۴/۶/۷

خورشید، عبدالسلام　ایک روشن ستارہ (مولانا صلاح الدین احمد)

قومی زبان کراچی، ص ۳۰-۳۴، ۶۴/۷

سلیم کیانی　ایک روشن دماغ تھا نہ رہا (مولانا صلاح الدین احمد)

سیارہ لاہور، ص ۱۳-۱۴، ۶۴/۷

دوسری زبانوں کا ادب

شمس الرحمٰن فاروقی　شیکسپیئر اور ہم

صبا حیدرآباد دکن، ص ۱۷-۲۲، ۶۴/۳

ڈیوڈلی، چارلس　اسپینی ادب ۱۹۳۹ء کے بعد

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳-۷، ۶۴/۸

ص ۳-۴، ۶۴/۸/۱۵

زیدی جعفر رضا　لفظ ہندی کی تحقیق اور اس کی شاعری پر ایک نظر

معارف اعظم گڑھ، ص ۲۲-۳۸، ۶۴/۷

ص ۹۹-۱۱۳، ۶۴/۸

فراق گورکھپوری　ہندی اردو نزاع مترجمہ عبدالحی

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳-۴، ۶۴/۸/۱

نیاز فتحپوری　ہندی اور عربی شاعری میں خیال و بیان کا توارد

جنگ کراچی، ص ۳، ۶۴/۶/۵

سری نیواس لاہوتی　نرآلو د کانت ترپاٹھی نرالا (۱۸۹۶ء-۱۹۵۸ء) کی شخصیت اور شاعری

سب رس حیدرآباد دکن، ص ۱۳-۱۹، ۶۴/۷

عبداللہ، سید　فارسی کا ایک اور تذکرہ "مذکر الاصحاب"

اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۱۳-۱۲۴، ۶۴/۵/۸

ذکیہ احمد　سلجوقی دور کے دو ستارے - سنائی اور عطار

ملا حیدرآباد دکن، ص ۸، ۶۴/۸

شبیر احمد خاں غوری　خیام کا قدیم ترین تذکرہ

معارف اعظم گڑھ، ص ۵-۲۱، ۶۴/۷

فاضل، عبدالرشید　ادبیات ایران میں گلستان کا مقام

فاران کراچی، ص ۱۶-۳۴، ۶۴/۹

سید ہاشمی فرید آبادی　مسعود سعد اور امیر خسرو

اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۸۰-۹۰، ۶۴/۵/۸

عابدی، سید امیر حسن　مرزا حسن بیگ رفیع (شاہجہانی دربار کا ایک شاعر)

برہان دہلی، ص ۱۰۶-۱۱۳، ۶۴/۸

فضل امام پھلواری خواجہ　زیب النساء اور دیوان مخفی

لاہور لاہور، ص ۸-۹، ۶۴/۶/۲۴

محمد ظفر خاں　مثنوی غنیمت (وفات ۱۱۰۸ھ)

ساقی کراچی، ص ۳-۲۱، ۶۴/۸

محمد ظفر خاں　(حسین قلی) مستعان کی کہانیاں (ایک جدید فارسی افسانہ نگاری کے فن کا تجزیہ)

ہم قلم کراچی، ص ۱۳-۲۳، ۶۴/۸

الدین اصلاحی — ابوالعلا معری
معارف اعظم گڑھ، ص ۳۹ – ۵۸، ۷/۶۴
ص ۱۱۴ – ۱۳۷، ۸/۶۴

سفرنامے اور جغرافیہ

سید سلیمان ندوی — عرب اور جغرافیہ مترجمہ وحید قیصر ندوی
جنگ کراچی، ص ۲، ۸/۶۴ ۸
ص ۱۱، ۸/۶۴ ۲۲
ص ۱۱، ۸/۶۴ ۲۹

علی، جمیل الدین — دنیا مرے آگے
جنگ کراچی، ص ۲، ۷/۶۴ ۴
ص ۲، ۷/۶۴ ۱۳
ص ۲، ۷/۶۴ ۲۰
ص ۲، ۷/۶۴ ۲۸
ص ۲، ۸/۶۴ ۳
ص ۲، ۸/۶۴ ۱۰
ص ۲، ۸/۶۴ ۲۲
ص ۲، ۸/۶۴ ۳۱

عالی، طفیل احمد — ماسکو میں ۴۸ گھنٹے اور ۸ صدیاں
انجام کراچی، ص ۱۲، ۷/۶۴ ۴
ص ۱۲، ۷/۶۴ ۱۳
ص ۱۲، ۷/۶۴ ۲۰
ص ۱۲، ۷/۶۴ ۲۸
ص ۱۲، ۸/۶۴ ۳
ص ۱۲، ۸/۶۴ ۱۰
ص ۱۲، ۸/۶۴ ۲۲
ص ۱۲، ۸/۶۴ ۳۱

جبین — جنوب مغربی ایشیا – جغرافیائی رنگارنگی اور سیاسی اہمیت
جامعہ دہلی، ص ۴۲۹ – ۴۳۵، ۸/۶۴

عالد مبارک پوری — حرمین کی باتیں
البلاغ بمبئی، ص ۷۳ – ۷۶، ۸/۶۴

[illegible]

البلاغ بمبئی، ص ۲۸ – ۳۲، ۸/۶۴

محمد عمر — لکھنؤ
آج کل دہلی، ص ۱۷ – ۳۱، ۷/۶۴

نیاز فتحپوری — لکھنؤ مرحوم
نگار پاکستان کراچی، ص ۴۲ – ۴۴، ۷/۶۴

شمیم احمد، سید — مسجدوں کا شہر – ڈھاکہ
ماہ نو کراچی، ص ۳۶ – ۳۸، ۷/۶۴

بشیر تبسم — کہتے ہیں بہاراں ہے (موسم بہار – اسلام آباد میں)
ماہ نو کراچی، ص ۱۰ – ۱۱، ۷/۶۴

غلام رضا، غازی — چترال
انجام کراچی، ص ۱، ۸/۶۴ ۱۰

غلام عباس، سید — راج کٹاس
انجام کراچی، ص ۱، ۷/۶۴ ۱۸

فیض محمد سومرو — وادی مہران
جنگ کراچی، ص ۴، ۷/۶۴ ۱۷

رضوانہ حامد — کابل – افغانستان کا دارالحکومت
جنگ کراچی، ص ۵، ۸/۶۴ ۱۸

نور احمد قادری — انڈونیشیا – ہمارا ہمسایہ ہمارا دوست
جنگ کراچی، ص ۳، ۸/۶۴ ۱۸

سوانح

قمر پیلی بھیتی، بنارسی — سنت کبیر داس (۱۴۴۰ء – ۱۵۱۸ء)
داس سکینہ — طلاپ حیدر آباد دکن، ص ۸، ۸/۶۴ ۲۶
ازہری، بادشاہ زادہ — حضرت امام اعظمؒ تاریخ کی روشنی میں

ثقافت لاہور، ص ۲۰-۲۴، ۶۴ء

محمد سخاوت مرزا قادری — سید محی الدین قطب ویلوری ——
ولادت مدراس، ۱۲۹۰ھ - ۱۸۷۴ء
معارف اعظم گڑھ، ص ۳۴-۴۷، ۶۴ء

—— مولانا عبیداللہ سندھی
جنگ کراچی، ص ۵، ۲۲ / ۶۴

سردار علی صابری — غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
انجام کراچی، ص ۱، ۲۲ / ۶۴

سردار علی صابری — نظام الدین اولیا
انجام کراچی، ص ۱، ۲۹ / ۶۴

شاہین، شیخ محمد اقبال — حضرت سلطان باہو
انجام کراچی، ص ۲، ۶۴ء

طوغان، زکی ولیدی — غازاں خاں خلیل و خواجہ بہاء الدین نقشبند
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۸۹-۱۹۹، ۶۴ء

محمد اسلام — حضرت داتا گنج بخشؒ
جنگ کراچی، ص ۵، ۶ / ۶۴

ناز فریدی — خواجہ غلام فرید
انجام کراچی، ص ۱۱، ۱۵ / ۶۴

قدرت اللہ فاطمی، سید — وہابی تحریک اصلاح کے دو قائد، سید احمد شہیدؒ اور امام بونجول
فکر و نظر کراچی، ص ۲۲-۳۳، ۶۴ء

ملا واحدی — عباسی عہد کے چند علما
فاران کراچی، ص ۳۳-۳۷، ۶۴ء

شہریار — ہٹلر - وہ نفسیاتی بیماری کا شکار تھا
انجام کراچی، ص ۶، ۶ / ۶۴

شہریار — دومنو - البانیہ کا آخری تاجدار
انجام کراچی، ص ۶، ۱۴ / ۶۴

—— نوجوان قیدی - سن یٹ سان
جنگ کراچی، ص ۲، ۳ / ۶۴
ص ۲، ۱۰ / ۶۴

رئیس احمد جعفری (مترجم) — تزک تیمور (۲)
ثقافت لاہور، ص ۶۱-۶۸، ۶۴ء

ظہور الدین احمد — ابوالفضل کا مذہب
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۰۰-۱۱۲، ۶۴ء

مسعود حسن رضوی، سید — (نواب) بادشاہ بیگم - محل خاص غازی الدین حیدر
لاہور لاہور، ص ۱۲-۱۳، ۳ / ۶۴

آصف مجیب — پنڈت جواہر لال نہرو
جامعہ دہلی، ص ۳۲۷-۳۳۷، ۶۴ء

ادارہ — (جواہر لال نہرو کے) خیالات — "تلاش ہند" سے اقتباسات
محور کراچی، ص ۱۶-۲۰، ۶۴ء

ادارہ — (جواہر لال نہرو) شخصیت — خود نوشت سے اقتباسات
محور کراچی، ص ۷-۱۵، ۶۴ء

آتش، گوپی ناتھ — پنڈت جواہر لال نہرو
آج کل دہلی، ص ۱۳-۱۵، ۶۴ء

اندرا نہرو — باپ اپنی بیٹی کی نظر میں (جواہر لال نہرو)
صبح امید بمبئی، ص ۲۳-۲۶، ۶۴ء

سید محمود — جواہر لال نہرو

مصنف	عنوان	ماخذ
		آج کل دہلی، ص ۹-۱۲، ۷/۶۴
ط۔ انصاری	جواہر لال نہرو سوویٹ یونین میں	دور حیات بمبئی، ص ۷-۱۰، ۸/۶۴
صالحہ عابد حسین	مہدی نواز جنگ	صبا حیدرآباد دکن، ص ۳۲-۳۳، ۸/۶۴
اشرف عطا	جب قائد اعظم نے تلک کے مقدمہ کی پیروی کی (تحریک آزادی)	چٹان لاہور، ص ۱۱، ۲۴ ۸/۶۴
محی الدین، ایس، احمد	قائد اعظم	جنگ کراچی، ص ۱۱، ۱۴ ۸/۶۴
شورش کاشمیری	شاہ جی ــ سید عطاء اللہ شاہ بخاری	جنگ کراچی، ص ۵، ۲۴ ۸/۶۴
محمد سرفراز خاں	علامہ عنایت اللہ مشرقی مرحوم	جنگ کراچی، ص ۵، ۲۸ ۸/۶۴
حبیب کیفوی	شیخ غلام قادر ـ کشمیر میں ۱۹۳۱ء کی سول نافرمانی کا رہنما	انجام کراچی، ص ۷، ۱۳ ۷/۶۴
افتخار حسین، آغا	پروفیسر آربری (استاد عربی و فارسی کیمبرج یونیورسٹی) سے ایک ملاقات	جنگ کراچی، ص ۳، ۱۶ ۷/۶۴
تنہا، محمد یحییٰ	سید راس مسعود	قومی زبان کراچی، ص ۵۷-۵۸، ۶-۷/۶۴
رحمٰن، ایس۔ اے اور دیگر حضرات	یادداشتیں (پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع)	اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۲۰۱-۲۲۹، ۶-۷/۶۴
رشید احمد صدیقی	سر سید ہاؤس کے کھنڈر سے ــ سید راس مسعود	قومی زبان کراچی، ص ۵۹-۶۱، ۶-۷/۶۴
سعید انصاری	جان ڈیوی: دور جدید کا سب سے بڑا معلم	جامعہ دہلی، ص ۳۴۳-۳۵۹، ۷/۶۴
جمیل احمد	الہیثم	کارگر کراچی، ص ۲۴-۲۵، ۶-۷/۶۴
ابو الفضل صدیقی	ڈاکٹر قاسم ـ ایک صاحب دل قابل فخر معالج	جنگ کراچی، ص ۵، ۳ ۸/۶۴
شہریار	پرنس علی خاں	انجام کراچی، ص ۷، ۲۰ ۷/۶۴
حامد الانصاری غازی	برنارڈ شا	چٹان لاہور، ص ۱۴، ۶ ۷/۶۴
تحسین سروری	مولوی سید ہاشمی فریدآبادی	جنگ کراچی، ص ۵، ۲۷ ۷/۶۴
زیبا، شجاعت احمد	مولوی سید ہاشمی فریدآبادی مرحوم	جنگ کراچی، ص ۳، ۲۲ ۷/۶۴
شوکت سبزواری	ہم سفر ـ ڈاکٹر صفدر حسین صفدر)	انجام کراچی، ص ۱۰، ۶ ۷/۶۴
ص۔ ل (صہبا لکھنوی)	حفیظ ہوشیارپوری	افکار کراچی، ص ۸۷-۹۱، ۷/۶۴
ضیاء الدین بدایونی	احسن مارہروی	جنگ کراچی، ص ۵، ۳۱ ۸/۶۴
عاشق حسین بٹالوی	اے۔ ڈی۔ اظہر	

چرن داس، گرو — لندن میں واجد علی شاہ کی وکالت کا
انجام (مولوی مسیح الدین خاں کے قلمی سفرنامے
سے ماخوذ)
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱۰ ، ۸/۶۴ ۱۹

ابوالامان امرتسری — رنجیت سنگھ اور اس کی حکومت
لاہور لاہور، ص ۶ – ۷ ، ۸/۶۴ ۳۱

تحسین سروری — ترک شہزادیاں اور دکن کے شہزادے
جنگ کراچی، ص ۱۱ ، ۷/۶۴ ۲۵
ص ۱۲ ، ۸/۶۴ ۱

اللہ درایو بردہی — ٹھٹھہ — ایک تاریخی علمی مرکز
الرحیم حیدرآباد، ص ۶۵ – ۷۰ ، ۷/۶۴

نفیس الدین احمد خاں، خاں — شہر لاہور اور اس کی تاریخ
لاہور لاہور، ص ۱۴ – ۱۶ ، ۷/۶۴ ۶
ص ۱۳ – ۱۵ ، ۷/۶۴ ۱۳

عالم علی سید — قافلۂ حریت - منزل منزل
جنگ کراچی، ص ۵ ، ۸/۶۴ ۱۴

راحت حسین، خواجہ — تقسیم بنگال سے تقسیم ہند تک
انجام کراچی، ص ۱۵ ، ۸/۶۴ ۱۵

خورشید، عبد السلام — پاکستان کا بانی کون تھا - چودھری
رحمت علی علامہ اقبال یا قائد اعظم
محور کراچی، ص ۷ – ۹ ، ۸/۶۴

امداد نظامی — ۲۰ سال پہلے - پاکستان زندہ باد
انجام کراچی، ص ۱۷ ، ۸/۶۴ ۱۵

ادارہ — راست اقدام - پاکستان کے لئے عوامی
انقلابی جدوجہد
محور کراچی، ص ۱۱ – ۱۲ ، ۸/۶۴

محمد اسلام — پاکستان اور ریڈ کلف ایوارڈ
جنگ کراچی، ص ۳ ، ۸/۶۴ ۱۴

سردار علی صابری — دلی میں آزادی کے سورج کا طلوع —
۳ جون سے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء
انجام کراچی، ص ۸ ، ۸/۶۴ ۱۵

حبیب کیفوی — کشمیر میں صد سالہ ڈوگرہ استبداد کی
داستان
انجام کراچی، ص ۸ ، ۷/۶۴ ۲۷

—— — جشن مشروطیت ایران (جو ہر سال
۱۵ اگست کو منایا جاتا ہے)
جنگ کراچی، ص ۳ ، ۸/۶۴ ۶

محمد رشید فیروز — ترکی قومیت کی تحریک کے اسباب
فکر و نظر کراچی، ص ۴۹ – ۵۴ ، ۷/۶۴

بدر عالم — بچارے امریکن نیگرو
سیارہ لاہور، ص ۸۲ – ۸۸ ، ۸/۶۴

ذوالفقار علی ملک — مصر میں مسلمانوں کے آباد کردہ دو شہر
فسطاط اور قاہرہ
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۶۷ – ۱۸۸ ، ۶۴

مطبوعات جن پر جولائی اور اگست ۱۹۶۴ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں تبصرے شائع ہوئے

منظور احمد عباسی — فہرست مخطوطات عربیہ پنجاب پبلک
لائبریری لاہور
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۶۰ ، ۸/۶۴

نواب علی، سید — معارج الدین (سائنس اور مذہب کا باہمی تعلق)
نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷، ۶۴ء

علی عبدالرزاق — اسلام اور اصول حکمت مترجمہ ف۔ م ماجد
ترجمان القرآن لاہور، ص ۲۷۳-۲۴۴، ۶۴ء

محمد مستنصر باللہ، شیخ — دعوت حق (تعلیمات اسلام)
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء ۲۱

(سہ ماہی) سفر بمبئی، — مدیر نسیم اعجاز کوکنی
صبح امید بمبئی، ص ۲۹، ۶۴ء

(ماہنامہ) الرحیم حیدرآباد، — ایڈیٹر محمد سرور
جنگ کراچی، ص ۲، ۶۴ء ۱۰

(ماہنامہ) حرم لکھنؤ، — امام اہل سنت نمبر — مدیر عبدالمومن فاروقی
تجلی دیوبند، ص ۵۶-۵۷، ۶۴ء

عبدالسلام، قاضی — صراط مستقیم - پرویز اور مودودی کی دعوت پر غور و فکر
الرحیم حیدرآباد، ص ۷۷، ۶۴ء

مخفی القادری محمد بشیر — یادگار مخفی — شیخ محمد اکرم کی تالیف "رود کوثر" کا تنقیدی جائزہ
جنگ کراچی، ص ۲، ۶۴ء ۱۰

احمد عبداللہ المسدوسی — جہان مومنان مشک فام (افریقہ میں اسلام)
تجلی دیوبند، ص ۶۱-۶۴، ۶۴ء

پیر محمد جی وا محمد حسن — ترجمہ اردو مفردات القرآن (تصنیف راغب اصفہانی)
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء ۱

عبدالقادر، ابو الفدا محمد — سرچشمۂ قرآن — ٹسڈل کی مشہور کتاب "ینابیع الاسلام" کا جواب
برہان دہلی، ص ۶۲، ۶۴ء

رہبر، معین الدین — قرآن پاک اور آسمانی پروازیں
برہان دہلی، ص ۶۱-۶۲، ۶۴ء

محمد مالک — اصول تفسیر
تجلی دیوبند، ص ۷۰، ۶۴ء
ص ۴، ۶۴ء ۲۴

محمد اویس ندوی نگرامی — اصول حدیث
صدق جدید لکھنؤ، ص ۷، ۶۴ء

محمد زبیر صدیقی — تاریخ تدوین حدیث
ترجمان القرآن لاہور، ص ۲۷۷-۲۸

ملا علی قاری — موضوعات کبیر کا اردو ترجمہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء

امین احسن اصلاحی — اسلامی قانون کی تدوین
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء ۳

شاہ ولی اللہ دہلوی — عقد الجید مترجم اردو ساجد الرحمٰن
برہان دہلی، ص ۱۲۷، ۶۴ء

محمد تقی امینی — مقالات امینی
زندگی رام پور، ص ۶۳، ۶۴ء

عبدالشکور — کتاب الصلوٰة
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء ۳۱

رؤف، فضل احمد	حقیقتِ رمضان
	جنگ کراچی، ص ۲، ۲/۶۴ ۱۰
شاہ ولی اللہ دہلوی	فیوض الحرمین مترجم از عابد الرحمٰن صدیقی
	برہان دہلی، ص ۱۲۷، ۳/۶۴
عبد الرؤف رحمانی	سفرنامہ حجاز
	معارف اعظم گڑھ، ص ۸۷-۹۰، ۲/۶۴
سندی، محمد ابو الخیر	تحریف الاذان ــ اذان کے بعد صلاۃ
	وسلام پڑھنا بدعت قرار دیا ہے
	الرحیم حیدر آباد، ص ۷۷-۷۸، ۲/۶۴
حسین علی	جواہر القرآن (توحید اور شرک) مرتبہ
	غلام اللہ خاں
	تجلی دیوبند، ص ۶۴-۶۵، ۸/۶۴
محمد اشرف خاں	پیامِ رسالتِ امت ــ دعوتِ حق کے
	فرائض و آداب
	برہان دہلی، ص ۶۴، ۲/۶۴
محمد اسحٰق ندوی سندیلوی	مسئلہ ختم نبوت علم وعقل کی روشنی میں
	معارف اعظم گڑھ، ص ۸۰، ۲/۶۴
فرخ حیدر، سید	روح اور اس کی ماہیّت
	کتاب نما دہلی، ص ۲۲، ۲/۶۴
محمد شفیع دیوبندی	روح تصوّف
	صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۲/۶۴ ۳
شیخ محمد تھانوی	وحدت الوجود والشہود مرتبہ ثناء الحق
	معارف اعظم گڑھ، ص ۷۹-۸۰، ۲/۶۴
علم الدین، محمد	قادری نامہ حصہ اول و دوم
	جنگ کراچی، ص ۲، ۲/۶۴ ۱۰
محمد تقی امینی	کائنات میں انسان کا مقام
	معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۸، ۸/۶۴
محمود عباس العقاد	عبقریت محمدؐ ترجمہ فروغ احمد
	برہان دہلی، ص ۶۳، ۲/۶۴
پیام شاہجہانپوری	حیات حسنؓ
	کتابی دنیا کراچی، ص ۳-۴، ۲/۶۴
	نگار پاکستان کراچی، ص ۷۹، ۸/۶۴
جمیل جالبی	پاکستانی کلچر
	ساقی کراچی، ص ۶۴، ۸(؟) ۲/۶۴
	جمیعۃ لاہور، ص ۱۱۲-۱۱۳، ۲/۶۴
	کتابی دنیا کراچی، ص ۴-۷، ۸/۶۴
ضیاء الحسن فاروقی	سیاسی نظریئے ــ افلاطون اور ارسطو
	تجلی دیوبند، ص ۵۹، ۲/۶۴
حبیب الرحمٰن	معاشیات
	صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۳/۶۴ ۷
افضل حسین	فنِ تعلیم و تربیت
	تجلی دیوبند، ص ۵۵، ۲/۶۴
عبد الغفار مدھولی	مدرسہ ابتدائی کی کہانی
	تجلی دیوبند، ص ۵۸-۵۹، ۲/۶۴
سید احمد دہلوی	رسوم دہلی
	فاران کراچی، ص ۴۹-۵۰، ۳/۶۴
غلام ربانی	رہنمائے اردو (ان طلبہ کے لئے جن کی
	مادری زبان اردو نہیں ہے)
	صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۲/۶۴ ۱۰
لطیف احمد اکبر آبادی	نقد ادب (ایبرکرومبی کی پرنسپلز آف

لٹریری کرٹی سی ازم کا اردو ترجمہ)

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۸/۶۴ ۷

زورحیدرآبادی　　ادبی تحریریں

محی الدین قادری　　صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۷/۶۴ ۱۰

فرمان فتحپوری　　تحقیق و تنقید

فاران کراچی، ص ۴۸ - ۴۹، ۸/۶۴

نذیر احمد　　تاریخی و ادبی مطالعے

برہان دہلی، ص ۶۱، ۷/۶۴

الزبیر بہاولپور ـــــ آپ بیتی نمبر ـ مدیر مسعود حسن شہاب

لاہور لاہور، ص ۱۹، ۷/۶۴ ۲۰

نقوش لاہور ـــــ آپ بیتی نمبر حصہ اول و دوم ـــ ایڈیٹر محمد طفیل

صدق جدید لکھنؤ، ص ۳، ۸/۶۴ ۷

لاہور لاہور، ص ۱۶ - ۱۸، ۵/۶۴ ۲

(سہ ماہی) نخلستان اودے پور ـ ایڈیٹر پریم شنکر سریواستو

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۲، ۷/۶۴ ۲۲

(ماہنامہ) افق ورنگل ـ ایڈیٹر بدنام رفیعی اور مسعود جاوید ہاشمی

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۱، ۸/۶۴ ۸

(ماہنامہ) بانو دہلی ـــ سالنامہ ۱۹۶۴ء ـــ مدیران زینت کوثر دہلوی اور ادریس دہلوی

صبح امید بمبئی، ص ۸۴، ۷/۶۴

(ماہنامہ) پگڈنڈی امرتسر ـ یلدرم نمبر ـــ مرتبہ سید صبا زائد اللہ رفعت

کتابی دنیا کراچی، ص ۶، ۶۴

(ماہنامہ) پونم حیدرآباد دکن ـــ ایڈیٹر ناصر کرنولی

خاتون دکن حیدرآباد، ص ۵۶، ۶/۶۴ ۸

(ماہنامہ) پیام تعلیم دہلی ـــ ایڈیٹر محمد حسین ندوی

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۱ ـ ۸/۶۴ ۸

(ماہنامہ) تحریک دہلی ـــ چین نمبر ـــ ادارۂ تحریر گوپال اور دیگر حضرات

تجلی دیوبند، ص ۵۵ - ۵۶، ۷/۶۴

صبح امید بمبئی، ص ۴۸ - ۴۹، ۷/۶۴

(ماہنامہ) عصمت کراچی ـــ سالگرہ نمبر ۱۹۶۴ء (سوانحِ عمری راشد الخیری) ایڈیٹر رازق الخیری

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۸/۶۴ ۷

(ماہنامہ) گل خنداں لاہور ـــ بزرگان دین نمبر ـ مرتب عبدالرؤف

برہان دہلی، ص ۶۳ - ۶۴، ۷/۶۴

(ماہنامہ) گل خنداں لاہور ـــ سید الشہداء نمبر

برہان دہلی، ص ۶۴، ۷/۶۴

(ماہنامہ) لالہ زار لکھنؤ (ڈائجسٹ) ـ جنوری فروری نمبر مدیر افتخار اعظمی اور عبدالحفیظ صدیقی

تجلی دیوبند، ص ۶۴، ۶/۶۴

حافظ، فضل اللہ　　پربت کے گیت ـ روداد مشاعرہ

سب رس حیدرآباد دکن، ص ۲۷ - ۲۹، ۷/۶۴

عشرت کرتپوری　　صبح بنارس

شاعر بمبئی، ص ۶۳، ۷/۶۴

محکمہ اطلاعات حکومت آندھرا پردیش　　جوالا مکھی مرتبہ نریندر لوتھر (چینی حملے کے خلاف نظموں اور غزلوں کا انتخاب)

صبح امید بمبئی، ص ۲۸، ۸/۶۴

کرامت، کرامت علی — آبِ خضر ۔ اڑیسہ کے قدیم و جدید شعرا کا تذکرہ
کتاب نما دہلی، ص ۲۷ - ۲۸، ۶۴ء

وزیر آغا — نظم جدید کی کروٹیں
صبا حیدر آباد دکن، ص ۴۳ - ۴۴، ۶۴ء

علی عادل شاہ ثانی، وسلطان بیجاپور — کلیات شاہی مرتبہ زینت ساجدہ
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء، ۷

حسان، محمد حسین — میر تقی میر (زندگی اور شاعری کی تفصیلات)
معارف اعظم گڑھ، ص ۷۹، ۶۴ء

قائم چاندپوری — دیوان قائم مرتبہ خورشید الاسلام
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء، ۲۸

انیس اکیڈمی حیدرآباد — ساونیر یوم انیس ۱۹۶۲ء
سب رس حیدرآباد دکن صفحہ ۳۴، ۲۸، ۳۲، ۶۴ء

صفدر حسین سید — ایپک شاعری اور میر انیس
صحیفہ لاہور، ص ۹ - ۵۹، ۶۴ء

سید حسن (ایڈیٹر) — اشعار اکبر (اکبر الہ آبادی)
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۹، ۶۴ء

اشفاق علی خاں — جگر کی غزلیہ شاعری
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء، ۲۸
نگار پاکستان کراچی، ص ۷۸ - ۷۹، ۶۴ء

حمیدہ سلطان احمد — جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۹ - ۴۰، ۶۴ء
صبح امید بمبئی، ص ۴۹ - ۵۰، ۶۴ء
صحیفہ لاہور، ص ۱۰۶ - ۱۰۷، ۶۴ء

آزاد، جگن ناتھ — وطن میں اجنبی ۔ شعری مجموعہ
نگار پاکستان کراچی، ص ۸۰، ۶۴ء

بلالی شاہ چشتی قادری — شعلۂ رقصاں ۔ مجموعہ کلام
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۲، ۶۴ء، ۱۵

پرویز، پرکاش ناتھ — جادۂ منزل
صبح امید بمبئی، ص ۴۹، ۶۴ء

حقی، شان الحق — تارِ پیراہن
فاران کراچی، ص ۵۰ - ۵۹، ۶۴ء

خالد، عبدالعزیز — کلکِ موج
صدقِ جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء، ۱۴

داؤد چغتائی — چاند کی بستی ۔ شعری مجموعہ
صبا حیدر آباد دکن، ص ۴۷ - ۴۸، ۶۴ء

رازداں، پنڈت سروپ نرائن — شعرائین ۔ مجموعہ کلام
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۴ء، ۱۰

رئیس امروہوی — الف
صبح امید بمبئی، ص ۴۷ - ۴۸، ۶۴ء
ماہ نو کراچی، ص ۵۱، ۶۴ء

سہیل احمد زیدی — صنوبروں کا شہر
زندگی رام پور، ص ۵۷ - ۵۹، ۶۴ء

صفدر حسین، سید — رقص طاؤس ۔ شعری مجموعہ
ساقی کراچی، ص ۶۴، ۶۴ء
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۳۸ - ۳۹، ۶۴ء
فاران کراچی، ص ۴۹ - ۶۰، ۶۴ء

ظفر حمیدی — رقصِ خیال ۔ مجموعہ کلام
شاعر بمبئی، ص ۶۲، ۶۴ء

عادل قادری، سید داؤد — کلام عادل
صبح امید بمبئی، ص ۹۴، ۷/۶۴

عزیز تمنائی — برگِ نوخیز (سائنس)
صبا حیدرآباد دکن، ص ۵۴ - ۶۴، ۸/۶۴

قیصر قلندر — سازِ جہاں
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۳۹ - ۴۰، ۸/۶۴

مہدی رضوانی، سید علی — مطلع وطن - ہندوستان کی منظوم تاریخ ہندوؤں کے عہد تک
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۸/۶۴ ۲۸

قہر مہلائی — نزہت دل - مجموعۂ کلام
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۷، ۸/۶۴ ۸

یحییٰ اعظمی — نوائے حیات
نوائے ادب بمبئی، ص ۶۹ - ۷۰، ۷/۶۴

واہی، رضا نقوی — طنز و تبسم - طنزیہ اور ظریفانہ نظموں کا مجموعہ
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۳ - ۴۴، ۷/۶۴

خالد، عبدالعزیز — ورقِ ناخواندہ
کتابی دنیا کراچی، ص ۱ - ۳، ۸/۶۴

اعجاز نقوی — ۱۹۶۳ء کے منتخب افسانے
صحیفہ لاہور، ص ۱۱۰ - ۱۱۱، ۷/۶۴

موہن یاور — قوسِ جہلم - مختلف افسانہ نگاروں کے ۱۰ مختلف افسانے
شاعر بمبئی، ص ۴۲ - ۴۳، ۷/۶۴

اسعد گیلانی — حکایاتِ جنوں
تجلی دیوبند، ص ۵۹ - ۶۰، ۸/۶۴

جمیل الرحمٰن بنگلوری — راحت - ناول
کتاب نما دہلی، ص ۲۶ - ۲۷، ۷/۶۴

صالحہ عابد حسین — راہِ عمل - ناول
جامعہ دہلی، ص ۴۸۷ - ۴۸۸، ۷/۶۴
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۳۵، ۷/۶۴

گوپال کرشن مارکنڈا — پیاسی بیل
صبا حیدرآباد دکن، ص ۴۴ - ۴۷، ۸/۶۴
صبح امید بمبئی، ص ۷۴، ۷/۶۴

موہن یاور — دو کنارے - افسانے
شاعر بمبئی، ص ۴۲، ۷/۶۴

وحید قریشی — اردو کا بہترین انشائی ادب
صحیفہ لاہور، ص ۱۱۱ - ۱۱۲، ۷/۶۴

صدیق الرحمٰن قدوائی — ماسٹر رام چندر
معارف اعظم گڑھ، ص ۸۷، ۷/۶۴

عبدالحق (بابائے اردو) — مکتوبات عبدالحق مرتبہ جلیل قدوائی
نوائے ادب بمبئی، ص ۷۲ - ۷۴، ۷/۶۴

تخلص بھوپالی — پاندان والی خالہ
برہان دہلی، ص ۴۳، ۷/۶۴

تخلص بھوپالی — غفور میاں
جامعہ دہلی، ص ۳۸۸ - ۳۸۹، ۷/۶۴
صبح امید بمبئی، ص ۲۸، ۸/۶۴
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۸/۶۴ ۲۸

نامر، نصیر احمد — اقبال اور جمالیات
لاہور لاہور، ص ۱۶ - ۱۷، ۸/۶۴ ۲۴

ڈٹمن، والٹ — گھاس کی پتیاں - امریکہ کے مشہور

قومی شاعر کی چند نظموں کا منظوم
اردو ترجمہ از قیوم نظر
صحیفہ لاہور، ص ۱۰۸ - ۱۰۹، ۷/۶۴

ہارڈ، امیر چند — نسیم مغرب - انگریزی نظموں کا
منظوم اردو ترجمہ
نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷ - ۷۸، ۸/۶۴

ولدونی، کارلو — دغاباز - دو ایکٹ کا ڈرامہ
مترجمہ کمال احمد رضوی
صحیفہ لاہور، ص ۱۰۹ - ۱۱۰، ۷/۶۴

منور لکھنوی، بشیشور پرشاد — شکنتلا (کالی داس کے شہرہ آفاق
ناٹک کا ترجمہ کچھ حصے نظم میں اور کچھ
نثر میں)
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶/۶۴ ۶

چانگ، آئی۔ یس — ننگی دھرتی - ناول مترجمہ اشرف
صبوحی
صحیفہ لاہور، ص ۱۱۲، ۷/۶۴

نعیم صدیقی — معرکۂ دین و سیاست
ترجمان القرآن لاہور، ص ۳۴۹، ۷/۶۴

حیدر علی خاں — دنیا کی سیر
صدق جدید لکھنؤ، ص ۳، ۷/۶۴ ۱۰

رابع حسنی ندوی — جزیرۃ العرب (جغرافیہ)
برہان دہلی، ص ۱۲۶ - ۱۲۷، ۸/۶۴

یوسف بخاری — یہ دلی ہے
کتابی دنیا کراچی، ص ۱ - ۲، ۶/۶۴
ماہ نو کراچی، ص ۵۱ - ۵۲، ۶/۶۴

پیام شاہجہانپوری — آفتاب ہجویر
ترجمان القرآن لاہور، ص ۱۲۴، ۶/۶۴

سخاوت مرزا — تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۷/۶۴ ۲۴

سید شرافت نوشاہی — اذکار نوشاہیہ - حافظ سید شاہ
حاجی محمد نوشاہ گنج اور ان کے اخلاف
کے حالات
سب رس حیدر آباد دکن، ص ۴، ۷/۶۴

شرافت، سید — "افکار نوشاہیہ" - حالات و مقالات

شریف احمد — مشائخ قادریہ نوشاہیہ
لاہور لاہور، ص ۱۶، ۷/۶۴ ۲۰

سید محمد الحسنی — سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری بانی
ندوۃ العلماء ولادت کانپور، ۲۸ ۷ ۱۸۴۶
— ۱۹۲۷ء
الرحیم حیدر آباد، ص ۷۱ - ۷۷، ۷/۶۴
برہان دہلی، ص ۱۲۵ - ۱۲۶، ۸/۶۴
فاران کراچی، ص ۴۴ - ۴۵، ۵/۶۴
صدق جدید لکھنؤ، ص ۳، ۶/۶۴ ۲۸

شہاب دہلوی، مسعود حسن — خواجہ غلام فریدؒ
صحیفہ لاہور، ص ۱۰۷ - ۱۰۸، ۷/۶۴

غلام محمد — حیات اشرفؒ (مولانا اشرف علی تھانوی)
نبیات کراچی، ص ۲۲۶ - ۲۲۸، ۷/۶۴
جنگ کراچی، ص ۲، ۷/۶۴ ۱۰

منظور الحق صدیقی — ہادی برسانہ (شاہ محمد رمضان شہید
کے حالات و کرامات)

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۳/۶۴ ۱۰

محمد میاں، سید — بزرگان پانی پت
نبیات کراچی، ص ۱۹۱ - ۱۹۲، ۳/۶۴
تجلی دیوبند، ص ۵۱ - ۵۴، ۲/۶۴
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۲/۶۴ ۲

کامل، محمد وارث — تذکرۂ اولیائے لاہور
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۲/۶۴ ۲۱

الطاف علی بریلوی — حیات حافظ رحمت خاں
کتابی دنیا کراچی، ص ۵ - ۶، ۲/۶۴

ہمایوں کبیر — مولانا ابوالکلام آزاد، کتاب التذکرہ
جامعہ دہلی، ص ۴۳۹ - ۴۴۶، ۸/۶۴

محمد سعید خاں — بادایام حصہ اول و دوم - سوانح
نواب چھتاری
جامعہ دہلی، ص ۳۸۷ - ۳۸۸، ۲/۶۴

شاہد حسین رزاقی — سرسید اور اصلاح معاشرہ
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۸/۶۴ ۷

انتظام اللہ شہابی، مفتی — اسوۃ الصالحین یعنی تذکرہ الکاملین
کتابی دنیا کراچی، ص ۵، ۳/۶۴

بہارالحق قاسمی، محمد — تذکرہ اسلاف
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۸ - ۱۵۹، ۳/۶۴

عطا، عطاء اللہ — نیک بیبیاں
کتابی دنیا کراچی، ص ۴ - ۵، ۲/۶۴

الطاف حسین قریشی — ملاقاتیں
تجلی دیوبند، ص ۶۵ - ۶۶، ۸/۶۴
ستارہ لاہور، ص ۴۴ - ۵۴، ۸/۶۴
صحیفہ لاہور، ص ۱۱۳ - ۱۱۵، ۲/۶۴

فاران کراچی، ص ۴۷ - ۴۸، ۲/۶۴
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۹ - ۱۶۰، ۸/۶۴

محمد یونس نگرامی دہلوی — تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ
تجلی دیوبند، ص ۵۹ - ۶۰، ۲/۶۴

جمیل ہمدم — بابر سے ظفر تک
فاران کراچی، ص ۴۸ - ۴۹، ۲/۶۴

محمد جعفر تھانیسری — تواریخ عجیب عرف کالا پانی مرتبہ محمد ایوب قادری
برہان کراچی، ص ۱۲۸، ۸/۶۴

اقبال احمد — تاریخ شیراز ہند : جونپور
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۷، ۸/۶۴
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۳/۶۴ ۲۸

اکمل ایوبی — ترکی - سیاسی، سماجی اور ادبی حالات
جامعہ دہلی، ص ۳۸۳ - ۳۸۵، ۲/۶۴
صحیفہ لاہور، ص ۱۰۶، ۲/۶۴
فاران کراچی، ص ۴۵ - ۴۸، ۸/۶۴

محمود الحق — عراق - جغرافیائی، تاریخی، سیاسی اور ثقافتی حالات
جامعہ دہلی، ص ۳۸۵ - ۳۸۶، ۸/۶۴
صحیفہ لاہور، ص ۱۰۵، ۲/۶۴

عبداللہ المسدوسی، احمد — افریقہ — ایک چیلنج
ماہ نو کراچی، ص ۷۰ - ۷۲، ۸/۶۴
نگار پاکستان کراچی، ص ۷۹ - ۸۰، ۸/۶۴

شاہد حسین رزاقی — انڈونیشیا
زندگی رام پور، ص ۶۱ - ۶۲، ۸/۶۴

پی آئی اے کی خصوصیت ۔ ہوائی جہازوں کی بے مثال دیکھ بھال

پچھلے پانچ سال میں انجینئرنگ کی وجہ سے پی آئی اے کے ہوائی جہازوں کی آمد و رفت میں تاخیر کا اوسط ۱۰۳ فی صد سے کم ہو کر صرف ۰.۲ فی صد رہ گیا ہے یہ ایک حقیقت ہے اور اس زبردست کامیابی کی وجہ پی آئی اے کا اپنے ہوائی جہازوں کی دیکھ بھال کا بے مثال معیار ہے۔ اعلیٰ معیار ہوابازی کی صنعت کی خصوصیت ہے لیکن پی آئی اے نے اپنی بے مثال کارکردگی کی بدولت اس سے بھی بلند معیار قائم کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہوائی جہاز بنانے والوں اور ہوائی کمپنیوں نے یکساں طور پر خراج تحسین پیش کیا ہے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تجربہ کار مسافروں کا بھی کہنا ہے کہ پی آئی اے واقعی باکمال لوگ ان کی پرواز واقعی لاجواب ہوا کرتی ہے۔

شنگھائی۔ کینٹن۔ ڈھاکہ۔ کراچی۔ تہران۔ بیروت۔ روم۔ جنیوا۔ ماسکو۔ فرینکفرٹ۔ لندن

پاکستان
انٹرنیشنل
ایئرلائنز

باکمال لوگ
لاجواب پرواز

جلد ۲۶ شمارہ ۳-۴

مارچ - اپریل ۱۹۶۵ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست مضامین

اس انجمن گل میں

جناب جسٹس محبوب مرشد کی آمد

انجمن ترقی اردو کو مشرقی پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سید محبوب مرشد صاحب کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ وہ انجمن مصنفین پاکستان کی چھٹی سالگرہ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے کراچی تشریف لائے تھے۔ آپ کو ادبی ذوق اپنے خاندان سے ورثے میں ملا ہے۔ آپ ادبی لسانی مسائل سے عموماً دلچسپی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔ آپ نے انجمن ترقی اردو کو ۱۳ جنوری کو شرف میزبانی بخشا۔ اور اردو فارسی کے قدیم مسودات کو بہت ذوق شوق سے ملاحظہ کیا۔ آپ نے انجمن ترقی اردو کی خدمات کا اعتراف کیا۔

رسول حمزہ کی تشریف آوری

سوویت روس کے ایک ممتاز شاعر اور داغستان کے مایہ ناز فرزند جناب رسول حمزہ جن کی ادبی خدمات کے عوض لینن پرائز بھی مل چکا ہے۔ انجمن مصنفین پاکستان کی دعوت پر پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تھے۔ آپ ۲ فروری کو انجمن ترقی اردو میں بھی تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیگم فاطمہ حمزہ بھی تشریف لائیں۔ رسول حمزہ صاحب نے بابائے اردو کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا "مادری زبان دراصل دل کی زبان ہوتی ہے۔ اور میں اس محترم ہستی کی بارگاہ میں صمیم قلب سے اپنا خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جس نے اپنی مادری زبان اردو کی بیش قیمت خدمت کی" مقتدر روسی شاعر نے کتب خانہ خاص کے متعدد مخطوطات کو بہت دلچسپی سے ملاحظہ کیا اور فرمایا مجھے امید ہے کہ میری دوبارہ آمد تک ان مخطوطات میں سے بہت سے شائع ہو چکے ہوں گے آپ نے بابائے اردو کے مزار پر فاتحہ بھی پڑھی۔

اس موقع پر اردو کے ممتاز اہل قلم اور انجمن کے اراکین موجود تھے۔ جن میں جناب اختر حسین جناب جمیل الدین عالی صاحب، جناب فیض احمد فیض اور جناب حفیظ ہوشیارپوری شامل تھے۔

چینی اہل قلم انجمن میں

پاکستان کے دورے پر چین کے ممتاز اہل قلم جناب چیانگ مین،

اور جناب شہر چونگ تشریف لائے تھے۔ وہ ۱۶ فروری کو انجمن ترقی اردو کے بھی مہمان ہوئے۔ آپ دونوں کو قدیم مخطوطات کے علاوہ ایک ایسی کتاب بھی دکھائی گئی جو چین اور عرب کے تعلقات پر لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب انجمن نے شائع کی ہے اور ایک چینی مسلمان بدرالدین کی تصنیف کردہ ہے۔ اس کو دیکھ کر دونوں معزز مہمان بہت متاثر ہوئے۔ ان حضرات کو بابائے اردو اور انجمن ترقی اردو کی خدمات کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا گیا۔

چینی ادیبوں نے اپنے میزبانوں کو بتایا کہ چین میں روز بروز اردو سے دلچسپی بڑھتی جارہی ہے۔ اور پیکنگ یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ انہوں نے چین اور پاکستان کے درمیان دوستانہ تعلقات کی ترقی کے لئے دعا کی اور خیال ظاہر کیا کہ اس مقصد کے لئے دونوں ممالک میں خیرسگالی مشن آتے جاتے رہیں گے۔ بعد میں چینی ادیبوں نے بابائے اردو کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی جارہی ہے۔

عبدالعزیز خالد کے دستخطی نسخوں کی فروخت

انجمن ترقی اردو اور پاکستان رائٹرز گلڈ کے باہمی تعاون سے کراچی میں کتاب گھر قائم کیا گیا ہے، وہ روز بروز عوام میں مقبول ہو رہا ہے۔ اس کتاب گھر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پاکستان کی چھپی ہوئی تمام کتابیں موجود رہتی ہیں۔ کتابوں کی ترویج و اشاعت کے لئے اس کتاب گھر کی طرف سے جو مختلف اقدامات کئے گئے ہیں۔ ان میں سرفہرست مصنفین کے دستخطی نسخوں کی فروخت ہے۔ ۶ مارچ کو ملک کے مشہور شاعر عبدالعزیز خالد کتاب گھر میں تشریف لائے جہاں ان کی تصانیف کے دستخطی نسخے فروخت کئے گئے۔ خالد صاحب کی تقریباً ایک درجن تصانیف کے متعدد نسخے فروخت ہوئے۔ عوام نے جس ذوق و شوق کا ثبوت دیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے جناب فیض احمد فیض، علامہ نیاز فتحپوری، محترمہ ہاجرہ مسرور اور پروفیسر احمد علی کتاب گھر تشریف لا چکے ہیں۔

جسٹس ایس۔ اے رحمٰن کی آمد

۲۶ فروری کو جناب جسٹس ایس۔ اے رحمان انجمن میں تشریف لائے۔ آپ نے انجمن کے کتب خانوں کا معائنہ کیا اور بعد ازاں انجمن کے علمی ادبی منصوبوں پر تبادلۂ خیال کیا۔ بعد ازاں جناب موصوف گلڈ انجمن کتاب گھر میں بھی تشریف لے گئے۔

شمیم احمد

پیکرِ خلوص

مولانا صلاح الدین احمد مرحوم

قومی زبان میں "اردو کے سپاہی" کے عنوان سے جو سلسلۂ مضامین جاری ہے، یہ مضمون اسی کی ایک کڑی ہے۔ مولانا مرحوم کا یہ انٹرویو ان کی زندگی کے آخری لمحوں ۔ وفات سے چند روز پہلے ۔ کی یادگار ہے۔

* ——— *

میرے نزدیک انسانی عظمت اور خلوص کا اعلیٰ ترین پیمانہ ایک ہے اور وہ ہے حق گوئی اور بے باکی۔ یہی وہ واحد کسوٹی ہے جس پر دنیا کی عظیم ترین شخصیتیں پرکھی گئی ہیں؟ اور اس پیمانہ پر پوری اتر کر ہی وہ ساری انسانیت کے لئے مینارۂ نور بن گئی ہیں۔ انسانی ارتقا اور فکری تبدیلیوں کے پیچھے کسی نہ کسی حق گو کا ذہن اور اس کی قربانیاں اور اس کا خون حرکت کرتا رہا ہے ــــ دنیا کے چند شہید حق گوئی اور بیباکی کے جھنڈے تلے آج تک ہمارے دلوں کی حرارت بنے ہوئے ہیں۔ توحید کا اسلامی نظریہ بھی صرف ایک ہی راز کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے کہ وہ حق کے اعلان میں پہچانا جاتا ہے۔

پھر کسی مقصد کسی نظریہ کسی ایمان کسی لگن اور دھن سے خلوص کا اظہار بھی اسی وقت ہوتا ہے۔ جب اس کا اعلان کرتے ہوئے دنیا کی ہر طاقت۔ ثروت۔ سرمایہ۔ حسن اور لالچ صاحب دعوت کے سامنے ہیچ ہو جائے۔

"پاکستان میں اس کسوٹی پر پرکھے جانے والے افراد ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ بڑی اذیت ناک بات ہے جو قوم سترہ سال پہلے کتنی مقاصد کے لئے سرپھروں کی جماعت پیدا کر سکی ہو۔ آج اس کے پاس ایک مجاہد بھی نہ ہو جو ببانگ دہل حق کا اعلان کر سکے۔ اس سے مایوس ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ مگر ہر مقصد کی تلاش کرتے ہوئے جب ہم اردو کے محاذ پر پہونچتے ہیں تو ہماری آنکھیں اس روشنی سے جگمگا جاتی ہیں جو مولانا صلاح الدین احمد کی شخصیت میں پوشیدہ ہے۔ اردو کے لئے مولانا کا وجود حق و صداقت اور خلوص کے اسی پیمانے پر پورا اترتا

جسکا اظہار اوپر کیا جا چکا ہے۔ آئینِ جواں مردی اقبال نے حق گوئی و بیباکی کو قرار دیا تھا۔ مگر بوڑھے "جواں مرد" کی حق گوئی تو اس سے بھی زیادہ صبر آزما ہے۔ اردو کا یہ عظیم سپاہی اور حق گوئی و بیباکی کا یہ مجاہد پچھلے دنوں کراچی آیا تھا۔ اور ہم میں اس کے چند لمحوں کی روشنی نے اُمید کے چراغ پھر روشن کر دیئے ہیں۔

" مرے لئے ہے ترا شعلۂ نوا قندیل۔"

یہ تھیں وہ چند سطریں جو میں نے مولانا کو پہلی بار دیکھ کر ایک رسالے میں لکھی تھیں ــ میں نے اپنی زندگی میں مولانا سے صرف دو ملاقاتیں کی تھیں۔ ایک بار صرف انھیں دور سے دیکھا تھا۔ اور دوسری بار "قومی زبان" کے لئے انٹرویو کے سلسلے میں لاہور ملنے گیا تھا۔ لیکن ان دونوں ملاقاتوں کا حال تو میں بعد میں لکھونگا سب سے پہلے اس "ملاقات" کا ذکر کر دوں۔ جو مولانا سے برسہا برس رہی ہے۔ یعنی "ادبی دنیا" کے توسط سے میں نے مولانا کو اپنے ذہنی شعور کے آغاز میں ہی بہت قریب سے دیکھا تھا اُن کی تحریریں ہمیشہ میرے لئے صرف عقیدت ہی کا باعث نہیں رہی تھیں بلکہ میں ان تحریروں کو تخلیقات کی صف میں رکھنے کا عادی ہو چکا تھا۔ مولانا کی تحریر میں خلوص جرأت اظہار اور ایک نوع کی حرارت ملتی تھی۔ جو قلب پر اثر کئے بغیر نہیں رہ پاتی تھی۔ تحریر کی یہ آگ ایک مخلص اور بیباک شخصیت کی غماز تھی جس سے ایک طرح کا اعتماد اور بھروسہ قائم ہوتا تھا۔ میں اگر پاک و ہند کے دس ایما ندار ترین انسان انتخاب کرونگا تو ان میں مولانا صلاح الدین کا نام ضرور شامل ہوگا۔ جس میں ان کی ذات سے واقفیت کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ یہ صرف اُن کی تحریر اور اُن کی نثر کا بیباک اور پرخلوص لہجہ کا اعتبار تھا۔ جس کو میں نے بعد میں غائبانہ طور پر پرکھ بھی لیا۔ کوئی نو سال ہوئے پی۔ ای۔ این نے افسانوں کا انعامی مقابلہ کیا تھا جس میں بڑے بڑے گرامی قدر افسانہ نگاروں نے اپنے افسانے بھیجے تھے۔ ان میں میرے کرم فرما اور بزرگ جناب ابو الفضل صدیقی بھی شامل تھے۔ انہوں نے مجھ سے ازرہِ قدر دانی یہ مشورہ طلب کیا کہ کونسا افسانہ روانہ کر دوں۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ انتخاب کے ججوں میں کون کون حضرات شامل ہیں۔ انہوں نے تین نام لئے۔ مولوی عبدالحق۔ مرزا محمد سعید دہلوی۔ اور مولانا صلاح الدین احمدؔ۔ مجھے آج تک یاد ہے کہ تیسرا نام سنتے ہی میں نے صدیقی صاحب سے کہدیا تھا کہ میں آپ کو پیشگی ہی انعام کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اُن کے استفسار پر میں نے دلیل یہ پیش کی تھی کہ یہ تینوں بزرگ ہمارے اُن ادبی سرچشموں سے واقف ہیں جن کا تعلق فنِ نثر نگاری سے ہے۔ جو زبان کی مشاقی اور چابکدستی کے رموز سے آگاہ ہیں۔ لہذا ہمارے ان افسانہ نگاروں کے مقابلے پر جو صرف سیدھی سیدھی نثر لکھتے ہیں اور فنی خصوصیات کو موضوع کی اہمیت کی بنا پر نظر انداز کرتے ہیں یہ حضرات آپ سے زیادہ مانوس اور متاثر ہونگے۔ اور میں نے خصوصیت سے مولانا صلاح الدین کا نام لیا اور کہا کہ مجھے کامل اعتماد ہے کہ مولانا کی رائے صرف آپ کے لئے ہوگی۔ مولوی عبدالحق صاحب کے بارے میں البتہ میں مشکوک تھا کیونکہ سادہ اور آسان عبارت اُن کا سب سے بڑا نقطہ

رہا تھا۔ لیکن مرزا سعید دہلوی صاحب کے بارے میں مجھے یہ یقین تھا کہ وہ بھی صدیقی صاحب کے اسی افسانے
کو ترجیح دیںگے۔ اور نتیجہ آیا تو وہی ہوا جس کی مجھے امید تھی ــــ یہ امید صرف اس اعتماد کا سبب تھی جس کا تاثر
مولانا صلاح الدین احمد کی تحریروں نے مجھے ہمیشہ دیا تھا۔ میں نے بہت سی دھوکہ باز تحریریں بھی دیکھی ہیں۔ جو لکھنے والے
کی شخصیت کا اظہار نہیں کرتیں بلکہ اسے چھپانے والی ہوتی ہیں۔ مگر مولانا صلاح الدین کی تحریریں اور ایسی تحریروں
میں بہت بڑا فرق تھا۔ اور یہ فرق تھا اس فکری گہرائی کا جو ان کے لہجہ میں سچائی کے ساتھ شخصیت کو شامل کرتی
تھی۔ وہ شخصیت جو ہزاروں تحریروں میں الگ پہچانی جا سکتی ہے۔ مولانا کی تحریر ہمارے یہاں کی "مثالی تحریر"
سے کچھ زیادہ ہی "بولتی" ہے۔ جس کا تعلق براہ راست لکھنے والے اور پڑھنے والے کے قلب اور ضمیر سے ہو جاتا ہے۔
میں ایسے حضرات سے عموماً ملنے سے گریز کرتا ہوں جن کی تحریروں کا میں بے حد مشتاق اور مداح ہوتا ہوں کیونکہ
چند ایسے تلخ تجربات بھی ہوئے جب میں نے اپنے عزیز تر لکھنے والے کو اس کی تحریر کے تاثر کے بالکل برخلاف پایا۔
اس لئے جب میں نے سنا کہ مولانا صلاح الدین احمد صاحب کراچی تشریف لائے ہیں۔ اور انجمن ترقی اُردو میں
انجمن افروز ہونگے تو میں ایک تذبذب میں مبتلا ہو گیا۔ ٹھہروں کہ چلا جاؤں۔ میری ساری عقیدت اشتیاق دید
کے ساتھ ساتھ لرز رہی تھی کہ کہیں میرے صنم خانے کا یہ صنم بھی نہ "جھوٹا" پڑ جائے۔ مگر اس وقت میرا وہ اعتماد
بروئے کار آ گیا جس نے مجھے ہمیشہ ان کا حلقہ بگوش بنائے رکھا تھا۔ میں نے مولانا کو دیکھا۔ وجیہہ بارعب شخصیت
صرف اپنے بھاری بدن اور ڈیل ڈول سے وجیہہ اور بارعب نہیں بنی تھی بلکہ چوڑی پیشانی کشادہ آنکھوں کے
ساتھ اُن کا پورا چہرہ اس ذہانت اور فکر کا غماز تھا جسکو کوئی آنکھ نظر انداز نہ کر سکتی تھی۔ مولانا کا چہرہ میرے
لئے ایک "محبوب" کا چہرہ تھا جس میں قدرے سُرخ اور بیقرار آنکھوں کے تجسس کے ساتھ ساتھ چہرے کی بناوٹ
میں ایسی نرمی تھی جس کو میں ایک معصوم بچے کی مسکراہٹ سے ہی تشبیہ دے سکتا ہوں مگر یہ نرمی تھکی تھکی سی
لگ رہی تھی۔ میں اپنے اعتماد کے اس ثمر کے بعد پروانہ صلاح الدین ہو گیا تھا۔ میں اسی چہرے کو بولتے سن رہا تھا۔ بیباک
لہجہ میں خطرناک حد تک سچائی کو الفاظ میں دھڑکتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔ ذہین فقروں میں فکر کی وہی گہرائی
مجھ تک پہونچ رہی تھی جس سے میرا دل اور میرا ذہن ان کی تحریر کے طفیل برسوں سے آشنا تھا۔ اچھا تو یہ ہیں مولانا
صلاح الدین احمد۔ میرے لئے قابل تقلید نمونہ۔ مشعل راہ۔ اور پھر میں نے اپنے ان جذبات کو اُن الفاظ میں
لکھا جو آپ اس مضمون کے آغاز میں پڑھ چکے ہیں "معبود یہ لے بھی زندگی میں آ سکتے تھے" اس کی مجھے توقع نہ تھی
ایک راز کا پتہ مجھے آج تک نہ چل سکا اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کو ہم پہلی ہی ملاقات میں کیسے اس طرح قبول
کر لیتے ہیں کہ جیسے وہ برسہا برس سے آشنا ہوں اور بعض افراد سے پہلی ہی ملاقات میں کیوں روحانی طور پر
مخاصمت محسوس کرتے ہیں جبکہ آئندہ تعلقات بھی نہیں ہو پاتے یہاں تو معاملہ یہ بھی نہیں تھا بلکہ ایسا تھا

ہو رہا تھا کہ یہ چہرہ ہماری نجات کا ذریعہ بن گیا ہے ہماری روحوں کی غلاظت اور منافقت کو ہمیشہ کے لئے دور کرکے ہمیں نیا جسم دے رہا ہے۔ کیا آدمی کو بھی یہ مقدور ہے؟ ان احساسات کے ساتھ جب میں لاہور پہونچا تو سب سے پہلے مولانا سے ملا۔ مولانا کا وہی نرم مگر پرعزم چہرہ جو کراچی میں ایک مفکر ایک مجاہد کا چہرہ تھا۔ لاہور میں کتنا شفیق کتنا معصوم اور کتنا ملنسار لگ رہا تھا میں نے ایک جملہ صرف سنا ہی سنا تھا کہ بڑا آدمی وہ نہیں ہے جس سے مل کر یہ معلوم ہو کہ وہ واقعی بڑا آدمی ہے بلکہ بڑا آدمی وہ ہے جو دوسرے کو بھی بڑا آدمی ہونے کا احساس دلادے۔ مولانا سے مل کر اس جملہ کی بڑائی اور سچائی کا بھی تجربہ ہوگیا۔ لیکن اب شاید زندگی میں دوسری بار یہ تجربہ نہ ہوسکے۔ مولانا اس قدر بے تکلفی اور محبت سے پیش آرہے تھے کہ مجھے خود اپنی جگہ شرمندگی ہو رہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد میں بھی اُن سے اسی طرح گھل مل گیا اور ان کی بزرگی کا احساس ایک نئے انداز میں مجھے ہونے لگا۔ مولانا نے مجھے انٹرویو کے لئے تین روز بعد کا وقت دیا۔ ان کے دفتر کے قریب ایک جدید قسم کا ہوٹل ہے "لارڈز" مولانا مجھے اگلی ملاقات پر وقت مقررہ پر اسی ہوٹل میں لے گئے۔ اور انھوں نے پھر اپنی بے پناہ شفقت اور خلوص کو کام میں لاتے ہوئے ابتداء میں خاطر کام و دہن کے علاوہ سوائے میرے اور کسی بات کو موضوع نہ بننے دیا۔ میرے ذاتی حالات کرید کرید کر اس طرح پوچھتے رہے کہ مجھے آج بھی یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیا دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو صرف ایک ہی ملاقات میں دوسرے کو ساری عمر کے لئے بندۂ بے دام بنالیتے ہیں۔ مولانا سے انٹرویو کا باقاعدہ آغاز کلام بابائے اردو مولوی عبدالحق سے ان کے تعلقات کے عنوان کے تحت ہوا۔

مولانا کے چوڑے بھرے بھرے اور ذہین چہرے پر ایک سایہ سا پڑتا محسوس ہوا۔ اُن کی ذہین اور روشن اور بیقرار آنکھیں ذرا دیر کے لئے آس پاس کے ماحول سے بے نیاز ہوگئیں۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ مولانا بہت تھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور ان کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے اُن کے اعصاب پر بہت بڑا بوجھ رکھا ہوا ہے۔ مولانا نے مجھے ہوٹل سے اٹھنے کے بعد بتایا تھا کہ وہ اس عمر میں ادبی دنیا کے لئے اکیلے کام کرتے ہیں اور تنہا دوڑ بھاگ کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس وقت میرا دل ان کے چہرے پر تھکن اور بوجھ کے بہت سے آثار دیکھ کر بہت زور سے دھڑکا تھا۔ خدا جانے کیوں اس وقت میرا دل یہ دعا کر رہا تھا کہ خدا مولانا کو تادیر سلامت رکھے۔ مولانا نے قدرے اپنی یاد کو سمیٹا اور پھر گویا ہوئے۔ "بابائے اردو سے میں پہلی بار اس وقت ملا تھا جب وہ دہلی میں دریا گنج کی کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں ہم لوگوں نے ایک تجویز کی تھی کہ لاہور میں ایک اردو کانفرنس کردی جائے۔ جس سے پنجاب پر بہت اچھے اثرات پڑنے کی توقع تھی۔ ہم لوگوں کا خیال تھا کہ اس کانفرنس کو سر ظفر اللہ خاں صاحب کی زیر صدارت ہو۔ ان دنوں

وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے منعقد کیا جائے۔ یہ جنگ عظیم کا زمانہ تھا۔ میں اسی سلسلے میں دہلی گیا تھا۔ بابائے اُردو نے کانفرنس کے سلسلہ میں بہت کچھ ہدایات دی تھیں۔ اس کانفرنس کی ایک خصوصیت یہ ہوتی کہ اس میں پڑھنے کے لئے سر ظفر اللہ خاں نے اپنا خطبہ اردو میں لکھ لیا تھا۔ پہلی بار جو انگریزی خطبوں کی روایت کو توڑتا۔ مگر یہ کانفرنس ناقابل برداشت ذہنیت کی بنا پر منعقد نہ ہوسکی۔ ۱۹۴۲ء ہی سے میں نے ادبی دنیا میں اردو بولو تحریک شروع کی تھی جو ۱۹۴۷ء تک جاری رہی۔ صرف ایک کارڈ لکھ دینے پر بچوں کو اردو بولنے کی تحریک کا ممبر بنا لیا جاتا تھا۔ اس کی ممبر شپ ڈیڑھ لاکھ تک پہونچ گئی تھی۔ بابائے اُردو کو میری یہ تحریک بہت پسند آئی تھی۔ اور وہ اکثر اظہار خوشنودی فرماتے تھے ۱۹۴۷ء میں جب میرا سارا اثاثہ برباد ہوگیا۔ یہ تحریک بھی ختم ہوگئی۔ پھر جب بابائے اُردو پاکستان تشریف لانے لگے تو میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ وہ اپنی مستقل رہائش لاہور میں رکھیں کیوں کہ انجمن ترقی اردو اور ان کی ضرورت لاہور میں تھی مگر میرا مشورہ انھیں پسند نہ آیا۔ میرا اب بھی یہ خیال ہے کہ اگر وہ لاہور میں رہائش کرتے تو اردو تحریک بہت پھولتی پھلتی" مولانا کچھ دیر چپ رہے اور پھر ذرا دکھے ہوئے لہجے میں کہنے لگے۔ ویسے تو بابائے اردو کی ساری زندگی لڑتے بھڑتے گذری مگر آخری عمر میں انھیں خاصی اذیت پہونچی۔ مولانا مسکرائے اور کہا کہ بابائے اُردو اور میرے درمیان بھی دو بار اختلافات ہوئے ایک بار ۱۹۴۸ء میں اس موقعہ پر جب میں نے بابائے اُردو کی ایک رائے سے اختلاف کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اُردو کو رسم الخط کے مسئلہ میں نہیں الجھانا چاہیئے۔ میرا اب بھی خیال ہے کہ صرف رسم الخط کی وجہ سے ہندوستان اردو سے بیگانہ ہوگیا۔ اگر مقصد رسم الخط کے بجائے اُردو کی بقا ہوتا تو اس وقت ہندوستان میں اردو ہی کی حکومت ہوتی چونکہ رسم الخط کا مسئلہ جذباتی ہوتا ہے۔ اس لئے اکثریتی فرقے کے تمام جذبات ایک سرے سے اردو کے ہی خلاف اشتعال ہونے لگے۔ بابائے اُردو اس خیال سے اتفاق نہ کرتے تھے۔ مگر اس بات پر ہم دونوں کا اختلاف اختلاف رائے سے زیادہ نہ تھا۔ دوسری بار اس وقت تعلقات میں ایک الجھن پیدا ہوئی تھی جب میرے بعض کرم فرما حضرات نے انھیں خدا جانے میرے متعلق کیسے بدگمان کر دیا۔ اور رائٹرز گلڈ کے مسئلہ پر میرے خلاف مولوی صاحب سے ایک بیان دلوایا۔ مگر میں ان دونوں اختلافات کو کوئی اہمیت اس لئے نہیں دیتا کہ اختلاف رائے میرے لئے اہم نہیں۔

میرے ایک سوال کے جواب میں مولانا نے قطعی انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مولوی عبدالحق کی اہمیت ہماری تنقید میں مسلمہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے عملی تنقید کا اس وقت آغاز کیا جب اردو تنقید کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس وقت یقیناً مولوی عبدالحق تنقید کا ایک نیا باب تھے۔ بعد میں زمانے کے تقاضوں کے مطابق اس میں وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی چلی گئی۔ مگر مولوی صاحب کی اہمیت اس لئے ہے کہ انھوں نے ایک راستہ دکھایا تھا۔ ایک چراغ جلایا تھا۔ کسی کام کے آغاز کرنے والوں کی دشواریوں کا اندازہ صحیح طور پر بعد میں آنے والوں کو نہیں ہوسکتا۔ مگر کسی بھی نئی بات کا آغاز بہت دشوار ہوتا ہے اور یہی اولیت ہی اس کی اہمیت ہے۔ مولانا بہت دیر سے باتیں کر رہے تھے اور مجھے خود بخود یہ احساس

ہو چلا تھا کہ مولانا اس قدر تھکے ہوئے ہیں کہ اس عمر میں اُن سے مسلسل کام لینا ایک بہیمیت ہے۔ چنانچہ میں نے درخواست کی کہ اگر وہ تھک گئے ہوں تو اسے پھر کسی اور وقت پر اٹھا رکھا جائے۔ مگر مولانا نے ہرگز نہیں مانا۔ "روز ملنا تو بہت مشکل ہے اور آپ تو خوب باتیں کرینگے مگر آج کا کام آج ہی ہوگا یہ کل پر نہیں ٹالا جاسکتا۔" میں نے ایک سوال خط نسخ کے بارے میں اٹھایا تو مولانا پھر اسی وضاحت اور جامعیت کے ساتھ گویا ہوگئے۔ "بھائی پڑھی لکھی نسل نسخ کو اختیار نہیں کریگی۔ اب تک ایسے تمام تجربات کی ناکامی کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ اس کے لیے جو طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے اور وہ فطرت کے عین مطابق بھی ہے وہ یہی ہے کہ اسے ابتدائی کلاسوں سے نافذ کر دینا چاہیئے نئی نسل ابتدا سے اسے اسی طرح قبول کرنے لگے گی جس طرح نستعلیق کو کرتی ہے۔ جو رکاوٹیں اس میں فنی ہیں وہ نئی آسانیوں اور دریافتوں کو اختیار کرنے کے بعد خودبخود دور ہوجائینگی۔ اب ایسا بھی نہیں ہے کہ نسخ کبھی ہمارے یہاں رائج ہی نہیں تھا۔ ۱۹۱۱ء۔ ۱۹۱۳ء میں نسخ ہمارے عام پڑھے لکھے طبقوں میں متعارف ہوگیا تھا۔ اس کا سہرا الہلال کے سر باندھا جاسکتا ہے۔ جو نسخ میں چھپتا تھا اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ اسٹیشن پر اس کی آمد کا انتظار کیا کرتے تھے۔ لیکن اب ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس میں ابوالکلام آزاد کی شخصیت کا اعجاز تھا۔ اب تو یہ کسی خاص قانون کے ذریعہ ہی نافذ ہوسکتا ہے مثلاً مارشل لاء کے ذریعہ جو اس طرح ہونا نہیں چاہیئے مگر یہ مفید سلسلہ اگر ہے تو پھر یہ کرنا پڑے گا۔ یہ دراصل سب مشق کا مسئلہ ہے جس طرح عربی پڑھنے والی لڑکیاں خودبخود اردو پڑھنے لگتی ہیں۔ اس طرح نسخ پڑھنے والی نئی نسل عملی زندگی میں بھی اس کی عادی ہوجائے گی۔" مولانا اس قدر وضاحت اور دردمندی سے اس مسئلہ کو بیان کر رہے تھے۔ کہ میرا جی چاہ رہا تھا کہ ان کی یہ گفتگو ٹیپ کرلی جائے اور ایک ایک گھر اور ایک ایک محفل میں جا کر سنائی جائے۔ پھر انہوں نے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر غور و فکر کر رکھا تھا۔ لہٰذا خود ہی سوال اٹھاتے تھے اور اس کا جواب دیتے جاتے تھے۔ انہوں نے نسخ کے بارے میں چند عملی پہلوؤں کی طرف بھی اشارہ کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ نسخ کے لئے ضروری ہے کہ اسے اتنا سستا کر دیا جائے جتنا نستعلیق۔ کیونکہ ادبی پرچے جو نسخ کو مقبول کرسکتے ہیں۔ نسخ کو اختیار نہیں کرسکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مہنگا پڑتا ہے۔ یہ ساری دقتیں اس وقت دور ہوجائینگی جب لینوٹائپ عام ہوجائیگا۔ انہوں نے اعراب کے مسئلہ کی دقت کا بھی ذکر کیا۔ اور کہا کہ آجکل ٹائپ میں اضافت تک نہیں لگائی جاسکتی تو اعراب کا کیا سوال ہے جس کی وجہ سے تلفظ میں بہت غلطیاں ہوتی ہیں۔ جبکہ مصر میں اعراب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عربی وہاں کی مادری زبان ہے۔ مگر ہمارے یہاں ٹائپ اس مسئلہ میں ہماری مدد نہیں کرسکتا۔ البتہ لینوٹائپ میں یہ رکاوٹ دور ہوجائیگی۔ انہوں نے یہ بھی کہا موجودہ نسل کو نسخ کی اہمیت سے انکار نہیں مگر وہ نسخ کا انتخاب آسانی سے نہیں کرسکتی۔ اس میں ایک رکاوٹ تو رواج کی ہے جو اس سے مانوس نہیں ہونے دیتی اور دوسری یہ کہ وہ سستی چیز کے مقابلے پر مہنگی چیز قبول کرنا نہیں چاہتے۔ نوٹائپ بھی ہمارے یہاں اسی وقت مقبول ہوسکیگا جب وہ سستا ہوجائے۔ مولانا کا خیال تھا کہ اس معاملے میں

مشکلات بہت درپیش ہونگی۔ مگر فائدے بھی بہت ہیں۔ اور فائدوں کے لیئے ان مشکلات کو دور کرنا کوئی ایسا مرحلہ نہیں جس سے نہ گزرا جا سکے۔ بس ذرا سی ہمت اور سرپرستی کی ضرورت ہے۔ جو اگر کی جاتی تو اب تک یہ سب مسائل حل ہو جاتے۔ فی الوقت یہ سب مسائل سرپرستی۔ پست ہمتی اور نوکرشاہی ذہنیت کی وجہ سے اس قدر پیچیدہ اور گوناگوں ہو چکے ہیں کہ ایک آدمی یا ایک محکمہ اس کے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ اور اسی بنا پر میں نے ایک وزارت کی تجویز پیش کی تھی جس کا مقصد اور کام ہی ان مسائل کا حل پیش کرنا اور اردو کو عام اور رائج کرنا ہوگا۔ اگر ہماری حکومت اس کام کی انجام ہی کے لیئے واقعی پرخلوص ہو تو پھر سیلون کی باہمت عورت وزیر اعظم کی طرح یہ بھی مغربی پاکستان میں اردو نافذ کرسکتی ہے۔ مگر اس میں اتنی ہمت کہاں۔ اور پھر یہ سوال ان کے لیئے اہمیت بھی نہیں رکھتا یہ انگریزوں کے پروردہ ہیں۔ ان کی سی ذہنیت رکھتے ہیں۔ اسی انداز کے ماحول میں پلے بڑھے ہیں۔ انھیں قومی اور اجتماعی مفاد سے کیا واسطہ؟ جس وقت مولانا یہ سب کچھ کہہ رہے تھے اُن کے لہجے میں اتنا کرب تھا اُن کی آنکھیں اتنی بے چین تھیں کہ میں تو کیا کوئی بھی شخص ہوتا وہ مضطرب ہو جاتا۔ مولانا کہہ رہے تھے کہ آج تک تاریخ میں کسی قوم نے اپنی قومی خواہشات اور اجتماعی مفاد کو اس طرح نہیں ٹلا ہے جس طرح پاکستان میں ٹالا جا رہا ہے۔ آج تک کسی زندہ قوم نے آزادی کے باوجود اس قدر غلامانہ ذہنیت کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ جتنا ہم دے رہے ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ آپ بتائیے کہ حکومت نے اس عرصہ میں اس سلسلہ میں کیا کیا ہے اور پھر خود ہی بولے جو کچھ ہوا ہے۔ وہ بعض افراد کی ذاتی دلچسپی اور شخصی اثرات کی وجہ سے ہوا ہے۔ کراچی میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جو اقدامات کئے ہیں۔ اپنی ذاتی دلچسپی اور قومی لگن کی وجہ سے کیئے ہیں۔

میں نے ایک سوال پوچھ کر مولانا کی توجہ دوسری طرف مبذول کرادی۔ اُردو کے نفاذ کے سلسلے میں ۷۲ئ کی میعاد ان کے خیال میں اس مدت کو سراسر ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اردو کسی وقت بھی نافذ کی جاسکتی تھی۔ اور اب تو یہ کہنا کہ ایسا ہونا آسان نہیں ایک افسوس ناک اور مریضانہ غلامی کی لکیر کو پیٹے جانا ہے انہوں نے کہا کہ اب اس بحث پر مزید وقت ضائع کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ جہاں جہاں کوئی انقلابی اقدامات ہوئے ہیں۔ وہاں وہاں ان کی کامیابی کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ مثلاً کراچی کے گریجویٹس کو ملازمتیں دلوانے کی جدوجہد ابھی سے شروع کیجائے پنجاب کی صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ دراصل پنجاب میں اصل لیڈر شپ کا فقدان ہے۔ جس کی وجہ سے ہر میدان میں وہ کام نہیں ہو رہا ہے جو زندہ قومیں کیا کرتی ہیں۔ البتہ یہاں کے علمی حلقوں میں اردو کے لئے ایک فضا ضرور ہے۔ مگر لیڈر شپ کے نہ ہونے کی وجہ سے برسر اقتدار طبقہ وسیع تر قومی مفاد کے نظریہ سے نہیں سوچ سکتا۔

مولانا یہ سب کچھ کہہ گئے مگر میرے کان ابھی اُن الفاظ کو سننے کے لئے ترس رہے تھے۔ جو وہ ادب کے بارے میں کہتے مگر وقت بہت زیادہ ہو چکا تھا اور مولانا کو کسی کام سے جانا تھا۔ چلتے ہوئے انھوں نے جس محبت سے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کو یاد کر کے میرا دل اب بھی بھر آتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اُن سے بہتر اثر پذیری کی صلاحیت

کسی میں نہیں دیکھی ۔ میں نے اُن سے رخصت ہوتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ آج سے مولانا میرے مرشد ہیں۔ جن کے نقش قدم میرے لئے ہمیشہ راہ نما رہینگے۔ اُن جیسا پُرکشش بوڑھا میں نے اپنے ہوش میں نہیں دیکھا تھا۔ جس کی طرف بے اختیار دل کھنچتا تھا اور یہ محسوس ہوتا تھا

دنیا کی سیر میر کی صحبت میں ہوگئی

مجھے کیا معلوم تھا کہ میں جن تعلقات کو اپنی دانست میں نہ جانے کتنے برسوں کے لئے استوار کرنے کا عزم کر کے جارہا ہوں وہ رشتے بہت ناپائیدار ہو چکے ہیں۔ میں بیمار ہو کر راولپنڈی پہونچا۔ اور اگلے ہی روز مولانا کے انتقال کی خبر اخبارات میں پڑھی ۔ دل میں ایک گردسی جم گئی۔ جسکو آنسوؤں نے اور بھی گدلا کر دیا۔ مگر مولانا کی یاد میرے دل کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مرگیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

~×~×~×~×~×~×~×~

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی

ڈاکٹر منوہر سہائے انور

ڈاکٹر منوہر سہائے انور اتر پردیش کے ایک ممتاز اور شریف سکسینہ کائستھ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ۳ دسمبر ۱۹۰۱ء کو پیدا ہوئے آپ کے والد پروفیسر نارائن پرشاد مہر گوالیاری مرزا داغ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مرزا داغ کے تلامذہ میں ان سے بہتر غزل کہنے والا اپنے استاد کے رنگ میں کوئی نہیں ہوا۔ حضرت انور اپنی خود نوشت سوانح عمری میں رقمطراز ہیں۔

"میں نے بیسویں صدی کے پہلے سال پہلے ماہ پہلے ہفتے پہلے دن اور پہلے دن کے بھی پہلے حصے میں پہلی بار دنیا دیکھی۔ میری والدہ فرزند زا تھیں۔ میں ان کے فرزندوں میں تیسرا اور آخری ہوں میرے والد پروفیسر نارائن پرشاد مہر (گوالیاری) شاگرد حضرت داغ دہلوی تھے۔ ان کا دیوان ان کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا۔"

آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا جو آپ کے نانا کی اکلوتی بیٹی تھیں اس لئے آپ کے نانا نے آپ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا اس طرح آپ اپنے والد کے خاندان سے نانا کے خاندان میں منتقل ہو گئے۔ آپ کے نانا کے خاندان میں فارسی اور عربی کے کئی عالم گزرے ہیں۔ خود آپ کے نانا فارسی کے عالم متبحر اور فارسی کے صف اول کے شاعر تھے۔ حضرت انور اپنے نانا کے خاندان کے سلسلے میں اپنی خود نوشت سوانح عمری میں فرماتے ہیں۔

"میرے نانا کا خاندان اکبر اعظم کے عہد سے علم فارسی و عربی اور فن شعر و ادب کی بدولت سکسینہ کائستھوں میں نہایت ممتاز چلا آتا تھا۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ دیوان پراگ داس عہد اکبری میں دیوان بیوتات اور متعدد دیہات کے مالک تھے۔ میرے پرنانا دیوان نرنجن سہائے شائق (وفات ۱۹۰۸ء) اور نانا دیوان ریوتی سہائے رضی (وفات ۱۹۱۳ء) اپنی مسلسل خاندانی روایات کے مطابق فارسی کے متبحر عالم اور قادر الکلام شاعر گزرے ہیں یہ دونوں بزرگ فارسی کے

مقابلے میں اردو کو نہایت حقیر سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے معمولی خطوط بھی اردو میں کبھی نہیں لکھے ہے
آپ کی ابتدائی تعلیم کی بسم اللہ فارسی سے ہوئی اور ابتدا میں آپ کے استاد آپ کے نانا اور پر نانا تھے۔ آپ کے نانا ٹونک میں رہتے تھے اس لیئے ان کی تمنا تھی کہ آپ فارسی عربی اور اردو کے علاوہ انگریزی کو نہ پڑھیں لیکن آپ نے انگریزی کو بھی سیکھنا شروع کر دیا اور ۱۹۱۰ء میں ساتویں جماعت میں آپ کا داخلہ ہوگیا۔ اپنے نانا کی وفات کے بعد حضرت آنور نے ۱۹۱۹ء میں ٹونک کو خیرباد کیا اور آپ لاہور آگئے یہاں آپ نے اپنی مغربی تعلیم کو مکمل کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اور ایم او ایل کی ڈگریاں حاصل کیں ۔تقسیم کے بعد آپ کو لاہور چھوڑ کر ہندوستان آنا پڑا ۔ ۱۹۵۰ء میں آپ کے تحقیقی مقالے " خان آرزو" بزبان انگریزی پر آپ کو پنجاب یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی ۱۹۵۵ء میں آپ ۱۲ سال کی ملازمت کے بعد پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی سے بحیثیت سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ ہوئے اور ریٹائرڈ ہوتے ہی آپ کو پنجاب یونیورسٹی کی ملازمت میں لے لیا گیا اور آج کل پنجاب یونیورسٹی کے کیمپ کالج نئی دہلی میں شعبۂ فارسی و اردو کے صدر ہیں ۔

آپ کی شاعری کی ابتدا فارسی سے ہوئی اور آپ فارسی میں شعر کہنے لگے اور اپنا کلام اپنے نانا کو دکھایا لیکن ان کے نانا نے ان کا اردو کلام خواجہ الطاف حسین حالی کی خدمت میں ؛صلاح کے لئے بھیج دیا ۔ مولانا حالی نے آپ کی غزلیں اصلاح کرکے واپس کردیں اور تین چار لفظی تبدیلیاں بھی کیں اور آپ کو اپنے مقدمہ شعر و شاعری کو بغور پڑھنے کی ہدایت کی۔آپ کے ابتدائی اردو فارسی اشعار یہ ہیں ۔

حرفے زحدیثِ تو لبقدرآں نفروشم
کفرے کہ مراہست بایماں نفروشم

جواب نامہ لکھا دوست نے لیکن خفا ہوکر
نوید زندگی آئی ہے پیغام قضا ہوکر

شاعری کے سلسلے میں آنور صاحب کا نظریہ ملاحظہ فرمایئے ۔

"میرا عقیدہ ہے کہ شاعری سیکھنے سے نہیں آتی ناموزوں یا پست اشعار میں موزونی اور بلندی پیدا کرکے استاد تو اپنا وقت ضرور ضائع کرتا ہے لیکن شاگرد کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ۔ نظر برآں میں اطراف و جوانب سے آیا ہوا کلام واپس کر دیتا ہوں ۔ میرے نزدیک جدتِ فکر اور حسن بیان کے بغیر شاعری محض نقالی رہ جاتی ہے ۔ میں غالب مومن اور حالی کے وہ منتخب اشعار جن میں بلندی اور تہ داری کے ساتھ ساتھ حسن بیان اور صفائی بھی ہے بے حد پسند کرتا ہوں اور داغ کے

برگزیدہ کلام کو فصاحت کے اعتبار سے بے نظیر قرار دیتا ہوں - جو لوگ اصول فن صحت زبان اور انفرادی
انداز فکر کو اپنے لئے بے ضرورت خیال کرتے ہیں اُن کے حق میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ خدا ان پر رحم کرے؟

ضرت حسآلی مرحوم کے تلامذہ میں آپ گل سرسبد کی حیثیت رکھتے ہیں اور غالباً آپ ہی سب سے زیادہ پڑھے
ے ہیں - آپ کا شمار ہمارے اساتذۂ سخن میں ہے - غزل اور نظم دونوں میں یکساں قدرت رکھتے ہیں - آپ کی غزلوں
ں آب و تاب اور رعنائی پائی جاتی ہے - آپ کی زیادہ غزلیں صاف و تازہ اور دلکش ہیں - ایک شاعر کا مرتبہ
س کی غزل کو دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے اس لئے میں جناب انور کو اس دور کا بہترین غزلگو شاعر خیال کرتا ہوں -
ر انور صاحب اپنی غزلیات کا ایک انتخاب شائع کرادیں تو یقین ہے کہ ان کی یہ کوشش ان کو شہرت دوام بخش
کتی ہے - ذیل کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

چرچا ہے انجمن میں ابھی تک حجاب کا　　اُٹھ بھی گئے اُٹھا کے وہ گوشہ نقاب کا

مزہ آتا نہیں کچھ زندگی میں　　اسی کا نام شاید زندگی ہے

کام کر گیا آخر عشق بے زباں اپنا　　شکل غیر سے ظاہر ہے غم نہاں اپنا

کیا میری رہائی کے دن قریب ہیں یارب　　یاد کیوں نہیں آتا مجھ کو آشیاں اپنا
وہ مکاں سے نامحرم ہم جہت سے ناواقف　　کعبہ بے حریم اسکا جادہ بے نشاں اپنا
عالم جوانی میں زخم عشق یوں کہیئے　　وقت دیکھ لیتی ہے مرگ ناگہاں اپنا

کیوں امتحاں ہے میرے سکون و ثبات کا　　میں کب حریف ہوں ستم التفات کا

کیا جھکے عرش پر جبین نیاز　　کچھ تو اونچا ہو آستانۂ ناز
یا وہ خود چھا گئے دو عالم پر　　یا نظر کا بدل گیا انداز
نام میرا مجھے بھی ہو معلوم　　دو کبھی اپنے آپ کو آواز
بے کہے حال سن لیا اس نے　　یوں ہوئی ختم داستان دراز
حرف مطلب کھٹک گیا اُن کو　　جب گلے میں اٹک گئی آواز

شکوہ طراز کیوں نہ ہوں شوقِ جبیں گداز کا　　نازسے تیرے اٹھ چکا بار مرے نیاز کا

ہمارے کان میں چپکے سے کہہ دو　　تمہیں بھی ہے محبت یا نہیں ہے
اُدھر بھی کچھ نہ کچھ ہے بے قراری　　مگر کچھ اس طرح گویا نہیں ہے
وہاں پہنچا دیا ہے بے خودی نے　　جہاں امروز ہے فردا نہیں ہے

ابھی سوزِ نہاں کچھ بھی نہیں ہے　　دھوئیں کا کیا دھواں کچھ بھی نہیں ہے
بجز زندانِ فکر نسلِ آدم　　بہشتِ جاوداں کچھ بھی نہیں ہے

کہیں کرتی نہ ہو حد سے تجاوز　　کہ ہے ناخوشگواری سے خوشی میں
رہے کتنا ہی خوش انسان پھر بھی　　کمی محسوس ہوتی ہے خوشی میں

الٰہی خیر! پھر اک عمر کے بعد　　مزہ آنے لگا ہے زندگی میں

ترے لب کر رہے ہیں گل فشانی　　بہ اندازِ تکلّم خامشی میں

دیا ہے آج تک دنیا نے جو کچھ　　لئے ہوں اپنے دامانِ تہی میں

کوئی دل درد سے خالی نہیں ہے　　کسی میں پھانس ہے کانٹا کسی میں

خود اپنا نام لے لے کر کسی کو　　پکارے جا رہا ہوں بیخودی میں

جناب ممتاز حسن
صدر ترقی اُردو بورڈ۔ کراچی

چند نئی کتابیں

قاضی احمد میاں اختر کی خدا مغفرت کرے۔ اگرچہ جوناگڑھ کے سب سے بڑے رئیسوں میں سے تھے۔ مگر انہوں نے اپنی ساری زندگی اور ریاست علم کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آزادی کی تحریک کے علمبردار اور جوناگڑھ مسلم لیگ کے سربراہ تھے۔ ۱۹۴۷ء میں جب ان کا قیام جوناگڑھ میں ناممکن ہو گیا تو اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان اور اپنے کتب خانے کا ایک حصہ بچا کر ہر طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے پاکستان پہنچے۔ یہاں نہ ریاست تھی نہ زمینداری یہاں تو ان کے لئے عسرت تھی اور افلاس۔ البتہ علم کی وہ لگن جو وہ ازل سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ مرتے دم تک ان کے ساتھ رہی۔ پاکستان میں انہیں جو بھی حالات پیش آئے ان کے لب پر صبر و شکر اور دل میں طلب علم کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ صاحب علم بھی تھے اور طالب علم بھی۔ پاکستان میں بھی کچھ کیا تو وہی علم کی خدمت۔ افسوس ہے کہ اس بلند مرتبت انسان اور جلیل القدر عالم کے علمی اور ادبی کارنامے کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ پاکستان کے قیام کے زمانے میں انہوں نے جو کچھ لکھا۔ اس میں "اقبالیات کے تنقیدی جائزے" کے علاوہ اب تک ان کی کوئی اور مستقل تصنیف سامنے نہیں آئی تھی۔ اب آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے ان کا ایک مقالہ "سرسید کا علمی کارنامہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ یہ ۸۰ صفحوں کا ایک مختصر سا کتابچہ ہے جو اپنے اختصار کے باوجود جامعیت کا حامل ہے۔ اس میں سید احمد خاں کی ان تمام علمی مساعی اور تصانیف کا ذکر ہے۔ جنہوں نے سید کو زندگی کے مختلف مراحل میں مصروف رکھا۔ کتاب کے آخر میں ضمیمے ہیں۔ ایک میں ان کی ساری تصنیفات کی تاریخ وار فہرست ہے۔ اور دوسرے میں سائنٹفک سوسائٹی کے کئے ہوئے ترجموں کی فہرست۔ اس مقالے کو دیکھنے کے بعد صرف اصل کتابیں دیکھنی باقی رہ جاتی ہیں۔ اور چونکہ سید کی ہر تصنیف کا پس منظر علمی مواد کی فراہمی کی مشکلات اور سید کے خیالات کا لوگوں میں ردعمل بھی قاضی صاحب نے بیان فرمایا ہے اس لئے ان کے مقالے کو دیکھنے کے بعد مذکورہ تصنیفات کے مطالعے کا شوق پیدا ہونا لازم ہے۔ قاضی صاحب نے سید احمد خاں کے علمی انہماک کی جس انداز سے داد دی ہے وہ خود انہی کے پائے کا عالم دے سکتا تھا۔ انھوں نے ہر تصنیف

پر ایک مختصر سا تبصرہ بھی کیا ہے۔ اور ایک غیر جانبدار مورخ اور نقاد کی حیثیت سے انہوں نے جہاں کوئی کمی محسوس کی ہے۔ اسے بھی منظر عام پر لائے ہیں مثلاً ان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگر سید احمد خان اپنے بعض خیالات پر غیر ضروری اور بعض اوقات غیر علمی سختی سے قائم رہنے کی کوشش نہ کرتے تو عام لوگوں میں ان کی مخالفت اتنی نہ ہوتی جتنی کہ ہوئی خصوصاً مذہبی مباحث کے سلسلے میں۔ اور عمر کے آخری دور میں انہیں اپنی رائے پر اعتماد تو تھا۔ مگر اصرار نہیں۔ یہ صورت بعد میں پیدا ہوئی۔ ایک زمانے میں انہوں نے ایک رسالہ " ابطال حرکت زمین" پر لکھا تھا۔ مگر جب سائنس کے حقائق کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ان کا خیال غلط تھا۔ تو انہوں نے علی الاعلان اس سے رجوع کر لیا۔ کاش وہ اپنے کچھ اور خیالات کی بھی اس طرح اصلاح کر لیتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخالفین کی علمی کم مائیگی سے زیادہ متاثر ہوئے اور اپنے علمی رتبے کی بلندی سے کم۔ یہ کمزوری انہی کی نہیں تھی۔ بڑے سے بڑے علما میں بھی پائی گئی ہے۔ البتہ سید احمد خاں کا مرتبہ اتنا بلند ہے اور ان کا تعلیمی اصلاحی اور خالص علمی کارنامہ اتنا شاندار ہے کہ جی چاہتا ہے کہ یہ کمزوری ان میں نہ ہوتی۔

قاضی احمد میاں مرحوم کا یہ مختصر مگر جامع مقالہ سید احمد خان کی زندگی اور علمی کارنامے کے مطالعے کے لئے ایک مشعل ہدایت ہے۔ اور طلبہ کے لئے ناگزیر۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے اسے شائع کرکے ایک قابل قدر کام کیا ہے۔ البتہ اس کی طباعت میں جا بجا متعدد غلطیاں رہ گئی ہیں۔ جن کو اگلی اشاعت میں دور کرنا لازم ہے۔ مثال کے طور پر رسالے کے صفحہ ۲۴ پر سید احمد خاں کا ایک اردو کا شعر درج ہے۔

ہزار حیف کہ عمر اپنی مفت صرف ہوئی
نہ کچھ خدا کی عبادت ہوئی نہ کچھ بتوں کی چاہ

اس کا دوسرا مصرع بدیہی طور پر غلط چھپا ہے۔ غالباً یوں ہوتا تو ٹھیک تھا

ہزار حیف کہ عمر اپنی مفت صرف ہوئی
ہوئی خدا کی عبادت نہ کچھ بتوں کی چاہ

مجھے امید ہے کہ سید احمد خان کے علمی کارنامے پر اس مفید رسالے کی اشاعت کے بعد خود قاضی احمد میاں کے علمی کارنامے کی طرف بھی توجہ کی جائے گی۔ ہم مسلمان ایک زمانے میں علم اور علمی تحقیق کے میدان میں ساری دنیا سے آگے تھے۔ مگر اب ہم میں احمد میاں اور سید احمد خان جیسے لوگ کثرت سے پیدا نہیں ہوتے۔

دوسری کتاب جو میرے پیش نظر ہے۔ قدرت اللہ شہاب کے چند افسانوں اور خاکوں کا مجموعہ ہے جو "سرخ فیتہ" کے عنوان سے چھپا ہے۔ "سرخ فیتہ" اس مجموعے کے سب سے پہلے خاکے کا عنوان بھی ہے اور یہ انگریزی کی اصطلاح "ریڈ ٹیپ" کا اچھا ترجمہ ہے اس پہلے خاکے کے افراد سیکریٹری۔ جائنٹ سکریٹری۔ ڈپٹی سکریٹری۔ انڈر سیکریٹری۔

اسسٹنٹ سکریٹری اور سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ یہ سب ایک میٹنگ میں تشریف فرما ہیں ۔ان سب کے سامنے ایک نوجوان اور فیشن ایبل لڑکی مس سلیمہ کا جواس منسٹری میں ملازم ہے "کیس" درپیش ہے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب جو اس میٹنگ کے سب سے چھوٹے افسر ہیں حسب معمول اس کیس کی وضاحت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اسسٹنٹ سیکریٹری لقمہ دیتے جاتے ہیں۔ جائنٹ سیکریٹری صاحب فیصلہ کن بات کرنے کے عادی ہیں اور سیکریٹری صاحب ان سے اتفاق رائے کرتے ہیں۔ ڈپٹی سیکریٹری صاحب اور انڈر سیکریٹری صاحب محض تماشائی ہیں۔ اگرچہ انڈر سیکریٹری اپنی نوعمری کے تقاضے سے مس سلیمہ کے کیس میں ایک حد تک عملی دلچسپی لینا چاہتے ہیں۔ گفتگو کا ماحصل گپ بازی اور تضیع اوقات۔ مگر کہنا چاہیئے کہ بڑے طریقے اور سلیقے سے آخر میں جائنٹ سیکریٹری صاحب کو سپرنٹنڈنٹ اور اسسٹنٹ سیکریٹری دونوں کی صلاحیتیں مشکوک نظر آتی ہیں اور سیکریٹری صاحب حسب عادت اور حسب ضابطہ ان کی رائے سے اتفاق فرماتے ہیں۔ البتہ یہ مس سلیمہ کا کیس تھا کیا یہ پڑھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ شہاب نے جو خود ایک سرکاری ملازم ہیں سرکاری دفتروں کی اندرونی کارروائی کے ایک پہلو کا خاکہ کھینچا ہے۔ اور اس کی بے معنی رسمیت اور افسری ماتحتی کے تعلق پر ہمیں اپنے ساتھ ہنسنے کی دعوت دی ہے اور یہ ایک ایسی دعوت ہے جسے رد کرنا کفران نعمت ہوگا۔

اس مجموعے کے سارے خاکے سارے افسانے اپنے اندر ایک مستقل دلچسپی لئے ہوئے ہیں۔ شہاب انسانی زندگی کے ان گوشوں کو بے نقاب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جن پر یا تو نگاہ جاتی ہی نہیں یا کبھی اگر وہ سامنے آتے بھی ہیں... تو اکثر لوگ آنکھیں چرا کر گزر جاتے ہیں۔ زندگی کے تلخ حقائق کا سامنا کرنا بڑا مشکل ہے۔ مگر شہاب کی رفاقت اس مشکل کو ایک حد تک آسان کر دیتی ہے وہ ہنستے اور ہنساتے ہیں۔ اگرچہ جہاں دولت اور اقتدار کی بیدرد فرعونیت اور دست درازی اور افلاس کی بیکسی اور مجبوری کے منظر ان کی آنکھوں کے سامنے آتے ہیں وہاں ان کی ہنسی ان کے لبوں تک محدود رہتی ہے۔ اور بعض اوقات تو زہر خند بن جاتی ہے۔ انسانیت کی رسوائی وہ نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا دل رونے لگتا ہے اور وہ ہمیں بھی اس ماتم میں شریک کر لیتے ہیں۔

جنسیت ان کے ہاں ہر جگہ موجود ہے۔ اور ہے بھی صحیح۔ آخر جو چیز زندگی کا جزو ہو اسے زندگی سے الگ کیا ہی کیسے جا سکتا ہے۔ شہاب جنسیت اور جنسی جذبے کے گوناگوں مناظر اور مظاہر سے واقف ہیں اور ان کی جھلک ان کے ہر افسانے ہر خاکے میں نظر آتی ہے "سرور رفتہ" ایک جواں سال رومان ہے" ڈسپیچ" میں یہ رومانیت ایک ہلکی سی بہیمیت بن جاتی ہے" قانون" پرسن سمرقندی۔ اور آپ بیتی میں یہ بہیمیت نہایت واضح ہے۔ اور اگرچہ اول الذکر افسانے میں رومانویت سے مخلوط ہے۔ اور دوسرے میں تہذیب و تمدن کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور ادب آداب سے مگر ہے بہیمیت ہی پرسن سمرقندی شاہزادے سہی مگر ان کی حیثیت بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کی

جنسی مطالبات کے سلسلے میں ایک ثالث بالخیر سے زیادہ نہیں۔ سارے مجموعے کا بہترین افسانہ غالباً وہ ہے جس کا عنوان ہے "اور عائشہ آ گئی" اس میں مختلف عناصر کا توازن نمایاں ہے۔ اور زندگی کا المیہ ایک طربیے میں تبدیل ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

شہاب ایک حقیقت پسند اور حقیقت نگار اہل قلم ہیں ان کا کام زندگی کو دیکھنا اور دکھانا ہے وہ دکھاتے وہی ہیں جو خود دیکھتے ہیں۔ ان کی ظرافت اور تمسخر کی حقیقت ایک پردہ سے زیادہ نہیں جسے وہ حقیقت کے چہرے پر ڈالنا چاہتے ہیں اور پوری طرح ڈال نہیں سکتے۔ البتہ اگر ان کی طبیعت میں یہ جوہر نہ ہوتا تو شاید ہم ان کے ہمراہ زندگی کی سیر کرنے کو تیار نہ ہوتے۔

شہاب کا یہ مجموعہ اگرچہ نسخ ٹائپ میں چھپا ہے اور دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں چھاپے کی بیشمار غلطیاں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پروف پڑھے نہیں گئے۔ امید ہے کہ دوسری طباعت میں اس طرف خاص طور پر توجہ کی جائے گی۔

قومی زبان کا بابائے اردو نمبر

قومی زبان کا بابائے اردو نمبر جو اس سال شائع ہوا ہے ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے اس میں مولوی عبدالحق مرحوم کی زندگی اور ان کی علمی اور ادبی مساعی سے متعلق متعدد مقالے ہیں مولوی صاحب کے چند غیر مطبوعہ خطوط بھی شامل ہیں جن میں سید حسام الدین راشدی کے نام کے خطوط کو خاص تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ ایک اور چیز جو غالباً پہلی مرتبہ منظر عام پر آئی ہے۔ مولوی صاحب کی شاعری ہے ان کی نظموں کو بلند پایہ تو نہیں کہا جا سکتا مگر یہ ان کے کمالات میں ایک اور اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مجھے اس مجموعے کے متعلق دو باتیں کہنی ہیں ایک تو یہ کہ جب مولوی صاحب اور انجمن ترقی اردو کے دلی آنے کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس واقعے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ کہ لیاقت علی خان مرحوم نے جو اس وقت وائسرائے کی کونسل کے فنانس ممبر تھے حکومت ہند کی طرف سے انجمن کے لئے چالیس ہزار روپے سالانہ کی امدادی رقم منظور کی یہ رقم وہی تھی جو حیدرآباد سے ملا کرتی تھی اور بند ہو چکی تھی۔ لیاقت علی خان نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ اس کے علاوہ دو لاکھ روپے کے قریب انجمن کی عمارت کے لئے ایک فنڈ کے طور پر منظور کئے گئے اور ایک قطعہ زمین جو نئی دہلی میں سکندرہ روڈ پر واقع تھا۔ انجمن کی عمارت کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ یہ واقعہ بابائے اردو نمبر میں نہیں ہے اور نہ ہی انجمن کی تاریخ میں درج ہے اس غلطی کا ازالہ ہونا ضروری ہے۔

دوسرے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مولوی عبدالحق کی سیرت پر جس کی خوبی اور عظمت ساری دنیا پر واضح ہے۔

روشنی ڈالنے کے بعد یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ وہ کون سے عناصر اور عوامل تھے۔ جن کی وجہ سے مولوی صاحب اپنے بعض عظیم الشان منصوبوں میں کماحقہٗ کامیاب نہ ہوسکے۔ ہمیں ان عوامل کا اس لئے جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم ان سے آئندہ کے لئے سبق سیکھ سکیں اور اردو زبان اور ادب کے لئے جو آرزوئیں دل میں رکھتے ہیں انہیں پورا کرسکیں۔ مولوی عبدالحق کے مشن کی تکمیل ہمارا فرض ہے اور ہمیں اس فرض کو تندھی سے انجام دینا ہوگا۔

بحیثیت مجموعی قومی زبان کا بابائے اردو نمبر مولوی صاحب کے متعلق ہماری معلومات میں ایک قیمتی اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

آخری کتاب جس کا میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں سر طامس آرنلڈ کی پریچنگ آف اسلام کا ترجمہ ہے جو دعوت اسلام کے نام سے مولوی محمد عنایت اللہ دھلوی مرحوم نے کیا تھا یہ ترجمہ پرانی چیز ہے۔ ۱۸۹۸ء میں چھپا تھا اپنی صنف میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک مدت سے ناپید تھا اب مسعود پبلیشنگ ہاؤس نے اسے دوبارہ شائع کرکے اردو پر احسان کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت تاریخی ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے۔ جس میں ایک منصف مزاج غیر مسلم مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قرآن کی رو سے اسلام کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ اسے بزور شمشیر پھیلایا جائے اگر کسی مسلمان فرمانروا نے اس معاملے میں سختی برتی ہے تو یہ اس کا انفرادی فعل ہے۔ اسلام کا حکم نہیں۔ اور جہاں تک اس قسم کی زبردستی کا تعلق ہے۔ یہ مرض مسلمانوں ہی کی تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ ایسے واقعات عیسائیت کی تاریخ میں بھی بکثرت ملتے ہیں۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جسے سمجھے بغیر اسلام کی تاریخ کا صحیح مطالعہ ناممکن ہے۔

اس طباعت کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس کا دیباچہ جو محمد سلیم گا ھندری صاحب نے لکھا ہے تشنہ ہے۔ بہتر ہوتا وہ آرنلڈ اور عنایت اللہ یعنی مصنف اور مترجم دونوں کی زندگی اور تصنیفات پر تفصیل سے لکھتے۔ دوسرے کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر چھاپا ذرا بڑا ہوتا۔ اس سے کتاب کا حجم اور قیمت تو شاید بڑھ جاتی مگر پڑھنے میں یقیناً سہولت ہوتی۔

سید یعقوب بزمی

برہان قاطع کا پہلا ناقد

فرہنگ برہان قاطع گولکنڈہ علاقۂ دکن میں سلطان عبداللہ قطب شاہ (وفات ۱۰۸۳ھ[1]) کے زمانہ میں لکھی گئی۔ اس کا مؤلف محمد حسین ابن خلف تبریزی اور تخلص اس کا برہان چنانچہ خود اس نے فرہنگ کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ دکن کی کسی تاریخ میں برہان کے تفصیلی حالات ملتے ہیں اور نہ اس کے فارسی دیوان کا اب تک پتہ چل سکا۔ اس کے اشعار کا نمونہ یہ ہے:

(ا) شہے کہ در صف شاہان ہند ممتاز است — چوں در میانۂ یاراں علی ولی اللہ

(ب) چوں برہان از رہ توفیق یزداں — مرایں مجموعہ را گردید جامع

پۓ تاریخ اتمامش قضا گفت — کتاب نافع برہانِ قاطع[2]

مولف برہان قاطع کے معاصر محمد بن علی بن خاتون نے اپنی تالیف شرح جامع عباسی[3] کے مقدمہ میں برہان تبریزی کا اس طرح ذکر کیا ہے:

"برہان تبریزی بخواہش مؤلف حواشی جامع عباسی را بہ شکل کتابے جمع کرد و سال ترتیب یک ہزار و پنجاہ و چہار ہجری است[4]"

اس سے ظاہر ہے کہ برہان قاطع کی تالیف سے آٹھ سال قبل ہی برہان نے حواشی جامع عباسی کتاب کی صورت میں جمع کر لئے تھے۔

برہان کے معاصر ابن خاتون کا ٹھیٹ ایرانی ہونا تو کتاب ریحانۃ الادب سے ثابت ہے لیکن برہان کا ٹھیٹ ایرانی ہونا برہان قاطع سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ وہ لفظ پن کو لیکن کے معنی میں لکھتا ہے برہان قاطع کی عبارت یہ ہے:

پن۔ بفتح اولیٰ وسکون ثانی بمعنی اما و بمعنی لیکن باشد[5]

---

[1] تاریخ محبوب السلاطین ص۳۶۱ [2] برہان قاطع (طبع کلکتہ) ص۱ [3] ریحانۃ الادب (طبع ایران) جلد پنجم ص۳۲

[4] فرہنگ کلام جلد پنجم ص۲۶۔ [5] برہان قاطع (طبع کلکتہ)، ص۱۸۲

حالانکہ لفظ پتی نہ فارسی نثر میں مستعمل ہے نہ فارسی نظم میں اور نہ فارسی تکلم میں اور نہ کسی اور فارسی فرہنگ نویس نے اسکو ضبط کیا ہے۔

دکن میں اب بھی ایسے خاندان ہیں جو اپنے نام کے ساتھ کرمانی مشہدی وغیرہ لکھ لیتے ہیں حالانکہ ان کی کئی پشتیں دکن میں گزر چکی ہیں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ برہان ٹھیٹ ایرانی ہے۔

بہر حال برہان قاطع کو ہندوستان اور ایران میں غیر معمولی قبول عام حاصل ہوا چنانچہ مؤلف فرہنگ نظام نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کے پاس برہان قاطع کا ایک ایسا نسخہ ہے جو تالیف کے چھتیس ۳۶ سال بعد اصفہان میں نقل کیا گیا ہے۔

غرض برہان قاطع کے قبول عام کا بڑا سبب اس کے مندرجہ لغات کی ترتیب بہ حروف ہجا ہے' اسی لئے اس کے مندرجہ لغات سہل الحصول ہو گئے۔

اس سے قبل جس قدر فارسی فرہنگیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ ترتیب نہیں ہے مثلاً فرہنگ جہانگیری میں لفظ ابرو ببر باب "ب" کے تحت مندرج ہے' اس کے برخلاف برہان قاطع میں ابر حرف "الف" کے تحت اور ببر حرف "ب" کے ذیل میں درج کیا گیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اس نے مندرجہ ذیل فرہنگوں کے تمام الفاظ بہ حذف شواہد اپنی فرہنگ میں درج کر لئے ہیں

فرہنگ جہانگیری۔ مجمع الفرس سروری۔ سرمۂ سلیمانی۔ صحاح الادویہ حسین انصاری

ان میں سے ہر ایک فرہنگ بجائے خود کئی فرہنگوں پر مشتمل ہے۔

اس طرح برہان قاطع کو ایک قسم کی جامعیت حاصل ہو گئی۔

برہان قاطع کی تالیف کے تقریباً ایک سو سال بعد سراج الدین علی خاں آرزو اکبر آبادی نے سراج اللغات لکھی۔ آرزو کی ولادت گیارھویں صدی ہجری کی انتہا پر ہوئی ہے اور ان کا سن وفات ۱۱۶۹ھ ہے جیساکہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے بیان کیا ہے [۵] میر غلام علی آزاد خان آرزو کے معاصرین سے ہیں انہوں نے خان آرزو کی تصانیف میں سراج اللغات کا اس طرح ذکر کیا ہے

سراج اللغة بہ طور برہان قاطع

لیکن آزاد نے کچھ تفصیل نہیں دی کہ سراج اللغات کس ڈھنگ پر لکھی گئی ہے

آزاد کی وفات (۱۲۰۰ھ) کے اٹھائیس سال بعد غیاث اللغات کی تالیف شروع ہوئی اور یہ تالیف ۱۲۴۲ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی

---

[۵] مآثر الکرام (طبع لاہور) ص۲۲۲ و ص۲۲۸

غیاث الدین نے غیاث اللغات کے دیباچہ میں سراج اللغات کو بھی اپنا ماخذ بتایا ہے اور الفاظ کے معنی بیان کئے ہیں تو متعدد مقامات پر "سراج" کا بھی حوالہ دیا ہے، اس سے مراد وہی سراج اللغات تالیف خان آرزو ہے

مختصر یہ کہ خان آرزو پہلا شخص ہے جس نے برہان قاطع کے مندرجہ لغات کی تنقید کی ہے چنانچہ اس نے اپنی فرہنگ کے دیباچہ میں یہ لکھا ہے

"امابعد می گوید نا واقف زبان گفتگو سراج الدین علی متخلص بہ آرزو...... خصوصًا در برہان قاطع کہ تصحیف وتحریف لغات ومعانی رابیش از تنقیح دخل است"

یعنی برہان قاطع میں خاص طور پر تنقیح سے زیادہ لغات ومعانی کی تصحیف وتحریف کو دخل ہے

ذیل میں حرف "الف" سے ایک مثال اور حرف "ی" سے ایک مثال دیجاتی ہے تاکہ ناظرین پر یہ واضح ہوجائے کہ سراج اللغات میں شروع سے آخر تک جہاں جہاں ضرورت محسوس کی گئی تبصرہ کیا گیا ہے

"آرنج - بوزن نارنج بندگاہ ساعد وبازو کہ بتازی مِرفَق خوانند و در برہان بمعنی بارو نیز آوردہ کہ از مرفق یا شد تا درش لیکن این معنی در ہیچ کتاب دیدہ نشدہ"

خان آرزو نے یہاں یہ تصریح کردی ہے کہ آرنج کے معنی "کہنی" ہے، مولف برہان قاطع کا اس کو بمعنی بازو (یعنی کہنی سے کندھے تک) لینا صحیح نہیں اور کسی کتاب میں اس معنی میں نہیں دیکھا گیا۔

"یارہ - بوزن چارہ دست برنجن ویارق بقاف معرب آں و بمعنی طوق گردن چنانکہ در برہان آوردہ در ہیچ نسخہ بنظر نیامد"

خان آرزو نے یہاں یہ تصریح کی ہے کہ یارہ بمعنی "کنگن" ہے اور صاحب برہان قاطع کا اس کو "طوق گردن" کے معنی میں لینا صحیح نہیں۔ مختصر یہ کہ خان آرزو نے نہایت ہی عالمانہ اور شائستہ پیرایہ میں برہان قاطع کے مندرجہ لغات پر تبصرہ کیا ہے۔

خان آرزو کی وفات (۱۱۶۹ھ) کے ایک سو نو سال بعد مرزا غالب نے رسالہ "قاطع برہان" ۱۲۷۸ھ میں شائع کیا، قاطع برہان کی موافقت اور مخالفت میں جو رسالے شائع ہوئے ہیں ان کا سلسلہ غالب کی وفات سے ڈیڑھ سال قبل تک جاری رہا۔ چنانچہ مولوی عطا حسین نے مقدمۂ دیوان بالفریں یہ لکھا ہے

"خواجہ سید فخر الدین حسین سخن نے آرہ کے اوسی مطبع میں ہنگامۂ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۴ھ.. (۱۸۶۷ء) میں شائع کیا، حضرت غالب کی رحلت ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوئی، یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریبًا ڈیڑھ سال قبل طبع ہوا اور غالبًا قاطع برہان کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اس پر ختم ہوگیا"[۲]

لیکن مولف سراج اللغات نے برہان قاطع کے مندرجہ لغات پر جو تبصرہ کیا ہے اس کا ذکر تک نہیں

خود مرزا غالب نے قاطع برہان میں سراج الدین علی خاں کا تین جگہ ذکر کیا ہے لیکن برہان قاطع کے تعلق سے نہیں، ظاہر ہے کہ مرزا غالب کو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ خان آرزو برہان قاطع کا پہلا ناقد ہے۔

افسوسناک پہلوتہی

ہر معاشرے کی ترقی کا راز اس کی اپنی قومی زبان میں مضمر ہوتا ہے۔ دنیا کے مختلف معاشرتی نظاموں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہر قوم نے اپنی ترقی کے لئے اپنی زبان اور وسائل کو بنیاد قرار دیا ہے۔ لیکن پاکستان میں جس مسئلے کو برابر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ وہ قومی زبان کا مسئلہ ہے۔ گزشتہ دو تین برسوں سے یہ خیال ہو چلا تھا کہ حکومت اب اس مسئلہ کو واقعی طے کرنا چاہتی ہے۔ مگر مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں اردو کے مسئلے پر جو کارروائی عمل میں آئی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اب بھی چند نفوس کی خواہشات قومی خواہشات اور مفاد پر فوقیت رکھتی ہیں۔ مغربی پاکستان اسمبلی کا ۲۰ جنوری کا اجلاس کورم کی کمی کی بنا پر ملتوی کر دیا گیا۔ جبکہ یہ دن اس لئے سب سے اہم تھا کہ ایوان کو اس روز اردو کو سرکاری زبان بنانے کے بل پر غور کرنا تھا۔ اسمبلی کی کارروائی کی روداد سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے قومی نمائندوں کو اپنی قوم اور سب کے بنیادی مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ یہ ذہنیت کب تک کارفرما رہیگی۔ اس کا اندازہ تو نہیں کیا جا سکتا۔ مگر قومی اور تعلیمی منصوبوں کی ناکامی کا عمل اس وقت تک ضرور جاری رہے گا۔ جب تک یہ ذہنیت ختم نہیں ہوتی۔

اردو ایک جرم

لاہور کے ٹریفک کے محکمے نے پچھلے دنوں چند ہدایات جاری کی ہیں۔ جن میں خصوصیت سے دو باتوں پر عوام کو متنبہ کیا ہے ہے کہ اگر ان پابندیوں کی خلاف ورزی کی گئی تو قانونی چارہ جوئی کی جائیگی۔ ان دو ہدایات میں ایک تو نمبر پلیٹ لگانے کی لازمی ہدایت شامل ہے اور دوسری یہ کہ نمبر پلیٹ انگریزی میں ہونی چاہیئے، کسی اور زبان میں نہیں۔

یہ حکم دنیا میں کسی آزاد قوم کے آزاد باشندوں کے لئے کس قدر عبرت انگیز ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازہ حکم دینے والے نہیں لگا سکتے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

سائنٹفک سوسائٹی کی قرارداد

سائنٹفک سوسائٹی پاکستان نے حکومت سے پر زور مطالبہ کیا ہے کہ قومی زبان اردو کو مغربی پاکستان کے مدارس میں اعلیٰ ذریعہ تعلیم بنانے میں کوئی تاخیر نہ کی جائے۔ یہ قرارداد کانفرنس کے آخری اجلاس میں منظور کی گئی۔ سوسائٹی نے کہا ہے کہ ہمارے سابقہ جلسوں میں سائنس کے ہر موضوع پر مقالے پڑھے گئے۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سائنس کے اعلیٰ مضامین کو اردو میں بخوبی پیش کیا جا سکتا ہے اور ان حالات میں اردو کو ذریعہ تعلیم نہ بنانے کا کوئی جواز نہیں۔ یہ کانفرنس پاکستان سائنٹفک سوسائٹی کی چھٹی سالانہ کانفرنس تھی جو کراچی میں منعقد ہوئی۔

قومی زبان کی اہمیت

حکومت مغربی پاکستان نے ایک قانون نافذ کیا ہے۔ جس کی رو سے گزیٹڈ افسران اعلیٰ کو اردو کے اعلیٰ معیار کا امتحان پاس کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ انہیں ان علاقائی زبانوں کا امتحان بھی پاس کرنا ہوگا۔ جہاں ان کی تقرری کی جائے گی۔ مقررہ مدت کے اندر امتحان پاس کرنے والے افسران کو ترقی دی جائے گی، اور جو افسران مقررہ وقت میں امتحان پاس کرنے میں ناکام رہیں گے۔ ان کو اس وقت تک ترقی سے محروم رکھا جائے گا جب تک وہ امتحان پاس نہیں کر لیتے۔

دفتری زبان کانفرنس

دفتری زبان کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے سپریم کورٹ کے جج جسٹس ایس۔ اے رحمان نے فرمایا کہ اردو کو بلا تکلف سرکاری دفتروں میں رائج کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں فوری قدم اٹھایا جانا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ اردو کو دفتری زبان بنانے کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں تاہم اس کے عملی پہلوؤں کے متعلق دشواریاں ہو سکتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ اردو میں دفتری زبان بننے کی پوری صلاحیت ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ مسائل پر سوچ بچار کرنا اچھی بات ہے۔ لیکن سارا وقت سوچ میں گزار دینا اور آگے قدم نہ بڑھانا بے عملی کی دلیل ہے۔ اس سے قبل دفتری زبان کانفرنس کے سامنے ڈاکٹر سید عبداللہ نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا اردو زبان کو دفتری زبان بنانے کے سلسلے میں ۱۹۷۲ء کا تعین غلط فہمی کا موجب بنا ہے۔ اس اہم کام کو ۱۹۷۲ء میں غور و خوض کے لئے اٹھا رکھنا غلط ہوگا ۷۲ء کا آغاز اس تاریخ سے پہلے ہی شروع کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کانفرنس نے دفتری زبان کے مسئلہ کو سنجیدگی سے ہاتھ میں لینے کے علاوہ کاروباری اداروں میں دفتری کام کے سلسلہ میں ترغیب و تبلیغ کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں میں صدر کانفرنس ڈاکٹر خان اے رحمان، اے ڈی اظہر اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔

اردو کی سفارش

صوبائی حکومت نے مغربی پاکستان کی قومی زبان کے مسودہ قانون پر صوبائی اسمبلی کو رپورٹ پیش کرنے کی غرض سے جو سلیکٹ کمیٹی قائم کی تھی اس نے سفارش کی ہے کہ صوبے کے تمام سرکاری

دفتروں عدالتوں اور تعلیمی اداروں میں یکم جولائی ۱۹۷۶ء تک انگریزی کی جگہ اردو زبان رائج کر دی جائے ۔ یہ رپورٹ کمیٹی کے سربراہ علامہ رحمت اللہ ارشد نے پیش کی ۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے بعد بھی پنجابی ۔ پشتو ۔ سندھی اور دوسری علاقائی زبانوں کی موجودہ حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہوگا ۔

وزیر صحت کا مشورہ

صوبائی وزیر صحت بیگم محمودہ سلیم نے کہا ہے کہ قومی یکجہتی کے لئے اردو اور بنگالی دونوں قومی زبانیں سیکھنا ضروری ہے کیونکہ دونوں زبانوں سے بہرہ ور ہوئے بغیر اپنائیت کا احساس پیدا نہیں ہوتا ۔ انھوں نے کہا کہ اردو اور بنگلہ ہماری قومی زبانیں ہیں ۔ ان کو سیکھے بغیر ہم ایک دوسرے کے قریب نہیں آسکتے بیگم محمودہ سلیم پاکستان کونسل کے مقامی مرکز میں بنگالی جماعت کے افتتاح کے موقع پر ان خیالات کا اظہار کیا ۔

روس میں اردو لغت

روسی سفارت خانے کے ایک پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ روسی انسائیکلوپیڈیا کے ناشرین نے اردو روسی زبان کی ایک جامع لغت تیار کرلی ہے ۔ جس میں ۳۰ ہزار اردو الفاظ کے روسی مترادفات ہیں ۔ لغت کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ سائنٹیفک اور پیشہ ورانہ اصطلاحات کا عمل دخل زیادہ سے زیادہ ہو ۔ یہ لغت روسی زبان سیکھنے والوں کے کام بھی آسکتی ہے ۔ لغت کا دیباچہ فیض احمد فیض نے لکھا ہے ۔

تہذیبی ۔ علمی ۔ تعلیمی

اقبال روس میں

روسی سفارت خانے کی اطلاع کے مطابق علامہ اقبال کا کلام روس میں بہت مقبولیت حاصل کر رہا ہے ۔ حال ہی میں ان کے کلام کا مجموعہ بانگ درا روسی زبان میں شائع ہوا ہے ۔ روسی زبان میں علامہ کے کلام کا پہلا ترجمہ دس سال قبل کیا گیا تھا ۔ جس نے روس کے ادبی حلقوں کو چونکا دیا تھا ۔ اس وقت سے شاعر مشرق کے اردو اور فارسی کلام کے ترجمے برابر شائع ہوتے رہے ہیں ۔ اقبال کا اثر خصوصاً روس کے ان علاقوں میں بہت زیادہ ہے ۔ جہاں مسلمان آباد تھے اور جہاں فارسی زبان سے لوگ بخوبی واقف ہیں ۔ تازہ مجموعہ بھی شاعر مشرق کی اس مقبولیت کا ثبوت ہے ۔ ترجمہ نہایت عرق ریزی اور صحت کے ساتھ کیا گیا ہے ۔

برطانوی مورّخ کی دریدہ دہنی

برطانیہ کے ایک مورخ جی ۔ ایچ براؤننگ نے اپنی کتاب "دی یونگ ورلڈ آف ہسٹری ان کلر" میں آنحضور اور خلفائے راشدینؓ کے بارے میں انتہائی اہانت آمیز کلمات لکھ کر اپنی اخلاقی پستی کا ثبوت مہیا کیا ہے ۔ مصنف نے جس جہالت سے ناواقفیت اور تاریخی شعور کے فقدان کا ثبوت دیا ہے ۔ اس کی وجہ سے نہ صرف کتاب کی قدر و قیمت نظروں میں گر جاتی ہے ۔ بلکہ مسلمانوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے ۔ اس کتاب کے خلاف خاصے بیانات آچکے ہیں ۔ پاکستان میں اس کتاب پر پابندی لگانے کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے ۔

ادارہ مصنفین پاکستان ادارہ مصنفین پاکستان کی چھٹی سالگرہ ۳۱ جنوری کو کراچی میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ اس تقریب میں ملک کے مشاہیر نے شرکت کی۔ اور مختلف ادبی انعامات کا اعلان کیا گیا۔ جسٹس محبوب مرشد نے اس تقریب کی صدارت کی۔ اس موقع پر صدر مملکت کا پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ وزیر صحت ظہیر الدین لال میاں نے اپنی تقریر میں ادارے کو خراج تحسین پیش کیا۔ جناب ممتاز حسن نے پاکستان میں عربی و فارسی ادب کے بارے میں فکر انگیز مقالہ پڑھا۔ ادارے کے قائم مقام سکریٹری جنرل جمیل الدین عالی نے اپنی تقریر میں ادارے کے کوائف پر روشنی ڈالی۔ اس تقریب میں جن کتابوں کو انعام دینے کا اعلان کیا گیا۔ ان میں آبلہ پا (ناول از رضیہ فصیح احمد) فارقلیط (نظم از عبدالعزیز خالد) اور عطریہ (مجموعہ کلام از تحمل شفائی) ان کتابوں کو آدم جی ادبی انعام دیا گیا۔ داؤد ادبی انعام کے تحت پاکستانی کلچر (جمیل جالبی) اور تحقیق کی روشنی (عندلیب شادانی) کو انعام دینے کا اعلان ہوا۔ ان کتابوں کے علاوہ تاج محل (ڈاکٹر عبداللہ چغتائی)۔ افریقہ ایک چیلنج (عبداللہ صمدوسی) کو خصوصی انعامات بھی دیئے گئے۔ نیشنل بنک کے ادبی انعام کے تحت برقی مقناطیس (پروفیسر عسکری) اور حیوانی نمونے (حفیظ الرحمن) کو انعام دیئے گئے۔

اسلام آباد یونیورسٹی اسلام آباد یونیورسٹی کے نامزد وائس چانسلر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ اس مجوزہ یونیورسٹی میں پوسٹ گریجویٹ۔ ایم۔ ایس سی اور پی۔ ایچ ڈی کے طلبا کو ریسرچ کی جو سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ وہ پاکستان کی کسی اور یونیورسٹی میں نہیں ہوں گی۔ انہوں نے کہا کہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ملک کے مختلف علاقوں کے اسکالروں کو اس یونیورسٹی میں داخل ہونا پڑے گا۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی ایجوکیشنز کلب راولپنڈی کے زیر اہتمام ایک اجلاس میں تقریر کر رہے تھے۔

معاشرے کی تعمیر نو "مغربی معاشروں نے سماجی عدل و انصاف کے اسلامی اصولوں سے بہت استفادہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آج مغربی معاشروں میں نمایاں ترقی نظر آتی ہے۔ اور اس کے برعکس مسلم معاشرے ان ہی اصولوں سے روگردانی کر کے مسلسل زوال پذیر ہیں" ان خیالات کا اظہار راجہ صاحب محمود آباد نے سراج الدولہ کالج اسٹوڈنٹس یونین کے افتتاح کے موقع پر کیا۔

بچوں کے لئے اچھا ادب جناب احمد ندیم قاسمی نے ملکی ادیبوں پر زور دیا ہے کہ وہ بچوں کے لئے اچھا ادب پیدا کریں۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ ملک میں بچوں کے لئے اردو کی اچھی کتابوں کی کمی ہے۔ احمد ندیم قاسمی صاحب الحمرا میں ایک ڈرامے کے افتتاح کے موقع پر تقریر کر رہے تھے۔ اس تقریب میں لاہور کے صحافیوں اور معزز شہریوں نے شرکت کی۔ اس سے قبل جناب عزیز اثری نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے۔ بچوں کے اغوا اور اس کے بعد پیدا ہونے والے اثرات پر روشنی ڈالی۔

ثقافتی تبادلوں کی تجویز ایران کے ہفت روزہ اخبار " اطلاعات " کے چیف ایڈیٹر آقا عباس مسعودی نے لاہور میں آرٹس کونسل کا معائنہ کیا ۔ اس موقع پر انہوں نے پاکستان اور ایران کے درمیان آرٹسٹوں کے تبادلے کی تجویز پیش کی ۔ انہوں نے کہا کہ تہران اکاڈمی آف آرٹس میں تربیت کی سہولتیں موجود ہیں۔ اور پاکستانی طلبہ مصوری کے فن کی تربیت کے لئے ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ثقافتی ترقی کے لئے علاقائی تعاون کے معاہدے کے تحت ثقافتی تبادلوں کے پروگرام کی توسیع کی کوشش کروں گا ۔

چینی ادیبوں کی طرف سے چینی ادیبوں کی یونین نے پاکستان رائٹرز گلڈ کے نام ایک تار میں امید ظاہر کی ہے کہ تنازعہ کشمیر، کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق طے کیا جائے جیسا کہ پاکستان اور بھارت نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے ۔ اس تار میں مزید کہا گیا ہے کہ دوسروں کی اپنی مرضی ٹھونسنے کا جنگ جویانہ وطن پرستی کا طرز عمل اختیار کرنا بے سود ہے ۔ یہ باتیں اس تار کے جواب میں کہی گئی ہیں ۔ جس میں پاکستان رائٹرز گلڈ نے انضمام کشمیر کے متعلق بھارتی اقدامات کے سلسلے میں چینی ادیبوں کا ردِ عمل جاننے کی خواہش ظاہر کی تھی ۔

علم و ادب میں تحقیق پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید اللہ خاں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ علم و ادب میں تحقیق کی طرف پوری توجہ دی جائے وہ پروفیسر شجاع الدین مرحوم کی وفات پر ایک تعزیتی جلسے میں تقریر کر رہے تھے ۔ انہوں نے نوجوانوں کو تلقین کی کہ وہ ایسے عظیم انسانوں کے نقوش پر چلیں۔ اس اجلاس کو مولانا علم الدین سالک ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اور پروفیسر شمس الدین نے بھی خطاب کیا ۔

مضمون نویسی کا مقابلہ پاکستان میں اٹلی کے ثقافتی مرکز کے تعاون سے اٹلی کے ایک ادارے " اسمیو " نے اٹلی اور پاکستان کے درمیان ثقافتی تعلقات کو فروغ دینے کی غرض سے انگریزی مضمون کے ایک انعامی مقابلہ کا اعلان کیا ہے ۔ مضمون کا عنوان ہے " جدید اردو ادب میں سماجی اور سیاسی رجحانات " مضامین کے مسودے تحقیق اور ٹھوس سائنسی بنیاد پر لکھے جائیں ۔ مضمون ساٹھ ہزار الفاظ سے زیادہ اور ۵ ہزار الفاظ سے کم نہ ہو ۔ بہترین مضمون پر ۵ ہزار روپیہ دیئے جائیں گے اور مضمون کی اشاعت پر دس فیصد رائلٹی بھی دی جائے گی، مقابلے میں حصہ لینے والے اپنے مضامین ۔ ار جنوری سنہ ۶۶ء تک اطالوی سفارت کی معرفت " اسمیو " کو بھیج دیں ۔

ادارۂ مصنفین کراچی شاخ پاکستان ادارۂ مصنفین کراچی شاخ کی نئی مجلس عاملہ کے انتخابات مکمل ہو گئے ہیں ۔ نئی مجلس عاملہ کے سکریٹری انور اور خزانچی شوکت صدیقی چنے گئے ہیں۔ اس موقع پر کئی قرار دادیں منظور کی گئیں ۔ جن میں سے ایک میں مطالبہ یہ ہے کہ حکومت جلد از جلد ادیبوں کی کالونی کے لئے کوئی موزوں رہائشی قطعہ اراضی الاٹ کرے ۔

اس آئینہ خانے میں

شہزادہ پریم لاہور میں

تھائی لینڈ کے شہزادہ پریم پراچترا نے ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ایک استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ پچھلے دو برس سے مسلمانوں کی ایک جماعت تھائی لینڈ کی زبان تھائی میں قرآن مجید کا ترجمہ کر رہی ہے۔ اس وقت بھی تھائی زبان میں قرآن مجید کے چند تراجم موجود ہیں۔ لیکن حکومت ان سے مطمئن نہیں ہے۔ شاہ تھائی لینڈ مستند ترجمہ دیکھنے کے لئے بے چین ہیں۔ اس لئے اہل علم حضرات جلد از جلد اس کام کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ شہزادہ پریم نے مزید کہا کہ میں وطن واپس جا کر حکومت سے درخواست کروں گا کہ یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم بھی شروع کی جائے۔ پاکستان کی لوک کہانیاں پڑھائی جائیں۔ اور ان کا ترجمہ تھائی زبان میں کیا جائے۔ انھوں نے اسلام اور پاکستان کی تاریخ کے تراجم کرانے کی تجویز پر بھی صاد کیا۔ شہزادہ پریم پراچترا تھائی لینڈ میں لسانیات اور ثقافت کے تحقیقی ادارہ کے سینئر نائب صدر بھی ہیں۔ ان کی اطلاع کے مطابق تھائی لینڈ میں اسلام سے دلچسپی برابر بڑھتی جا رہی ہے۔

داغستان کے عظیم شاعر رسول حمزہ

داغستان کے عظیم شاعر رسول حمزہ جو لینن پرائز بھی حاصل کر چکے ہیں اور روسی پریسیڈیم کے بھی رکن ہیں۔ پاکستان رائٹرز گلڈ کی دعوت پر پاکستان کا دورہ کرنے تشریف لائے تھے۔ لیکن اپنی والدہ کی بیماری کی اطلاع پا کر دورہ نامکمل چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اپنے قیام کے دوران انہوں نے کراچی کے تمام ثقافتی اور ادبی مراکز میں قدم رنجہ فرمایا۔ پاکستان رائٹرز گلڈ، انجمن ترقی اردو ترقی اردو بورڈ کا خصوصی معائنہ کیا اور استقبالیوں میں شرکت کی۔ رسول حمزہ متعدد عالمی اجتماعات میں روس کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ روس کی پریسیڈیم کے ایک رکن بھی دورے پر پاکستان تشریف لائے تھے۔

جسٹس سجاد احمد جان کا مشورہ

جسٹس سجاد احمد جان جج ہائی کورٹ مغربی پاکستان نے ایس ای کالج کے طلبہ کی یونین کا افتتاح کرتے ہوئے طلبہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی قومی زبان کو اظہار خیال کا ذریعہ بنائیں۔ انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا "مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں اس ایوان میں غیر موزونیت کا مرتکب ہو رہا ہوں اور میں ارادتاً ایسا کر رہا ہوں۔ اس ایوان کی زبان انگریزی ہے۔ اور اب تک تمام کارروائی انگریزی میں ہوئی۔ لیکن میں ایک ایسی زبان میں جس کو ہماری قومی زبان کا درجہ حاصل ہے آپ سے مخاطب ہونے کی جرأت کر رہا ہوں" آپ نے مزید فرمایا کہ انگریزی زبان کی افادیت سے انکار نہیں۔ لیکن اس کو قومی زبان پر ترجیح دینا اور برتر سمجھنا احساس کمتری کی علامت ہے۔

جسٹس سید محبوب مرشد کا پیغام

مشرقی پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب سید محبوب مرشد نے ادارۂ مصنفین پاکستان کی چھٹی سالگرہ کے موقع پر

خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ مادی ترقی سے انسان کی آزاد روح کے معاملات میں مداخلت کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا اگرچہ موجودہ دور آزادی افکار کا دور کہلاتا ہے مگر یہ دعویٰ متنازعہ فیہ ہے۔ آزادی افکار ہی سے تخلیقی قوتیں بیدار ہوتی ہیں۔ شاعروں کے نغمے پھوٹتے ہیں۔ صداقت ایک مستقل حقیقت ہے۔ اور اس کا بہترین استعمال یہ ہے کہ اسے کھلے بندوں مانا جائے۔ انہوں نے آخر میں دعا کی کہ خدا ایسا اسلحہ خانہ تیار کرے جس میں ماضی کے انعامات ہی نہ ہوں بلکہ مستقبل میں لڑنے کے لئے بھی ہتھیار رہوں۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی رائے

کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے رائے ظاہر کی ہے کہ موجودہ نظام تعلیم قوم کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتا ہے اور اسے بالکل کھوکھلا کر رہا ہے۔ ڈاکٹر قریشی نے ان خیالات کا اظہار "اردو ڈائجسٹ" کے ایک انٹرویو میں کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہماری قوم خود غرضی کی دلدل میں پھنستی جا رہی ہے۔ اگر یہ خود غرضی نہ ہوتی تو ہم شاہراہ ترقی پر بہت آگے نکل چکے ہوتے۔

جناب مسعودی کی آمد

روزنامہ اطلاعات کے چیف ایڈیٹر اور ایرانی سینٹ کے سینیٹر جناب عباس مسعودی پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تھے۔ آپ نے اپنے دورے کے درمیان لاہور اور کراچی کے ثقافتی اداروں کی سیر کی اور تاریخی مقامات کو بہت دلچسپی سے دیکھا۔ جناب مسعودی پاکستان اور ایران کے ثقافتی رشتوں کو استوار کرنے کی مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد باقر کے تاثرات

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر صدر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی نے بزم فارسی کی طرف سے منعقدہ تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا "افغانستان کے عوام کے دلوں میں اپنے پاکستانی بھائیوں کے لئے محبت اور عقیدت کا بے پناہ جذبہ موجود ہے۔ انہوں نے بتایا کہ افغانستان میں روزمرہ کی زبان اگرچہ پشتو ہے۔ تاہم بڑے شہروں میں عموماً فارسی مروج ہے۔ اور اردو کے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں۔" ڈاکٹر محمد باقر مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی کی ساڑھے پانچ سو سالہ برسی کی تقریبات میں شرکت کے لئے افغانستان تشریف لے گئے تھے۔

یادوں کے چراغ

یوم سیماب اکبر آبادی

۲۲ر جنوری ۱۹۶۵ء کو بزم سیماب کراچی کے زیر اہتمام سیماب اکبر آبادی کی چودھویں برسی منائی گئی۔ اس روز مقامی روزناموں نے سیماب اکبر آبادی کی شخصیت اور شاعری کے موضوعات پر مقالات شائع کئے۔ ریڈیو پاکستان سے ایک خصوصی پروگرام نشر کیا گیا ——— برسی کے سلسلے میں قرآن خوانی ہوئی اور چند حضرات نے اپنی تقریروں میں مرحوم شاعر کو خراج تحسین پیش کیا۔

مشہور فلسفی کی برسی

بین الاقوامی فلسفہ کانگریس کی طرف سے ۶ ستمبر سے لے کر ۱۲ ستمبر ۱۹۶۵ء تک اسپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں روم کے مشہور فلسفی سینکا کی برسی منائی جا رہی ہے سینکا رومۃ الکبریٰ کی شہنشاہیت کے عظیم تر دور کے صفِ اول کے فلسفیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر دنیا بھر کے فلاسفر اور دانشوروں کو برسی کی تقریبات میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ سینکا کا انتقال ۶۴ء میں ہوا تھا۔ پاکستان کی نمائندگی اس کانفرنس میں سید محمد تقی مدیر روزنامہ "جنگ" کریں گے۔

شرلک ہومز کی یاد

شرلک ہومز سوسائٹی لندن نے اپنا سالانہ ڈنر منعقد کیا۔ اس سال کی تقریب کا نام بحری معاہدہ رکھا گیا۔ یہ نام اس مشہور مہم پر رکھا گیا تھا۔ جس میں ہومز نے وزارت خارجہ کے ایک ملازم کو تباہ ہونے سے بچا لیا تھا۔ یہ ڈنر ہومز کے خالق سر آرتھر کانن ڈائل کی وفات کے تیس سال بعد دیا گیا۔ اس قسم کی سوسائٹیاں دنیا کے مختلف حصوں میں قائم ہیں۔ جن کے نام ہومز کی غیر قانونی کہانیوں سے مستعار لئے گئے ہیں۔ لندن کی سوسائٹی کا صدر ۷۷ سالہ ایس ڈی رابرٹس ہے۔ وہ ایک ممتاز مصنف ہے۔ اور ہومز اور ڈاکٹر واٹسن پر دو کتابیں لکھ چکا ہے۔

شاعر سچل سرمست کی برسی

سندھ کے مشہور شاعر سچل سرمست کا عرس خیرپور میں بہت اہتمام سے منایا گیا۔ سچل سرمست سندھ کے شعری خزینے میں ایک انمول جوہر کہے جاتے ہیں۔ ان کے کلام میں تصوف کا عنصر غالب ہے۔ جو انسانیت کی اعلیٰ ترین قدروں کی نمائندگی کرتا ہے۔ سچل سرمست کا مزار خیرپور میں شہر رانی سے ایک میل کے فاصلے پر قصبہ درازا شریف میں واقع ہے۔

ماتم میں ہم شریک ہیں

ٹی ایس ایلیٹ کی رحلت

انگریزی ادب کے شہرہ آفاق شاعر اور نقاد ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ ۷۷ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ جدید دور کے ان اعلیٰ ترین دماغوں میں شمار ہوتے تھے۔ جنہوں نے اس پورے دور پر اثر ڈالا ہے۔ ادبی دنیا کی جدید تحریکوں میں ان کی شخصیت اور خیالات کا اثر و نفوذ اس حد تک سرایت کر گیا تھا کہ یہ دور ایلیٹ کا دور کہلاتا ہے۔ ایلیٹ کے گہرے اثرات صرف انگریزی زبان تک محدود نہیں رہے۔ بلکہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں بھی واضح نظر آتے ہیں۔ اردو ادب بھی اس فیضان سے خالی نہیں رہا۔ ٹی۔ ایس ایلیٹ کے پائے کا شاعر اور نقاد اب دوبارہ پیدا ہونا دشوار ہے۔ دنیائے ادب ایک اہم شخصیت سے خالی ہو گئی ہے۔

ظریف دہلوی کا انتقال پُرملال

دنیائے ظرافت کی ایک اہم اور ممتاز شخصیت سے اردو ادب خالی ہو گیا ہے۔

حضرت ظریف دہلوی کا انتقال پر ملال ایک ایسا سانحہ ہے۔جس میں ہر شخص کو افسوس ہوگا۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی شاعری کو اعلیٰ معیار کے طنز و مزاح کا آئینہ دار بنایا۔جس کی وجہ سے ان کا شمار مزاحیہ شاعری کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ وہ دہلی کی ٹکسالی زبان اور محاوروں کے ماہر تھے اور ان کی شاعری میں یہ رنگ اپنے مخصوص انداز میں ابھرتا ہے۔ مختلف انجمنوں اور شخصیتوں کی جانب سے اس سانحہ پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے ادارۂ قومی زبان بھی اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

خواجہ عبدالحی فاروقی کی رحلت

جامعہ ملیہ اسلامیہ دلّی کے قدیم استاد اور دینیات کے عالم جناب مولانا خواجہ عبدالحیٰ فاروقی ۸ر جنوری ۱۹۶۵ء کو لاہور میں وفات پاگئے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔جن کا علمی معیار بہت بلند ہے۔ آپ نے ۱۹۵۰ء میں پاکستان میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ادارۂ قومی زبان مرحوم کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

صحافی کا وحشیانہ قتل

ملک کے مایہ ناز صحافی منیر احمد قریشی کو لاہور میں قتل کردیا گیا۔ وہ اپنے فرائض کی بجاآوری کے سلسلے میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ایک ممتاز رکن کے ساتھ تھے جو خود بھی ایک شاعر اور صحافی ہیں۔قاتلوں نے جناب باقی بلوچ اور منیر احمد قریشی پر گولیاں چلا دیں۔جس سے منیر احمد قریشی موقعہ پر ہی ہلاک ہوگئے۔ ادارۂ قومی زبان اس وحشیانہ قتل کی پرزور مذمت کرتے ہوئے منیر قریشی مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کرتا ہے۔

آئینۂ ہند

ہندی کا نفاذ اور ملک گیر ہنگامے

بھارت میں ہندی کو سرکاری زبان قرار دینے پر ملک گیر ہنگامے شروع ہوگئے ہیں۔خصوصاً جنوبی ہند میں صورتِ حال نازک ترین مرحلے میں داخل ہوگئی ہے۔ ہندی کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے نصف درجن سے زائد افراد خودکشی کرچکے ہیں۔ اور وسیع پیمانے پر شورش کو دبانے کے لئے پولیس نے ہر قسم کے تشدد سے کام لیا ہے۔مگر یہ حالات نازک سے نازک تر صورت اختیار کرتے جارہے ہیں۔ زبان کا مسئلہ برعظیم میں گذشتہ سو سال سے بڑا اہم مسئلہ رہا ہے۔یہی وہ مسئلہ تھا جس نے آج سے پچیس سال قبل ایسی صورت حال پیدا کردی تھی کہ مسلمانوں نے اپنی ایک علیحدہ مملکت کا قیام کا مطالبہ کیا تھا۔ہندی کا وہ آسیب جو اردو کی مخالفت میں نمودار ہوا تھا۔برصغیر کی تقسیم کے بعد اور بھی جان لیوا بن گیا۔ اردو غریب تو اس میں پِسی ہی مگر بھارت کی دیگر علاقائی زبانیں اور بولیاں بھی اس کے پنجۂ اقتدار سے نہ بچ سکیں۔جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی بھارت میں ایک ہفتے کے اندر اندر وہ ہولناک واقعات رونما ہوئے کہ حکومت کی بنیادیں ہل گئیں۔اس کی

وجہ صرف یہ ہے کہ ہندی کبھی بھی دو تین صوبوں کے علاوہ سارے ہندوستان میں مقبول نہیں رہی ۔ جنوبی بھارت اور بنگال کی زبانیں خود اتنی ترقی یافتہ ہیں کہ وہ ایک ایسی زبان کو ہرگز قبول کرنے پر آمادہ نہیں جو عوام کے جذبات اور احساسات کی پروردہ نہ ہو ۔ ہندی کو جس طرح "شدھ" کیا گیا ہے ۔ اس کی وجہ سے وہ ایک مصنوعی ۔ بوجھل اور غیر فطری زبان بن گئی ہے ۔ جس کا تعلق عوامی جذبات سے بالکل نہیں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بھارتی عوام کی اکثریت ہندی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ جہاں تک "لنگوا فرنیکا" کا سوال ہے ۔ انگریزی عہد غلامی سے ان کی یہ ضرورت پوری کر رہی ہے ۔ انگریزی کی جگہ لینے والی "لنگوا فرنیکا" صرف اردو ہی ہو سکتی تھی ۔ جو ہندوستان کی تمام زبانوں پر اس لئے فوقیت رکھتی تھی کہ اس کی جڑیں عوامی احساسات میں پیوست تھیں ۔ مگر ہندی کی مصنوعی بھاشا کہاں انگریزی کی جگہ نہیں لے سکتیں حکومت ہند نے اردو کو تو گردن زدنی قرار دیا ہی تھا ۔ لیکن جب انگریزی کو بھی ضرب پڑنی شروع ہوئی تو تمام جنوبی بھارت اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ۔ اور حالات اس قدر بدتر ہو گئے ہیں کہ ملک کے ٹکڑے ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے ۔ بھارتی حکومت نے فوری طور پر انگریزی کو برقرار رکھنے کا وعدہ تو کیا ہے ۔ مگر اب یہ تحریک روز بروز ہندی کے مکمل بائیکاٹ اور انگریزی کے ہمیشہ قائم رہنے کے مطالبوں کی طرف بڑھ رہی ہے ۔ اور اس میں سیاسی شخصیتیں اور پارٹیوں کے مفادات اور بھی جلتی پر تیل کا کام دے رہے ہیں ۔ غالباً بھارتی حکومت اور کانگریس کے انتہا پسند عناصر کو اب اس بات کا احساس ہو گیا ہو گا کہ انہوں نے اردو دشمنی میں کیا کیا نقصانات اٹھائے ہیں ۔ ملک کی تقسیم ۔ مسلمانوں سے دشمنی جنوبی ہند اور شمالی ہند کی منافرت اور بنگالی کے تعصبات یہ سب اسی اردو دشمنی کا نتیجہ ہیں ۔ جس کے سامنے بھارتی حکومت لرزہ براندام ہے ۔

سندھی زبان کا رسم الخط بھارت کی حکمراں کانگریس پارٹی نے سندھی زبان کے عربی رسم الخط کو دیوناگری سے بدلنے کے لئے ایک زبردست مہم شروع کر رکھی ہے ۔ اس طرح انہوں نے اردو دشمنی کی اسی نفرت انگیز مہم کو اب بھی ختم نہیں کیا ہے ۔ جو ملک کی تقسیم کا باعث ہوئی تھی اور اسی ذہنیت کا ثبوت یہ ہے کہ آج ہندی کے خلاف بھارت میں طوفان برپا ہو گیا ہے ۔ ایک جانب تو بھارتی حکومت مذہبی اور ثقافتی رواداری کا ڈھونگ رچاتی ہے اور دوسری طرف وہ خالص متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتی ہے ۔ جس کے نتائج اس کو ہمیشہ پریشان رکھیں گے ۔

ساہتیہ اکیڈمی کا انعام ساہتیہ اکیڈمی نے جناب آنند نرائن ملا کے شعری مجموعے "میری حدیث عمر گریزاں" کو ۶۴ء کی اردو کی بہترین تصنیف قرار دیتے ہوئے مصنف کو پانچ ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا ہے ۔ آنند نرائن ملا اردو کے ایک نغز گو شاعر اور اردو کے ایک زبردست مجاہد ہیں ۔

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

نصائح الاطفال — مصنفہ رضا

نصیحت نامہ — مصنفہ نامعلوم

مذمت بے نمازاں — " "

مرتبہ

افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کیے جا چکے ہیں۔

۱۔ مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲۔ مثنوی محیط الحقائق	رام حسن محیط
۳۔ وصیت نامہ	
۴۔ دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵۔ مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶۔ قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی
۷۔ دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی
۸۔ مجموعہ حکایت	
۹۔ دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱۔ دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سرھنوی
۱۲۔ دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳۔ دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴۔ کرامات نامہ	دائم
۱۵۔ مثنوی باغ ایماں	تشفی
۱۶۔ مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰۔ دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خاں بیان دہلوی
۲۱۔ مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲۔ تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴۔ مثنوی دود دلیہ	سید عزیز اللہ ہمرنگ
۲۵۔ مثنوی ریاض الجناں	محمد باقر آگاہ
۲۶۔ قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷۔ کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸۔ مثنوی دانش افروز	میر فریدالدین آفاق
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر	فریدالدین آفاق و امیر بخش شہرت
۳۰۔ مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱۔ چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲۔ مثنوی نزاکت بیاں	″ ″ ″ ″
۳۳۔ گلستان اردو منظوم	میر فریدالدین آفاق
۳۴۔ چمنستان برکات	″ ″ ″ ″

۳۵۔ رسالہ فقہ منظوم — محمد اسمٰعیل
۳۶۔ من موہن (مثنوی) — مولوی محمد باقر آگاہ دہلوی
۳۷۔ ہدایت ہندی (مثنوی) — شیخ داؤد ضعیفی
۳۸۔ قصہ بیل والا — مولوی ظہور علی ظہور
۳۹۔ سوال و جواب بادشاہزادی مہر — عاجز
۴۰۔ چار باغ احمدی — شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱۔ ترجمہ شیخ سعدی کے پند نامہ کا — مظہر علی خاں ولا
۴۲۔ مثنوی پرکالۂ آتش — طوطارام شایاں
۴۳۔ فرائد در فوائد — محمد باقر آگاہ
۴۴۔ معجزات نبی کریمؐ — " "
۴۵۔ تحفۃ النسا — " "
۴۶۔ محی الدین نامہ — افضل
۴۷۔ عمدہ منتخبہ — اعظم الدولہ
۴۸۔ مثنوی فتح المجاہدین — مسکین
۴۹۔ مثنوی ریحان سراج — میر ظفر حسین ضمیر
۵۰۔ روضۃ الاطہار — نوازش علی شیدا
۵۱۔ جنگ نامہ محمد حنیف نسخۂ اول
۵۲۔ " " " نسخۂ دوم
۵۳۔ دیوان داؤد — داؤد اورنگ آبادی

۵۴۔ شفاعت نامہ — عبدالقادر
۵۵۔ قصہ شاہ جمجمہ — کمترین
۵۶۔ تلقین الہدیٰ — عاصی
۵۷۔ تنبیہ العوام — سید شاہ غوث محی الدین
۵۸۔ مثنوی گوہر — ابراہیم
۵۹۔ حملۂ حیدری — صفا بریلوی
۶۰۔ محی الدین نامہ نسخۂ اول
۶۱۔ " " نسخۂ ثانی
۶۲۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ — نظامی دکنی
۶۳۔ دیوان ہمت — خواجہ ہمت علی خاں ہمت
۶۴۔ گنج قدرت — اعز الدین خاں نامی
۶۵۔ فتح نامہ — یٰسین
۶۶۔ پند نامہ — میر جعفر علی جعفر زٹلی
۶۷۔ دیوان تمنا — اسد علی خاں تمنا
۶۸۔ تاریخ فیض عام (نظم) — عبدالمحمد مہدوی
۶۹۔ حشر نامہ — مصنف لا اعلم
۷۰۔ قصیدہ غوثیہ — رحمت اللہ

نصائح الاطفال

سائز ۹ × ۶ صفحات (۲۵) سطور (۱۳) سنہ تصنیف ۱۲۱۴ھ سنہ کتابت
(۳۰۵) ابیات کی یہ اخلاقی مثنوی ہے جس میں نصیحتیں نظم کی گئی ہیں۔ تین نصیحتیں طویل ہیں بقیہ (۱۱) نصیحتوں میں (۱۳) سے زیادہ ابیات نہیں ہیں۔ اس کا سنہ تصنیف خود مصنف نے ان ابیات میں ظاہر کر دیا ہے۔ تخلص کا اظہار بھی انہیں ابیات میں ہے ؎

یہ سمجھ کر رضا نے بیتیں چند　　کیں رقم تو کرے ہر ایک پسند
ہر کوئی یاد کر رکھے اس کو　　اور سکھا دے وہ اپنے لڑکوں کو
تو عقائد کو دین کے بدلیل　　تھوڑی مدت میں سب کریں تحصیل
ہوا از فضل رب ذوی الافضال　　نام اس کا نصائح الاطفال
اس کی تاریخ بھی سمجھ فی الحال　　چودھواں تیرھویں صدی کا سال

نصائح الاطفال فقہ شیعی سے متعلق ہے نصیحت چہارم میں خلفاء راشدین، ان کے موافقین اور عام اہل سنت و جماعت کے خلاف جن میں صوفیائے کرام و درویشان عالیمقام بھی شامل ہیں بہت ہی رکیک حملے کئے گئے ہیں۔ پانچویں نصیحت میں سمجھایا گیا ہے کہ اگر کوئی تیرا مذہب دریافت کرے تو ؎

کہہ کہ ہوں شیعۂ امامیہ　　جس کو کہتے ہیں اثنا عشریہ

مصنف کی زبان صاف اور مصرع برجستہ ہیں لیکن بعض مقامات پر قواعد شعریہ سے تجاوز کیا گیا ہے۔ مثلاً گیارہویں نصیحت میں ایک بیت ہے ؎

ترجمہ اس کلام کا سن کر　　دل میں سوچ اور یقین کر حاصل

اس بیت میں قافیہ غلط ہے "حاصل" کو "سن کر" کا قافیہ کرنا علم شعر سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ دوسرا مصرعہ شاید کاتب نے غلط نقل کیا ہو اور اصل مصرع یوں ہو ع "دل میں سوچ اور یقین حاصل کر" اس صورت میں بھی یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ دونوں مصرعوں میں ایک ہی لفظ "کر" کو قافیہ کرنا بالکل غلط ہے۔ اسی قسم کی

ایک بیت ہم اوپر درج کر آئے ہیں یعنی ؎

کہہ کہ ہوں شیعۂ امامیہ جس کو کہتے ہیں اثنا عشریہ

دونوں مصرعوں میں " یہ " نسبتی ہیں جو قافیہ ہونے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ انہیں نظر انداز کرکے مصرع اول و دوم میں " امام " اور " اثنا عشر " رہ جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ الفاظ آپس میں قافیہ نہیں ہوسکتے۔

حالات مصنف : ۔ نصائح الاطفال جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے ۱۲۱۴ھ کی تصنیف ہے اور اس کا مصنف رضا تخلص کا کوئی شاعر ہے۔ صاحب سخن شعرا نے اپنے مطبوعہ تذکرے میں رضا تخلص کے ۳ شعرا کا ذکر کیا ہے ان میں قدیم تین ہیں۔ (۱) میر رضا علی طغرا نویس لکھنوی شاگرد جرأت ان کا تذکرہ اعظم الدولہ سرور نے عمدہ منتخبہ میں کیا ہے جو ۱۲۲۴ھ میں ختم ہوا۔

(۲) میر محمد رضا لکھنوی شاگرد میر ضیا اور بقول بعض شاگرد سودا تذکرہ قدرت اللہ قاسم موسومہ مجموعہ نغز کے شعرا میں شامل ہیں یہ تذکرہ بھی ۱۲۲۱ھ میں اختتام کو پہنچا۔ تذکرہ نویس ان کی عروض دانی کے قائل ہیں۔

(۳) میر محمد رضا عظیم آبادی شاگرد ضیا یہ غالباً وہی ہیں جو ۲ میں بیان ہو چکے ہیں۔ اور آخر میں لکھنؤ سے عظیم آباد چلے گئے تھے۔

ہمارے خیال میں ان میں سے کوئی بھی اس مثنوی کا مصنف نہیں ہے کیونکہ ۱۲۱۴ھ میں رضا ۱ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ ۲ کی عروض دانی مثنوی کے انتساب کو مانع ہے اور ۳ اس لئے نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔ کہ ان کی اور ۲ کی شخصیت ایک ہے۔

البتہ ایک رضا اور ہیں جو نواب ارسطوجاہ کے مداحوں میں شامل تھے ہوسکتا ہے کہ نصائح الاطفال کے مصنف وہی ہوں۔

آغاز : ۔ تمہید کی (۳۱) ابیات ہیں ان میں سے صرف پہلی بیت حمد و نعت و منقبت سب کی حامل ہے جو یہ ہے ؎

بعد حمد خدا و نعت نبی کر تو مدح علی و آل علی

اس کے بعد کتاب کی غرض و غایت بیان کرکے نصائح کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ پہلی نصیحت میں وجود باری تعالیٰ کے دلائل ہیں۔ دوسری نصیحت میں پیغمبر بھیجنے کی ضرورت اور تیسری نصیحت میں انبیاء کی تعداد (ایک لاکھ چوبیس ہزار) کا بیان ہے۔ چوتھی سے آخری نصیحت تک عقائد اثنا عشریہ ذکر کئے گئے ہیں جو عصمت انبیاء و ائمہ، تنصیب امام، حب اہل بیت، اصول و فروغ دین اور عدل و معاد کو حاوی ہیں۔

اختتام : چودھویں نصیحت میں فروغ دین بیان کرنے کے بعد دوبارہ کتاب کا نام اور اپنا تخلص

ظاہر کیا ہے۔ آخری ابیات یہ ہیں ؎

یہ رسالہ نصائح الاطفال — از عنایات ایزد متعال

کیا موزوں رضا نے بہر صواب — تو کریں اہل بیت کے احباب

اپنے لڑکوں کے تئیں کریں تعلیم — فضل ان پر کرے خدائے کریم

یا الٰہی بحق حبیب رسول — ہم بحق بتول و زوج بتول

بہ طفیل نبی و آل عبا — بگذر از جرم والدینِ رضا

اس کی اولاد کو تو صالح کر — بہر روح محمد و حیدر

کوئی ترقیمہ موجود نہیں ہے۔

نصیحت نامہ

سائز ۷ × ۵ صفحات ۱۳ سطور ۱۱ سنہ تصنیف ۔ سنہ کتابت

یہ (۱۳۵) ابیات کی مثنوی ان مسائل و عوامل سے تعلق رکھتی ہے جو حیات بعد الممات میں فوز و فلاح کا سبب بن سکتے ہیں مصنف کا نام اور تخلص کسی بیت میں نہیں آیا۔ لیکن یہ نظم لکھنے کے بعد جعفر محمد نام کے کسی صاحب علم کے سامنے پیش کی گئی اور انہوں نے اس کا نام نصیحت نامہ رکھا۔ مصنف کہتا ہے ؎

جو ہیں طالب العلم عالی مقام — کہ جعفر محمد ہے ان کا نام

رقم کر نظم اس کے تیں بالعفود — روانہ کیا میں انہیں کے حضور

پسند کر کے وہ عالم نیک نام — نصیحت نامہ رکھے اس کا نام

ایک بیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نصیحت نامہ کو فارسی سے دکنی میں ترجمہ کیا گیا ؎

اول فارسی میں اتھا یہ بیاں — کیا نظم دکھنی زبان میں عیاں

حمد و نعت و منقبت آل و اصحاب نبیؐ کی پانچ ابیات کے بعد اس طرح بیان کیا گیا ہے ؎

عزیزو ذرا اب سنو دھر خیال — کہ ظاہر ہے اس میں نبی کے کمال

که ایک روز حضرت نبی نور علین　　سنو تم صدق سے سناؤں یہ بین
مدینے کی مسجد میں وہ پاک ذات　　لے بیٹھے تھے اصحاب دلشاد سات
کہ ایک شخص نے آکیا واں کلام　　ہے صلوات تم پر شہ نیک نام
کہا تب اُنے اے رسول خدا　　مرے دل کا حاصل کرو مدعا
میں آیا ہوں ملک یمن سے یہاں　　کرو مجھ سے پند و نصیحت بیاں

بعد کی ابیات میں یمن سے آنے والے کے سوالات اور حضور سرورِ کائنات کے جوابات کی تفصیل ہے۔

آغاز: ؎

کہوں حمد وہ ہے جو پروردگار　　کیا کُن سے دونوں جہاں آشکار
کیا بعد نورِ نبی کو عیاں　　ہوئے نور سے اسکے دونوں جہاں

اختتام ؎

اے دل اب تو کر اسکتیں مختصر　　کہاں تجھ میں تعریف کی ہے ہنر
عزیز دیہ تحریر ہے گا عزیب　　غریب ہے حقیر ہے حقیر ہے غریب
ختم ہو نصیحت نامہ تمام　　بحق محمد علیہ السلام

کوئی ترقیمہ نہیں ہے صرف تمام ہوا لکھا ہے۔

مذمت بے نمازاں

سائز ۹ × ۶ صفحات ۱۲ سطور مختلف زیادہ سے زیادہ ۱۶ سنہ تصنیف تقریباً ۱۲۵۰ھ سنہ کتابت ۱۲۶۵ھ
یہ (۱۴۰) ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں بے نمازوں کی مذمت کی گئی ہے۔ خط شکستہ نستعلیق ہے۔
جدولیں سرخ روشنائی کی ہیں۔ مصنف نے اپنے ہر بیان کو آیات قرآنی سے مدلل کیا ہے اور جو آیات درج کی
ہیں حاشیے میں ان کا ترجمہ بھی دے دیا ہے قطعی سنہ تصنیف کا پتہ نہیں چل سکا اسی طرح مصنف کے تخلص کی بھی
کوئی صراحت نہیں ہے زبان کے لحاظ سے یہ تصنیف تیرھویں صدی کے وسط کی معلوم ہوتی ہے۔ نظم کے خاتمے

پر ڈھائی صفحہ کی نثر ہے جس میں نماز پنجوقتہ کے بعد کے کچھ وظائف کا بیان ہے اس نثر کا آغاز اس طرح ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ جب بندہ اپنے مالک کے فرضوں سے ادا ہو چکا تو
اس وقت میں بقدر فرصت سمجھ کچھ وظیفہ بھی پڑھ لیا کرے۔

اور اختتام ان الفاظ پر ہے۔

بعد اس کے سورۂ تبارک الذی واسطے رفاہیت عذاب قبر کے پڑھا کرے
آگے اس کے جو توفیق اللہ تعالےٰ زیادہ دے زیادہ پڑھے لیکن اتنا ہر مسلمان
کو جائز ہے کہ پڑھا کرے اور اس کے ثواب سے کہ بہت بڑا ہے محروم نہ رہے فقط

رسالہ مذمت بے نمازاں کے آغاز کی ابیات ؎

بعد حمد پاک رب العالمین　　اور درود رحمت اللعالمین
حال... اب سنو اے بے نماز　　کیوں رہے مالک کے فرمانے سے باز
تم کو سب ہر چند سمجھاتے رہے　　راہ حق ہر چند بتلاتے رہے

اختتام : ؎

اے خدائے دو جہاں پروردگار　　ہم گنہگاروں کا بیڑا کر دے پار
از طفیلِ حضرتِ خیر البشر　　خاتمہ با الخیر جاویں سب بشر

تمام شد۔ نحمدہٗ ونصلی

ترقیمہ :- یہ نسخہ تنبیہ بے نمازاں کا تفصیل و اللہ المستعان باہتمام .... بتاریخ پانزدہم ماہ نومبر ۱۸۴۹ء سیم و مطابق بتاریخ بست و ہشتم ماہ ذی الحجہ مبارک ۱۲۶۵ھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بروز پنجشنبہ بوقت پہر روز برآمدہ بخط خام ناظر علام بندہ گلدار خاں نیٹب ڈاکٹر اسیین اسپتال بمقام چھاؤنی سکرول بنارس مختتم رسید فقط

ہر کہ خواند دعا طمع دارم　　زانکہ من بندۂ گنہگارم
لکھا ہے سب برس جو نہ مٹا دے کوئے　　لیکن ہارا باورا کہ گل گل ماٹی ہوئے

مراسلات

قفسِ رنگ

جناب محمد مصطفیٰ مدون لغات اردو انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ غالب کے اس شعر کی عالمانہ شرح (مندرجہ قومی زبان کراچی ستمبر - اکتوبر ۱۹۶۳ء) پڑھ کر اپنی کتاب "مطالعہ غالب" سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرنے کی گستاخانہ جرأت کرتا ہوں۔

؎ "قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے"

خود غالب نے حالیؔ کو اس شعر کے یہ معنی بتائے۔

"اگر اے کے بدلے جز پڑھا جائے تو شعر کا مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سوائے نالہ کے جگر سوختہ (عشق) کا کوئی نشان نہیں چنانچہ قمری اور بلبل کے عاشق ہونے کا نشاں بھی صرف ان کی نالہ کشی سے ملتا ہے ورنہ قمری ایک کفِ خاکستر ہے۔ اپنے خاکی رنگ کی وجہ سے اور بلبل محض رنگ ہے۔ اپنے رنگین پروں کی بدولت گویا ان کی ہستی کفِ خاکستر اور قفسِ رنگ سے زیادہ نہیں"۔

عرضِ اثر:- کوئی لغت اور کوئی محاورہ غالب کا ہمنوا نہیں کہ "اے" کے معنی "جز" ہیں۔ اب میری سمجھ میں جو مطلب ہے۔ بیان کرتا ہوں۔

نالے میں سوز و التہاب ہوتا ہے اور اس کا کام جلانا ہے۔ قمری سرو کے عشق میں اور بلبلِ گل کے عشق میں نالہ کش ہوئی دونوں فنا ہو گئیں۔ ایک کی یادگار کفِ خاکستر رہ گئی۔ دوسری قفسِ رنگ بن گئی، موہوم اور غیر مرئی تاہم کچھ نہ نشان باقی رہا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں نالہ کش ہوا تو جگر ایسا جلا کہ خفیف سا نشان بھی باقی نہیں "کیا ہے" استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نشان نہیں۔ نالہ سے خطاب اس لئے ہے کہ وہی جلانے کا سبب ہوا۔ لہٰذا اس کو معلوم ہونا چاہیئے یہ مسلّم امر ہے کہ جلنے کے بعد کسی چیز کے لطیف اجزا ہوا یا فضا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ صرف کثیف حصہ باقی رہ جاتا ہے شعر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کے عشق کو قمری اور بلبل کے عشق پر فضیلت ہے۔ قمری کے عشق میں بھی ایک جزو تھا وہ جبھی بھر راکھ سہی۔ بلبل کا عشق بھی ناقص تھا کیونکہ مکمل طور پر فنا ہونے کے بدلے ایک قفسِ رنگ کا شا گیا۔ شاعر کہتا ہے۔ میں نے اپنے محبوب کے فراق میں نالہ کیا جس نے جگر کو ایسا جلایا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہا کوئی کثیف جزو ہوتا تو باقی رہتا —

(اثر لکھنوی - ۲ فروری ۶۵ء)

ایران شناسی در پاکستان

ڈاکٹر شہریار نقوی آج کل ایران شناسی در پاکستان کے موضوع پر ایک مقالہ لکھ رہے ہیں۔ جس میں یہ بتایا جائے گا کہ پاکستان میں مختلف ادارے اور اشخاص فارسی زبان اور ادب کی کیا خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پاکستان کے اہلِ علم حضرات اور علمی اداروں سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنی مطبوعات کے بارے میں جلد تفصیلات سے انہیں آگاہ کریں۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب متعدد علمی کام انجام دے چکے ہیں۔ جنہیں ایران کے علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا ہے۔ گذشتہ سال ان کی ایک کتاب (جو ہندو پاکستان میں نعت نگاری سے متعلق ہے) ایران کی وزارت تعلیمات نے شائع کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا پتہ یہ ہے

۴۰۔ بزرگ مہر۔ تہران۔ ایران۔

تحسین سروری (کراچی)

نعت گو شعرا کا تذکرہ

یہ خیال کرتے ہوئے کہ اردو زبان میں ابھی تک نعت گو شعرا کا کوئی تذکرہ مرتب نہیں کیا گیا۔ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور نعت گو شعرائے قدیم و جدید کا ایک تذکرہ زیر ترتیب ہے۔ نعت گو شعرا اور اُن شائقین نعت سے جن کے علم میں نعتیہ دیوان اور گوشہ نشیں نعت گو شعرا ہوں۔ درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جلد از جلد مختصر حالات زندگی اور نعتیہ کلام کے ساتھ مجھ سے رجوع ہوں۔ میرا پتہ یہ ہے:-

شمیم صبائی متھرا دی ایم۔ اے
۱۶۲ ایف جیکب لائن کراچی ۳

سخن در سخن

ادبی حلقوں کو اس اطلاع سے مسرت ہوگی کہ مشہور ادیب و شاعر اور اردو زبان کے دیرینہ خدمت گذار حضرتِ اعجاز صدیقی کی غزلوں کا مجموعہ "سخن در سخن" ترتیب دیا جارہا ہے۔

جدید اردو غزل کو عظمت در نعت عطا کرنے میں اعجاز صدیقی کا بھی حصہ ہے "سخن در سخن" میں صرف وہ غزلیں ہوں گی جو موصوف نے گذشتہ ۱۳ سال میں وقفوں وقفوں سے کہی ہیں۔ اور جن کی انفرادیت مسلّم ہو چکی ہے۔ یہ مجموعہ عنقریب شائع ہورہا ہے۔ (منظر صدیقی۔ کراچی)

بابائے اردو کی چند لافانی کتابیں

انتخاب داغ "داغ اک آدمی ہے گرما گرم" داغ کی اپنے متعلق یہ رائے سو فیصدی درست ہے۔ اس پر اتنا اضافہ ضرور ہونا چاہیئے کہ وہ آدمی ہی نہیں شاعر بھی گرما گرم قسم کا تھا، داغ نے زندگی کے رومانی پہلو کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی غزلوں میں نمایاں کیا ہے۔ اس سے خود صنف غزل کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ داغ حسن کا شاعر تھا۔ اس نے زندگی بھر حسن کی پرستش کی اور وہ بھی اس انداز سے کہ مٹی اور سونے کو برابر سمجھا۔ بابائے اردو نے داغ کے کلام کا انتخاب عمر کے اس حصے میں کیا تھا جب انسان دنیا پر ایک تماشائی کی حیثیت سے نظر ڈالتا ہے۔ لیکن اس انتخاب میں بابائے اردو تماشائی نہیں بلکہ جزو تماشا نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ داغ ہی کے کلام کا بہترین انتخاب نہیں بلکہ بابائے اردو کے ادبی ذوق کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔ قیمت ۲/۵۰

اُردو صرف و نحو اردو صرف و نحو پر یہ کتاب تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے جو سائنٹیفک بنیادوں پر لکھی گئی ہے۔ بابائے اردو سے پہلے اس موضوع پر جن مصنفین نے قلم اٹھایا انہوں نے عربی فارسی زبانوں کی قواعد کو مشعل راہ بنایا اور اردو زبان کے مزاج و منہاج کو نظر انداز کر دیا۔ بابائے اردو نے عربی فارسی قواعد کو صرف اس حد تک پیش نظر رکھا ہے جہاں تک اس کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اردو زبان کی خصوصیات کو پوری طرح سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی اور پہلی بار اس حقیقت کا احساس دلایا کہ اردو قواعد عربی و فارسی زبانوں کا چربہ نہیں ہے بلکہ بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو صرف اسی سے مخصوص ہیں۔ قیمت ۲/۵۰

چند ہمعصر انسان کا بہترین مطالعہ خود انسان ہے یہ کتاب اسی اجمال کی تفصیل ہے جس میں بابائے اردو نے اپنے ہمعصروں کی شخصیت کے نقوش واضح کیے ہیں۔ قیمت چھ روپے

افکار عبدالحق

مرتبہ

انجمن صدیقی۔ ایم۔اے

اس میں بابائے اردو کی وہ تمام تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں جن میں ادب اور زندگی کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے۔ جس میں بابائے اردو کے نظریات اور ذہنی رجحانات پوری وضاحت اور تفصیل سے سامنے آتے ہیں۔ مرتبہ نے کتاب کے شروع میں طویل اور فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے۔ جس میں بابائے اردو کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے کتاب بڑے اہتمام سے ٹائپ میں اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔

قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر سہیل بخاری

اردو زبان میں دخیل الفاظ کا مسئلہ

دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جس میں کسی دوسری زبان کے الفاظ نہ پائے جاتے ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو قوموں میں ملاپ ہوتا ہے تو ان کی زبانیں بھی ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے ذخیرے سے تھوڑے بہت الفاظ ضرور لے لیتی ہے جو اپنے بیگانہ ماحول میں دخیل کہلاتے ہیں۔ ان کی اہمیت اس لئے مسلم ہے کہ یہ ہمیں دو قوموں کے تعلقات اور ان کی نوعیت (مذہبی، سیاسی، فوجی، سماجی وغیرہ) سے آگاہی بخشتے ہیں جو ماضی کے کسی عہد میں استوار ہوئے تھے اور یوں تاریخ عالم کے ان گوشوں کو روشن کرتے ہیں جو ابھی تک پردۂ تاریکی میں ہیں اور جن تک ہماری رسائی کے تمام وسائل ختم ہو چکے ہیں چنانچہ اس اعتبار سے کہ ازمنۂ قدیم کے حالات کا سراغ لگانے کے لئے زبان اور زبان کے الفاظ ہی ہمارا واحد وسیلہ اور آخری سہارا ہیں دو قوموں کے ارتباط باہمی سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے دخیل الفاظ کی قدر و قیمت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

ماضی کے کسی دور میں ہندستان پر موجودہ روسی ترکستان کے آریہ قبائل کی ترک تاز اس برصغیر کی تاریخ کا وہ اہم واقعہ ہے جس کے باعث دو قوموں (آریہ اور دراوڑ) میں ایک ایسا تصادم ہوا تھا کہ اس کے اثرات زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح آج ہندستانی لسانیات میں بھی اچھی طرح محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب اردو زبان نے ہندستان کی دوسری زبانوں کی طرح پہلی بار آریوں کی آبائی زبان (اصطلاحاً اوستائی) کے حلقہ اثر میں آکر د، ہ اور ی کی آوازیں قبول کی تھیں جو بادی النظر میں اس کا گوشت دپوست معلوم ہوتی ہیں لیکن ذرا سے تامل پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ آریوں کے حملہ سے پہلے ہمارے اس پار کی زبانوں میں جنہیں بجا طور پر دراوڑی کہا جا سکتا ہے یہ آوازیں نہیں ملتی تھیں۔ چنانچہ آج بھی ہماری زبانوں کا تلفظ جو ہزاروں سال سے زبانوں پر کمال صحت کے ساتھ منتقل ہوتا چلا آیا ہے پکار رہا ہے کہ یہ

آریائی ملمع ہماری آواز کی ہلکی سی آنچ سے صاف اتر جاتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اسی زمانے میں اردو زبان نے بہت سے آریائی الفاظ بھی مستعار لے لئے ہوں گے کیونکہ زبانوں میں آوازوں کے لین دین کا نمبر الفاظ کے لین دین کے بعد آتا ہے لیکن اس زمانے کی ایسی کوئی دستاویزی شہادت اس وقت سامنے نہیں ہے جس سے اردو میں دخیل الفاظ کی قطعی تعداد کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اردو اور اس کی معاصر زبانوں میں آج جو سنسکرت الفاظ پائے جاتے ہیں وہ آریوں کی بول چال سے نہیں آئے۔ بلکہ ان کی تحریری زبان سنسکرت سے لئے گئے ہیں اس لئے ان کا جو تلفظ عام طور پر کیا جا رہا ہے ساقط الاعتبار رہے کیونکہ سنسکرت اور ویدک کی تحریروں میں قدیم ایرانی اور مختلف دراوڑی بھاشاؤں (بول چال کی زبانوں) کے الفاظ کتابت کے مخصوص اصولوں کے تحت درج کئے گئے اور اصول اولین شارح رگ وید یاسک متی کی تحریر کے مطابق زیادہ سے زیادہ چھ سو سال قبل مسیح تک عالموں کے حیطہ علم سے باہر ہو چکے تھے۔ حالانکہ ان زبانوں میں یہ الفاظ حقیقت میں وہی ہیں جو آج ترکستان میں بولے جا رہے ہیں یا پاک و بھارت کی مختلف زبانوں میں رائج ہیں مثلاً

سرجنہار:۔ فارسی سرزن، اردو علامت فاعلی آر، پیدا کرنے والا۔ آشا اردو آس۔ اوستائی علامت تانیث آر۔ جیون = ایرانی زیون۔ سنگم = ایرانی ہم بمعنی ساتھ۔ گم بمعنی چلنا = ہمقدمی۔ گیان = ایرانی زان، دان بمعنی علم۔ ایشور = ایرانی ایزد بمعنی معبود۔ گیانیشور۔ دانشور وغیرہ

اردو کے دخیل الفاظ پر دوبارہ غور کرنے کے لئے ہمیں اس زمانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے جبکہ دسویں صدی عیسوی کے لگ بھگ مسلمانوں نے ہندستان پر درہ خیبر کی راہ سے حملہ کیا اور ایرانی بول چال کی زبان دوبارہ ان کی ہمرکابی میں یہاں پہنچی۔ یہ حملہ آور اپنے سے ہزاروں سال پہلے کے آریوں کی طرح زبان کے علاوہ اپنی لپی بھی ساتھ لائے تھے جس میں آگے چلکر یہاں کے مختلف علاقوں کی مقامی زبانیں قلم بند ہونے لگیں اور یوں اردو زبان بھی جو ان کی آمد سے قبل دیوناگری ہی میں لکھی جاتی تھی ایرانی لپی کے لباس میں آگئی۔ اور چونکہ فارسی ہندشمالی میں مسلمان حکمرانوں کی مادری زبان ہونے کے لحاظ سے سرکار دربار میں ۱۸۳۷ء تک مسند نشین رہی یہاں کی دوسری مقامی زبان میں بھی بیشمار فارسی اور فارسی کی وساطت سے عربی الفاظ داخل ہو گئے۔

اس کے برعکس ہند جنوبی میں فارسی کو راج پاٹ کا کبھی موقع نہیں ملا بلکہ ابتدا ہی سے دکنی زبان اس منصب پر بڑے اطمینان و اعتماد کے ساتھ براجمان رہی جو اس کا پیدائشی حق تھا اس لئے دکن میں دخیل الفاظ کی تعداد، تلفظ اور املا وغیرہ مقامی اصول و قواعد کے پابند رہے جبکہ شمالی میں اردو زبان عربی فارسی سے اس حد تک دب گئی کہ اس میں دخیل الفاظ کا تناسب دکنی کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہو گیا اور تلفظ و املا بھی قریب قریب اسی طرح

جاری رہے جس طرح عربی فارسی میں تھے بلکہ ان زبانوں نے اردو میں اپنی بہت سی آوازیں بھی داخل کردیں اور اس کے بہت سے الفاظ کو یوں تبدیل کردیا کہ وہ اپنی ہی زبان میں دخیل نظر آنے لگے مثلاً ٹپکنا (اصل پٹکنا)۔ چٹخنا (اصل چٹکنا)۔ اخروٹ (اصل اکھروٹ)۔ شراٹا (اصل سراٹا) زناٹا (اصل جھناٹا)۔ زپاٹا (اصل جھپاٹا) خصم (اصل کھسم) زق زق بق بق (اصل جھک جھک بک بک وغیرہ)

عربی فارسی کے دخیل الفاظ کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اردو کی بہت سی مروجہ فرہنگوں اور تحریروں میں دیسی الفاظ کے مقابلہ میں دخیل الفاظ کی تعداد آٹے میں نمک کی بجائے نمک میں آٹے کے مصداق نظر آتی ہے۔ انشاءاللہ خاں کی "رانی کیتکی کی کہانی" اور آرزو لکھنوی کے دیوان "سریلی بانسری" کو چھوڑ کر جن میں دخیل الفاظ سے جان بوجھ کر اور کوشش کرکے دامن بچایا گیا ہے اور جنہیں دیسی زبان کی صلاحیتوں کو روشن کرنے کے لئے نمونہ بناکر پیش کیا گیا ہے اردو زبان کے اس سرمایہ کو جو فارسی لپی میں ہمارے سامنے موجود ہے اول سے آخر تک دیکھ جائیے تو یہی گمان گزرے گا کہ اردو زبان فارسی عربی سے نہیں تو کم از کم ان کی وساطت سے ضرور پیدا ہوئی ہے۔ اس صورت حال سے زبان اردو کے بعض مورخین کی معذوری کا بھی پہلو نکلتا ہے جنہوں نے بول چال کی زبان کے بجائے اسی ادبی سرمائے پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے۔

اس سلسلے میں ادب اردو کے چند نامور شعرا نے جن کی ابتدا حاتم اور مرزا مظہر جان جاناں سے ہوتی ہے اپنے اپنے زمانے میں جو کوششیں اصلاح زبان کے نام سے کی ہیں حقیقتہً اور عملاً تفریس شاعری کے نام سے موسوم ہونا چاہئیں کیونکہ فارسی لپی میں منتقل ہونے کے بعد اردو شاعری دیسی عروض سے کٹ کر مکمل طور پر ایرانی شاعری کی لونڈی بن گئی تھی اور تفریس شاعری کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور مکمل بنانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ زبان کے دیسی الفاظ نکال نکال کر ان کی جگہ عربی فارسی کے زیادہ سے زیادہ لغات داخل کر دیئے جائیں۔ چونکہ شاعری ایک موثر پیرایہ بیان ہے اس لئے شعرا کی ان کوششوں سے اردو کے پڑھے لکھے طبقے کا اثر قبول کرنا ناگزیر تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جس انشا پرداز نے بھی قلم ہاتھ میں اٹھایا اس نے اپنے پیش رو سے زیادہ عربی فارسی الفاظ اردو زبان میں داخل کر دیئے اور اب یہ حال ہے کہ ہم کٹھن سے کٹھن موقع پر بھی دخیل لفظ پیش کر سکتے ہیں لیکن دیسی لفظ پوچھئے تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔

اردو کی تیسری بار ٹکر انگریزی زبان سے ہوئی جو مسلمانوں کے حملے کے تقریباً پانچ چھ سو سال کے بعد سات سمندر لانگھ کر انگریزوں کے ساتھ سورت کی بندرگاہ پر اتری۔ اگرچہ ولندیزی، پرتگالی اور فرانسیسی زبانیں انگریزی سے پہلے یہاں آچکی تھیں جن کے چند الفاظ اردو میں آج بھی ملتے ہیں پھر بھی اردو سے ان کا اتنا بلاواسطہ اور گہرا تعلق قائم نہیں ہوا جتنا انگریزی زبان سے۔ اس لئے دخیل الفاظ کے سلسلے میں ان کی اتنی اہمیت بھی نہیں ہے۔ ہندستان

میں انگریزوں کا دورِ حکومت تقریباً دو سو سال تک جاری رہا جس میں انہوں نے اپنی زبان کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچانے اور پھیلانے کی جان توڑ کوشش کی بلکہ ۱۸۳۲ء میں فارسی کی گدّی چھین کر بظاہر جو انہوں نے اردو کو سرکاری زبان بنایا تھا اس میں بھی یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ اُردو کی آڑ میں انگریزی کو راج سنگھاسن پر بٹھا دیں اور اس میں وہ اتنے کامیاب رہے کہ انہیں ہمارا ملک چھوڑے ہوئے سترہ سال ہو چکے ہیں لیکن انگریزی ابھی تک جہاں کی جہاں جمی ہوئی ہے۔ اس اتصال سے انگریزی کے بہت سے الفاظ اردو میں داخل ہوئے جو آج خواص سے گزر کر عوام کی زبانوں پر بھی جاری ہیں۔

غرض اُردو دیوناگری لپی میں سنسکرت سے الفاظ لیتی رہی۔ ایرانی لپی میں فارسی عربی لغات جذب کرتی رہی اور آخر میں آکر انگریزی سے بھی خوشہ چینی کرنے لگی۔ اس طرح ہماری زبان میں بے شمار دخیل الفاظ جمع ہو گئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے فارسی عربی یا انگریزی کا بہت زیادہ مطالعہ کیا ہے وہ ان زبانوں میں بڑی آسانی کے ساتھ اظہارِ خیال کر سکتے ہیں۔ جب وہ اردو میں لکھنے بیٹھتے ہیں تو وہی الفاظ جو ان کے ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں اپنی تحریروں میں درج کر دیتے ہیں اور یوں اردو زبان کے الفاظ تلاش کرنے کی زحمت سے بچ جاتے ہیں۔ یہ تن آسان لوگ عادتاً دخیل الفاظ استعمال کرتے اور قصداً کدوکاوش سے کتراتے ہیں۔ اسی جماعت میں ان لوگوں کا بھی شمار ہے جن کو اردو کم آتی ہے۔ وہ اپنی کمی کو اردو کے مزید مطالعے کے بجائے دخیل الفاظ سے پورا کر کے کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بعض لوگ صرف اس لئے دخیل الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ دوسروں پر اپنے علم و فضل کی دھاک بٹھائیں۔ یہ لوگ غیر زبانوں کی فرہنگوں سے تلاش کر کر کے بڑے ثقیل اور نامانوس الفاظ لاتے ہیں اور چٹانوں کی طرح اپنی تحریروں میں لڑھکا دیتے ہیں اور پھر ان تحریروں کو انشا پردازی اور ادب کے بہترین نمونوں اور شاہکاروں کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دوسروں کے آسان، ہلکے پھلکے اور بول چال کے لفظ گنوار اور غیر فصیح ہوتے ہیں اور مصنفین کی کم علمی اور بدذوقی پر دلالت کرتے ہیں۔ غرض ان کا رویہ احساسِ کمتری کا غماز ہے۔ پھر۔ کچھ لوگ عربی الفاظ کی طرف اس لئے زیادہ مائل ہوتے ہیں کہ عربی ہماری مذہبی زبان ہے اور قرآن اس میں نازل ہوا ہے۔ بعض فارسی سے بھی کچھ ایسی ہی شدید وابستگی محسوس کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی تہذیبی زبان ہے اور پھر کچھ ایسے بھی ہیں جو انگریزی زبان سے مرعوب ہیں کہ یہ ان کے نزدیک بین الاقوامی زبان ہے۔ چنانچہ اس جماعت والے بھی کسی نہ کسی غیر زبان کے شیدائی نظر آتے ہیں۔

بہرحال دخیل الفاظ سے کچھ فائدے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی مدد سے خیالات کا ذرا ذرا سا فرق بڑی آسانی سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ ان کے استعمال سے خیالات کی حدود قطعی اور خطوط واضح ہو جاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لکھنے والا

ایک ہی لفظ کو بار بار دہرانے سے بچ جاتا ہے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دخیل الفاظ سے زبان کے سرمائے میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس زبان میں دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ الفاظ پائے جاتے ہیں وہ با ثروت سمجھی جاتی ہے اس لحاظ سے اُردو زبان اس برصغیر کی تمام زبانوں پر سبقت لے گئی ہے۔ کہ کسی زبان کا اثاثہ اس کے ذخیرہ الفاظ کے سامنے نہیں ٹھیرتا بلکہ ہم اس کے سرمائے کو نہایت فخر کے ساتھ دنیا کی کسی زبان کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

ان تمام فائدوں کے ہوتے ہوئے جن کا ذکر اوپر کیا گیا دخیل الفاظ کے استعمال میں کچھ نقصانات بھی مضمر ہیں بلکہ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ نقصانات کی تعداد اور اہمیت فوائد سے زیادہ ہے کسی زبان میں الفاظ کی تعداد زیادہ ہو جانے سے بولنے والوں کے حافظے پر غیر معمولی بار پڑھاتا ہے چنانچہ ہم لوگوں کو اردو الفاظ کے علاوہ ان الفاظ کو بھی یاد کرنا پڑتا ہے جو سنسکرت، فارسی، عربی اور انگریزی سے مستعار لئے جا چکے ہیں اور جب تک مستعار لینے کا یہ سلسلہ جاری رہے گا حافظے پر بوجھ بھی برابر بڑھتا رہے گا۔ یہ صورت حال حد درجہ مصنوعی اور محنت طلب ہے۔

دخیل الفاظ کے باعث زبان میں بہت سے مقامات پر اُلجھنیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن میں اردو زبان کے لب ولہجہ کے باعث ابہام آجاتا ہے مثلاً سحر اور صہر۔ ثواب اور صواب بہر (واسطے) اور بحر (سمندر وزن فخر) وغیرہ۔ بعض ایسے ہیں جو ہماری زبان کے لب ولہجہ سے میل ہی نہیں کھاتے مثلاً شمع، طرح، صبح وغیرہ کہ عربی میں ان کا درمیانی حرف ساکن اور آخری متحرک ہوتا ہے اور اردو کا لب ولہجہ اس کو قبول نہیں کرتا بعض دخیل الفاظ ایسے ہیں جنکی مکتوبی اور ملفوظی صورت مختلف زبانوں میں ایک ہی ہے لیکن معنی جدا جدا ہیں، مثلاً کسر (اردو کمی۔ عربی ٹکڑا)۔ سل (اردو پتھر کا ٹکڑا۔ عربی دق کی بیماری۔ کوٹ (اردو قلعہ۔ انگریزی ایک لباس) بردار د بھڑ یمنی زنبور۔ فارسی اوپر عربی خشکی) چال (اردو کا رسی فارسی گڑھا) بال (اردو رواں۔ فارسی پر۔ انگریزی گیند) وغیرہ۔

تیسرا نقصان یہ ہے کہ دخیل الفاظ کے لئے زبان میں ایک ترجیحی رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ ان کے حق میں اپنی زبان کے الفاظ سے دست کش ہو جاتے ہیں یوں متروکات کی تعداد روز بروز بڑھتی اور زبان کی پونجی گھٹتی چلی جاتی ہے مثلاً جب اُردو والے نکاس کی جگہ سرچشمہ یا منبع، ٹھیٹھ کی جگہ خالص سامنے کی جگہ روبرو یا مقابل، آنگن کی جگہ صحن، اوجھل کی جگہ پوشیدہ، پکڑ کی جگہ گرفت، لگاتار کی جگہ متواتر یا علی التواتر یا علی الاتصال لکھتے پڑھتے رہیں گے تو ایک دن ایسا آجائے گا کہ اردو کے الفاظ حافظے اور علم سے بھی محو ہو جائیں گے۔ آج بھی اردو میں جتنے دخیل الفاظ استعمال ہو رہے ہیں ان میں سے کچھ ایسے اصل ہیں جن کے ٹھیٹھ مترادفات کی اب شناخت بھی مشکل ہو گئی ہے مثلاً فطرت یا قدرت یا نیچر تہذیب یا کلچر۔ حرف۔ تلفظ۔ کاغذ۔ دوات۔ روشنائی۔ دروازہ۔

یا دوار ۔ الماری ۔ برج یا گنبد وغیرہ

دخیل الفاظ زبان کی بالیدگی میں بھی بارج ہوتے ہیں ۔ جب وقت کی تبدیلی کے ساتھ کوئی نیا خیال یا نئی چیز کسی زبان کے بولنے والوں کے سامنے آتی ہے تو یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جاہل اور بے پڑھے انسان بھی اس کے لئے لفظ سازی کے انہیں اصولوں پر جو اس زبان میں پیشتر سے موجود ہوتے ہیں اپنے ہی کسی مروجہ لفظ سے ایک نیا لفظ گھڑ لیتے ہیں لیکن جب غیر زبان کے بنے بنائے لفظ سے ضرورت رفع کر لی جاتی ہے تو اہل زبان کو اپنی زبان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی ۔ لہٰذا اردو زبان میں دوسری زبانوں سے جتنے زیادہ الفاظ داخل ہوتے رہیں گے اس کی ترقی کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ زبان اپنی ہی داخلی قوت سے فروغ پاتی اور آگے بڑھتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اردو زبان میں بعض دخیل الفاظ کا استعمال ہمارے لئے ضروری ہے مثلاً مسلمانوں کی مذہبی اصطلاحات اور ان کی معاشرت کے لوازمات (کھانوں اور کپڑوں وغیرہ) کے ایرانی و عربی نام جو ہماری یومیہ زندگی کا جزو ہیں یہ چیزیں مسلمانوں سے مخصوص ہیں اور ان کے ساتھ ہی ہندستان میں داخل ہوئی ہیں ۔ ایجادات کے نام جو مغرب سے اپنے موسومات کے ساتھ ہمارے ملک میں آئے ہیں اور سائنسی اصطلاحات جو دنیا میں عام ہو چکی ہیں ۔ لیکن سنسکرت الفاظ کو استعمال کرنا اردو زبان میں ہنا وٹی پن کو فروغ دینا ہے کیونکہ ان کے مکتوبی اور ملفوظی روپوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ چونکہ ایک خاص سطح تک سائنسی معلومات بھی دنیا کی روزانہ زندگی میں داخل ہو چکی ہیں اس لئے اس حد تک ہمیں اپنی ہی زبان سے سائنسی اصطلاحات وضع کر کے کام چلانا چاہیئے کہ وہ زیادہ عام فہم ہونگی اور ان کے ذریعہ روزمرہ کی سائنس تک ہماری قوم کے ہرفرد کی رسائی بآسانی ہو سکے گی ، البتہ اعلیٰ تحقیقات کی سطح پر جب تک ہمارے یہاں سائنسی اصطلاحات مکمل طور پر نہ بن جائیں انہیں انگریزی اصطلاحات کو استعمال کر سکتے ہیں جو بیشتر یونانی ولاطینی زبانوں کی تحریروں سے اخذ کی گئی ہیں اور جن کے صحیح ملفوظی روپ ہمیں قدیم و جدید فارسی سے ایک نہ ایک دن ضرور دستیاب ہو جائیں گے کیونکہ یہ سب زبانیں باہم رشتہ دار ہیں اس وقت ہم پاکستانیوں کے سامنے ایک اور بھی تجویز موجود ہے۔

جب یہ مسلم ہے کہ دخیل الفاظ ہر زبان کا ایک ناگزیر جزو ہوتے ہیں اور ہمیں بھی اردو زبان کے لئے ان کی ضرورت و اہمیت سے انکار ممکن نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ہم بدیسی الفاظ کی جگہ پاکستان کی ہی علاقائی زبانوں کے لغات سے کام لیں کہ ان کا حق بدیسی الفاظ پر مرجح ہے اور اس لئے مرجح ہے کہ اردو اور علاقائی زبانوں میں مشترکہ دراوڑی خاندان کے باعث بنیادی اور مزاجی ہم آہنگی پائی جاتی ہے جب کہ فارسی ، آریائی ، عربی ، سامی اور انگریزی اینگلو سیکشن خانوادے سے تعلق رکھتی ہے اور لسانی خاندانوں کا بنیادی فرق اہل علم سے پوشیدہ نہیں ۔ مراد اس

ے یہ ہے کہ اردو اور سندھی یا اردو اور پنجابی میں اتنا فرق نہیں ہے جتنا اُردو اور فارسی یا اردو اور انگریزی
بن پایا جاتا ہے اور اس فرق کا دخیل الفاظ کی موزونیت یا ناموزونیت میں بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

الغرض دوسری زبانوں سے بے تامل الفاظ پہ الفاظ لیتے چلے جانا نہ صرف غیرضروری بلکہ اردو کے لئے الٹا
قصان دہ ہے اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ چاہیئے کہ اپنی زبان کے بنیادی ذخیرے اور اس کی صلاحیتوں کا
بھرپور جائزہ لے کر اس کی توانائی پر اپنا اعتماد بحال کریں اور اردو کی کم مائیگی کا مفروضہ قائم کرنے والوں کے
پروپیگنڈے میں نہ آئیں۔ دخیل الفاظ کی تعداد کو ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ موجودہ دخیل الفاظ کے استعمال
میں احتیاط اور اعتدال سے کام لیں اور آئندہ جب کسی لفظ کی ضرورت پڑے تو بدیسی زبانوں کی جگہ اپنی ہی علاقائی
زبانوں سے امداد طلب ہوں کہ اس سے اردو کے سمجھنے والوں کا دائرہ وسیع ہوگا اور تمام اہل وطن اس کے واسطے
سے اتحاد و یگانگت کی ایک ہی لڑی میں منسلک ہو جائیں گے۔

(اُردو کانفرنس ربوہ میں پڑھا گیا)

تلوک چند محروم

محروم کی شاعری اور شخصیت پر جگن ناتھ آزاد کی مرتب کی ہوئی کتاب

ڈاکٹر ذاکر حسین

کتاب (تلوک چند محروم) ابھی جستہ جستہ دیکھی ہے۔ بہت اچھا مجموعہ ہے جس سے ایک نامور شاعر اور ایک اچھے انسان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ابھی سب کتاب پڑھی نہیں ہے۔ آنکھ پہلے آپ کے مضمون "میرے والد" پر پڑی۔ اسے پورا پڑھ لیا اور پڑھنے میں آنکھیں کئی بار نم ہو ہو گئیں۔ اسے پڑھ کر ایسا لگا کہ محروم صاحب کو بہت قریب سے جانتا ہوں اور صرف اُن کے کلام ہی کے توسط سے واقفیت نہیں ہے۔ ایک خط کا اقتباس

راج بھون، رانچی۔ ۲۴ اگست ۱۹۵۹ء

آل احمد سرور

آپ نے اچھا کیا کہ یہ مجموعہ مرتب کر کے شائع کر دیا۔ حضرت محروم کے شاندار ادبی کارنامے کا کچھ تو اندازہ ان مضامین سے ہو ہی جاتا ہے۔ ضرورت اس کی پھر بھی رہتی ہے کہ ان کے حالات، شخصیت اور شاعری پر ایک پوری کتاب علیحدہ لکھی جائے۔ آپ کا مضمون میں "نقوش" میں دیکھ چکا تھا۔ اس نے قند مکرر کا مزہ دیا۔ ایک خط کا اقتباس ۱۷ اگست ۱۹۵۹ء

قیمت چار روپے

گلڈ انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریہ روڈ۔ کراچی

مولوی فدا حسین (انڈیا)

بھارت میں اردو ہندی کا جھگڑا

بیسویں صدی کی جدوجہد آزادی کے دوران دو سہیلیوں کا چرچا لگاتار چلتا رہا ان میں سے ایک کا نام اردو تھا اور دوسری کا نام ہندی جب کبھی انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگا اور ملک کی آزادی کا ذکر آیا تو سوال اٹھتا رہا کہ آخر آزادی حاصل ہونے کے بعد ملک کی اور خاص طور سے یو.پی اور بہار وغیرہ کی زبان اور رسم الخط کونسا ہوگا ۔ تو سنجیدہ طبقہ سے یہی جواب ملتا رہا کہ اردو اور ہندی۔ اس معاملہ میں سب سے زیادہ قابل اعتبار اور پر مغز فیصلہ ہمارے ملک کے سب سے زیادہ نمایاں ہونیوالے اور ملک کے عوام کے سب سے زیادہ محبوب لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو کا تھا ۔ یہ فیصلہ اردو دوستوں اور ہندی کے پریمیوں کے لئے بہت ہی مستند دستاویز کی حیثیت رکھتا تھا ۔ اور اس فیصلہ کے مستند ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ نہرو جی کا یہ فیصلہ انھیں کے قلم سے انھیں کی اپنی ہی کتاب میں لکھا ہوا ہے ۔ اس کو زمانہ بھی بہت زیادہ نہیں گزرا ۔ محبوب لیڈر کی یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں سب سے پہلے چھپی ہے ملک کے انتظام کی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے بموجب ۱۹۳۷ء میں ہاتھ آئی تھی ۔ ملک کے سب سے پہلے اور کامیاب وزیر اعظم نے اپنے خود نوشت سوانحعمری کے صفحہ ۴۵۴ لکھا ہے ۔

"مجھے اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہندوستانی ہندوستان کے عوام کی زبان ہوگی ۔ عام طور سے کام چلانے کیلئے آج کل ایسا ہی ہے اس کی ترقی اس بناء پر رک گئی ہے کہ لوگوں نے رسم الخط کا جھگڑا کھڑا کر دیا ہے کہ ناگری رسم الخط ہو یا فارسی رسم الخط ۔ معاملہ اس وجہ سے اور بھی مشکل ہو گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے فارسی آمیزش یا سنسکرت آمیز زبان کے استعمال میں سختی اختیار کرلی ہے ۔ رسم الخط کے مسئلہ پر سوائے اس کے کوئی حل نہیں ہے کہ دونوں رسم الخطوں کو سرکاری طور پر اپنایا جائے اس لئے کہ اس کے خلاف کرنے سے اشتعال پیدا ہوتا ہے مگر اس قسم کی کوشش برابر جاری رہنی چاہیے کہ سخت زبان کے بجائے درمیانی قسم کی ادبی زبان کی ہمت افزائی کی جائے اور وہ زبان ایسی ہونی چاہیے جیسی کہ عوام میں بولی جاتی ہے ایسی زبان عوام کے تعلیم یافتہ ہونے پر ضرور ترقی کرے گی ۔ اس دور کے چھوٹے چھوٹے درمیانی طبقے اور گروپ بہت ہی تنگ نظر ہیں اور قدامت پسند بھی ۔ وہ ایسی زبان تراشتے ہیں جسکو عوام سمجھ نہیں پاتے اور اس زبان کا دنیا کے لٹریچر کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے ۔" (ترجمہ)

جنگ آزادی کے اس کامیاب سپاہی اور ہند کے کامیاب وزیر اعظم کے اس فیصلہ کے بعد ملک کا کوئی انسان یہ شک نہیں کر سکتا

لی آزادی ملنے کے بعد ملک میں ہندی یا اردو کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ہند کے کروڑوں اردو دوست مسٹر
جناح صدر مسلم لیگ کے ان الفاظ پر بھروسہ نہیں کرتے تھے جو انھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے پچیسویں[۲۵] سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ
۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے خطبۂ صدارت میں لکھے تھے (ملاحظہ ہو خطبۂ صدارت مذکور صفحہ ۱۶)

"ہندی تمام ہندوستان کی قومی زبان ہوگی۔ بندے ماترم قومی ترانہ ہوگا اور جبراً سب سے منوایا جائے گا
ہر شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ کانگریسی جھنڈے کی عزت کرے اور اس کی فرمانبرداری کرے۔"

پنڈت جواہرلال نہرو کے مندرجہ بالا فیصلہ کے ہوتے ہوئے ملک کے اردو دوستوں نے اس وقت جناح صاحب کی بات کو
نہیں سمجھا۔ بلکہ یہ سمجھا کہ جناح صاحب کی بات کہ ہندی تمام ہندوستان کی قومی زبان ہوگی سیاسی نعرہ بازی کی حیثیت رکھتی ہے اور
یہ بات کہ کانگریس راج میں تو ہندی ہی قومی زبان ہوگی اور اردو کا کوئی مقام نہ ہوگا۔ پروپیگنڈے کی شکل میں عوام کے سامنے
یو۔پی کی کانگریس سرکار کی طرف سے حسب ذیل گشتی چٹھی (۲۳)، اردو میں شائع ہوئی تھی (ملاحظہ ہو گشتی مذکورہ مطبوعہ الٰہ آباد پریس

"بعض حلقوں میں عرصے سے یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ صوبجات متحدہ (اترپردیش) کی موجودہ حکومت ایک طرف تو ہندی کی
کی کررہی ہے اور اس کی ترویج و ترقی میں کوشاں ہے اور دوسری طرف یہ کوشش کی جارہی ہے کہ اردو کو اس صوبہ سے نیست ونابود
جائے یہ غلط پروپیگنڈا اتنی شدت سے کیا گیا ہے کہ اکثر ناواقف حضرات کو یقین ہوگیا ہے کہ یہ الزام واقعی درست ہے۔ مگر اصلیت یہ ہے
ن کے مسئلہ میں موجودہ حکومت نے جو قدم اٹھایا ہے اگر اسے بغیر تعصب کے دیکھا جائے تو ہر صاحب انصاف کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اردو
ساتھ موجودہ حکومت کا رویہ جتنا ہمدردانہ ہے اتنا آج تک کسی حکومت کا نہیں رہا تھا شائد ان حضرات کو یہ معلوم ہوگا کہ کانگریس حکومت
برسراقتدار آنے کے بعد اردو ہندی کے محکمہ کو جو ۱۹۲۳ء میں توڑ دیا گیا تھا از سر نو قائم کردیا۔ اس وقت اس محکمہ میں سپرنٹنڈنٹ
علاوہ ۷ مترجم اردو ہندی مترجم کام کررہے ہیں۔ اس محکمہ میں سرکاری بل۔ ایکٹ مینول اور انتظامی رپورٹوں کا انگریزی سے ہندی اور
میں ترجمہ ہوتا ہے۔ عوام الناس کی جو درخواستیں اردو یا ہندی میں حکومت کے پاس آتی ہیں ان کو ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈال دیا
بلکہ ان کا ترجمہ ذمہ دار حکام کے پاس روانہ کردیا جاتا ہے کانگریس حکومت جب سے قائم ہوئی ہے اسمبلی کے اجلاس کا روزنامہ ایجنڈا انگریزی
علاوہ اردو ہندی میں بھی تیار کیا جاتا ہے۔ اسمبلی کے ممبروں کو اختیار ہے کہ وہ اردو یا ہندی میں سوالات پر تقریر کریں یا ان کے سوالات
جواب بھی اسی زبان میں حکومت کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

پنڈت نہرو کی رائے اور یو۔پی سرکار کے اعلان کے بعد کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اردو جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک عدالتوں اور
دفتروں میں چالو تھی وہ صرف خواب وخیال کی حیثیت اختیار کرسکتی ہے۔

پنڈت نہرو نے کئی مرتبہ اردو کشی کے خلاف یو۔پی سرکار کو متنبہ کیا (ملاحظہ ہو لیڈر مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۶ء) پنڈت نہرو نے
تعجب ہے کہ یو۔پی والوں کی طرف سے اردو والوں کی مخالفت ہو رہی ہے حالانکہ اردو تو یو۔پی اور دہلی کی پیداوار ہے
اتنا محدود کیوں کیا جارہا ہے۔"

اور مہاتما گاندھی نے کہا تھا :

" میں چاہتا ہوں کہ ملک کو اپنے دروازوں اور کھڑکیوں کو اس وقت تک کھلا رہنے دینا چاہیئے جب تک کہ ملک کے تحفظ کو کوئی خطرہ نہ ہو۔"

گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے اوپر لکھے ہوئے بیانات کے باوجود آخر اردو کے وجود کو ختم کیوں کر دیا گیا یہ معاملہ کافی غور طلب ہے اور حیرت انگیز بھی۔ حقیقت یہ کہ تقریباً اسیؔ نوّے سال سے ملک میں اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہندی تمام ہندوستان کی قومی زبان ہو۔ اس مقصد کے لئے بہت سے ادارے ملک میں انیسویں صدی کے آخر سے مسلسل کوشش کر رہے تھے۔ ایسے اداروں میں ہندی ساہتیہ سمیلن اور آریہ سماج، بہت آگے تھے اور ہندی ساہتیہ سمیلن کی جان پرشوتم داس ٹنڈن نے اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے زندگی بھر محنت کی چنانچہ ہندی ساہتیہ سمیلن اور ٹنڈن جی کی بابت سیٹھ گووند داس ایم۔ پی فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو بھارت ٹائمس دلی مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۵۹ء)

" جس طرح انسان بولتا ہے اسی طرح کا کوئی جاندار نہیں بولتا اس لئے آدمی کو سچا آدمی زبان بناتی ہے اور ہندوستانی سنسکرتی میں زبان کا بہت اونچا مقام ہے۔ اس لئے ہندوستانی سنسکرتی کے بے مثال پریمی ٹنڈن جی نے اپنی زندگی میں سب سے اونچا مقام ہندی کی خدمت کو دیا ہے۔ موجودہ بھارت میں دو سب سے غیر سرکاری ادارے قائم ہوئے ایک کانگریس دوسرا ہندی کا ساہتیہ سمیلن۔ ٹنڈن جی ہندی ساہتیہ سمیلن کی جان ہیں۔ حقیقت میں دوسرے اداروں کے ساتھ ساتھ ہندی ساہتیہ سمیلن نے ہندی کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام اردو کو یو، پی میں صرف علاقائی زبان بنانے کی ہر ممکن کوشش کے سلسلہ میں صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجیندر پرشاد کو بیس، بائیس لاکھ دستخطوں کا ایک میمورنڈم اس وقت کے صدر انجمن ترقی اردو ڈاکٹر ذاکر حسین خان نے پیش کیا تو صدر جمہوریہ نے آج تک اس میمورنڈم کا جواب تک نہ دیا اور جب یہ میمورنڈم صدر کو پیش کیا گیا تو ٹنڈن جی کی موجودگی میں یو، پی ہندی ساہتیہ سمیلن نے یو، پی میں اردو کے علاقائی زبان بنانے کی درخواست پر جو تجاویز پاس کیں۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(دیکھئے لیڈرہ جنوری ۱۹۵۶ء)

اردو کے علاقائی زبان کے سلسلہ میں بیس لاکھ دستخطوں پر مشتمل جو میمورنڈم صدر جمہوریہ کو پیش کیا گیا ہے اس سلسلہ میں صدر جمہوریہ اور یو، پی سرکار کو یو، پی کے اتحاد کو خطرے میں ڈالنا چاہیے اس لئے اردو کو علاقائی زبان بنانے کی تجویز غداری اور تنگ نظری پر مبنی ہے۔ چونکہ یو، پی کے کسی ضلع کی اکثریت بھی اس کو نہیں چاہتی اس لئے اردو کو پورے صوبے میں تسلیم کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سمیلن کے صدر نے یو، پی سرکار سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جو لوگ یہ مطالبہ کر رہے۔ وہ بدیشی کلچر سے تعلق رکھتے ہوئے اپنے کو ہندی کلچر کے مطابق نہیں بدل رہے ہیں اور اسٹیٹ کے اتحاد کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں ایسے لوگوں پر کڑی نگاہ کی ضرورت ہے اور یہ کہ سمیلن کے نزدیک انجمن ترقی اردو اور اس کی شاخیں فرقہ وارانہ اور غدارانہ ہیں اس لئے حکومت کو ان کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے۔

دیکھئے، ہندی ساہتیہ سمیلن نے یو، پی میں اردو کے لئے کوشش کرنے والوں کی خدمت کو غدارانہ فرقہ وارانہ کہہ کر

کس اولوالعزمی کا مظاہر کیا ہے یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندی کو قومی زبان بنانے کی کوشش ہندی ساہتیہ سمیلن سے قبل بھی بڑی شدومد سے جاری تھی ۔ اس بات کو ماننے کے لئے ٹنڈن جی کا حسب ذیل بیان کافی ہے ۔ (ملاحظہ ہو روز نامہ ہندوستان ہندی دلی مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۵۹ء)

ٹنڈن جی نے یاد دلایا کہ ہندی ساہتیہ سمیلن کا قیام ۱۹۱۰ء میں ہوا لیکن اس سے بھی برسوں قبل آنند مٹھ اور بندے ماترم کے بانی شری بنکم چند چیٹو پادھیا ۔ شری راجیندر لال متر ا اور بنگالی کے بہت بڑے نیتاؤں نے ہندی کو ہی راشٹر بھاشا بنانے کے لئے اعلان کیا تھا اور وہ اس کے لئے کوشش کرتے رہے بہت سے غیر ہندی علاقوں کے لوگ بھی ہندی ساہتیہ سمیلن کے صدر ہو چکے ہیں جن میں مہاتما گاندھی بھی تھے وہ دوبارہ سمیلن کے صدر بنے ؟"

اس کے بعد ان قومی لیڈروں کی خدمات کا تذکرہ اور پڑھنے کی زحمت فرمائیے بنارسی داس چترویدی لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو روزنامہ سینک ہندی آگرہ جس کے ایڈیٹر شری کرشن دت پالیوال تھے مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۹ء)

" راشٹر بھاشا ہندی کا اگلا تاریخ لکھنے والا اس صدی کے پچھتر سال پر اچانک نظر ڈالیے تو تین شخصوں کا تذکرہ خاص طور کرنا پڑے گا ۔ مہارشی دیانند ۔ مہاتما گاندھی اور راج رشی ٹنڈن جس لگن کے ساتھ ٹنڈن جی اپنی مادری زبان اور دیش کی بھاشا کے لئے ۵۴ - ۵۵ سال سے محنت کر رہے ہیں وہ بھارت کی تاریخ میں ایک بے مثال واقعہ ہے "

اوپر لکھے ہوئے بیان کے بعد اس بات کو سمجھنے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ ہندی ہی کو ملک کی قومی زبان بنانے کے لئے کوششیں اقریب ایک صدی بلکہ اس سے بھی پہلے سے جاری ہیں

یہ حقیقت ہے کہ دوسرا ادارہ جس کے ممبران نے ہندی کو ہندکی قومی زبان بنانے کی کوششیں کیں وہ آریہ سماج ہے چنانچہ سوامی دیانند بانی آریہ سماج کی ان کوششوں کے لئے گاندھی جی کے خط مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء کی نقل جو ہندی ہفتہ وار آریہ متر لکھنو مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا ۔ ملاحظہ ہو ۔

- مہارشی دیانند نے دھرم کی بیداری بڑھائی ۔ آریہ سنسکرتی کی تعلیم کا سنسکرت بھاشا کا ہندی کا پریم بڑھایا ۔ چھوت چھات کا کلنک دھونے کی کوشش کی ۔ ایسے سب کاموں کے لئے مہارشی کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی جس میں کوئی شک نہیں ہے

(موہن داس گاندھی)

ان حقائق کو لکھنے کے بعد ہم یہاں آریہ سماجی نیتاؤں کے چند بیانات لکھنے سے قبل مدن موہن مالوی جی کیلئے ظاہر کردہ ملنے بیان اور درج کرنا چاہتے ہیں جس سے ہندی اردو کی جھگڑے تاریخ لکھنے میں بڑی سہولت ہو گی ۔ مالوجی کی بابت آریہ متر ہفتہ وار لکھنو مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۶۱ء لکھتا ہے ۔

" سورگیہ پوجیہ مہاتما جی نے ہندی ۔ ہندو ۔ ہندوستان کے لئے سینکڑوں ادارے قائم کئے ۔ پریاگ کا اکھل بھارتیہ ہندو ساہتیہ سمیلن ۔ بھارتیہ بھون ، ہندو بورڈنگ سیوا سمیتی بشنبھا پارک ، لیڈر پریس ، اسٹار اخبار ، دلی کا ہندوستان ٹائمس ، بنارس کا

سناتن دھرم اخبار آپ ہی کے ذریعہ قائم ہوا ہے ۔ بنارس یونیورسٹی تو ان کا خاص کارنامہ ہے ۔
اب بانی آریہ سماج سوامی دیانند کی خدمات کا تذکرہ ملاحظہ فرمایئے چنانچہ پرتاپ سنگھ بگیہ درشن شوبجی صدر سرودیشک بین الاقوامی آریہ سماج لکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو آریہ متر ۹ فروری ۱۹۶۴ء)

" آپ جانتے ہیں کہ راشٹر بھاشا ہندی کے پرچار کے معاملہ میں آریہ سماج کتنا کوشاں رہا ہے ہندی کے پرچار کو رشی دیانند نے ہمارے لئے ایک ایسا فرض بنا دیا تھا جس سے ہم کسی بھی حالت میں بچ نہیں سکتے تھے ۔ ہندی کی اشاعت پر ہی ہمارا دھرم اور ہماری سنسکرتی کی بنیاد ہے ۔ دیش کے سنگٹھن (تنظیم) کو مضبوط کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے ۔ یہی سبب ہے کہ ہمارے اچاریہ (گرو) نے اپنی زندگی ہی میں اس طرف چلنے کا حکم دیدیا تھا ۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آزاد بھارت میں ہندی کو دیش کی راشٹر بھاشا مانا گیا ہے "
دیکھیے شوبجی نے یہ راز صاف طور سے بتا دیا کہ ہندی کی اشاعت پر ہی ہمارے دھرم اور ہماری سنسکرتی کی بنیاد ہے پھر ایسے حالات میں حکومت سے امداد پانے والی انجمن ترقی اردو اور اس کے زیر اہتمام پاس ہونیوالی چند تجاویز کیا کرسکتی ہیں اور اگر چند احمقا جیسے پنڈت سندر لال آنند نرائن ملا یا پرسنہا جیسے لوگ اردو کی حمایت بھی کریں تو کیا ہو سکتا ہے ۔
ہندی کو ترقی یافتہ بنانے اور سنسکرت کو زندہ کرنے کا سہرا بھی آریہ سماج کے سر ہے ۔ آریہ سماج اور سوامی دیانند کے کاموں کیلئے آریہ متر مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء کا حسب ذیل اظہار ملاحظہ فرمائیے ۔
رشی دیانند سے پہلے ہندی غیر ترقی یافتہ شکل میں تھی ۔ اس میں بہت تھوڑی دھارمک (دھرم سے متعلق) کتابیں تھیں آپ کے اس ہندی لٹریچر سے لاکھوں شخصوں کو نئی امنگ اور زندگی حاصل ہوئی ۔ آپ کے ذریعہ قائم شدہ آریہ سماج نے بھی ہندی کے پرچار اور پھیلاؤ کے لئے بہت زیادہ اور قابل تعریف محنتیں کیں ۔
آریہ سماج کے ان بیانوں کی تائید میں ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ نے مدراس میں کہا تھا (ملاحظہ ہو آریہ متر مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۶۱ء)

" ہندی کو قومی زبان بنانے کا تصور اتر بھارت کے لوگوں نے نہیں کیا ۔ بلکہ ہندی کو قومی زبان کا مقام دلانے والے مہارشی دیانند اور گاندھی جی خود گجراتی تھے ۔ ایسی نظریئے سے ہندی جو ایک ہندوستانی کیلئے خاص اہمیت رکھتی ہے اور مہارشی دیانند کے ماننے والے ہونے کے سبب ہر ایک آریہ سماجی اور گاندھی جی کے ماننے والے کے سبب ہر کانگریس اور دوسرے ہندی دوستوں کا فرض ہے کہ ہندی کو قومی زبان کی اہمیت کیلئے شخصی طور پر اور مل کر کوشش کریں ۔
ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ ہم سے اتفاق نہ کریں مگر یہ بات بالکل صاف ہے کہ ہر معاملے کے کئی پہلو ہوتے ہیں ۔ ملک کے لیڈر بہت سی باتیں سیاسی مصلحت کی بنا پر صاف صاف نہیں کہتے ہیں ۔ مگر ہم لاہور مسلم کالج کے تعلیم یافتہ یعنی مہاشے کرشن ایڈیٹر ہندی روزنامہ ویر ارجن کے بہت ممنون ہیں کہ وہ برابر ملک کی ٹھیک تصویر اپنے اخبار کے ذریعہ بیان کرتے رہتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو ویر ارجن ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

"دستور ہند نے دیش کی چودہ زبانوں کو تسلیم کیا ہے ان میں اردو بھی شامل ہے اس پر بھی پنڈت نہرو کو بار بار اس کی وکالت کرنی پڑتی ہے تو کیوں؟ اس میں شک نہیں کہ اردو کا ادب اونچا ہے لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا رسم الخط بدیشی ہے۔ وہ پہلے ہی ایک بھارتی بھاشا ہو اس کا رسم الخط فارسی ہے۔ جہاں دنیا بھر کی دوسری زبانیں بائیں ہاتھ سے شروع ہوتی ہیں۔ وہاں فارسی اور عربی دائیں سے اور اردو بھی انھیں کی طرح دائیں سے لکھی جاتی ہے پھر اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اردو کی اصل فارسی و عربی ہے وہ اپنے خیالات ان زبانوں کے ادب سے لیتی ہے:

پنڈت نہرو کو سمجھ لینا چاہیے کہ بھارت اردو کو قبول نہیں کرتا کیونکہ نہ صرف اس کا رسم الخط بدیشی ہے بلکہ اس کے محاورے اسلامی ہیں جبکہ وہ ہند دیش کے وزیر اعظم ہیں انھیں مسلمانوں کے جذبات کا بھی دھیان رکھنا ہوتا ہے لیکن انھیں سمجھنا چاہیے کہ اتر بھارت کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں کے مسلمان بھی اردو سے ناواقف ہیں :

ملاحظہ ہو ویر ارجن ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء

اردو پر دوسرا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ اب زبان نہیں رہی بلکہ اسلامی تعلیم اور سنسکرتی کے پرچار کا ذریعہ بن گئی ہے اس کے سب محاورے اور مثالیں اسلامی ہیں"

مہاشے کرشن اردو کے مسئلہ کی زیادہ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ دیکھئے ۔ ویر ارجن مورخہ ۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء) مہاشے جی انتقامی کیفیت کو یاد دلاتے ہیں ۔

پنڈت نہرو اسے پہلے ہی منظور کر لیں ۔ لیکن ہندو اردو کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جو "ہے" اردو "نہیں" کو چھوڑ کر عربی اور فارسی ہے اور جس کے ایک ایک جملے پر اسلام کی چھاپ ہے ۔ وہ وقت یاد کرو جب سر میکڈانلڈ اتر پردیش کے گورنر جنرل تھے ۔ اس وقت ہندوؤں کی طرف سے یہ تحریک ہوئی کہ ہندی کو بھی اردو کے ساتھ دوسری سرکاری زبان منظور کر لیا جائے ۔ لیکن مسلمان اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور علیگڈھ کالج کی مجلس انتظامیہ کے سکریٹری جنرل نواب محسن الملک نے ایک پبلک اسپیچ میں یہاں تک دھمکی دی کہ اگر سرکار نے ہندی کو اردو کے برابر جگہ دینے کی بیوقوفی کی تو ہم ان کے خلاف بغاوت کر دیں گے ۔ یہ دھمکی اس حالت میں دی گئی تھی جب اردو اس صوبہ کے گنتی کے کچھ شہروں کی زبان تھی اور چھیاسی فیصدی آبادی ہندی کی تائید میں تھی ۔ بھارت کے آزاد ہونے کے بعد ہندوؤں کو اردو کی غلامی سے نکلنے کا موقع ملا ۔ اور وہ نکل آئے ہیں ۔ جب مسلمان سر پیٹ رہے ہیں ۔ اردو کے دن اب گئے "

مہاشے کرشن کی صاف گوئی کی وجہ سے ہم ان کی بڑی قدر کرتے ہیں دیکھئے ویر ارجن ۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء
جو صاحبان اردو کی حمایت کرتے ہیں اور حکومت کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے وہ اسے پڑھ کر ضرور شرمائیں گے ۔
میں مانتا ہوں کہ اس وقت پنجاب اور دہلی پر اردو کا اثر ہے ۔ لیکن کب تک ؟ کیونکہ اردو کو پھر فارسی

ے ذریعہ اکالیوں نے پنجاب سے نکلوا دیا جو زبان اسکولوں میں نہ پڑھائی جائے وہ کب تک جیئے گی ۔

مہاشے کرشن کے بیانات کے بعد زیادہ وضاحت کیلئے آریہ متر ہفتہ وار لکھنؤ مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۶۰ء کا ایک نوٹ ہم یہاں درج کر رہے ہیں ۔ اس کے نیچے لکھے ہوئے مدلل نوٹ سے یہ بات صاف صاف سمجھ میں آجائے گی کہ اردو کے لئے جو سرکلر جاری کئے جاتے رہے ہیں وہ کیوں اور کس لئے عمل میں نہیں لائے گئے اور حکومت کا ہر سرکلر فرضی اور نمائشی کیوں ثابت ہوا ۔

" الجمعیۃ کے ۲۰ / جون کے شمارے میں "حکومت یو ۔ پی کے سرکلر کی روشنی میں اردو پڑھنے والے بچوں کے داخلہ کی نگرانی کی جائے" موٹے عنوان سے ایک خبر شائع ہوئی ہے اس میں جمعیۃ العلمائے ہند کی ایک کانفرنس کے فیصلوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو اعظم گڑھ میں اس ہفتہ ہوئی ۔ اس میں کہا گیا ہے کہ لوکل بورڈ اور ضلع بورڈ کے اسکولوں میں بچوں کا داخلہ جولائی سے ہوگا ۔ ان میں اردو پڑھنے والے بچوں کے داخلہ کو حکومت یو ۔ پی کے سرکلر کی روشنی میں پورے طور سے نگرانی کی جائے "

اس بارے میں جہاں تک اردو پڑھنے والوں کو اردو کی تعلیم دیئے جانے کی آسانی کا سوال ہے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلم جمعیۃ دوسری جماعتیں اگر اسے جدوجہد کی شکل میں لانا چاہتی ہیں تو راشٹر بھاشا ہندی کے حامی ان کی ایسی بیہودہ مانگ پوری نہ ہونے دیں گے مسلم ادارے اور اخبار آج زبان کے سوال پر جو فرقہ وارانہ تحریک کھڑی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ ہمارے خیال میں کسی بھی حالت میں قومی نہیں ہے ہم جانتے ہیں کہ اتر پردیش میں ہزاروں ایسے گاؤں ہیں جہاں مسلمان سیدھی سادھی ہندی بولتے ہیں اور ان گاؤں میں جو پرائمری اسکول اس وقت چل رہے ہیں ان میں ہندی زبان ہی پڑھائی جا رہی ہے ایسی حالت میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جمعیۃ العلماء کیوں فضول میں زبان کی لڑائی شروع کرنا چاہتی ہے ہم ہندی زبان کے حامی کی حیثیت سے ہر ہندی دوست سے امید کرتے ہیں کہ وہ اسکولوں میں کوئی تبدیلی نہ ہونے دیں "

اکثریت کے مزاج کے جذبات بھی خلاف ہو دہی فرقہ واریت ہے یہی وجہ ہے کہ کانگریس کے وزرائے اعلیٰ کی کانفرنس میں یہ فیصلہ ہو سکا کہ فرقہ واریت کیا ہے ۔ عام آریہ سماجی ماحول ہونے کی وجہ سے اردو کی پڑھائی کو بھی اسی لئے فرقہ واریت کہا گیا اور کہا جاتا رہے گا ۔ مندرجہ بالا تحریروں کے بعد دیوناگری کو ملک کا عام رسم الخط بنانے کے سلسلے میں بجنور سے منتخب ہونے والے آریہ سماجی نیتا یعنی پرکاش ویر شاستری ایم ۔ پی نے پارلیمنٹ میں دیوناگری کو دیش کا عام رسم الخط بنانے کے سلسلہ میں تجویز پیش کرنے کے موقع پر جو تقریر کی تھی اس کا یہاں نقل کرنا معاملہ کو اور اچھی طرح سمجھنے میں بہت ہی کارآمد ثابت ہوگا (ملاحظہ ہو آریہ متر ۲۶ / مارچ ۱۹۶۲ء) ۔

تجویز پیش کرتے ہوئے شری پرکاش ویرجی شاستری نے دیوناگری کی علاقائی زبانوں کی ایک سی لکھائی کی موافقت میں ٹھوس ثبوت پیش کئے ۔ انہوں نے سوامی دیانند ، سری کرشن سوامی آئنگر ، مہاتما گاندھی ، اور شری نہرو کی تقریروں سے مثالیں دے کر بتلایا کہ یہ ہی نیتا اس مانگ کی حمایت کرتے رہے ہیں انھوں نے بتلایا کہ سوامی دیانند سرسوتی نے گجراتی ہوتے ہوئے بھی ناگری میں اپنی سب ہی کتابیں لکھیں ۔ اسی طرح انیسویں صدی میں مدراس کے سری کرشن سوامی آئنگر نے ناگری

کو سارے دیش کا رسم الخط بنانے کی حمایت کی تحریک چلائی۔ پرکاش ویر شاستری نے مختلف نیتاؤں کے اس طرح حوالے دیئے۔

بال گنگا دھر تلک ۔ ۱۹۰۵ء میں شری لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک نے کاشی میں کہا تھا کہ دیوناگری تمام دنیا ایک ہی ایسی لکھاوٹ ہے جو سب طرح سے مکمل ہے۔ انھوں نے ہندوستان کے سب زبانوں کے حامیوں سے اپیل کی تھی کہ وہ اسے اپنی اپنی زبان کا رسم الخط بنالیں۔

گاندھی جی ۔ مہاتما گاندھی نے ۱۹۳۹ء میں ہریجن میں لکھا تھا کہ دیوناگری اپنا لینے سے دیش میں ایکتا بڑھے گی اس کا سیکھنا اچھا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو ۔ شری نہرو نے پچھلے سال آسام کے فساد کے بعد صوبہ کا دورہ کرتے وقت کہا تھا کہ اگر ناگری کو دیش کے سب ہی زبانوں کا رسم الخط مان لیا جائے تو زبان کے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

اچاریہ کرپلانی ۔ اچاریہ کرپلانی نے کہا کہ یہ تجویز بہت اچھی ہے۔ لیکن ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے اشخاص اس کو کیسے منظور کرسکتے ہیں۔

پرکاش ویر شاستری کی تقریر سے تو معاملہ بہت ہی صاف ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ہم ملک کے بڑے لیڈر اور سوتنترا پارٹی کے صدر راجگوپال اچاریہ کا ایک نوٹ ناظرین کے سامنے اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔ راجہ جی نے ایک کتاب HINDI ENGLISH INSTRUCTOR (ہندی، انگریزی اتالیق) جو دھرم دیوا ایڈیٹر گروکل پتر کا (گروکل کانگڑی) کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور اس کے دیباچہ میں لکھا ہے:

"ہندی کو تو مرکزی حکومت اور صوبہ جاتی حکومت کی زبان بننا ہی ہے صوبہ کی حکومت اور مرکزی حکومت کا کاروبار اسی میں چلتا ہے۔"

اسی دیباچہ میں راجہ جی لکھتے ہیں۔

"نہرو رپورٹ میں ہندی کو سرکاری زبان مانا گیا ہے۔ یہ تو ہند کی آزادی کا منطقی نتیجہ ہے:"

مندرجہ بالا بیانات لکھنے کے بعد ہم ناظرین کی خدمت میں پنڈت نہرو کا وہ بیان جو آپ نے رسم الخط کے بارے میں دیا تھا اسے نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو لیڈر ۲۹ر نومبر ۱۹۵۳ء

"لکھنؤ ۲۰ر نومبر ۱۹۵۳ء

وزیر اعظم نہرو نے دیو ناگری رسم الخط کی جس کانفرنس کے لئے پیغام بھیجا ہے اس کانفرنس کا آج یہاں افتتاح ہوا ہے اس پیغام میں لکھا ہے کہ اس بارے میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ممکن ہو تو پورے ملک کیلئے ایک ہی رسم الخط بنا دیا جائے اس کام سے ابتدا میں دقتیں پیدا ہوں گی مگر یکدفعہ ایسا ہو جانے سے سب کے لیے سہولتیں ہونگی۔"

ناظرین نے پنڈت جی کی خود نوشت سوانحعمری کا واضح مضمون جو انہوں نے ۱۹۳۶ء میں آزادی سے قبل لکھا تھا وہ بھی پڑھا اور ۱۹۵۳ء میں لکھنؤ میں رسم الخط کانفرنس کے موقع پر جو اظہار فرمایا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ پنڈت جی بھی حالات کے ساتھ ہی چل سکتے تھے۔ ان تحریروں سے اردو کے زوال کی تاریخ لکھنے والوں کو کافی مواد یک جا ملے گا۔ انھیں وجوہات کی بنا پر نہ تو اردو کے سلسلہ میں کوئی مطالبہ منظور کیا گیا اور نہ اردو دوستوں میں سے کسی کی بات پر توجہ دی گئی۔ ہمیں جناح صاحب کی پچھلی بات یاد آرہی ہے۔ کہ ہندی ملک کی قومی زبان ہوگی۔ نیز ان کے خطبہ صدارت اجلاس ۱۹۴۲ء کی چند سطریں بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے وہ یہ ہیں (ملاحظہ ہو خطبہ صدارت محمد علی جناح صفحہ ۱۰۹)

"باعزت سمجھوتہ ہمیشہ برابر کے فریقین میں ہوتا ہے اور تاوقتیکہ دونوں ایک دوسرے کی عزت اور طاقت محسوس نہیں کرتے سمجھوتہ کی کوئی صورت پیدا ہی نہیں ہوتی۔ کمزور جماعت کی طرف سے صلح جوئی کے معنی اعتراف کمزوری اور اپنے حقوق میں مداخلت کی دعوت ہوا کرتی ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے کسی سیاسی دوربینی کی ضرورت نہیں کہ تحفظات اور معاہدے ایک ردی کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اگر ان کی پشت پر طاقت نہ ہو۔"

اب میں زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جو خواب تھا وہ پورا ہو چکا اب جو کچھ دیکھنے میں آیا ہے وہ اس خواب کی مختلف تعبیریں ہیں۔ آخر میں صرف چند سطریں اتر پردیش کی آریہ سماجی ہفتہ وار ہندی آریہ مترا لکھنؤ ۱۲، ۱۳ دسمبر ۱۹۶۴ء سے نقل کر کے مرحوم کے لئے دعائے خیر پر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

"ہم آزاد ہیں۔ ہم اپنی زبان سے محبت کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی زبان پر فخر ہے ۲۶ جنوری کو ہم اپنے خیالات کو عملی شکل دے سکیں گے۔

بہت زمانہ تک انتظار کے بعد ایک خواب پورا ہونے جا رہا ہے بھارت کی جنگ آزادی کی تاریخ میں ۳ جون ۱۹۴۷ء کو یہ اعلان ہوا تھا کہ بھارت ۱۵ اگست کو آزاد کر دیا جائے گا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۴ء کو اتر پردیش کی وزیر علیا نے بہت ہمت سے یہ اعلان کر دیا کہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۵ء سے محدود کام کے لئے بھی حکومت انگریزی کا استعمال نہ کرے گی سچیتا جی نے بہت ہی قابل فخر کام کیا ہے۔

اخبار مذکور آگے لکھتا ہے۔

ہم سچیتا جی کے اعلان کا دل سے استقبال کرتے ہیں اور اسے آریہ سماج کی اور ہندی کے دوستوں اور سبھی بزرگوں کی جیت سمجھتے ہیں۔ اس فتح کو کامیاب شکل دینا ہر شہری، ہر سرکاری ملازم اور عوام کے نمائندوں کا فرض ہے۔

"ہندی ماں زندہ جاوید رہے۔"

خواب پورا ہوگیا۔ ختم فسانہ ہوگیا

(بہ شکریہ ہماری آواز کانپور)

ابوسلمان شاہجہانپوری

نئے خزانے

اس اشاریہ کی ترتیب میں ستمبر اور اکتوبر ۱۹۶۴ء کے مندرجہ ذیل رسائل سے مدد لی گئی ہے

لرحیم	حیدرآباد	تاج	کراچی	کراچی لاجرنل	کراچی
بلاغ	بمبی	تہذیب الاخلاق	لاہور	گگن	بمبئی
شجاع	کراچی	ثقافت	"	معارف	اعظم گڑھ
تعلیم	"	جامعہ	دہلی	مولوی	دہلی
نشار	"	جوار بھاٹا	"	مجلہ عثمانیہ	حیدرآباد (دکن)
ردونامہ	"	خاتون دکن	حیدرآباد (دکن)	مجلہ علوم اسلامیہ	علی گڑھ
فکار	"	زندگی	رام پور	مجلہ سیفیہ	بھوپال
قبال ریویو	"	سویرا	لاہور	مجلۃ الجامعہ	ربوہ (جھنگ)
فق	حیدرآباد (دکن)	سب رس	حیدرآباد (دکن)	ماہ نو	کراچی
رنگ	پشاور	سات رنگ	کراچی	نصرت	لاہور
ورینٹل کالج میگزین	لاہور	ساقی	"	نگار پاکستان	کراچی
دب لطیف	"	صبا	حیدرآباد (دکن)	ہم قلم	"
جکل	دہلی	فاران	کراچی	ہمدرد صحت	"
رہان	"	فروغ اردو	لکھنؤ	**ہفت روزہ رسالے**	
بنیات	کراچی	فکر و خیال	کراچی	چٹان	لاہور
بونم	حیدرآباد (دکن)	فکر و نظر	"	دور حیات	بمبئی
پیام عمل	لاہور	کامران	سرگودھا	لاہور	لاہور
ترجمان القرآن	"	کتابی دنیا	کراچی	ملاپ	حیدرآباد (دکن)
تحریک	دہلی	کتاب نما	دہلی	ہماری زبان	علی گڑھ
تجلی	دیوبند	کتاب	لکھنؤ	مدینہ (سہ روزہ)	بجنور

اس اشاریہ میں مندرجہ ذیل موضوعات پر (اسی ترتیب کے ساتھ) مضامین کے حوالے ہیں

کتابیات و صحافت

ارشد کیانی	(اردو رسالوں کے) مضامین کا تعارف	صحیفہ ص۹۷ اکتوبر
آغا افتخار حسین	آئینۂ ادب (منتخب تنقیدی و تحقیقی مقالات کا اشاریہ)	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۱۰۰-۱۱۷
ابن حسن قیصر و زاہدہ خاتون	نئے خزانے (اپریل مئی ۱۹۶۵ء میں شائع ہونیوالے اردو رسائل و اخبارات کے مضامین کا اشاریہ)	قومی زبان، ص ۷۷-۱۰۹ ستمبر اکتوبر
ابوسلمان شاہجہانپوری	نقوش امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد (پاکستان میں) پاکستان کے اخبارات و رسائل میں مولانا آزاد کے اوران پر مقالات کا اشاریہ)	اردو ادب ص۱۴۵ ۱۹۶۵ء شمارہ (۱)
احمد ربانی صاحب	فہرست تالیفات و مقالات مولوی محمد شفیع مرحوم	اورینٹل کالج میگزین، ص ۲۲۲-۲۴۴ ستمبر
ابی جعفر محمد بن حبیب تحقیق و تعلیق، ڈاکٹر رانا احسان الہی۔	مختلف القبائل و مؤتلفہا (عربی)	اورینٹل کالج میگزین، ص ۱-۸۶ ستمبر
افسر امروہوی	گنج ہائے گراں مایہ (مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست	قومی زبان، ص ۵۳-۶۲ ستمبر اکتوبر
برنی ضیاءالدین احمد	رسالوں پر طائرانہ نظر	کتابی دنیا ص۱۰ اکتوبر
ص ۔ ا ۔ ب	رسالوں پر طائرانہ نظر (جولائی اور اگست کے رسالوں پر)	کتابی دنیا، ص ۱۳-۱۵ ستمبر
(ادارہ شعلۂ حیات)	فہرست تالیفات اردو والاجاہ نواب صدیق حسن خانؒ	شعلۂ حیات ص۹۵ اکتوبر
(ادارہ شعلۂ حیات)	بھوپال کا شعری سرمایہ جو مختلف جرائد میں شائع ہوا۔	شعلۂ حیات ص۹۶ اکتوبر
(ادارہ شعلۂ حیات)	فہرست شعراء بھوپال	شعلۂ حیات، ص ۸۹-۱۰۷ اکتوبر
(ادارہ شعلۂ حیات)	بھوپال کا علمی و ادبی مطبوعہ سرمایہ	شعلۂ حیات ص۷۱ اکتوبر
(ادارہ شعلۂ حیات)	بھوپال کے ادب اور صحافت کے صد سالہ ضامن	شعلۂ حیات اکتوبر
عبداللہ، ڈاکٹر سید	فارسی کا ایک اور تذکرہ	اورینٹل کالج میگزین، ص ۱۱۳-۱۲۲ ستمبر
مہدی بیانی، ڈاکٹر	یک مجموعہ ناشناختہ شعر فارسی	اورینٹل کالج میگزین، ص ۶۹-۷۶ ستمبر
جیلانی کامراں	مذہب عشق (تصنیف عزت اللہ بنگالی، فارسی میں ترجمہ نہال چند لاہوری اردو میں)	ادب لطیف، ص ۳۵-۵۱ ستمبر
حنیف نقوی	گلزار ابراہیم و گلشن ہند	نگار پاکستان، ص ۴۵-۵۴ ستمبر

آغا افتخار حسین	نسخۂ دلکشا (ایک نادر تذکرہ)	نگار پاکستان، ص ۲۰ - ۲۶ اکتوبر
شوکت علی خاں ایم - اے۔	جہانگیر کے دور کا ایک نایاب مخطوطہ	معارف، ص ۲۲۴ - ۲۲۸ ستمبر
فضل المتین، سید	جے پور کے اردو رسائل اور اخبارات	ہماری زبان ص۳ یکم ستمبر و ۸ ستمبر
شیخ فرید	مراۃ المسائل (تالیف عزت اللہ خاں)	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۴۶ - ۵۸ ستمبر
دیسائی، ڈاکٹر ضیاء الدین	کچھ دیوان قاسم منیجہ کے متعلق	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۱۱۵ - ۱۴۲ ستمبر

مذہبیات

تفسیر و قرآن

ابوالاعلیٰ مودودی	تفہیم القرآن ۔ المومن (۳)	ترجمان القرآن، ص ۱۷ - ۳۳ ستمبر
ابوالاعلیٰ مودودی	تفہیم القرآن ۔ المومن (۴)	ترجمان القرآن ص۱۷ اکتوبر
عبدالماجد دریابادی	سورۃ الفجر (۳)	صدق جدید، ص ۵ - ۶ ۴ ستمبر
عبدالماجد دریابادی	سورۃ الفجر (۴)	صدق جدید، ص ۵ - ۶ ۱۱ ستمبر
عبدالماجد دریابادی	سورۃ البلد (۱)	صدق جدید، ص ۵ - ۶ ۲۵ ستمبر
عبدالماجد	تفسیر سورۃ البلد (۲)	صدق جدید ص۵ ۲۳ اکتوبر
علی نقی النقوی، علامہ مجتہد	تفسیر القرآن (سورہ بقر آیت نمبر ۲۵)	پیام عمل ص۷ اکتوبر
ارشد، مولانا رشید احمد ایم - اے	عہد تابعین کی تفسیری خدمات	بینات ص ۲۶۱ - ۲۷۳ اکتوبر
بلخی، افتخار احمد	قرآن مجید کا طرز استدلال	الرحیم ص۵ اکتوبر
پالوی، عطاء اللہ	حضرت سلیمان کے گھوڑے	نصرت، ص ۷۷ - ۸۲ ستمبر
سعید اختر ایم - اے، پروفیسر	زندہ کتاب (قرآن)	مولوی ص۱۱ اکتوبر
ناصر، محمود احمد	مقطعات قرآنی کے متعلق مختلف آرا	مجلۃ الجامعہ، ص ۹ - ۲۹ ستمبر
بلخی، افتخار احمد	قرآن حکیم کا حق تلاوت ۱؎	تجلی، ص ۵۴ - ۵۸ ستمبر

حدیث

مختار، مولوی محمد حبیب اللہ دہلوی	وضع حدیث کی تاریخ قسط دوم	بنیات، ص ۲۱۰ - ۲۲۱ ستمبر

۱؎ بلخی صاحب کی ایک نشری تقریر، بشکریہ فاران کراچی

مختار، مولوی محمد حبیب اللہ دہلوی	وضع حدیث کی تاریخ (قسط سوم)	بنیات، ص ۲۹۱ - ۲۹۹ اکتوبر
احمد اقبال ایم ۔ اے	برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث	الرحیم ص۱۷ اکتوبر

سیرت نبوی

ملک حسن علی بی اے (جامعی)	سیرت رحمۃ اللعالمین (قسط نمبر ۵)	چٹان، ص ۱۹ - ۲۰ ۷ر ستمبر
ملک حسن علی بی اے (جامعی)	سیرت رحمۃ اللعالمین (قسط نمبر ۶)	چٹان ص۱۱ ۱۴ ستمبر
ملک حسن علی بی اے (جامعی)	سیرت رحمۃ اللعالمین (قسط نمبر ۷)	چٹان، ص ۹، ۱۰ + ۲۰ ۲۱ر ستمبر
ملک حسن علی بی اے (جامعی)	سیرت رحمۃ اللعالمین (قسط نمبر ۸)	چٹان، ص ۵ + ۲۱ ۲۸ر ستمبر
ملک حسن علی بی اے (جامعی)	سیرت رحمۃ اللعالمین (قسط نمبر ۹)	چٹان ص۹ ۱۲ر اکتوبر
ملک حسن علی بی اے (جامعی)	سیرت رحمۃ اللعالمین (قسط نمبر ۱۰)	چٹان ص۹ ۲۶ر اکتوبر
منور احمد	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	لاہور، ص ۱۳ تا ۱۴ ۱۴ر ستمبر
غلام السیدین، خواجہ	انسان کامل	تجلی ص۱۱ اکتوبر
ظفر علی قریشی، پروفیسر	محسن انسانیت	تہذیب الاخلاق، ص ۲۴ - ۳۰ ستمبر
محمد اشرف خاں ایم اے مولانا	پیام رسالت	بنیات، ص ۲۷۴ - ۲۸۵ اکتوبر
تاجی، بابا ذہین شاہ	رسول کریم بحیثیت باپ	تاج، ص ۷ - ۹ ستمبر
محمد بشارت علی، ڈاکٹر	علم اور عالمگیر ثقافت کا محسن اعظم	فاران ص۳۰ اکتوبر
کوثر نیازی	موئے مبارک اور دوسرے تبرکات کی شرعی حیثیت	مولوی ص۱۹ اکتوبر
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	خطبہ حجۃ الوداع	العلیم ص۷ اکتوبر
اسحق النبی، مولوی	واقعات سیرت نبوی میں توقیتی تضاد اور اس کا حل (قسط نمبر ۵)	برہان دہلی، ص ۱۳۳ - ۱۴۲ ستمبر
اسحق النبی، مولوی	واقعات سیرت نبوی میں توقیتی تضاد اور اس کا حل	برہان دہلی ص۱۹۷ اکتوبر
حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر	عہد نبوی کے واقعات کے لئے تقویمی پیچیدگیاں	اورینٹل کالج میگزین، ص ۷۷ - ۸۶ ستمبر

ایمان عقائد اور اعمال

حنیف رامے	ایمان ۔۔ سرچشمہ عمل (۱)	نصرت ص۱۔۲۴ ستمبر
سعید احمد کاظمی، سید	ضرورت توحید	ثقافت ص۱۳ اکتوبر

غیاث الحسن مظاہری، سید | عقائد اسلام | مولوی ص۱۳ اکتوبر
بشیر ظفر، ڈاکٹر | عالمی تبلیغ اور مسلمان | العلیم ص۱۰ اکتوبر
احتشام الحسن، مولانا | ضرورت تبلیغ (مسلسل) | مولوی ص۲۵ اکتوبر
محمد احمد الحسینی، الحاج السید | وفدیناہ بذبح عظیم | پیام عمل ص۱۹ اکتوبر

حج

عبد القوی دریابادی، حکیم | سفرنامہ حجاز بذریعہ ہوائی جہاز | البلاغ ص۳۵ اکتوبر
دانشلیم | میرا حج بیت اللہ | نگار پاکستان، ص ۹-۱۹، اکتوبر
ظہیر، احسان الٰہی، حافظ | دیارِ حبیب میں آخری دن | چٹان ص۶ ۱۲ر اکتوبر ۶۴ء

اخلاق و تصوف

محمد عبد الحق انصاری، ڈاکٹر | قرآن و سنت کا اخلاق | زندگی، ص ۳۰-۳۷ ستمبر
محمد حسین زیدی | تعمیر اخلاق | پیام عمل ص۲۶ اکتوبر
بشیر احمد، ڈاکٹر | تصوف و اخلاق (حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریات | چٹان ص۵ ۵ر اکتوبر
قیصر، سید محمود حسن، امروہوی | حدیث علیؓ ـ ادب سعدی کا ایک اہم ماخذ | معارف، ص ۲۱۷-۲۲۳ ستمبر
محمد حسین الہ آبادی، شاہ (مرحوم) | تصوف، تاریخ، توحید اور سلوک | الرحیم، ص ۳۵-۴۳ ستمبر
عبد الحق محدث دہلوی، شیخ | شرح دعائے انسؓ | زندگی، ص ۹-۱۴ ستمبر
ابن الفارس | دعا کے لوازمات | لاہور ص۶ ۲۶ر اکتوبر ۶۴ء
ذہینی، تصدق حسین | تصوف | تاج ص۱۰ ستمبر
عبد الحق محدث دہلوی، شیخ | گمراہ صوفیوں کی اصلاح | زندگی، ص ۴۳-۴۶ ستمبر
سراج الدین احمد | سلوک فریدی | چٹان ص۱۲ ۵ر اکتوبر ۶۴ء
سراج الدین احمد | سلوک فریدی (۲) | چٹان ص۱۰ ۱۲ر اکتوبر
صباح الدین عبد الرحمٰن، سید | ملفوظات خواجگان چشت | معارف ص۲۴۵ اکتوبر
محمد جعفر ندوی پھلواروی | حقوق اللہ و حقوق العباد | ثقافت ص۴۹ اکتوبر
محمد جعفر شاہ پھلواروی | حق المسلم علی المسلم | لاہور ص۸ ۱۹ر اکتوبر

فرید الدین قریشی | انسانی حقوق اور اسلام

سرگزشت اسلام

مسعود، محمد خالد	جزیرۂ قبرص میں اسلام کی سرگزشت[1]	مدینہ ص۳ ۲۱ راکتوبر
	ایس میں پان ترکزم اور اسلام	الرحیم ص۴۹-۶۰ ستمبر
محمود روحی اولیفور، کاشغری	علوم اسلامیہ میں ترکوں کی خدمات	فکر و نظر کراچی، ص ۲۵۵-۲۶۱ اکتوبر
ابن نذیر، ایم اے	معرکۂ حق و باطل	ترجمان القرآن ص۱۶ اکتوبر

اسلام اور مستشرقین

اسحاق جلیس ندوی	مستشرقین اور عیسائی مشنریاں — اسلامی نقطۂ نظر سے خطرناک کیوں؟	فاران، ص ۳۳-۳۹ ستمبر
عبد الماجد دریا بادی	مستشرقین کا مقام (رسالہ فکر و نظر کراچی کے جواب میں)	صدق جدید، ص ۵-۶ ۱۸ ستمبر
عبد الماجد دریا بادی، مولانا	مستشرقین کا مقام	بنیات، ص ۳۱۰-۳۱۵ اکتوبر
فلپ۔کے۔حتی (ترجمہ محمد کاظم)	اسلام — مغربی لٹریچر میں	نصرت، ص ۴۱-۶۰ ستمبر

اسلام اور قانون

فضل الرحمٰن، ڈاکٹر	اسلامی قانون کے بنیادی ماخذ کی حیثیت سے قرآن کریم کی ابدیت	فکر و نظر کراچی، ص ۲۲۹-۲۴۱ اکتوبر
بادشاہ زادہ ازہری	حضرت امام صاحبؒ کی فقہ و طرز فکر	ثقافت، ص ۲۰-۲۸ ستمبر
محمد صادق سیالکوٹی، مولانا	اسلام میں — سزائیں اور تعزیریں	چٹان، ص ۱۷-۱۸ ۷ ستمبر
مصطفٰے علی بریلوی، سید	عائلی قوانین	کراچی لاجرنل جلد (۱) شمارہ (۱) ص ۲۳-۳۰
دردانہ پروین	عائلی قوانین	کراچی لاجرنل جلد (۱) شمارہ (۱) ص ۱۵-۲۱

---

[1] فکر و نظر کراچی سے منقول

افکار و مسائل

غلام علی صاحب، ملک	خضاب کا جواز و عدم جواز	ترجمان القرآن ص۹ ستمبر
محمد حنیف ندوی	مسئلہ جبر و قدر	ثقافت، ص ۲۹ - ۴۴، ستمبر
محمد حنیف ندوی	مسئلہ جبر و قدر	ثقافت، ص ۷، اکتوبر
غلام علی صاحب، ملک۔	مسئلہ تقدیر	ترجمان القرآن، ص ۳۳ - ۴۴، ستمبر
سلطان مبین ایم اے	جنت، جہنم اور تناسخ	زندگی، ص ۳۸ - ۴۲ ستمبر
محمد جعفر ندوی پھلواروی	اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی	ثقافت، ص ۵۹ - ۶۸، ستمبر
مجیب اللہ ندوی، مولانا حافظ	فساد زمانہ اور عموم بلوی (۲)	معارف، ص ۱۷۸ - ۱۱۶، ستمبر
س - ن	کیا انشورنس جوا ہے؟	مجلۃ الجامعہ، ص ۳۶ - ۳۴، ستمبر
بنوری، مولانا محمد یوسف	مشاورتی کونسل اور شراب	بینات، ص ۸۸۶ - ۲۶۰، اکتوبر
عزیز الرحمٰن مفتی	یورپ اور امریکہ کا ذبیحہ - مفتی شرق اردن کو جواب	مدینہ، ص ۳ - ۴، ۹ ستمبر
محمد واسع بی اے، خواجہ	میقات برائے اہل ہند	البلاغ، ص ۱۹ - ۲۳، ستمبر
وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی	حیات مسیح کا منکر کافر ہے	تجلی، ص۳، اکتوبر
محمد جعفر ندوی پھلواروی	اولی الامر	ثقافت ص۵، اکتوبر
النجف الاشرف	نماز جمعہ اور موقف علما	پیام عمل ص۱، اکتوبر
مدیر زندگی (احمد قادری، سید)	سجدہ سہو کے چند مسائل اور دیگر مسئلے	زندگی، ص ۴۷ - ۵۱، ستمبر
	وحی و الہام کی حقیقت	مجلۃ الجامعہ، ص ۶ - ۸، ستمبر
مسعود احمد، سید	حضرت علی کا بیعت ابوبکر سے تخلف	مجلۃ الجامعہ، ص ۳۰ - ۲۵، ستمبر
غلام علی صاحب، ملک	نکاح باطل اور نکاح فاسد	ترجمان القرآن، ص ۵۷ - ۶۰، ستمبر
عمر احمد عثمانی، مولانا	طلاق کے احکام - ۳	فکر و نظر کراچی، ص ۲۴۲ - ۲۵۴، اکتوبر
فرید الدین قریشی	اجتہاد	کراچی لا جرنل جلد (۱)، شمارہ (۱) ص ۲۹ - ۳۰
اسرار الحق صدیقی	مسئلہ اجتہاد	کراچی لا جرنل جلد (۱)، شمارہ (۱) ص ۲۶ - ۲۸
محمد ادریس، مولانا	پریشانی افکار[1]	بینات، ص ۳۰۰ - ۳۱۰، اکتوبر

[1] ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے مقالہ "اسلام کے ابتدائی عہد میں سنت، اجماع، اور اجتہاد کے تصورات" مطبوعہ "فکر و نظر" کراچی کے جواب میں۔

محمد ادریس، مولانا	سنت کی تحقیق اور اس کا تشریعی مقام (۱)	بینات، ص ۲۲۲ - ۲۴۴، ستمبر
بنوری، علامہ (محمد یوسف)	مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی میں تقریر	بینات، ص ۱۹۷ - ۲۰۹، ستمبر
عبدالقیوم قریشی	کیا عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے (رئیس احمد جعفری کے جواب میں)	مدینہ ص۳ ، ۱۷ اکتوبر
رئیس احمد جعفری	کیا عورت صدر مملکت بن سکتی ہے؟ اسلام کے نام پر ایک جذباتی سوال اور اس کا تاریخی جواب	مدینہ ص۲ یکم اکتوبر
عامر عثمانی	کیا عورت کی سربراہی حرام ہے؟	تجلی دیوبند، ص ۱۱ - ۳۹، اکتوبر
محمد یوسف اصلاحی، مولانا	پردہ	زندگی، ص ۲۱ - ۲۹، ستمبر
عبدالحی، سید	پردہ کی تاریخ	مجلہ الجامعہ، ص ۴۴ - ۶۱، ستمبر
جلال الدین عمری، مولانا	اسلام میں خدا اور رسول کا تصور	زندگی، ص ۱۵ - ۲۰، ستمبر

سکھ مذہب

گیانی عباد اللہ	سکھ مذہب میں پانچ پیارے	مجلۃ الجامعہ، ص ۶۲ - ۶۷، ستمبر
ہربنس سنگھ، سردار	نشہ بندی اور سکھ[1]	لاہور ص۹ ، ۱۲ ستمبر

علوم و فنون

فلسفہ

جالسی، کبیر احمد (ترجمہ، علی مہدی)	مبادی فلسفہ اسلامی (۳)	افق، ص ۴ - ۶، ستمبر
آشکار حسین، خواجہ	فلسفہ، مذہب اور مشرقی وجدان	اقبال ریویو، ص ۸۹ - ۱۰۸، ستمبر
علی عباس جلالپوری، سید	فلسفہ نوفلاطونیت	نصرت ص۶۷ ، اکتوبر
امیر حمزہ شنواری	مقصدِ حیات	ہم قلم ص۱۱ ، اکتوبر
ضامن نقوی	خودی اصل ہستی و وجود	اقبال ریویو، ص ۵۹ - ۸۸، ستمبر

تاریخ

محمد رفیع الدین	صحیح فلسفۂ تاریخ کیا ہے؟ — قرآن کی رہنمائی	اقبال ریویو، ص ۱۱۰ - ۱۴۲، ستمبر

---

[1] ماخوذ از ہفتہ پرکاش دہلی ۳۰ اگست ۶۵ء

نوشاہ علی، سید	علم تاریخ پر ایک طائرانہ نظر	مجلہ سیفیہ، ص ۳۱ - ۳۲، ستمبر
شبیر احمد خاں غوری	موسیو سدیو کی تاریخ عرب پر ایک نظر	برہان، ص ۱۶۸ - ۱۹۸، ستمبر
ــــــــــ	ہڈیاں ـــ انسانی تاریخ کا سراغ	ہمدرد صحت ۵/۲۵، اکتوبر
ــــــــــ	ابن بطوطہ ـــ جزائر مالدیپ میں	مجلۃ الجامعہ ۳۹/۵، اکتوبر
عبدالحلیم	کرشنا کماری (تاریخ راجپوتانہ کا خونین ورق)	کتاب ۱۲/۶، اکتوبر
رئیس احمد جعفری	احمد شاہ ابدالی کی وفات	ثقافت ۱۰/۵، اکتوبر
ثروت صولت	خسرو دانش (ظفر خاں)	ماہ نو ۱۰/۱۳، اکتوبر
محمد احسان علوی، حافظ	شاہزادہ خسرو کا المیہ	ماحول ۸، ۱۵/ اکتوبر
محمد حسان علوی، حافظ ایم اے	شاہزادہ خسرو کا المیہ	فروغ اردو ۸/۲، اکتوبر
محمد حسان علوی	شاہزادہ خسرو اور بی بی تنبولن	فروغ ادب، ص ۳۶ - ۴۲، ستمبر
فرقت کاکوروی، غلام احمد	ہندوستان کا ایک قدیم شہر ـ کھمبات	آجکل، ص ۱۷ - ۲۱، ستمبر
ظفر احمد نظامی	مالوہ اور اس کی تہذیبی روایات	آجکل، ص ۳۹ - ۴۲، ستمبر
فرید، پروفیسر شیخ	تاج محل	اردو ادب ۱۲۵/۲ سنہ شمارہ ۲
غلام ربانی	پتیل کھورا کے غار	جامعہ دہلی ۵۱۹/۵، اکتوبر
ــــــــــ	ڈھاکہ ـــ نغموں اور گیتوں کا شہر تاریخ کی روشنی میں	چٹان، ص ۲ - ۲۳، ۱۱ ستمبر
سرفراز حسین	بھوپال کی تاریخی عمارات	مجلہ سیفیہ، ص ۱۶۰ - ۱۶۵، ستمبر
جعفر رضا بلگرامی	افریقہ	جامعہ دہلی، ص ۴۷۷ - ۴۸۷، ستمبر
علیم، محمد اقلیم	عراق میں مشرقی پاکستان	انشار ۶/۸، اکتوبر
ذوالفقار علی، ملک	فسطاط اور قاہرہ	اورینٹل کالج میگزین، ص ۶۷ - ۸۸
یوسف سلیم چشتی، پروفیسر	سلطان محمود غزنوی اور معرکہ	بنیات، ص ۳۰۷ - ۳۱۸، اکتوبر
عبدالمجید صدیقی، پروفیسر	بہمنی سلطنت کی باقیات	سب رس ۵/۱۰، اکتوبر
ابوالامان امرتسری	رنجیت سنگھ اور اس کی حکومت	لاہور، ص ۹ - ۱۲، ۷ ستمبر
تاجور سامری	پہلا انقلاب، ۱۸۵۷ اور انتقام	جوار بھاٹا ۹/۱۰، اکتوبر
والون یوکورنی (ترجمہ اسر خیدہ رام پال)	ایک مقدس ـــ جدوجہد کی یاد میں	جوار بھاٹا ۸۸۵، اکتوبر
مفتوں، دیوان سنگھ	دروغ برگردن راوی (بسلسلہ ناقابل فراموش)	جوار بھاٹا ۸/۶، اکتوبر

محمد منصف	خونی دہشت پسند۔ مسلمانوں کے دشمن کا دوست	انشار ص ۴۴، اکتوبر
ابن بطوطہ	سپھر میں بیہوش ہوگیا	انشار ص ۲۲، اکتوبر
زاہدہ	تاریخ کی سب سے بھیانک سزا	انشار ص ۱۱، اکتوبر
محمد عبدالرشید، مولانا	مسلمانوں کی علمی خدمات	ثقافت، ص ۲ - ۱۹، ستمبر

سائنس

ابوالقاسم	نئے دور کا ساحر (بجلی موٹر کا موجد)	العلیم ص ۲۲، اکتوبر
ختارنٹ (ترجمہ صلاح الدین شیخ)	چاند پر انسان کی فتح	نصرت ص ۵، اکتوبر
ذہینی، سید ریاض الحسن	آدمی کیسے اُڑا؟ (ترجمہ)	تاج، ص ۴۹ - ۵۰، ستمبر
سراج الدین احمد	روشنی کی رفتار کیسے دریافت ہوئی	چٹان ص ۱۱، ۱۲ر اکتوبر
عبداللطیف، ڈاکٹر کیپٹن	انسان ایک سو بیس سال تک زندہ رہ سکتا ہے	چٹان، ص ۲ - ۲۰، ۱۴ر ستمبر
فاروقی، مظفر الدین، ڈاکٹر	انسان کی تخلیق انسانی نلی میں	افق، ص ۷۲ - ۷۴، ستمبر
الف عین	توانائی کی کہانی	انشار ص ۱۹، اکتوبر
نیر واسطی، حکیم	رازی کی تصانیف	تہذیب الاخلاق ص ۳۱ - ۳۴، ستمبر

تعلیم اور تعلیمی ادارے

شیخ حیدر، پروفیسر	اردو زبان میں قانونی تعلیم کے امکانات کا جائزہ	کراچی لا جرنل جلد (۱) شمارہ (۱) ص ۳ - ۱۲
فریدالدین قریشی	قانون کی تعلیم بذریعہ زبان اردو	کراچی لا جرنل جلد (۱) شمارہ (۱) ص ۱۳۰ - ۱۴۰
مصطفیٰ علی بریلوی، سید	قانون کی تعلیم بذریعہ زبان اردو	کراچی لا جرنل جلد (۱) شمارہ (۱) ص ۱۵۰ - ۱۶۰
ادارہ	ابتدائی تعلیم اور اردو	پونم، ص ۳ - ۴، ستمبر
فخرالدین	طلبہ اور نظم وضبط	مجلہ سیفیہ، ص ۸ - ۱۱، ستمبر
اے۔ ڈی۔ قریشی	اصلاح معاشرہ اور تعلیم بالغان	فکروخیال ص ۲۲، اکتوبر
معین الدین احمد ندوی، شاہ	تعلیم اور اخلاق	مولوی ص ۲۳، اکتوبر
محمد مجیب، پروفیسر	تعلیم اور مستقبل (پروفیسر شپرانگر کا ایک خطبہ)	جامعہ دہلی ص ۵، اکتوبر
بخاری، غلام شبیر	وحدت نظام تعلیم	تہذیب الاخلاق، ص ۱۸ - ۲۳، ستمبر

ادارہ جامعہ	اسلامی یونیورسٹی اور اس کی ضرورت	مجلۃ الجامعہ ص۳۱ ، اکتوبر
۱۔ اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر		
۲۔ رضی الدین صدیقی ، ڈاکٹر		
۳۔ سید محمد عبداللہ ، ڈاکٹر		
۴۔ جینی لٹمین بیرن امریکہ		
۵۔ نسیم حجازی ، مولانا		
۶۔ عرفان چغتائی	جامعہ خواتین کی ضرورت	تہذیب الاخلاق ، ص ۱۳ - ۱۵ ، ستمبر
محمد سرور	صدر اسلام میں مسلمانوں کے علمی مراکز	الرحیم ، ص ۱۲ - ۱۳ ، ستمبر
محمد سرور	صدر اسلام میں مسلمانوں کے علمی مراکز	الرحیم ، ص ۳۸ ، اکتوبر
منان قریشی ، محمد عارف	فورٹ ولیم کالج (ایک نزاعی مسئلہ)	ماہ نو ص۸۰ ، اکتوبر
یوسف شاہ صاحب	چین کی اسلامی درسگاہ	مجلۃ الجامعہ ص۲۸ ، اکتوبر
بدرالدین طیب جی	یہ ادارہ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ہماری قومی زندگی کا اہم عنصر ہے - یوم سرسید پر تقریر۔	مدینہ ص۳ ، ۲۵ اکتوبر

طب

عبدالرشید، حکیم	موسم کے دو پھل - آلو بخارا اور گرما	چٹان ص۱۹ ، ۲۱ ستمبر
عبدالرشید، حکیم	سردا اور میٹھا - موسم کے دو پھل	چٹان ص۱۶ ، ۲۸ ستمبر
عبدالرشید، حکیم	ہیضہ یا بدہضمی	چٹان ، ص ۱۷ + ۲۰ ، ۱۴ ستمبر
خفائی ، حکیم	شادی سے گریز کب اور کیوں ؟	افق ص۹۵ ، ستمبر
مفتون ، دیوان سنگھ	ہمارے معالج اور ان کے مریض	چٹان ، ص ۵ + ۲۱ ، ۲۱ ستمبر

عمرانیات و معاشیات

بشارت علی ، ڈاکٹر	مبادیٔ عمرانیات قرآنی	چٹان ، ص ۹ + ۱۷ ، ۲۸ ستمبر
محمد بشارت علی ایم اے ، ڈاکٹر	مبادیٔ عمرانیات قرآنی (۲)	چٹان ص۹ ، ۵ اکتوبر ۱۹۶۴ء
بشارت علی، ایم اے ، ڈاکٹر	مبادیٔ عمرانیات قرآنی (۳)	چٹان ص۱۶ ، ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۴ء

بشارت علی، ایم اے، ڈاکٹر	مبادی عمرانیات قرآنی (۴)	چٹان ص۱۵، ۱۹ اکتوبر
نجات اللہ صدیقی، محمد	امام ابویوسف کا معاشی فکر	ترجمان القرآن، ص ۴۴ - ۵۶، ستمبر
عبدالملک، شیخ	تجارت - قرآن، ارشادات نبوی اور تاریخی واقعات کی روشنی میں	چٹان، ص ۱۷ - ۱۸، ۱۲ ستمبر
ڈبلیو - ڈبلیو - اوسٹو (ترجمہ اشفاق انور)	اقتصادی ترقی - مشترکہ تجربہ کا نچوڑ	نصرت، ص ۸۳ - ۹۲، ستمبر

سیاست

رئیس احمد جعفری	اسلام اور سیاست	ثقافت ص۳۳، اکتوبر
عبدالحامد بدایونی، مولانا	حکومت کے اسلامی اصول	تاج، ص ۱۱ - ۱۳، ستمبر
عبدالجبار، مولانا سید	اسلامی نقطۂ نظر سے سیاست کا مفہوم	بنیات، ص ۲۴۵ - ۲۵۰، ستمبر
عمر فاروق خاں	شاہ ولی اللہ کا نظریہ ریاست	الرحیم ص۴۹، اکتوبر
ابوالاعلی مودودی	مزدور تحریکوں کے متعلق جماعت اسلامی کی پالیسی	ترجمان القرآن ص۳۵، اکتوبر
اشرف عطا	کابل میں ہندوستان کی متوازی حکومت کا قیام	چٹان، ص ۱۲ - ۱۳، ۱۲ ستمبر
احمد فاطمی	ہند پاک دوستی کے لئے چند تجاویز	دورحیات ص۵، ۲۰ اکتوبر
امن، گوپی ناتھ	ہندوستانی جمہوریت اور ہندو	نگار پاکستان، ص ۳۰ - ۳۳، ستمبر
جاوید اقبال، ڈاکٹر	تحریک پاکستان کا پس منظر	نصرت، ص ۶۱ - ۷۵، ستمبر
جمیل الدین احمد	قائداعظم پاکستان میں دینی حکومت چاہتے تھے یا لادینی؟	مجلۃ الجامعہ ص۱۳، اکتوبر
حسین نقی	سیاسی مسئلے یہ ہیں	انشار ص۱۲۶، اکتوبر
خورشید، عبدالسلام، ڈاکٹر	قائداعظم کا تصور پاکستان	لاہور ص۹، ۱۲ اکتوبر
قمر یورش	ایم اے مجید - مقدمۂ سازش میرٹھ کا ایک ہیرو۔	چٹان ص۱۱، ۱۴ ستمبر
گوپال متل	مسٹر چھاگلہ اور روسی مسلمان	تحریک، ص ۶ - ۷، ستمبر
گوپال متل	روٹی اور کمیونزم	تحریک، ص ۳ - ۵، ستمبر
گوپال متل	مسٹر چھاگلہ اور روسی مسلمان	تجلی، ص ۲۴ - ۲۶، ستمبر
ملک راج آنند	بیس اکتوبر --- سورگیہ پنڈت نہرو کا آدرش	ملاپ ص۲، ۲۱ اکتوبر۔

محمد علی چودھری	پاکستان کا بنیادی مسئلہ	نصرت، ص ۷، ۲ - ۴۳، ستمبر
محمد منظور نعمانی، مولانا	مسلمانوں کی سیاسی پسماندگی کے دو سبب	مدینہ ص۳ ، ۵ ستمبر

نفسیات

ابن حسین، ڈاکٹر	جنسی تجربہ شادی سے پہلے	افق، ص ۶۵ - ۶۸، ستمبر
تاجور سامری	فقط نام میں کیا رکھا ہے	جوار بھاٹا ص۸۶۶ ، اکتوبر
ڈے ون فرانکس	انسان قتل کیوں کرتا ہے - ایک مسئلہ	انشار ص۱۰۸ ، اکتوبر
ز، ح	سوتے میں چلنے کی بیماری	انشار ص۱۱۸ ، اکتوبر
شمیم خواجہ	فیشن کیوں کیا جاتا ہے ؟	انشار ص۳۵ ، اکتوبر
نصیرہ حسنات	کیا آپ دماغ کام کرتے ہیں	العلیم ص۱۲ ، اکتوبر
ــــــــــ	بتائیے مرد یا عورت ؟	انشار ص۸۷ ، اکتوبر

معاشرہ اور اس کے مسائل

رئیس امروہوی	معاشرے کی اخلاقی تشکیل	العلیم ص۱۶ ، اکتوبر
عمر حیات خاں غوری	انسانی معاشرت کے اہم ستون	مجلہ سیفیہ، ص ۱۳۹ - ۱۵۲، ستمبر
تاج الدین انصاری، ماسٹر	عصمت فروشی کے اڈے	چٹان، ص ۱۴ - ۲۱، ۲۸ ستمبر
مفتون دیوان سنگھ	ہماری نئی نسلیں (بسلسلۂ ناقابل فراموش)	چٹان، ص ۱۲ - ۱۳ + ۲۲، ۲۸ ستمبر
بشارت علی ڈاکٹر	ہماری قوم اور معاشرہ کی تعمیر میں اسلام کی ضرورت	چٹان، ص ۱۵ - ۱۶ + ۲۰، ۲۱ ستمبر
احمد فرید المیانی، استاذ	اصلاح امت اور ہماری ذمہ داری	البلاغ، ص ۴۰ - ۴۵، ستمبر
تیج بہادر سہنا	مسلمانوں نے ہندو دھرم میں یکجہتی قائم کی۔	مدینہ ص۲ ، ۲۸ اکتوبر
گیانی، عباد اللہ	پاکستانی گوردواروں کی حفاظت کا مسئلہ (قسط نمبر۲)	لاہور، ص ۸ - ۹ + ۱۴، ۱۴ ستمبر
جاوید رضا خاں ایم اے	سکھوں کے دور حکومت میں خواتین کی حالت	چٹان، ص ۱۵ - ۱۶، ۱۴ ستمبر
عبد الماجد دریا بادی، مولانا	ضرورت ہے ایک سرسید کی [۱]	مدینہ ص۲ ، ۱۳ ستمبر

---

[۱] ماخوذ از صدق جدید لکھنؤ

ابوالحسن علی ندوی ، مولانا	اندھیرے میں امید کی کرن [۱]	مدینہ ص۲ ، ۱۷ ستمبر
ابوالحسن علی ندوی ، مولانا	اندھیرے میں امید کی کرن (۲)	مدینہ ص۲ ، ۲۱ ستمبر
ابوالحسن علی ندوی ، مولانا	اندھیرے میں امید کی کرن (۳)	مدینہ ص۳ ، ۲۵ ستمبر

فنون لطیفہ

عبدالرشید، خواجہ، لفٹیننٹ کرنل	موسیقی، موسم اور انسان	نصرت ص۸۵ ، اکتوبر
کاشی ناتھ بی کام	حیدرآباد کے ایک فن کار ــ ماسٹر نبواری لال	ملاپ ص۸ ، ۲ ستمبر
حبیب، علاءالدین	امبا داس راؤ دھور کر کی پینٹنگس	ملاپ ص۱ ملاپ ، ۱۶ ستمبر
سلیم الرحمٰن، محمد	حنیف رامے سے بات چیت	سویرا ص۱۳۱ - ۳۴ ، ستمبر
ــــــــــ	زینب رضوی کی پینٹنگس	ملاپ ص۸ ، اکتوبر
اظہار اثر حیدری	رنگوں کی زبان ــ پتھر بھی بولتے ہیں ۔ (بت تراش رابعہ زبیری سے ایک انٹرویو)	انشا ص۵۷ ، اکتوبر

تفریحات

ست نرائن	شیر کا شکار ــ دلچسپ تجربے اور مشاہدے	ملاپ ص۱ ، ۲ ستمبر
نیاز فتح پوری	شطرنج کی ایجادیں اور اس کے موجد کا انعام	نگار پاکستان، ص ۵۵ - ۵۶ ، ستمبر

سیر و سیاحت

محمد ولی عبداللہ نوروِلی	القدس کی زیارت	صدق جدید، ص ۷ ، ۱۸ ستمبر
محمد ولی عبداللہ ، شیخ	مشاہدات بغداد (مسلسل)	صدق جدید ص۷ ، ۲ اکتوبر
محمد ولی عبداللہ ، شیخ	مشاہدات دمشق و قونیہ (مسلسل)	صدق جدید ص۱۰ ، ۱۶ اکتوبر
محمد ولی عبداللہ ، شیخ	مشاہدات دمشق و قونیہ (مسلسل)	صدق جدید ص۷ ، ۳۰ اکتوبر
سعید احمد اکبرآبادی	دیار غرب کے مشاہدات و تاثرات (مسلسل ـ ۲)	برہان، ص ۱۷۹ - ۱۸۸ ، ستمبر

---

[۱] ماخوذ الندائے ملت لکھنؤ

سعید احمد اکبر آبادی	دیارِ غرب کے مشاہدات و تاثرات	برہان ۲۳۹، اکتوبر
غضنفر اللہ خاں	اطالیہ میں چند ہفتے	لاہور، ص ۱۲ ۱۲۴ ، ۱۲ ستمبر
صراف، اوم پرکاش	پاکستان میں دو دن	دورِ حیات ۳۶، یکم اکتوبر
تنویر سکیل	برازیل کے جنگلوں میں (مسلسل)	الشجاع، ص ۵۱-۵۳، ستمبر
سیف، غلام باری	ربوہ سے گلگت - ہنزا	مجلۃ الجامعہ، ص ۹۲-۱۰۴، ستمبر

زبان و ادب

لسانیات

آمنہ خاتون، ڈاکٹر	قواعد و املا کی بحث (اردو لغت قسط ۴ کی روشنی میں)	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۵۷-۷۵
ادارہ	اردو لغت - مجمل اڈیشن قسط نمبر ۱۱	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۱۹۵-۲۱۸
افتخار جالب	لسانی تشکیلات	سویرا، ص ۳۸-۶۵، ستمبر
اختر، اختر سعید خاں	ریاست بھوپال کا لسانی جائزہ	شعلۂ حیات ۳۳، اکتوبر
معین الحق فرید کوٹی و سید قدرت نقوی	جدید لسانی رجحانات - ۲ (مذاکرہ)	ماہ نو، ص ۱۵-۱۸، ستمبر
رائے جانکی پرشاد	جامعہ عثمانیہ اور اردو اصطلاحیں	خاتون دکن، ص ۱۰-۱۴، ستمبر
رشید حسن خاں	قاموس الاغلاط پر ایک نظر	فاران، ۱۰، اکتوبر
عبد القدوس، مولانا	فعل ماضی کے اقسام	اورینٹل کالج میگزین، ص ۱۲۳-۱۴۴، ستمبر
میمونہ بیگم انصاری، ڈاکٹر	پاکستان میں رسم الخط کا مسئلہ	فکر و خیال ۱۳، اکتوبر
غلام رسول	رسم خط کی اصلاح	ماہ نو ۳۵ اکتوبر
زیدی جعفر رضا	فارسی رسم الخط میں ہندی الفاظ کا صحیح تلفظ	ہماری زبان، ص ۳-۴، ۲۲ ستمبر

اردو ـــ تحریک و مسائل

ابو ذر عثمانی	اردو تحریک	ہماری زبان ۱، ۲۲ اکتوبر
افتخار حسین، آغا	تحقیقی اداروں میں باہمی ربط کی ضرورت	افکار ۱۹، اکتوبر
خاں برکت اللہ خاں	خطبہ استقبالیہ (کل ہند اردو کانفرنس جے پور)	ہماری زبان ۱۱۱ کانفرنس نمبر
ذو الفقار، غلام حسین	اردو اکیڈمی تصور سے حقیقت سے	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۶۷-۷۳
زبیر	اردو کا مستقبل[1]	ہماری زبان ۱، ۸ ستمبر

[1] ملاپ، نئی دہلی سے ماخوذ

سردار، آلِ احمد	گاندھی جی اور اردو	ہماری زبان ش۱ ، یکم اکتوبر
سردار، آلِ احمد	جنرل سکریٹری کی رپورٹ (کل ہند اردو کانفرنس جے پور)	ہماری زبان ش۱۵ ، کانفرنس نمبر
سلطان احمد	جہانِ اردو	ہماری زبان، ص ۲-۷ ، ۱۵ر ستمبر
ش۔ غ۔ فاروقی	اردو کے بغیر ترقی	تاج ، ص ۲۶-۴۰ ، ستمبر
طالب کاشمیری	اردو تحریک	ہماری زبان ش۸ ، ۲۲ر اکتوبر
فراق گورکھپوری	اردو ہندی کی آویزش	ثقافت ش۶۲ ، اکتوبر
گیان چند، ڈاکٹر	اردو تحریک	ہماری زبان، ص ۳-۴ - ۹ ،
ملا، آنند نرائن	خطبۂ صدارت (کل ہند اردو کانفرنس جے پور)	ہماری زبان ش۱۳ کانفرنس نمبر
ملا، پنڈت آنند نرائن	خطبہ صدارت (کل ہند اردو کانفرنس جے پور) (۱)	مدینہ ش۷۰ ، ۹ر اکتوبر
ملا، پنڈت آنند نرائن	خطبہ صدارت (کل ہند اردو کانفرنس جے پور) (۲)	مدینہ، ص ۲-۳ ، ۱۳ر اکتوبر
موہن لال سکھاڑیا	افتتاحیہ تقریر (کل ہند اردو کانفرنس جے پور)	ہماری زبان ش۱۵ ، کانفرنس نمبر
ایم عرفان	اردو کا شگفتہ پھول اپنے چمن میں بے چمن .... (اداریہ)	شعلۂ حیات ش۱۵ ، اکتوبر
ایم عرفان	مدھیہ پردیش میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی تنظیم جدید	شعلۂ حیات ش۱۹ ، اکتوبر
وائیو سیلر ینو	اردو میری نظر میں	قومی زبان، ص ۵۱-۵۲ ، ستمبر اکتوبر
	اردو کا قتل عام[1]	تجلی، ص ۹-۱۰ ، ستمبر

ادب، تنقید اور تحقیق

انور صدیقی	اشاریت کی تہذیبی بنیادیں	جامعہ دہلی، ص ۴۵۵-۴۶۶ ، ستمبر
اشرف، اے بی	ادب اور زندگی کا باہمی رشتہ	کامران، ص ۲۴-۳۰ ، ستمبر
احتشام حسین، سید	ماضی کا ادب اور نئے تنقیدی ردِّ عمل	ارژنگ، ص ۶-۱۲ ، ستمبر
اطہر مبارک پوری، قاضی	مطالعات و تعلیقات	البلاغ ش۸ ، اکتوبر
آغا افتخار حسین	دریچے سے — مسلمانوں کا پیرس پر حملہ	افکار، ص ۱۹-۲۲ ، ستمبر
پی۔ این۔ بنرجی	میری زبانیں سیکھنے کی کہانی	جامعہ دہلی، ص ۴۷۴-۴۷۶ ، ستمبر

[1] روزنامہ الجمعیۃ دہلی سے ماخوذ

تمنا عمادی	شہادت عظمیٰ پر تبصرہ[۱]	نگار پاکستان، ص ۳۰ - ۴۶، اکتوبر
جان ملٹن (ترجمہ مجنوں گورکھپوری)	شمسون مبارز	اردو ادب شمارا (۱)
حامد حسین، ڈاکٹر سید	رمزیہ نگاری	مجلہ سیفیہ، ص ۱۷ - ۲۰، ستمبر
خاطر غزنوی	شکسپیئر کے اردو تراجم	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۱۶ - ۳۸
رشید حسن خاں	امیر مینائی کے ادبی خطوط استفادی جائزہ (۱)	صحیفہ ۹، اکتوبر
سرور، آل احمد	نئے ادب کے محرکات ـــ خودی	فروغ ادب، ص ۷ - ۱۷، ستمبر
سلیم حامد رضوی، ڈاکٹر سید	بھوپال میں اردو ادب کی قدامت اور دور اول کی ادبی تخلیقات کا جائزہ	شعلۂ حیات ۲۹، اکتوبر
شمیم احمد ایم اے	"پودے" (تحقیقی مقالہ، صنف اپور تاژ اور اردو کا حصہ)	پونم، ص ۱۰ - ۱۶، ستمبر
ظہور الدین احمد، ڈاکٹر	ابو الفضل کا مذہب	اورینٹل کالج میگزین، ص ۹۹ - ۱۱۲، ستمبر
عبادت بریلوی، ڈاکٹر	ہمارا موجودہ معاشرہ اور ادب	افکار، ص ۱۷ - ۱۸، ستمبر
غلام مصطفےٰ خاں، ڈاکٹر	پاکستان میں اہل زبان کا مسئلہ	فکر و خیال ۴، اکتوبر
فاضل، مرتضیٰ حسین	گارساں دتاسی اور تحریک سرسید	تہذیب الاخلاق، ص ۷ - ۱۲، ستمبر
فضا شمسی، صدر الدین	ولی کا سال وفات	آجکل، ص ۱۰ - ۱۶، ستمبر
کرامت، کرامت علی	شعری تنقید میں اضافیات	نگار پاکستان، ص ۴۲ - ۴۴، ستمبر
ماما وریکر (ترجمہ گرو چرن داس سکسینہ)	میرا مہندی جگت	ملاپ ۱، ۷ر اکتوبر
مجتبیٰ حسین	ہم طرفدار ہیں غالب کے سخن فہم نہیں	خاتون دکن، ص ۱۵ - ۲۰، ستمبر
مجیب رضوی	بھگتوں کی راہ دعا	جامعہ ۳۶، اکتوبر
محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر	ادب اور زبان	ساقی ۳، اکتوبر
مظفر علی سید	اردو ادب اور اسلامی تہذیب	ادب لطیف، ص ۲۷ - ۳۲، ستمبر
منیر احمد شیخ	روایت کا شعور	ادب لطیف، ص ۸۶ - ۹۰، ستمبر
وحید، امین اللہ	لفظ "سمرو" کی تحقیق	اورینٹل کالج میگزین، ص ۱۲۵ - ۱۶۶

۱؎ نگار میں مطبوعہ ایک مضمون پر تبصرہ

شاعری تعارف و تنقید

احمد رفاعی	تسکین قریشی کی شاعری	ساقی کراچی ص۱۲ ، اکتوبر
برکاتی، سید منظور الحسن	اختر شیرانی کی رومانی شاعری	ہماری زبان، ص۶ - ۷، ۲۲ر ستمبر
جعفر حسن، ڈاکٹر	انیسی شاعری کے چند پہلو	ملاپ، ص۸ - ۷ ، ۹ر ستمبر
حقی، شان الحق	ڈاکٹر عبد الحکیم کی بیاض شاعری	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص۴۸ - ۵۶
شمیم بھیروی	رحمٰن بابا (پشتو کے شاعر) کا مکتبۂ فکر (مسلسل)	ارژنگ، ص۲۳ - ۲۶ ، ستمبر
شاہد عشقی	جگر اور ان کا مزاج شعر	فکر و خیال ص۳۱ ، اکتوبر
عبد اللہ، ڈاکٹر سید	مومن — غزل سے مسجد تک	ادب لطیف، ص۸ - ۲۲، ستمبر
عزیز احمد	ملا رموزی کی ظریفانہ شاعری	مجلہ سیفیہ، ص۶۴ - ۷۹، ستمبر
محمد ذاکر	تیر اور ان کی غزل	جامعہ دہلی، ص۴۸۳ - ۴۹۲، ستمبر
محمد عرفان، ڈاکٹر	قائم چاندپوری اور مرزا رفیع سودا کا تقابلی مطالعہ	معارف، ص۲۷۵ ، اکتوبر

اردو شاعری اور غزل

اظہر علی فاروقی	اردو زبان اور شاعری میں	
	ویدک دھرم کی اساطیری جھلکیاں	صبا، ص۷ - ۱۲، ستمبر
احسن مارہروی	اگر دنیا میں شاعر نہ ہوتا	نگار پاکستان، ص۶۱ - ۶۵ ، ستمبر
اخگر، نارائن پرشاد	مشاعروں کی اصلاح	ملاپ ص۵ ۱۶ر ستمبر
اکبر، وحید الدین	ایک طرحی مشاعرہ	لاہور ص۱۲، ۷ر ستمبر
تشکیل احمد صدیقی بی اے	شاعری ماحول کا پرتو ہے	فروغ اردو ص۱ ، اکتوبر
صلاح الدین احمد (مرحوم) مولانا	شعر و ادب میں اسلامی اصطلاحیں	ماہ نو، ص۲۶ - ۲۹ - ۶۰ ، ستمبر
عمیق حنفی	ہمارے مسائل — اردو شاعری میں نئے تجربے	پونم، ص۱۷ - ۲۰ ، ستمبر
عالیہ امام، ڈاکٹر	اردو شاعری میں قومی شعور کا ارتقاء	نگار پاکستان، ص۵ - ۱۷ ، ستمبر
فراق گورکھپوری	گناہ اور اردو شاعری	ملاپ ص۱ ، ۲۲ ستمبر
نیاز فتح پوری	متصوفانہ شاعری	فروغ ادب، ص۱۸ - ۲۷ ، ستمبر

یر آغا، ڈاکٹر	نظم کا ظہور ترتیب	ماہ نو ص۲۷ ، اکتوبر
ق - مرزا	علامات غزل	مجلۂ الجامعہ، ص ۸۳ - ۹۲، ستمبر
یب، ضیاء الدین احمد	غزل گو شعرا کی ذمہ داری	افق، ص ۱۷ - ۲۲، ستمبر
حمید پوری	یہ غزل ہے	نگار پاکستان، ص ۵۷ - ۶۰، ستمبر
محمد ملک	غزل اور نئی غزل (زیر تصنیف کتاب "آتش رفتہ" کا ایک باب)	ادب لطیف، ص ۵۲ - ۶۶، ستمبر
ان فتح پوری	اردو غزل قدیم و جدید سنگم پہ	نگار پاکستان، ص ۲۲ - ۲۹، ستمبر

افسانہ، ناول اور کہانی

ق احمد	اردو افسانہ — آزادی کی جد و جہد کے دور میں	مجلہ سیفیہ، ص ۶۰ - ۶۳، ستمبر
بد شاہین	نئی عورت اور اردو افسانہ	ادب لطیف، ص ۶۷ - ۷۵، ستمبر
یقہ فرحت	اردو افسانہ — آزادی کے بعد نئے رجحانات	مجلہ سیفیہ، ص ۴۴ - ۴۹، ستمبر
ن چند جین، ڈاکٹر	اردو افسانہ — داستاں سے پریم چند تک	مجلہ سیفیہ، ص ۱۲ - ۱۹، ستمبر
یل بخاری، ڈاکٹر	اردو ناول کا پس منظر اور نذیر احمد.....	کامراں، ص ۴ - ۳۳، ستمبر
ادت بریلوی، ڈاکٹر	اردو میں عوامی کہانیوں کی اشاعت	افکار، ص ۱۷، اکتوبر

دکنی ادب

ف رفیع	اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۸۳ - ۱۹۶
ے حسینی	آہنگ شعر اور دکنی تلفظ	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۵۸ - ۱۸۲
ہ شوکت، ڈاکٹر	دکنی قصائد	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۰۲ - ۱۱۳
ظ قتیل، ڈاکٹر	دکن میں ریختی کا ارتقاء	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۳۹ - ۱۴۹
ہ سلطانہ، ڈاکٹر	دکن میں ادب عالیہ کے نمونے	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۸۰ - ۸۶
ید موسوی، ڈاکٹر	دکنی مرثیہ اور مراسم عزاداری	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۱۴ - ۱۲۵
پت، سید مبارز الدین	دکنی ادب کا ایک عظیم مرکز - بیجاپور	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۶۲ - ۶۹
ِرما، ڈاکٹر (مترجم غلام رسول مولوی)	دکن اور دکنی کا آغاز	سب رس ص ۲۵، اکتوبر

زینت ساجدہ	دکنی گیت	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۰۱ - ۲۲۷
ایس آر کلکرنی، ڈاکٹر	مثنوی سدام چرتر	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۹۷ - ۲۰۰
سیدہ جعفر، ڈاکٹر	دکنی غزلیں	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۹۴ - ۱۰۱
سروری، سید عبدالقادر، پروفیسر	دکن میں اردو نثر کا ارتقا	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۷۰ - ۷۵
شکیل، عبدالغفار	میسور کی دکنی اردو	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۴۰ - ۴۵
غلام عمر خاں، ڈاکٹر	دکنی کے بعض لسانی رجحانات	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۴ - ۳۵
غلام رسول	دکنی زبان کی بعض خصوصیات	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۷ - ۳۹
مسعود حسین خاں، ڈاکٹر	دکنی یا اردوئے قدیم	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۳ - ۲۰
مصطفیٰ کمال، سید اور اشرف رفیع و		
سیدہ زہرہ	مقالہ نما (متعلقہ دکنی ادب)	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۵۵ -
مدیر اعلیٰ (مصطفیٰ کمال)	کتابیات (متعلقہ دکنی ادب)	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۵۸ - ۲۶۱
محمد جمال شریف	دکنی رباعیاں — ولی سے پہلے	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۱۴۹ -
محمد اکبرالدین صدیقی	دکنی مثنویاں	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۸۷ - ۹۳
محمد: مولوی سید	دکن میں تذکرہ نویسی	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۷۲ - ۱۰۲
ناصری، ولایت احمد	چند دکنی ضرب الامثال	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۲۸ -
نصیرالدین ہاشمی	دکنی ادب کا تہذیبی پس منظر	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۴۶ -
ہاشم حسن سعید	دکنی رزمیہ شاعری	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۲۹ -
———	انتخاب جدید دکنی شاعری (متعدد شعرا کا کلام)	مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر ص ۲۳۰ ۔

دیگر ملکوں میں اردو زبان و ادب

وائی۔ دی۔ گنکووسکی	روس میں اردو زبان اور ادب کا مطالعہ	قومی زبان، ص ۴۹ - ۴۴، ستمبر
	"پاکستانیات" (مطالعۂ اردو، اقبال اور پاکستان کا مطالعہ	ماہ نو، ص ۳۰ - ۳۱، ستمبر
امتاری زیوسکاریا	روس میں ہندوستانی ادب کا مطالعہ	خاتون دکن، ص ۵ - ۹، ستمبر

دیگر زبانوں کا ادب

بنگالی ادب

مصنف	عنوان	ماخذ
افسر ماہ پوری	بنگالی ادب میں حب الوطنی	الشجاع، ص ۴۹، ۵۰ - ۶۱، ستمبر
ایم طفیل ایم۔ اے	مغربی پاکستان میں بنگلہ کی مقبولیت	ہم قلم ص۲۱، اکتوبر

عربی زبان و ادب

مصنف	عنوان	ماخذ
عنایت اللہ ایم اے پی ایچ ڈی	عربی زبان کی اہمیت	ثقافت، ص ۴۵ - ۵۰، ستمبر
مبارک احمد ملک	عربی زبان کی بعض امتیازی خصوصیات	مجلۃ الجامعہ، ص ۷۳ - ۸۲، ستمبر
نیاز فتح پوری	ہندی اور عربی شاعری میں خیال و بیان کا توارد	نگار پاکستان، ص ۲۷ - ۲۹، اکتوبر

فارسی ادب

مصنف	عنوان	ماخذ
اشفاق علی خاں	فارسی میں علم بدیع کی تاریخ	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۱۵ - ۴۵، ستمبر
فاضل، عبدالرشید مولانا	ادبیات ایران میں گلستان کا مقام	فاران، ص ۱۳ - ۳۲، ستمبر
محمد ظفر خاں، ڈاکٹر	مستعان کی کہانیاں (ایک جدید فارسی افسانہ نگار کے فن کا تجزیہ)	ہم قلم، ص ۱۳ - ۲۳، ستمبر

ہندی زبان و ادب

مصنف	عنوان	ماخذ
اقتدار حسین صدیقی	افغانوں کے عہد میں ہندوی کی ترقی	جامعہ دہلی ص۲۴۶، اکتوبر
زیدی جعفر رضا ایم اے	ہندی شاعری کا ایک تاریخی جائزہ	معارف، ص ۱۹۷ - ۲۱۶، ستمبر
زیدی جعفر رضا	ہندی شاعری کا ایک تاریخی جائزہ	معارف، ص۲۹۵، اکتوبر
محمد طاہر	ہندی ادب میں ہجر کا تصور	مجلہ سیفیہ، ص ۸۶ - ۹۲، ستمبر

مغربی ادب

مصنف	عنوان	ماخذ
از میہائی بینیوک ترجمہ امنگت رائے اگروال	رومانیہ کے ادب کے بیس سال	جوار بھاٹا ص۹۰، اکتوبر
ڈوم مورلیس (ترجمہ، رام لعل)	انگلینڈ کے ادبی رسائل	کتاب، ص ۳۳ - ۳۵، ستمبر
عقیل احمد	انگریزی ادب میں مرثیہ نگاری	مجلہ سیفیہ، ص ۸۰ - ۸۵، ستمبر
ابن شعور	ولیم فاکنر کے ادبی رجحانات	فکر و خیال ص۱۹، اکتوبر

ادب اور شخصیات

ادل لادی	پریم چند پر ایک نظر	مجلہ سیفیہ، ص ۱۳۶ - ۱۳۸، ستمبر
ن عابدی	روس کا ایرانی شاعر (ابوالقاسم لاہوتی)	صبا، ص ۲۵ - ۳۴، ستمبر
ق علی	مخدوم محی الدین	مجلہ سیفیہ، ص ۹۳ - ۹۹، ستمبر
ایوبی، ڈاکٹر	باقی کے ترکی اور فارسی اشعار	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۱۴۳ - ۱۴۶، ستمبر
بنا	نسّاخ — سوانح اور شاعری	صحیفہ ص ۶۱، اکتوبر
ینڈرسل (ترجمہ: بشیر ساجد)	آئن اسٹائن کی عظمت	نصرت، ص ۳۵ - ۴۰، ستمبر
عباس رضوی، سید	آتش لکھنؤ — مختصر تبصرہ	مجلہ سیفیہ، ص ۱۰۰ - ۱۲۵، ستمبر
ت الاکرام، سید	طلوع سحر اور امجد نجمی	نگار پاکستان، ص ۴۷ - ۵۴، اکتوبر
الرحمٰن، محمد	حنیف رامے	سویرا، ص ۲۵ - ۲۷، ستمبر
الدین، پروفیسر سید	فراسٹ اور اس کی شاعری	سب رس ص ۵، اکتوبر
ہ زہرا، سیدہ	صابر ہمدانی اور منقبت و مراثی اہلبیتؑ	پیام عمل ص ۱۵، اکتوبر
ق ارشد	بائرن — وہ بہت اچھا، برا آدمی تھا	انشار ص ۳۵، اکتوبر
العلوی دھنوی	مہدی حسن افادی	مجلہ سیفیہ، ص ۴۰ - ۵۹، ستمبر
ملسیانی	پنڈت ہری چند اختر مرحوم کی شاعری	ملاپ، ص ۸، ۲۰ ستمبر
المتین، سید	غالب کے ایک صاحب دیوان شاگرد - امام الدین اثر	اردو ادب ص ۸۰ شمارہ (۱)
، حمید اللہ	زمزمۂ کوثر (احمد رشید الحق کوثر)	فروغ اردو ص ۱۳، اکتوبر
قریشی، فضل حق	حضرت بیخود دہلوی کی زندگی اور شاعری	ملاپ ص ۱، ۲۹ اکتوبر
بابری	ژاں پول سارتر (فرانسیسی مصنف)	ادب لطیف، ص ۷۹ - ۸۵، ستمبر
بسم	فانی بدایونی — اپنے فن کے آئینے میں	پونم، ص ۵ - ۹، ستمبر
حنفی	کوثر چاندپوری (شعلۂ سنگ کی روشنی میں)	کتاب ص ۱۳، اکتوبر
اقل	جوش بحیثیت رومانی شاعر	مجلہ سیفیہ، ص ۱۲۶ - ۱۳۵، ستمبر
شوفوز	آرٹ صداقت نہیں؟ (پکاسو کے فن کا اجمالی جائزہ)	ہم قلم ص ۱۱، اکتوبر

شخصیات

اقبال

ابوالجواہر	اقبال اور نوبل پرائز	ہم قلم ص ۱ ، اکتوبر
عیاز انصاری، قاضی	مغرب و مشرق کی کشمکش اور علامہ اقبال	دور حیات ص ۵، یکم اکتوبر
محمد شمس الدین صدیقی	اقبال کا مومن اور نیٹشے	اردو نامہ، شمارہ (۱۷) ص ۷ - ۱۲
محمد مسعود احمد	اقبال کے فلسفۂ خودی میں مقام عبدیت	اقبال ریویو، ص ۱ - ۳۰، ستمبر
محمد عقیل، ڈاکٹر سید	اقبال اور ان کی وطنیت	صبا، ص ۱۳ - ۲۴، ستمبر
وقار عظیم، سید	اقبال کی پسندیدہ بحریں	ادب لطیف، ص ۲۳ - ۲۶، ستمبر
ویتو سالیرنو، ڈاکٹر	اٹلی میں اقبال کا مطالعہ	اردو نامہ، شمارہ (۱۷) ص ۱۳ - ۱۵
یوسف سلیم چشتی	اقبال کے بعض ملفوظات	اقبال ریویو، ص ۳۱ - ۵۸، ستمبر

ابوالکلام آزاد

نعمت اللہ خاں	تذکرہ حصہ دوم (ابوالکلام آزاد) کا اصل مسودہ	چٹان ص ۵ ، ۱۲ر اکتوبر
رزاق فاروقی	مولانا آزاد کا ایک (قدیم) مضمون (ماخوذ از احسن الاخبار کلکتہ یکم جون ۱۹۰۶ء)	سب رس ص ۳۳ ، اکتوبر

سید سلیمان ندوی

بخاری، ذوالفقار حسین، سید	سید سلیمان ندوی ایک مکتوب نگار کی حیثیت سے	برہان، ص ۱۴۳ - ۱۶۷، ستمبر
بخاری، ذوالفقار حسین	سید سلیمان ندوی (بحیثیت نقاد)	ماہ نو ص ۲۵ ، اکتوبر

سرسید احمد خاں

عبدالغفور چودہری، پروفیسر	یاد ایام (سرسید کی سیرت و خدمات)	تہذیب الاخلاق، ص ۴۱ - ۴۴، ستمبر
سرسید احمد خاں	"عزت" (سرسید کا ایک مضمون ماخوذ تہذیب الاخلاق)	تہذیب الاخلاق، ص ۴۸ - ۴۹، ستمبر

شبلی نعمانی

سخی احمد ہاشمی، سید	مئی ۱۹۱۲ء میں مولانا شبلی کی مصروفیت (ندوۃ العلماء لکھنؤ کے متعلق	فروغ ادب، ص ۲۸-۳۲، ستمبر
شبلی نعمانی	علامہ شبلی نعمانی کا غیر مطبوعہ خط	ارژنگ ص۵، ستمبر

بابائے اردو مولوی عبدالحق

بیگم محمد شریف	خراج عقیدت	قومی زبان ص۶، ستمبر اکتوبر
عثمانی، سیدہ	بابائے اردو کا کام	قومی زبان، ص ۸-۱۰، ستمبر اکتوبر
عبدالماجد دریابادی	مکتوبات سلیمانی کے سلسلے میں (مولوی عبدالحق کے متعلق)	صدق جدید، ص ۷-۸، ۱۱ر ستمبر
محمد شرف الحق	مولوی عبدالحق مرحوم - چند ملاقاتیں - چند مشاہدات	ملاپ ص۳، ۱۲ر اکتوبر
ملا واحدی	بابائے اردو کی ایک خصوصیت	قومی زبان، ص۳، ستمبر اکتوبر

غالب

جہاں بانو نقوی	انداز بیاں اور[1]	سب رس، ص ۴-۹، ستمبر
قدرت نقوی، سید	غالب اور مسئلہ تذکیر و تانیث	قومی زبان، ص ۱۷-۲۸، ستمبر اکتوبر
منان قریشی، محمد عارف	غالب ــــ اک محشر خیال	چٹان، ص ۱۵-۱۶+۱۹، ۲۸ر ستمبر

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع

دیوانہ، موہن سنگھ، ڈاکٹر	شفیع صاحب (مولوی محمد شفیع مرحوم)	اورینٹل کالج میگزین، ص ۲۱۶-۲۱۸، ستمبر
ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین	چند یادیں (مولوی محمد شفیع مرحوم کے متعلق)	اورینٹل کالج میگزین، ص ۲۱۹-۲۲۴، ستمبر
ایس اے رحمان، جسٹس ڈاکٹر	استاذ الاساتذہ (مولوی محمد شفیع مرحوم)	اورینٹل کالج میگزین، ص ۲۰۲-۲۰۴، ستمبر
شریف بلال	مولوی محمد شفیع مرحوم	اورینٹل کالج میگزین، ص ۲۲۵-۲۲۹، ستمبر

---

[1] اردو مجلس حیدرآباد کے زیر اہتمام منعقدہ "یوم غالب" میں پڑھا گیا۔

صارم، مولانا عبدالصمد	رثاء الدکتور محمد شفیع (مرثیہ عربی میں)	اورنیٹل کالج میگزین، ص ۲۳۰ - ۲۳۱، ستمبر
وحید مرزا، ڈاکٹر	چند نقوش پارینہ (پروفیسر مولوی محمد شفیع)	اورنیٹل کالج میگزین، ص ۲۰۶ - ۲۱۵، ستمبر
	شرح مختصرے دربارہ حالات وجذبات جناب مرحوم (مولوی محمد شفیع) (فارسی)	اورنیٹل کالج میگزین، ص ۲۴۵ - ۲۴۶، ستمبر

نصیرالدین ہاشمی

ابوظفر عبدالواحد، پروفیسر	چہرہ ہاشمی (نصیرالدین)	ملاپ ص ۱، ۱۲ر اکتوبر
خدیجہ ہاشمی	چند یادیں - چند آنسو (متعلق نصیرالدین ہاشمی مرحوم)	ملاپ ص ۴، ۷ر اکتوبر
سلیمان ادیب	حق مغفرت کرے (سید نصیرالدین ہاشمی کا انتقال)	صبا ص ۳، ستمبر
ض - ا - ب	یادرفتگان ۱- سید ہاشم فرید آبادی ۲- مولانا زاہد القادری	کتابی دنیا، ص ۱ - ۲، ستمبر

شاہ ولی اللہ دہلوی رح

کمالی، صبیح احمد، ڈاکٹر	حکمت ولی اللہی میں تاریخ کا مرثیہ	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۱ - ۱۴، ستمبر
عمر فاروق خاں	شاہ ولی اللہ کی سیاست عملی	الرحیم، ص ۲۷ - ۳۴، ستمبر
شاہ ولی اللہ دہلوی رح	(ترجمہ اردو) رسالہ دانش مندی	الرحیم، ص ۵ - ۱۱، ستمبر
محمد ایوب قادری ایم اے	الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف (شاہ ولی اللہ دہلوی رح)	الرحیم، ص ۱۸، اکتوبر

ہاشمی فرید آبادی

محمد بشارت علی، ڈاکٹر	سید ہاشمی فرید آبادی (قسط نمبر ۲)	چٹان، ص ۹، ۷ر ستمبر
محمد بشارت علی، ڈاکٹر	سید ہاشمی فرید آبادی (قسط نمبر ۳)	چٹان، ص ۹ - ۱۰ + ۱۹، ۱۴ر ستمبر
	سید ہاشمی فرید آبادی (قسط نمبر ۴)	چٹان، ص ۲ - ۲۲، ۲۱ر ستمبر
وحید الحسن ہاشمی	برعظیم پاک ہند کا صاحب بصیرت مورخ، ادیب اور شاعر (مولوی ہاشمی فرید آبادی مرحوم)	تہذیب الاخلاق، ص ۳۵ - ۴۷، ستمبر

ناموران اسلام اور اکابر علماء

مصنف	عنوان	ماخذ
محمد یحییٰ اعظمی، مولانا	حضرت عبداللہ بن سلام	البلاغ ص۲۲-۲۷، اکتوبر
ثمر، عبدالکریم	حضرت سیدنا امام جعفر صادق	چٹان ص۱۱، ۱۲ر ستمبر
اطہر مبارکپوری، قاضی	مطالعات و تعلیقات (امام سعید بن منصور اور ان کی کتاب السنن)	البلاغ، ص ۵ - ۱۸، ستمبر
اطہر مبارکپوری، قاضی	امام ابوعثمان سعید بن منصور خراسانی اور ان کی کتاب السنن	معارف ص۲۶۲-۲۷۰، اکتوبر
غازی، عبدالحمید	امام احمد بن حنبل	لاہور، ص ۶ - ۸، ۲۱ر ستمبر
غازی، عبدالحمید	حضرت امام محمد ابن ادریس الشافعی	لاہور ص۶، ۵ر اکتوبر
محمد حمید اللہ، ڈاکٹر	امام سرخسی کی نوسوسالہ برسی	معارف، ص ۱۶۵ - ۱۷۷، ستمبر
محمد حمید اللہ، ڈاکٹر	ترکی میں امام سرخسی کی نوسوسالہ برسی فقہی مخطوطات کی نمائش	مدینہ ص۳، یکم اکتوبر
اطہر مبارکپوری، قاضی	اسپین میں امام ابن حزم کی نوسوسالہ یادگار تقریب	سیاران ص۲۲-۲۴، اکتوبر
فضل الرحمٰن	قاسم ابن قطلوبغا الحنفی	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۵۹ - ۹۱، ستمبر
محمود الحق	قاسم امین (مصری عالم ۱۸۶۳ - ۱۹۰۳ء)	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۹۲ - ۱۱۴، ستمبر
عزیز الرحمٰن، مفتی، مولانا	حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند رح	الرحیم، ص ۶۱ - ۶۷، ستمبر
اشرف عطا	مولانا کفایت نے مجھے انسان بنا دیا۔ (ایک سکھ قاتل کی داستان)	چٹان ص۱۱، ۵ر اکتوبر
ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا، سید	کچھ اپنے بارے میں	افق، ص ۷ - ۱۵، ستمبر
محمد صدیق العینی، حافظ	ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سے ملاقات	البلاغ، ص ۳۱ - ۳۳، ستمبر

صوفیائے کرام

مصنف	عنوان	ماخذ
———	غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی	مجلۃ الجامعہ ص۲۲-۲۴، اکتوبر
زکی ولیدی طوغان، پروفیسر	غازان خاں خلیل و خواجہ بہاء الدین نقشبند	اورینٹل کالج میگزین، ص ۱۸۴ - ۱۹۹، نومبر

میمن عبدالمجید سندھی	سندھ کے سہروردی مشائخ	الرحیم، ص ۴۴ - ۴۸، ستمبر

شہداء و مجاہدین

مہر، مولانا غلام رسول	سید احمد شہید	ماہ نو ص ۵۵، اکتوبر
خالد محمود	حضرت سید احمد شاہ	مولوی ص ۳۳، اکتوبر
ضیاء الحسن ندوی (مترجم)	الاخوان المسلمین کے چند شہداء[1]	تجلی، ص ۸ - ۱۰، اکتوبر
ثمر، عبدالکریم	غازی محمد بن قاسم	چٹان ص ۱۱ - ۲۱، ۲۸ ستمبر
شرافت حسین مرزا	جنگ آزادی کا ایک نامور جرنیل (نواب محمود خاں)	مدینہ ص ۲، ۱۲ اکتوبر

سیاسی رہنما

سعید الحق	چند یادیں — (بیاد قائداعظم)	ماہ نو، ص ۷ - ۱۰، ستمبر
سید القیصر دیوبندی	مولانا مسعودی (کشمیری راہنما)	مدینہ ص ۳، یکم ستمبر
محمد منظور نعمانی، مولانا	بابو آگم پرشاد ورما — جنہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر مسلمانوں کو بچایا	مدینہ، ص ۲، ۹ ستمبر
اشرف عطا	مسز جے پرکاش نرائن قلعہ لاہور (سلسلہ کچھ شکستہ داستانیں)	چٹان ص ۵، ۱۴ ستمبر

شعراء

افغار جالب	نذیر احمد ناجی	سات رنگ ص ۱۸، اکتوبر
افغار جالب	نوید انجم	سات رنگ ص ۲۴، اکتوبر
بیدار، عابد رضا	ذوقی رام حسرت	برہان دہلی ص ۲۱۶، اکتوبر
جاوید وششٹ	میر کے دالد کا ایک اور "جوان عزیز"، قسط ۲	جوار بھاٹا ص ۸۹، اکتوبر
زیدی جعفر رضا، ایم اے	سید احمد کاشفی (فارسی اور ہندی کا ایک غیر معروف شاعر)	برہان ص ۲۲۹، اکتوبر

[1] منقول از شہاب لاہور

زاہدی، سید	بہار کے شعرائے اردو	ساقی ص ۲۵ ، اکتوبر
، سمت پرکاش	افق لکھنوی	قومی زبان، ص ۲۹ - ۴۴، ستمبر اکتوبر
احمد انصاری	ادبی تراشے میر ببر علی انیس	فروغ اردو ص ۸ ، اکتوبر
ت شاہجہانپوری	نظم طباطبائی کے خود نوشت سوانح	صحیفہ ص ۲ ، اکتوبر
جلالی	سرسید کے دادا سید ہادی (بحیثیت اردو شاعر)	ہماری زبان ص ۳ ، ۲۲ اکتوبر ۶۴ء
کریم نگری	کریم نگر کے چار شعراء ۱- جعفر، سید جعفر حسینی	
	۲- صابر، محمد اسمٰعیل	
	۳- ناصر، ابوالنصر ناصر علی حکیم	
	۴- شاہین، صابر توکلی	ملاپ ص ۸ ، ۲ ستمبر
- ص	فن اور فنکار — تابش دہلوی	افکار ص ۱۱ ، اکتوبر
لقادری	یاد رفتگاں — عبدالمجید حیرت شملوی	فاران ص ۲۵ ، اکتوبر
رفاں	اردو کے یورپین شعراء	شعلۂ حیات ص ۳۵ ، اکتوبر
حنفی مہسوی	شعرائے زنداں (آگرہ جیل کا سیاسی مشاعرہ-	
	مولانا عارف مہسوی مرحوم	آجکل، ص ۳ - ۷ ، ستمبر
عبدالمجید سندھی	خلیفہ گل محمد ہالاتی	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۳۹ - ۴۵
، فریدآبادی، سید	مسعود سعد اور امیر خسروؒ	اورنیٹل کالج میگزین، ص ۷۸ - ۹۷، ستمبر

مصنفین

عارف	پروفیسر ممتاز حسین	ماحول یکم اکتوبر
رعلی بیگ چغتائی	فورٹ ولیم کالج کے دو اہل قلم ——	
	شری نہال چند لاہوری اور منشی بینی نارائن جہاں	ملاپ ص ۸ ، ۲۸ اکتوبر ۶۴ء
رحسین بٹالوی	مولانا (صلاح الدین)	ادب لطیف، ص ۵ - ۷، ستمبر
، آغا	یادِ یاراں —— شوکت تھانیدار مرحوم	ماہ نو ص ۴۳ ، اکتوبر
الماجد دریابادی	ہندو مصنفین اردو (۱)	صدق جدید ، ۲ اکتوبر
الماجد دریابادی	ہندو مصنفین اردو (۲)	صدق جدید ص ۸ ، ۱۶ اکتوبر ۶۴ء

عبدالماجد دریابادی	ہندو مصنفین اردو (۳)	صدق جدید ص۵، ۱۶ر اکتوبر
عبدالماجد دریابادی	ہندو مصنفین اردو[1]	مدینہ، ص ۳-۷، ۲۸ر اکتوبر
کرشن چندر	عصمت چغتائی	چٹان ص۱۱، ۲۶ر اکتوبر ۱۹۶۴ء
محمد اکبرالدین صدیقی، پروفیسر	ڈاکٹر زور مرحوم ـــ چند یادیں	ملاپ، ص ۸+۲، ۲۳ر ستمبر

دیگر شخصیات

اشرف عطا	سوامی سردھانند ـــ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں کا محرک (بسلسلہ کچھ شکستہ داستانیں ....)	چٹان ص۱۵، ۷ر ستمبر
عبدالعلی خاں	حکیم محمود خاں	تاج، ص ۲۵-۲۸، ستمبر
فرید شیخ	لطف اللہ مہندس بن احمد معمار	ہماری زبان ص۳، یکم اکتوبر
ادارہ ہمدرد صحت	بھولو پہلوان	ہمدرد صحت ص۱، اکتوبر

خواتین اسلام

ذہینی، سید گوہر علی	حضرت ابو برزہ سلمیٰؓ	تاج، ص ۴۵-۵۰، ستمبر
عبدالحلیم	صاحب جی (عہد اورنگ زیب کی ایک اولوالعزم خاتون)	کتاب، ص ۵۴-۵۶، ستمبر
رفعت	حضرت سیدہ ام کلثوم	لاہور، ص۱۰، ۱۲ر اکتوبر
رفعت	حضرت اسماءؓ بنت عمیسؓ	لاہور، ص۱۳، ۷ر ستمبر

تبصرے

ستمبر اور اکتوبر ۱۹۶۴ء کے رسائل میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل پر تبصرے شائع ہوئے ہیں۔

احتشام حسین رضوی، پروفیسر سید	ترکی (تصنیف اکمل ایوبی)	فروغ ادب، ص ۵۶-۵۷، ستمبر
احتشام حسین، پروفیسر	فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ (از سید ضمیر حسن)	فروغ ادب، ص ۵۷-۵۸، ستمبر
احتشام حسین، پروفیسر	جگن ناتھ آزاد اس کی شاعری (از حمیدہ سلطانہ)	فروغ ادب، ص ۵۸-۵۹، ستمبر

---

[1] صدق جدید لکھنؤ سے منقول

کتاب	تفصیل	ماخذ
وادیٔ گل	(رفعت سروش)	جامعہ دہلی، ص ۵۰۳ - ۵۰۶، ستمبر
شعر العرب	(تالیف: ابو محمد عبداللہ بن مسلم ترجمہ: قاضی عبدالصمد صارم)	لاہور ص۱۲ ، ۲۶ر اکتوبر
پاکستانی کلچر	(مصنف جمیل جالبی)	ماحول ص۱۰ ، ۱۵ر اکتوبر
بادبان	(انتخاب)	انشار ص۱۴۶ ، اکتوبر
موج خون	(کلام احمد ریاض)	انشار ص۱۴۵ ، اکتوبر
بربط و جام	(مجموعہ کلام عدم)	ماحول ص۱۳ ، ۱۵ر اکتوبر
شیر کشمیر	(شیخ محمد عبداللہ)	ماحول ص۱۳ ، ۱۵ر اکتوبر
رگوں میں اندھیرا	(اجمل اکبر جاوید کے افسانوں کا مجموعہ)	ماحول ص۱۳ ، ۱۵ر اکتوبر
شہر آرزو	(باقر مہدی کی غزلوں کا مجموعہ)	ماحول ص۱۳ ، یکم اکتوبر
پیش رو	(تصنیف جبران خلیل جبران)	ماحول ص۱۳ ، یکم اکتوبر
نوائے کفر	(از منور لکھنوی)	صبا، ص ۷۷ - ۷۸، ستمبر
آب خضر	(انتخاب مضامین از کرامت علی کرامت)	صبا ص۷۷ ، ستمبر
غفور میاں	(مجموعہ مضامین از عبدالاحد خاں)	سب رس، ص ۴۳ - ۴۴، ستمبر
یاد ایام	(نظموں کا مجموعہ از توفیق الحسن)	سب رس ص۴۴ ، ستمبر
ملاقاتیں	(ترتیب: الطاف حسین قریشی)	سب رس، ص ۴۴ - ۴۶، ستمبر
بچہ سن بلوغ تک	(تالیف: نورالحسن)	سب رس، ص ۴۲ - ۴۳، ستمبر
گنج الاسرار	(مصنفہ حضرت نوشہ گنج بخش متوفی ۱۰۶۴ھ مرتبہ: شرافت احمد شرافت)	سب رس ص۴۵ ، اکتوبر
شہر نوا	(مجموعہ کلام محشر بدایونی)	افکار ص۱۲۸ ، ستمبر
نیمروز	(مجموعہ کلام تابش دہلوی)	افکار ص۱۲۷ ، ستمبر
رقص طاؤس	(مجموعہ کلام ڈاکٹر صفدر حسین)	افکار ص۱۲۷ ، ستمبر
کلک موج	(مجموعہ کلام عبدالعزیز خالد)	افکار ص۱۲۷ ، ستمبر
الف	(مجموعہ کلام رئیس امروہوی)	افکار، ص ۱۲۶ - ۱۲۷، ستمبر

تاجی، باباذہین شاہ	الف (مجموعہ کلام رئیس امروہوی)	تاج، ص ۱۷-۱۸، ۲۷ ستمبر
حسنی، ابوالحسن	نقوش کا آپ بیتی نمبر	پیام عمل ص ۳۵، اکتوبر
ح۔م	علیم علمائے نفسیات (تصنیف: الیس اسٹینلڑ فیلڈ ترجمہ: عبدالمجید قریشی)	افکار ص ۱۲۶، ستمبر
خلیل الرحمٰن اعظمی	نارسیدہ (مصنف: وارث کرمانی)	ہماری زبان، ص ۱۱-۱۲، ۲۲ ستمبر
خلیل الرحمٰن اعظمی	دکھنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین (از نصیرالدین ہاشمی)	ہماری زبان ص ۱۲، ۲۲ ستمبر
غ۔م	خاتون پاکستان رسول نمبر (مدیر شفیق بریلوی)	فکر ونظر ص ۲۹۸، اکتوبر
رشید نعمانی	ادیب کی منزل (تصنیف: کرتار سنگھ دُگل)	کتاب نما، ص ۲۵-۲۶، ستمبر
رام لعل	ماہنامہ پونم (ایڈیٹر ناصر کرنولی)	کتاب ص ۶۴، اکتوبر
رضی عابدی	ہفت کشور (از جعفر طاہر)	ماہ نو ص ۴۷، اکتوبر
سعید احمد	توحیدی پاکٹ بک حصہ اول (مولانا غلام اللہ خاں)	برہان ص ۲۵۶، اکتوبر
سعید احمد اکبرآبادی	نظام صلاح واصلاح (مولانا عبدالباری ندوی)	برہان ص ۲۵۶، اکتوبر
سعید احمد اکبرآبادی	نقدِ ادب (مشاہیر کے مضامین کا مجموعہ)	برہان ص ۲۵۵، اکتوبر
سعید احمد اکبرآبادی	کتاب الفضائل من اسمہ احمد او محمد	برہان ص ۲۵۳، اکتوبر
سعید احمد اکبرآبادی	المختار من شعر ابن الدمینہ	برہان ص ۲۵۲، اکتوبر
س (سعید احمد اکبرآبادی)	فتاوی دارالعلوم دیوبند (مرتبہ محمد ظفرالدین)	برہان، ص ۱۹۰-۱۹۱، ستمبر
س (سعید احمد اکبرآبادی)	تفسیر مدارک (ترجمہ: سید انظر شاہ کشمیری)	برہان ص ۱۹۱-۱۹۲، ستمبر
س (سعید احمد اکبرآبادی)	تفسیر ابن جریر (اردو) مترجم مولوی ظہور الباری اعظمی	برہان ص ۱۹۲، ستمبر
س (سعید احمد اکبرآبادی)	فضائل مسلمین (سید ابواحمد سجاد)	برہان ص ۱۹۲، ستمبر
سین الف	رقص طاؤس (ڈاکٹر صفدر حسین)	الشجاع ص ۶۴، ستمبر
سین الف	ملاقاتیں (از الطاف قریشی)	الشجاع ص ۶۳، ستمبر
سجاد نقوی	بادبان (انتخاب از سبط نبی میم)	کامران ص ۴۶، ستمبر
سحر ابومحمد	انیسویں صدی کا ایک منفرد اردو تذکرہ — انتخاب یادگار	اردو ادب ص ۵۵، ۱۹۶۴ء شمارہ

(شاہد احمد دہلوی)	اردو کا بہترین انشائی ادب (انتخاب ڈاکٹر وحید قریشی)	ساقی ص۵۶، اکتوبر
(شاہد احمد دہلوی)	یہ دلی ہے (تصنیف: سید یوسف بخاری)	ساقی ص۶۴، اکتوبر
شہریار	دو نئے شعری مجموعے ۱۔ خالی مکان مصنف محمد علوی ۲۔ رشتۂ دل مصنف بلراج کومل	تحریک، ص ۲۹ ۔ ۳۰، ستمبر
ش ۔ ن	اسلام میں حکمت عملی (انگریزی، تصنیف افضل اقبال)	زندگی، ص ۵۴ ۔ ۵۷، ستمبر
ش ۔ ح ۔ ح	سنہرا دیس (مصنفہ دگا راشدی)	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص۹۲
ش ۔ ح ۔ ح	راہی اور راہنما (از سید الطاف علی بریلوی)	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۹۳ ۔ ۹۴
ش ۔ ح ۔ ح	گلبن اردو (مصنفہ مولوی اسمٰعیل میرٹھی مرحوم) مرتبہ اسلم سیفی صاحب)	اردو نامہ شمارہ (۱۷) ص ۹۴ ۔ ۹۷
ص ۔ ا ۔ ب	سیاست نامہ (تصنیف: نظام الملک طوسی ترجمہ: شاہ حسن عطا)	کتابی دنیا، ص ۶ ۔ ۷، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	تحقیق سید و سادات (از محمود احمد عباسی)	کتابی دنیا، ص ۳، ۴، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	حیدر آباد کا عروج و زوال (تالیف: بدر شکیب)	کتابی دنیا، ص ۴ ۔ ۵، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	القانون (اردو کالج کا ایک رسالہ)	کتابی دنیا، ص۵، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	راہی اور راہ نما (تصنیف: سید الطاف علی بریلوی)	کتابی دنیا، ص ۷ ۔ ۸، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	تحقیق و تنقید (تصنیف: فرمان فتح پوری)	کتابی دنیا ص۸، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	شاعر نامہ (محشر بدایونی)	کتابی دنیا ص۹، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	گھائل کو گھائل جانے (از شمیم اختر)	کتابی دنیا، ص ۹ ۔ ۱۰، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	تذکروں کا تذکرہ نمبر (نگار پاکستان کا سالنامہ ۱۹۶۴ء)	کتابی دنیا، ص۱۱، ستمبر
ص ۔ ا ۔ ب	مقدمات عبدالحق (مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی)	کتابی دنیا ص۱۲، اکتوبر
ص ۔ ا ۔ ب	نسیم مغرب (مصنفہ امیر چند بہار)	کتابی دنیا ص۱۳، اکتوبر
ص ۔ ا ۔ ب	سہرے کے پھول (مصنف: عادل رشید)	کتابی دنیا ص۱۴، اکتوبر

ص - ا - ب	چند شخصیتیں - چند تاثرات (مصنف: ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور)	کتابی دنیا ص۹، اکتوبر
ضیاء احمد بدایونی	حیات حسن (تالیف: پیام شاہجہانپوری)	ہماری زبان ص۱/۱۲، ۸ ستمبر
ضیاء احمد بدایونی	مسلمانوں کی ایجادیں (تالیف: مولوی محمد حفیظ اللہ)	ہماری زبان ص۱/۱۲، ۸ ستمبر
ضیاء الحسن فاروقی	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (تالیف: مولانا ابوالحسن علی ندوی)	جامعہ دہلی، ص ۴۹۴-۵۰۳، ستمبر
ظل عباس عباسی	نزہت دل (مجموعہ کلام: سید محمد صدیق مہر)	کتاب نما، ص ۲۸-۲۹، ستمبر
عابد سہیل	ملاقاتیں (ترتیب: الطاف حسن قریشی)	کتاب، ص ۶۲-۶۳، ستمبر
عابد سہیل	میرے خوابوں کی سرزمیں - مشرقی پاکستان (صہبا لکھنوی)	کتاب ص۳۵، اکتوبر
عامر عثمانی	مخزن الولایت (ملفوظات: شاہ خادم صفی رح ترتیب: محمد ولایت علی عزیز ترجمہ: محمد خصلت حسین	تجلی، ص ۳۵-۳۸، ستمبر
عامر عثمانی	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (تالیف: مولانا ابوالحسن علی ندوی)	تجلی، ص ۳۸-۴۲، ستمبر
عامر عثمانی	ایصال ثواب (تصنیف: محمد حسن مظہری)	تجلی، ص۴۲، ستمبر
عامر عثمانی	روح تصوف (تالیف: مولانا اشرف علی تھانوی رح تشریح: مفتی محمد شفیع صاحب)	تجلی، ص ۴۳-۴۵، ستمبر
عامر عثمانی	لمحات (عربی) (تصنیف: حضرت شاہ ولی اللہ رح ترتیب: غلام مصطفےٰ قاسمی)	تجلی ص۴۵، ستمبر
عامر عثمانی	مفہوم القرآن (منظوم ترجمہ: پارہ عم از محمد ادریس کیفؔ)	تجلی، ص ۴۷-۵۳، ستمبر
عبدالماجد	جگن ناتھ آزاد اور ان کی شاعری (از حمیدہ سلطانہ)	صدق جدید ص۵، ۱۱ ستمبر
عبدالماجد دریابادی	کاروان سائنس کراچی (ایڈیٹر: عظمت علی خاں)	صدق جدید ص۸، ۱۱ ستمبر
عبدالماجد دریابادی	المجید الہ آباد (اردو - ہندی - انگریزی (ایڈیٹر محمد رضا خاں)	صدق جدید ص[illegible]، ۱۱ ستمبر

عبدالماجد دریا بادی	تہذیب الاخلاق، رام پور (ایڈیٹر: فرید الدین)	صدق جدید ص۷، ۱۱ ستمبر
عبدالماجد دریا بادی	نشان منزل خاص نمبر (مرتبہ: حبیب ریحان خاں ندوی)	صدق جدید ص۷، ۱۸ ستمبر
عبدالماجد دریا بادی	انوار الاسلام (ایڈیٹر: ابو محمد امام الدین رام نگری)	صدق جدید ص۷، ۱۸ ستمبر
عبدالماجد دریا بادی	وطن میں اجنبی (مجموعہ کلام: جگن ناتھ آزاد)	صدق جدید ص۶، ۱۱ ستمبر
عبدالماجد دریا بادی	اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کے اردو مخطوطات حصہ اول و دوم (از سید نصیر الدین ہاشمی)	صدق جدید ص۸، ۴ ستمبر
عبدالماجد دریا بادی	انوار الباری نمبر ۳ (صحیح بخاری کی شرح از مولانا احمد رضا بجنوری)	صدق جدید ص۷، ۴ ستمبر
عبدالماجد دریا بادی	۱- دلائل القرآن حصہ اول، دوم، سوم ۲- عقیدۂ آخرت کے عقلی دلائل (تصانیف: ابو محمد امام الدین رام نگری)	صدق جدید ص۶، ۳۰ اکتوبر
عبدالحی	روداد (کل راجستھان اردو سیمپوزیم، مرتبہ: احترام الدین احمد شاغل)	ہماری زبان ص۱۱، ۱۵ ستمبر
عبدالحی	دور حیات بمبئی (ایڈیٹر: قیصر مظہر حسین)	ہماری زبان ص۱۱، ۱۵ ستمبر
عبدالحی	جگر کی غزلیہ شاعری (از اشفاق علی خاں)	افق، ص ۵۷ - ۵۹، ستمبر
عبدالحی	ماہنامہ پونم (حیدرآباد ایڈیٹر: ناصر کرنولی)	ہماری زبان یکم اکتوبر
عبدالحی	ماہنامہ آنچل (حیدرآباد ایڈیٹر: غوث یوسفی)	ہماری زبان ص۱۲، یکم اکتوبر
عبدالحی	ماہنامہ کتاب لکھنؤ (نئی ہندی کہانی نمبر)	ہماری زبان ص۱۱، یکم اکتوبر
عبداللطیف اعظمی	افکار و مسائل (مصنف: پروفیسر سید احتشام حسین)	کتاب نما، ص ۲۷ - ۲۸، ستمبر
عبیدالدین	محبت والے (از مفتی عزیز الرحمٰن)	مدینہ ص۷، ۲۱ ستمبر
عبداللہ ولی بخش قادری	اپنے وطن میں اجنبی (مصنف: مالک رام آنند)	کتاب نما، ص ۲۶ - ۲۷، ستمبر
عثمان غنی	پیام تعلیم (ایڈیٹر محمد حسین خاں ندوی)	کتاب ص۶۵، ستمبر
عثمان غنی	موت کی شہنائی (کلام حسن شہیر)	کتاب ص۶۴، اکتوبر
ع - ق	سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری (تصنیف: سید محمد الحسنی)	زندگی، ص ۵۲ - ۵۴، ستمبر

ع ـ م	ساز نغمہ (بسمل کپورتھلوی کے کلام کا مجموعہ)	آجکل ۵۴ء، ستمبر
ع ـ م	سرشار ـ ایک مطالعہ (از پریم پال اشک)	آجکل ۵۴ء، ستمبر
ع ـ م	ملاقاتیں (الطاف حسن قریشی)	آجکل ۵۴ء، ستمبر
ع ـ م	نسیم مغرب (۲۹ ـ انگریزی نظموں کا منظوم اردو ترجمہ از پروفیسر امیر چند بہار)	آجکل ۵۴ء، ستمبر
ع ـ م	رقص طاؤس (صفدر حسین ـ کراچی)	آجکل ۶۴ء، ستمبر
ع ـ م	زمزمہ (صفدر آہ کی رباعیوں کا مجموعہ)	آجکل ۶۴ء، ستمبر
ع ـ م	جگر کی غزلیہ شاعری (از اشفاق علی خاں)	آجکل ۶۴ء، ستمبر
ع ـ م	الف (مجموعہ کلام رئیس امروہوی)	آجکل ۶۴ء، ستمبر
ع ـ م	آپ سے ملئے (مجموعہ مضامین علی جواد زیدی)	آجکل ۶۴ء، ستمبر
ع ـ م	جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری (از حمیدہ سلطانہ)	آجکل ۶۴ء، ستمبر
ع ـ م	مطلع وطن حصہ اول (ہندوستان کی تاریخ نظم میں از سید مہدی رضوی)	آجکل ۶۴ء، ستمبر
ع ـ م	عراق (تصنیف: محمود الحق)	آجکل ۶۳ء، ستمبر
ع ـ م	ترکی (تصنیف: اکمل ایوبی)	آجکل ۶۳ء، ستمبر
ع ـ م	سفینہ خوش گو (تذکرہ شعرائے فارسی از بندرابن داس خوش گو مرتبہ: شاہ محمد عطاء الرحمٰن عطا)	آجکل ۶۳ء، ستمبر
ع ـ م	میری حدیث عمر گریزاں (پنڈت آنند نرائن ملا کا تیسرا مجموعہ کلام)	آجکل ۶۳ء، ستمبر
غ ـ م	سطعات (از شاہ ولی اللہ، تصحیح و تحشیہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی)	بنیات ۶۵ء، ستمبر
غ ـ م	ہمعات (از شاہ ولی اللہ، تصحیح و تحشیہ مولانا نور الحق علوی)	بنیات ۶۵ء، ستمبر

مبصر	کتاب	رسالہ
غ ۔ م	اسلام کا نظام اراضی (مولفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب)	بنیات، ص ۲۵۳ - ۲۵۴، ستمبر
غلام رسول	اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو (مصنف ڈاکٹر گوپی چند نارنگ)	سب رس ص ۴۷، اکتوبر
فاضل، مرتضیٰ حسین	معاہدۂ عمرانی (تصنیف: روسو، مترجمہ: ڈاکٹر محمود حسین)	صحیفہ ص ۸۶، اکتوبر
فاضل، مرتضیٰ حسین	عظیم علماء نفسیات (تصنیف ایس اسٹینز فیلڈ، ترجمہ عبدالمجید قریشی)	صحیفہ ص ۸۵، اکتوبر
فاضل، مرتضیٰ حسین	جزیہ اور اسلام (تصنیف: ڈینیل سی ڈینیٹ ترجمہ: مولانا غلام رسول مہر)	صحیفہ ص ۸۹، اکتوبر
فاضل، مرتضیٰ حسین	اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول (تصنیف: لیوپولڈ وائس، ترجمہ: مولانا غلام رسول مہر)	صحیفہ ص ۹۰، اکتوبر
فاضل، مرتضیٰ حسین	اسلام اور فطرت (تالیف: مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی)	صحیفہ ص ۹۱، اکتوبر
ک ۔ ص	ملاقاتیں (الطاف حسن قریشی)	افکار، ص ۱۲۵ - ۱۲۶، ستمبر
ک ۔ ص	سرسید کا علمی کارنامہ (قاضی احمد میاں جوناگڑھی)	افکار ص ۱۲۵، ستمبر
گربچن سنگھ	نئی ہندی کہانی (کتاب کے "نئی ہندی کہانی نمبر" پر تبصرہ)	کتاب ص ۳۷، اکتوبر
ماہر القادری	سنت قرآن کے آئینہ میں (از شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی)	فاران ص ۴۹، ستمبر
ماہر القادری	شیخ نیازی (از رشید احمد صدیقی)	فاران ص ۵۰، ستمبر
ماہر القادری	پاکستانی کلچر (از جمیل جالبی)	فاران، ص ۵۰ - ۵۳، ستمبر
ماہر القادری	مسائل ازدواج (از محمد حسام الدین غوری)	فاران ص ۵۳، ستمبر
ماہر القادری	ادبی تحریریں (از ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ)	فاران ص ۵۴، ستمبر
ماہر القادری	جگن ناتھ آزاد اور اسکی شاعری (مرتبہ حمیدہ سلطانہ)	فاران، ص ۵۵، ستمبر

ماہرالقادری	ورق ناخواندہ (از: عبدالعزیز خالد)	فاران، ص ۵۶ - ۵۷، ستمبر
ماہرالقادری	شعلۂ سنگ (از: کوثر چاندپوری)	فاران ص ۵۸، ستمبر
ماہرالقادری	چوٹے (از: فضل دہلوی)	فاران، ص ۵۸ - ۶۰، ستمبر
ماہرالقادری	ہمدرد نونہال (مدیر اعلیٰ: حکیم محمد سعید دہلوی)	فاران ص ۶۱، ستمبر
ماہرالقادری	الفوز الکبیر - تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی ترجمہ: مولانا سید مہدی الحسنی و مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی	فاران، ص ۴۷ - ۴۹، ستمبر
ماہرالقادری	چراغ دیر و حرم (مجموعہ کلام ڈاکٹر صفدر حسین)	فاران ص ۵۳، اکتوبر
ماہرالقادری	انڈونیشیا (تصنیف: شاہد حسین رزاقی)	فاران ص ۵۲، اکتوبر
ماہرالقادری	سرسید اور اصلاح معاشرہ (تصنیف شاہد حسین رزاقی)	فاران ص ۵۰، اکتوبر
ماہرالقادری	مسلمانوں کا مقصد حیات (از شمس پیرزادہ)	فاران ص ۵۰، اکتوبر
ماہرالقادری	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (تصنیف: ابوالحسن علی ندوی)	فاران ص ۴۸، اکتوبر
ماہرالقادری	اصول تفسیر (از مولانا محمد مالک کاندھلوی)	فاران ص ۴۸، اکتوبر
م - ا - ر	نگار پاکستان - تذکروں کا تذکرہ نمبر (سالنامہ ۱۹۶۴ء)	اردونامہ (شمارہ ۱۷) ص ۹۷-۹۸
م - ج	جگر کی غزلیہ شاعری (از اشفاق علی خاں)	معارف ص ۲۴۰، ستمبر
م - ج	الف (از رئیس امروہوی)	معارف ص ۲۳۹، ستمبر
م - ج	سطعات (از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی)	معارف ص ۲۳۸، ستمبر
م - ج	دیوان قربی (مرتبہ: پروفیسر سید فضل اللہ)	معارف ص ۲۳۹، ستمبر
م - ج	حضرت محبوب الٰہی (از مولانا اخلاق حسن دہلوی)	معارف، ص ۲۳۷ - ۲۳۸، ستمبر
م - ج	ترکی (از اکمل ایوبی)	معارف، ص ۲۳۷، ستمبر
م - ج	مدرسہ ابتدائی کی تاریخ - حصہ اول (از عبدالغفار)	معارف ص ۳۲۰، ستمبر
م - ج	مخزن الولایت (مرتبہ: ولایت علی عزیز)	معارف ص ۳۲۰، ستمبر
م - ج	موسیقی کی شرعی حیثیت (تصنیف: امام غزالی ترجمہ سید نصیر شاہ و رفیع اللہ)	معارف ص ۳۱۸، ستمبر

مبصر	کتاب	ماخذ
م۔ ج	مسلمان ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (مصنف: ابوالحسن علی ندوی)	معارف ص ۳۱۶، اکتوبر
م۔ ج	سی حرفی (مجموعہ قطعات مختار صدیقی)	افکار ص ۱۴۸، ستمبر
محمد احمد سعید	روزگار فقیر (تصنیف: فقیر سید وحید الدین)	اقبال ریویو، ص ۱۳۳ - ۱۳۵، ستمبر
محمد منظور احمد	جوالا مکھی (نظموں کا انتخاب)	سب رس ص ۴۸، اکتوبر
محمد سرور	گانا بجانا (قرآن و سنت کی روشنی میں) (مرتب: محمد زاہد الحسینی)	الرحیم ص ۸۰، اکتوبر
محمد سرور	تذکرۃ المہدی (مصنف محمد الخیر اسدی)	الرحیم ص ۷۹، اکتوبر
محمد سرور	ہندوستان میں مذہبی فکر کی ارتقار (از بی اے ڈار)	الرحیم ص ۷۷، اکتوبر
محمد سرور	ملفوظات مولانا احمد رحمۃ اللہ	الرحیم ص ۷۳، اکتوبر
م۔ س	فیض الغفور (تالیف: مولانا محمد ادریس الانصاری)	الرحیم، ص ۷۷ - ۷۸، ستمبر
م۔ س	صحابہ کا عہد زریں (حصہ اول، تصنیف: مولانا سید محمد میاں)	الرحیم، ص ۷۵ - ۷۷، ستمبر
م۔ س	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (تالیف: مولانا ابوالحسن علی ندوی)	الرحیم، ص ۶۸ - ۷۴، ستمبر
منظر سلیم	رنگ و بو (انتخاب غزلیات خسرو غوث پوری)	کتاب ص ۶۵، اکتوبر
منظر سلیم	نظم جدید کی کروٹیں (از وزیر آغا)	کتاب، ص ۶۱ - ۶۲، ستمبر
منیر احمد صدیقی	پتھر کی لکیر (مصنف سرشار صدیقی)	ادب لطیف ص ۶۳، اکتوبر
منیر احمد شیخ	سر راہے (مصنف: مسعود مفتی)	ادب لطیف ص ۶۲، اکتوبر
منیر احمد شیخ	معیار (مصنف: ممتاز شیریں)	ادب لطیف ص ۶۱، اکتوبر
محمد اسلم قریشی، ڈاکٹر	قصہ نگاریں (شکنتلا)	ماہ نو ص ۶۲، اکتوبر
ایڈیٹر	مکتوبات سلیمانی	قومی زبان، ص ۴۹ - ۵۰، ستمبر اکتوبر
م۔ ص	تحقیقات چشتی (جلد اول و دوم، تالیف: نور احمد چشتی)	سب رس، ص ۴۰ - ۴۱، ستمبر

م ۔ ص — روزگار فقیر (تالیف: فقیر وحید الدین) — سب رس، ص ۴۱ - ۴۴، ستمبر

مظفر علی — کتابوں کی باتیں (۱) اداس نسلیں (ناول، عبد اللہ حسین) (۲) ہماری موسیقی - ایک تعارف، مرتبہ ادارہ ماہ نو — ارژنگ، ص ۱۷ - ۲۲، ستمبر

ناظر حسین — الف - (مجموعہ کلام رئیس امروہوی) — صحیفہ ص ۹۲، اکتوبر

ناظر حسین زیدی — نسیم مغرب (انگریزی نظموں کا اردو ترجمہ) — صحیفہ ص ۹۴، اکتوبر

ناظر حسین زیدی — ——— (تابش کی غزلوں کا مجموعہ) — صحیفہ ص ۹۵، اکتوبر

نظر، محمد انصار اللہ — کلام ناسخ بقول ناسخ — اردو ادب ص ۱۶۸، شمارہ (۱)

د ۔ ح — مجلۂ علمی سہ ماہی (پاکستان ایسرچ سوسائٹی) — تہذیب الاخلاق ص ۵۰، ستمبر

ادارہ افق — ترانے (مرزا شکور بیگ) — افق، ص ۷۵ - ۷۸، ستمبر

ادارہ افق — پیام تعلیم، نئی دلی (ایڈیٹر محمد حسین خان ندوی) — افق، ص ۷۸ - ۷۹، ستمبر

ادارہ افق — افادات ابن عربی - شرح فصوص الحکم (شارح محب اللہ الہ آبادی) — افق، ص ۷۹ - ۸۰، ستمبر

(ترجمان القرآن) — تواریخ عجیب المعروف کالا پانی (تالیف محمد جعفر تھانیسری ترجمہ و ترتیب: محمد ایوب قادری) — ترجمان القرآن، ص ۶۹ - ۷۰، ستمبر

(ترجمان القرآن) — مولانا مودودی سے ملئے (تالیف: اسعد گیلانی) — ترجمان القرآن ص ۶۹، ستمبر

(ترجمان القرآن) — تجدید کا چیلنج (انگریزی) (تالیف: آئی - آر - سینائی) — ترجمان القرآن، ص ۶۵ - ۶۶، ستمبر

ادارہ ترجمان القرآن — فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ (تالیف: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شارح محمد عبد الحلیم چشتی) — ترجمان القرآن ص ۶۰، اکتوبر

(خاتون دکن) — دھندلکے (مجموعہ کلام: عامر شیبانی) — خاتون دکن ص ۴۲، ستمبر

(خاتون دکن) — سرگزشت دل (مجموعہ کلام: شباب ملت) — خاتون دکن ص ۴۲، ستمبر

(کامران) — المیزان (لاء کالج لاہور کا رسالہ) — کامران ص ۵۳، ستمبر

(کامران) — بہار نو (گورنمنٹ کالج نار گرلز کا ادبی مجلہ) — کامران ص ۵۳، ستمبر

(کتاب نما) — پیام تعلیم (ماہوار رسالہ) — کتاب نما، ص ۲۲ - ۲۳، ستمبر

(لاہور) — میرا لاہور (انگریزی میں، از: ہوش ترمذی) — لاہور، ص ۱۵، ۲۹ ستمبر

(لاہور) — ہمدرد نونہال (کراچی) — لاہور ص ۱۵، ۲۸ ستمبر

نیاز فتح پوری	(۱) ابوالعلاء المعرّی	
	(۲) چند تقریریں	نگار پاکستان ص۷۶، ستمبر
نیاز فتح پوری	میرے خوابوں کی سرزمین (از: صہبا لکھنوی)	نگار پاکستان ص۷۶، ستمبر
نیاز فتح پوری	نیم روز (مجموعہ کلام تابش دہلوی)	نگار پاکستان ص۷۶، ستمبر
نیاز فتح پوری	اردو کا بہترین انشائیہ (مرتب: ڈاکٹر وحید قریشی)	نگار پاکستان ص۷۷، ستمبر
نیاز فتح پوری	شہر نوا۔ (مجموعہ غزلیات محشر بدایونی)	نگار پاکستان ص۷۸، ستمبر
نیاز فتح پوری	اشرف المخلوقات (از: سید اختر احمد)	نگار پاکستان ص۷۹، ستمبر
نیاز فتح پوری	یہ دلی ہے (از ایوب بخاری)	نگار پاکستان ص۷۹، ستمبر
نیاز فتح پوری	ہمارا آئین (از محمد حسام الدین خاں غوری)	نگار پاکستان ص۸۰، ستمبر
نیاز فتح پوری	الف (از رئیس امروہوی)	نگار پاکستان، ص ۷۳ - ۷۵، ستمبر
نیاز فتح پوری	تحقیق سید و سادات (از محمود احمد عباسی)	نگار پاکستان، ص ۷۸، اکتوبر
نیاز فتح پوری	تعلیم کتاب یا اردو ترجمہ قرآن مجید	نگار پاکستان، ص ۷۷، اکتوبر
نیاز فتح پوری	اختلاف امت اور فرقہ پرستی (از تمنا عمادی)	نگار پاکستان، ص۷۹، اکتوبر
نیاز فتح پوری	پاکستانی کلچر (از جمیل جالبی)	نگار پاکستان، ص ۷۵-۷۷، اکتوبر

اگست ۱۹۶۵ء میں

بابائے اردو کی چوتھی برسی کے موقع پر

قومی زبان

کا

بابائے اردو نمبر

شائع کیا جائے گا

جس میں ہند و پاکستان کے مشاہیر اہلِ قلم کے مضامین شامل ہونگے

بابائے اردو کی ادبی و لسانی خدمات کا جائزہ

ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر جامع مضامین

غیر مطبوعہ تحریریں اور خطوط

بابائے اردو سے متعلق افراد کے انٹرویو

متعدد تصاویر

عبدالحق ببلیوگرافی

قلمی معاونین سے گزارش ہے کہ جون ۱۹۶۵ء کے آخر تک اپنے مضامین ارسال فرمادیں تاکہ یہ شمارہ وقت پر شائع ہو سکے

سوئی گیس

صاف
آسان
سستی

تمام ضروریات کیلئے
موزوں ترین
ایندھن

کراچی گیس کمپنی لمیٹڈ

مینیجنگ ایجنٹس
انڈسٹریل مینیجمنٹس لمیٹڈ

وڈبائن آج کی مقبول ترین سگریٹ کیوں ہے؟

"... اعلیٰ تمباکو کا بہترین مرکب۔
اور اتنی مناسب قیمت"

باذوق حضرات اپنے پسندیدہ سگریٹ میں کچھ مخصوص خوبیاں چاہتے ہیں اور یہ خوبیاں ہمیں وڈبائن ہی میں ملتی ہیں۔ عمدہ تمباکو کا بہترین مرکب۔ وڈبائن کی اعلیٰ کوالٹی کی ضمانت ہے
پیکٹ پر سلوفین چڑھا ہوا ہے تاکہ تازگی برقرار رہے

وڈبائن

ایک لاجواب سگریٹ

۱۰ سگریٹ کے پیکٹ کی قیمت ۳۵ پیسے

PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED Successors to W.D. & H.O. Wills, Bristol & London

PTC 65

JWT-64

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۶ شمارہ ۔ ۵

مئی سنہ ۱۹۶۵ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست مضامین

سید مصطفیٰ علی بریلوی

اردو ہماری تعلیمی زبان

بابائے اردو مولوی عبدالحق اردو کو بجا طور پر "اسلامی تربیت اور تہذیب کی جلیل القدر علم بردار" زبان کے نام سے یاد کرتے تھے۔ قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ "پاکستان کی سرکاری زبان اردو کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی (تقریر ۲۱، ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء)

قائدِاعظم اور قائدِ ملت کی وفات کے بعد یہ مسئلہ خاصا الجھ گیا اور فی الوقت اس کی تفصیل لاحاصل ہے۔ بہر نوع خاصی کدو کاوش کے بعد یہ بات طے پا گئی کہ اردو اور بنگلہ دونوں اس مملکت کی سرکاری زبانیں رہیں گی۔ مغربی پاکستان میں اردو کا دور دورہ ہوگا اور مشرقی پاکستان میں بنگلہ رہے گی۔ لیکن عملی اعتبار سے اردو اور بنگلہ کے بجائے انگریزی ہی استعمال میں آرہی ہے۔ ابھی حال میں مجلس مقننہ مغربی پاکستان نے اردو کو سرکاری زبان بنانے کے سوال کا جائزہ لینے کے واسطے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی نے یہ رپورٹ دی ہے کہ یکم جولائی ۱۹۶۷ء سے اردو مغربی پاکستان میں ہر سطح پر دفتری اور عدالتی زبان قرار دے دی جائے لیکن آثار بتاتے ہیں کہ جب یکم جولائی ۱۹۶۷ء کی مبارک ساعت آئیگی تو ہم ابتدائی تیاریوں میں مشغول ہوں گے۔ قوموں کی زندگی میں یہ سہل انگاری اکثر المناک نتائج کا باعث ہوتی ہے۔ علی گڑھ کے مشہور و معروف ادیب، پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:-

> "کسی قوم کی زبان اس کی قومی حیثیت کی علم بردار ہوتی ہے۔ کسی قوم کے اولین انحطاط کا مطالعہ کرنا ہو تو اس قوم کے لٹریچر پر نظر ڈالیئے آپ پر یہ حقیقت بہت جلد منکشف ہو جائے گی کہ قومی زوال کی ابتداء ہمیشہ زبان کے زوال سے ہوتی ہے۔"

(بحوالہ لیکچر "زبان اردو" اجلاس کانفرنس علی گڑھ ۱۹۲۴ء)

گذشتہ ربع صدی میں اردو کی افادیت کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے ۔ مختصر یہ کہ دنیا کی وہ تمام زبانیں جن کا تھوڑا بہت بھی مسلمانوں سے تعلق رہا ہے ان میں اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو خود ان کی اختراع ہے ۔ علاوہ ازیں کسی زبان کی صلاحیت و جامعیت کا اندازہ محض تعداد کتب اور اقسام پر منحصر نہیں بلکہ اس کی استعداد اور قبولیت پر ہے اور بقول پروفیسر رشید احمد صدیقی " اردو کی استعداد اور ہمہ گیری پر حرف نہیں لایا جاسکتا "۔

اس ضمن میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک رکن مسٹر گریو کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ۔ فرماتے ہیں :۔

> " اردو کی اس وقت یہاں حالت بجنسہ فرنچ کی سی ہے کہ وہ تمام یورپ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے ۔ اس ایک اردو کے جان لینے سے ایک حصۂ ملک سے دوسرے حصۂ ملک تک بے تکلف آؤ جاؤ کسی معاون اور ترجمان کی ضرورت نہ ہوگی "

اردو کو عدالتی اور سرکاری زبان قرار دیئے جانے کے اعلان پر ہی بعض مقتدر حضرات کو اندیشہ ہے کہ ہماری درس گاہوں اور عدالتوں کا معیار گر جائے گا ۔ اس سلسلہ میں سر ایکس کا بیان بھی قابل غور ہے جو دارالامراء کے روبرو دیا گیا تھا ۔

> " میرے خیال میں سر رشتۂ عدالت کی ملازمت سے متعلق کوئی عدالتی خدمت ایسی نہیں ہے جو دماغی قابلیت اور اخلاقی صلاحیت کے لحاظ سے ہندوستانیوں کی دسترس سے باہر سمجھی جائے "

(بحوالہ معاشی تاریخ ہند صفحہ ۲۱۶ تالیف رامیش دت)

یہ امر واقعہ ہے کہ اردو عرصہ دراز تک برصغیر پاکستان و ہند کی تمام مسلم اور غیر مسلم ریاستوں کی سرکاری زبان رہ چکی ہے ۔ آزادی سے قبل وہ پنجاب ، صوبہ متحدہ کی ماتحت عدالتوں اور مال اور پولیس کے ماتحت دفتروں میں بھی سرکاری زبان کی حیثیت سے مستعمل رہی ہے اور اب بھی بعض ذیلی دفتروں میں سہولت کے ساتھ استعمال کی جارہی ہے ۔ علاوہ ازیں گذشتہ پندرہ سال میں پاکستان کی مختلف حکومتوں نے " مجلس زبان دفتری " کے ذریعہ اس امر کی کوشش کی ہے کہ اردو اصطلاحات کا اتنا سرمایہ مہیا ہوجائے کہ وہ بھی سہولت سے دفتری کام کی ضروریات کو ادا کرسکے ۔ اس بنا پر یہ یقین کرنے کے وافر وجوہ موجود ہیں کہ اردو میں دفتری زبان کی پوری صلاحیت موجود ہے ۔ ابھی ماضی قریب میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد اور سابق حکومت حیدرآباد نے اردو زبان کو دفتری ، عدالتی اور درسی زبان قرار دینے کا جو کامیاب تجربہ تقریباً تیس سال تک کیا ہے وہ ہمارے واسطے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے ۔ دارالترجمہ حیدرآباد

قانون۔ طب انجینئرنگ کی تقریباً تمام مشہور متداول کتب کا اردو میں ترجمہ کرچکا ہے۔ سابق ریاست حیدرآباد میں عدالتی زبان اردو ہونے کی وجہ سے جملہ قوانین اور نظائر کے اردو ترجمے موجود ہیں اور اب عدالتی زبان بدل جانے کی وجہ سے کتب خانوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس علمی خزانہ کو پاکستان لانے کی ضرورت ہے لیکن وقت کے ساتھ چونکہ زبان کا معیار بھی بدلتا رہتا ہے لہٰذا ان کتب کو سہل اور متداول طرز نگارش کے تحت ڈھالا جانا ضروری ہے۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ کراچی یونیورسٹی کے ارباب بست و کشاد پروفیسر آفتاب حسن صاحب کی معیت میں سرگرم عمل ہیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ پاکستان کے لا کالجوں کے نصاب عدالتوں کی ضروریات اور وکلا کے مفید مطلب مواد تیار کئے جانے کا کچھ ابتدائی کام بھی شروع ہوگیا ہے یا محض اردو ذریعۂ تعلیم رکھنے والے لا کے طالب علموں کو آسانی سے امتحان پاس کرنے والی کتب تحریر فرماکر ہمارے بزرگ خاموش ہوگئے ہیں۔

خیر ان جملہ ہائے معترضہ سے قطع نظر ہم پھر اردو کو ذریعۂ تعلیم اور دفتری زبان بنائے جانے کے مطالبہ کی افادیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے جب بھی اردو کو سرکاری زبان قرار دیئے جانے کا مسئلہ اٹھتا ہے تو اس مسئلے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ لوگ بن جاتے ہیں جو انگریزی کے بل بوتے پر اعلیٰ ملازمتوں مناصب اور حیثیتوں کے اجارہ دار بن گئے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایک مختصر طبقہ کا مفاد دوڑوں پاکستانیوں کے خوابوں کی جنت "پاکستان" کے مفاد سے بھی زیادہ عزیز ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی محب وطن پاکستانی یا حکومت ہرگز ایسا نہیں کرسکتی۔

ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اردو ذریعۂ تعلیم آہستہ آہستہ اپنایا جارہا ہے لیکن چونکہ اس تیزی کے ساتھ ہماری عدالتوں اور دفاتر میں "اردو" کا انقلاب نہیں آرہا ہے لہٰذا یہ خوف بجا طور پر پیدا ہورہا ہے کہ یہ سب اردو جاننے والے وکلا اور ادیب اور عالم لوگ نکاح خواں قاضی بن کر نہ رہ جائیں جیسا کہ انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں تماشہ دکھایا تھا۔

ایک اور الجھن بھی غور طلب ہے۔ ہمارے ملک میں بعض ادارے ایسے بھی ہیں جن میں مشرقی اور مغربی پاکستان کا لسانی اشتراک ہونا لازمی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے اداروں کی کون سی زبان ہوگی ذریعہ اظہار کیا ہو؟ تحریر کا تو یہ حل ہوسکتا ہے کہ بنگلہ اور اردو دونوں زبانیں استعمال ہوں لیکن ذریعہ گفتگو کیا ہو؟ مثلاً سپریم کورٹ آف پاکستان کی دفتری اور عدالتی زبان کا مسئلہ ہے۔ یہ سوالات ہماری غور و فکر کی قوت کو دعوت دیتے ہیں۔

ہمارے بعض بزرگ اردو کے مطالبہ کو محض سیاسی حربہ قرار دیتے ہیں۔ غالباً ہم میں سے

بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ۱۸۳۲ء میں انگریزوں نے ملکی دفاتر، عدالتوں اور درس گاہوں سے فارسی کو خارج کرکے اردو کو ایک وقتی ضرورت کے تحت اختیار کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب انگریز بنگال و بہار کی دیوانی پر قابض ہوئے تو اس وقت سے ہی ان کے ذہن و دماغ میں سرکاری زبان کا مسئلہ اپنی پوری شدت کے ساتھ موجود تھا۔ انھوں نے نہایت چالاکی کے ساتھ اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنایا۔ اس امر کا صاف صاف اعتراف مسٹر ڈبلو ڈبلو ہنٹر نے اپنی مشہور کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں کیا ہے جو غالباً ۱۸۷۱ء میں شایع ہوئی تھی۔

> "اپنی حکومت کے ابتدائی ۷۵ سال میں ہم نے اس نظام کو برقرار رکھا تاکہ اس کے ماتحت ہماری حکومت کو چلانے والے افسر تربیت حاصل کرسکیں لیکن اس اثنا میں ہم نے خاص اپنا ایک نظام تعلیم بھی وضع کر دیا تھا اور جیسے ہی اس نظام کے تحت خاص آدمیوں کی ایک نسل تیار ہوگئی۔ ہم نے اس قدیم اسلامی نظامِ تعلیم کو الگ اٹھا کر پھینک دیا۔ اس وقت سے مسلمان نوجوانوں کو سرکاری ملازمتوں کا ہر ایک راستہ بند نظر آتا ہے۔"

انگریزوں کی سازش کا کھلا اعتراف اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ مسلمانانِ ہند بھی اپنے عہد غلامی میں ان چالوں کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اردو کو اپنی قومی اور ملّی زبان قرار دے کر اس کی حفاظت کے واسطے تن، من، دھن کی بازی لگادی۔ اردو کے بارے میں مسلمانانِ ہند کی عظیم جد وجہد کا مختصر اندازہ سرسید علیہ الرحمۃ کی قائم کردہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی چند تجاویز سے بخوبی ہوسکے گا جو ملک کے مختلف گوشوں میں پاس کی گئیں تھیں درج ذیل ہیں:۔

تجویز اجلاس کانفرنس کلکتہ ۱۸۹۹ء زیرِ صدارت جسٹس امیر علی

> "اس کانفرنس کی رائے ہے کہ صوبہ جات ممالک مغربی و شمالی و اودھ کی عام تعلیم اور دیسی لٹریچر کی بہتری کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان صوبہ جات کی عدالتوں میں اردو زبان فارسی رسم الخط میں برابر لکھی جائے اور یہ کہ عدالتوں میں اردو زبان کے بجائے کوئی دوسری زبان جاری نہ ہونا چاہیئے۔

محرک:۔ نواب محسن الملک

موید:۔ مولوی شاہ دین بیرسٹر لاہور

تجویز اجلاس امرتسر زیر صدارت نواب میر خواجہ سلیم اللہ ۱۹۰۸ء

""اس کانفرنس کی رائے میں اردو صوبہ پنجاب میں تعلیمی اغراض کے لئے بالعموم اور ابتدائی تعلیم کے لئے بالخصوص نہایت مناسب اور موزوں ہے اور بہ حیثیت زبان درسی جو رتبہ اسے مدارس میں حاصل ہے اسے قائم رکھنا ترقی تعلیم کیلئے نہایت ضروری ہے ""

محرک :۔ سر شیخ عبدالقادر		موید : شیخ عبداللہ علی گڑھ

تجویز کانفرنس ۱۹۱۸ء زیر صدارت سر ابراہیم رحمت اللہ بمقام سورت

"یہ کانفرنس گورنمنٹ بمبئی کی اس کارروائی پر دلی شکریہ کا اظہار کرتی ہے جس نے صوبہ بمبئی کے لئے اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دے کر مسلمانوں کی دیرینہ خواہش کو پورا کیا"

محرک :۔ سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر		موید :۔ غلام محمد بیرسٹر

تجویز اجلاس بمبئی زیر صدارت سر ابراہیم رحمت اللہ ۱۹۲۴ء

نوٹ :۔ یہ اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی دعوت پر عروس البلاد بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔

"چونکہ اردو کی تعلیم نہایت ضروری ہے اور بمبئی یونیورسٹی نے اس کو اپنے بی اے اور ایم کے امتحانات کے واسطے منظور کرلیا ہے اس لئے یہ کانفرنس گورنمنٹ کو بزور متوجہ کرتی ہے کہ گورنمنٹ کالجوں میں اردو کے پروفیسر اس طور پر مقرر کرے جیسے گجراتی مرہٹی اور کناری زبان کے لئے ہیں"

مندرجہ بالا مختصر کیفیت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں اردو ذریعہ تدریس نیز عدالتوں اور دفاتر میں اردو اختیار کرنے کا مطالبہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ جیساکہ بیان کردہ تجاویز سے بخوبی واضح ہے کہ کراچی یونیورسٹی نے ذریعہ تعلیم اردو قرار دے کر وہ اقدام کیا ہے جو صوبہ بمبئی اور مملکت نظام میں پہلے سے رائج تھا۔ انگریزوں کے دور میں ضلعی سطحوں پر جملہ عدالتی کار و بار اردو میں انجام پاتے تھے۔ پروفیسر شیخ حیدر صاحب (استاد سندھ مسلم لاء کالج) نے اپنے گرانقدر مقالوں میں انگریزوں کے اصل احکام جن میں

اردو کو سرکاری حیثیت دی گئی تھی پیش کئے ہیں۔ گذشتہ سال جسٹس قدیرالدین نے بھی اپنی تقریر میں فر
تھا کہ پاکستان بننے سے قبل ہم لوگ بے تکلف اردو میں دعوے اور جواب دعوے لکھا کرتے تھے۔ پاکستا
میں انگریزی کا چلن دیکھا تو مجبوراً یہ رخ اختیار کرنا پڑا۔ بہر نوع یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہماری حکومت
اور علمی میدان کے بزرگوں نے وقت کی آواز کو پوری طرح محسوس کرلیا ہے اور وہ دن دور نہیں جب کہ
ہمارے ملک میں قانون کی تعلیم اور دیگر شعبہ ہائے علم کی تعلیم اردو زبان میں جاری ہو جائے گی۔ اردو زبا
میں عدالتوں میں بحثیں اور فیصلے دعوے اور جواب دعوے اردو میں لکھے جائیں گے۔ اپنے مشرقی پاکستان کے
بھائیوں کی تالیف قلوب کی خاطر ہم بنگلہ کو بھی قومی زبان دل سے قبول کرلیں۔

ہمارے ملک کے واسطے وہ لمحات بڑے خوش آئند ہوں گے جب ہمارے اساتذہ اپنی مادری زبا
میں مسائلِ علمی سمجھاتے ہوں گے اور ان کے افکار قلب و دماغ میں جگہ پائیں گے۔ آمین۔

نوٹ:۔ یہ مضمون طلباء ایس ایم لاء کالج کراچی کی دوسری قانونی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۱۳ / مارچ
۱۹۶۵ء کو پڑھا گیا۔ جلسہ کی صدارت جناب پروفیسر شیخ حیدر صاحب نے فرمائی تھی۔

گردوپیش

تصویر کا ایک رُخ

یہ کنارہ چلا کہ ناؤ چلی

مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب منظور قادر نے ۱۰ر مارچ کو ایک موقع پر لاہور میں ایک تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے " اگر انگریزی کو پاکستان کی مشترک زبان بنایا گیا تو بحیثیت قوم ہمیں اس سے بڑے فائدے ہونگے " جناب منظور قادر کا شمار ملک کے ممتاز دانشوروں میں ہوتا ہے ۔ اور غالباً وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ گزشتہ ڈیڑھ صدی سے برصغیر میں انگریزی ہی مشترک زبان بنی ہوئی تھی اور آج بھی پاکستان میں یہی زبان بدستور مشترک زبان کی حیثیت میں بڑے فخر و ناز سے قومی حمیت کا منہ چڑا رہی ہے ۔ لہٰذا منظور قادر صاحب کا یہ مشورہ ہماری سمجھ سے باہر ہے ۔ بقول شاعر

یہ کنارہ چلا کہ ناؤ چلی ۔۔۔ کہیے کیا بات دھیان میں آئی

قومی غیرت کا تماشا

۴ر فروری کی ایک اطلاع کے مطابق جھنگ کے ایک مقامی مشن اسکول میں زیر تعلیم بچوں کے والدین نے اس بات پر شدید احتجاج کیا ہے کہ اس اسکول کی استانیاں بچوں کو اردو بولنے پر جرمانے کی سزا دیتی ہیں جو دس روپے تک ہوتی ہے ۔ کاش یہ خبر اس قابل ہی ہوتی کہ اس پر کوئی تبصرہ کیا جا سکتا ۔

نسیمِ صبا چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا

ہم ۲۶ر مارچ کی ایک اخباری اطلاع یہاں بلا تبصرہ نقل کر رہے ہیں ——————

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی ۔

" لاہور " ۔ گورنمنٹ کالج لاہور کی اسٹوڈنٹس یونین کے سکریٹری مسٹر امان اللہ خاں نے الزام لگایا ہے کہ کالج کے حکام نے مجھے اردو زبان کی حمایت کرنے پر کالج سے نکال دیا ہے ۔ آپ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ کالج کے حکام نے میرا نام کالج سے خارج کرنے کے لئے یہ بہانا بنایا ہے کہ میں باقاعدگی سے کلاس میں حاضر نہیں ہوتا ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ چند روز قبل میں نے اسٹوڈنٹس یونین کی روئیداد اردو میں پڑھی تھی ۔ اس لئے اس واقعے کے چند روز بعد مجھے کالج کی طرف سے ایک حکم موصول ہوا جس کا

نفس مضمون یہ تھا کہ چونکہ میں نے اسٹوڈینٹس یونین کی روئیداد اردو میں پڑھی ہے اس لئے میرے خلاف کیوں نہ کارروائی کی جائے"

تصویر کا دوسرا رُخ

ڈاکٹر سید عبداللہ کی اپیل ۷ر مارچ کی ایک خبر مظہر ہے کہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اہل پاکستان سے ایک اپیل کی ہے کہ اردو ہماری قومی زبان ہے اور اس کی اشاعت ہر پاکستانی کا فرض ہے۔ انھوں نے کہا کہ انگریزی بولنے یا لکھنے سے ایام غلامی کی یادیں تازہ رہتی ہیں اور ہمیں اپنے ذاتی یا نجی ماحول میں ایک گھٹن سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کسی غیر ملکی زبان کا سہارا لے کر ہم اپنے ماحول اپنے معاشرے اور اپنی ثقافت کو نکھار نہیں سکتے۔ آپ نے کہا کہ اردو کی اشاعت کی مہم ہر فرد کی اپنی ذات سے شروع ہوسکتی ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب عوام ہمہ گیر طور پر اپنی نجی خط وکتابت، کاروباری رابطے، دکانوں کے سائن بورڈ، دعوت نامے، عید کارڈ اور ملاقاتی کارڈ اردو میں چھپوائیں۔ انھوں نے تعلیم یافتہ طبقے سے خاص طور پر اپیل کی ہے کہ وہ اپنے روابط کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔

سید پور میں روشنی کی کرن ۲۴ر مارچ کو سید پور مشرقی پاکستان میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا جس کی صدارت مشرقی پاکستان اسٹوڈینٹس یونین کے صدر جناب مشہود عالم نے کی۔ یہ احتجاجی جلسہ مقامی نوتعمیر شدہ ٹیکنیکل ہائی اسکول میں اردو کو ذریعہ تعلیم نہ بنانے پر طلب کیا گیا تھا۔ جس سے مقامی طالب علم لیڈروں کے علاوہ رنگ پور اور نلفاماری سے آئے ہوئے طلبہ نے بھی خطاب کیا۔ جلسے میں طالب علم بڑی تعداد میں شریک تھے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اردو اور بنگالی بولنے والے دونوں طالب علم لیڈروں نے اردو کی حمایت میں تقریریں کیں اور مطالبہ کیا کہ ٹیکنیکل اسکول میں بنگلا کے ساتھ اردو کو بھی ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

ماسکو میں اردو بنگالی دنیا کے آزاد اور قومی حمیت کے علمبردار اور سائنس کی رفتار میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک روس میں پاکستان کے صدر مملکت کا استقبال پاکستان کی قومی زبانوں کے کتبوں سے کیا گیا۔ ایک آزاد اور خوددار ملک کسی دوسرے آزاد اور خود مختار ملک کے تمام جذبات اور احساسات کا احترام کرتا ہے۔

قومی زبان ناگزیر "ہمیں جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نقالی سے دامن بچا کر جدت خیال کو اپنانا چاہیے۔ آزاد قوم کی اپنی زبان ہونی چاہیے۔ کیونکہ غیر ملکی زبان جذبات وخیالات کے صحیح اظہار میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس سلسلے میں تعلیمی اداروں پر خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے"۔ ان خیالات کا اظہار پروفیسر حمید احمد خاں وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے مرے کالج سیالکوٹ کے سالانہ اجلاس میں کیا۔ وہ جلسۂ تقسیم اسناد کی صدارت کر رہے تھے۔

ایک اہم فیصلہ ۷ر اپریل کو شایع ہونے والی ایک اخباری اطلاع مظہر ہے۔ حکومت نے آئندہ تعلیمی

سال سے جو جولائی ۱۹۶۵ء سے شروع ہوگا مغربی پاکستان میں تمام کنڈرگارٹن اسکول بند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے" گو کہ اس فیصلے کی وجوہ، بہت سی ہیں لیکن اردو کے بہی خواہوں کو اس خبر سے مسرت ہوگی۔ کیونکہ انگریزی کی تخم ریزی قوم کے بچوں کے تروتازہ ذہنوں میں انہی اداروں سے ہوتی تھی جس کی بنا پر وہ تمام قومی آثار اور قومی زبان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے تھے۔ حکومت کا یہ فیصلہ نہایت دانشمندانہ اور ہوشمندانہ ہے۔

علمی، تعلیمی اور تہذیبی خبریں

پاکستان میوزیم ایسوسی ایشن کے نام

گورنر مغربی پاکستان ملک امیر محمد خاں نے ۲۶ مارچ کو پاکستان میوزیم ایسوسی ایشن کے نام اپنے ایک پیغام میں کہا ہے کہ تاریخی نوادر ہماری قدیم تاریخ اور ثقافت کا قیمتی ورثہ ہیں۔ ان کی حفاظت ہر حال میں ضروری ہے۔ انہوں نے اپنے پیغام میں ایسوسی ایشن کی خدمات کو سراہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کوششوں نے عجائب گھروں کو پرکشش اور غیر ملکی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنا دیا ہے۔ پاکستان میوزیم ایسوسی ایشن کے نام کانفرنس کے موقع پر گورنر مشرقی پاکستان جناب عبدالمنعم خاں سابق وزیر داخلہ جناب حبیب اللہ خاں اور پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف جناب محمد موسیٰ نے بھی اپنے اپنے پیغامات میں تاریخی نوادر کو ثقافتی زندگی کا اہم جزو قرار دیا ہے۔ اور کانفرنس کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا ہے۔

دلّی کی دلفریب یاد

"زندگی کی دلفریب وادیوں کی جن کو دلّی کہا جاتا ہے۔ ۳۵ برس تک سیاحی کرتا رہا۔ ان وادیوں میں بارہا پاؤں پھسلے اور سنبھلے اور وہ خوب صورت یادیں اور حادثے آج زندگی کا سرمایہ معلوم ہوتی ہیں۔ عمر کے اس حصے میں پہنچ کر بھی ایک لمحے کے لئے دلّی کے ان بزرگوں کی شفقت اور محبت کو فراموش نہ کرسکا۔ کیونکہ میں نے جو کچھ بھی مقام حاصل کیا وہ ان بزرگوں کی صحبت کا فیض ہے"۔ یہ بات ۴ مارچ کی شام کو شام ہمدرد کی ایک دلفریب تقریب میں حکیم احمد شجاع الدین نے لاہور میں کہی۔ وہ شام ہمدرد میں "دلی کی چند ادبی صحبتوں کی یاد" کے زیر عنوان ایک مقالہ پڑھ رہے تھے۔

پنجاب یونیورسٹی کا طغریٰ

لاہور ۳ مارچ۔ پنجاب یونیورسٹی نے اپنے طغرے میں تبدیلیاں کرکے نیا ڈیزائن ترتیب دیا ہے اور پرانے طغرے سے تاج اور لاطینی الفاظ کو خارج کردیا ہے۔ یہ طغریٰ پروفیسر حمید احمد خاں کی ہدایت پر تیار کیا گیا ہے۔ اس میں تاج کی جگہ محراب کو دیدی گئی ہے۔ جس میں عربی رسم الخط میں "پنجاب یونیورسٹی" لکھا ہوا ہے۔ کتاب سے لاطینی الفاظ خارج کرکے قرآنی آیت "وللہ المشرق والمغرب" عربی رسم الخط میں لکھا ہوا ہے۔ طغرے میں لال رنگ کے ساتھ سورج کی شعاعیں دکھائی گئی ہیں۔ اور آسمانی رنگ میں پانچ دریا دکھائے گئے ہیں۔ طغرے کا رنگ سنہری رنگ میں ہے اور اس کے درمیان انگریزی میں یونیورسٹی آف دی پنجاب لکھا ہوا ہے۔ یہ طغریٰ چار رنگوں سے بنایا گیا ہے۔ واضح رہے کہ قیام پاکستان کے بعد سے اس میں پہلی بار تبدیلی کی گئی ہے۔

دنیا کی سب سے چھوٹی کتاب

ٹوکیو - ۳ر مارچ - دنیا کی سب سے چھوٹی کتاب مطبوعہ کتاب جاپان میں آفسٹ ٹائپ میں چھاپی گئی ہے - اس کتاب کی لمبائی ۵ء۴ ملی میٹر اور چوڑائی ۵ء۳ ملی میٹر ہے - اس کے کل ۲۴ صفحات ہیں جس میں جاپان کے ایک سو شعرا کی نظمیں شامل ہیں -

بڑے لوگوں کا بچپن

لندن میں یکم اپریل کو ایک اعلان کیا گیا ہے کہ عنقریب ایک کتاب شایع ہو رہی ہے جس کا نام "عظمت کے گہوارے" اس کتاب میں امریکی ماہر نفسیات وکٹر جیورٹزل اور ان کی اہلیہ نے بیسویں صدی کے ۴۰۰ مشہور مردوں اور عورتوں کے بچپن کے حالات کی چھان بین کی ہے - اِن حالات سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے - کہ جو اشخاص بچپن میں سخت گیری کے شکار رہے ہیں وہی آگے چل کر دنیا میں نام پیدا کر گئے - ایسے افراد میں ہٹلر، مسولینی - ماوزے تنگ وغیرہ کے علاوہ بڑی تعداد ان ہی افراد کی ہے جن کا بچپن مشکلات اور اذیتوں میں گزرا ہے -

حضرت عثمان غنیؓ کے قرآن کا عکسی تحفہ

۱۱ر اپریل کو تاشقند میں صدر پاکستان کو حضرت عثمان غنیؓ کے قرآن پاک کا وہ عکسی نسخہ بطور تحفہ دیا گیا جو ہرن کی کھال پر لکھا ہوا ہے اور جو شہادت کے وقت آپ کے مطالعے میں تھا - آج بھی اس تاریخی مقدس قرآنی نسخے پر حضرت عثمان غنیؓ کے پاک خون کے دھبے موجود ہیں -

بچوں کے ادب پر انعامات

ادارۂ مصنفین پاکستان اور ترقی اردو بورڈ نے مشترکہ طور پر کراچی میں ۱۹ اپریل ۱۹۶۵ء کو اعلان کیا ہے کہ سال گزشتہ کی طرح اس سال بھی بچوں کے ادب پر ڈھائی ہزار روپے کے انعامات تقسیم کئے جائیں گے - مسودات پیش کرنے کی آخری تاریخ ۳۰ر جون مقرر کی گئی ہے - انعامات کا فیصلہ ایک کمیٹی کرے گی - جس کے ناموں کا اعلان بعد میں کیا جائے گا - اعلان میں بتایا گیا ہے کہ مسودات طبع زاد ہونے کے علاوہ بھیجنے والے کی ذاتی ملکیت ہونے چاہئیں - جن پر انعامات ملنے کے بعد بھی حق ملکیت انہیں کو حاصل رہے گا — موضوعات میں کہانیاں منظومات اور سائنس کے تمام موضوعات شامل ہیں - کتاب آسان زبان میں اور دلچسپ پیرائے میں ہونی چاہیئے -

اُردو اور بنگلا کے ذریعے قومی یکجہتی

گورنر مشرقی پاکستان عبدالمنعم خاں نے ڈھاکا میں صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے ۲ر اپریل کو ملک کے لئے اس بات کو نہایت ضروری قرار دیا ہے کہ مشرقی حصے میں اردو اور مغربی حصے میں بنگلا کو ایک مقدس فریضے کی ادائیگی سمجھ کر سیکھا جانا چاہیئے - انھوں نے کہا اردو اور بنگلا کی ترقی دونوں صوبوں میں قومی یکجہتی اور عوامی ترویج کے لئے بہت ضروری ہے -

فہرست تراجم کا سولہواں ایڈیشن

اقوام متحدہ کا تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی ادارہ (یونیسکو) ہر سال ایک فہرست تراجم شائع کرتا ہے - اس سال اس کا سولہواں ایڈیشن چھپ کر آیا ہے جو ۸۲۰ صفحات پر مشتمل ہے - اس فہرست سے معلوم ہوا ہے کہ انہتر ملکوں میں چھپنے والے ترجموں کی تعداد تینتیس ہزار

ایک سو سینتالیس ہے۔ جو پہلے کے مقابلے میں تقریباً دو ہزار زیادہ ہے۔

ترجمہ شدہ کتابوں کی تعداد کے اعتبار سے شیکسپیر کا نام سرفہرست ہے جس کے دو سو سات ترجمے ہوئے ہیں۔ بائیبل کے ترجموں کی تعداد ایک سو اکیاسی ہے۔ روس کا ایک نیا شاعر اس بار آسمان ادب پر اچانک آگیا ہے جس کے ۲۱ ترجمے ہوئے ہیں۔ یہ شاعر یفتوشنکو ہے۔ ادب میں نوبل انعام پانے والوں کی نگارشات کی مانگ ساری دنیا میں بہت بڑھ گئی ہے۔ فہرست تراجم کو دس حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں سب سے زیادہ ضخیم حصّہ ادب کا ہے۔

پی ایچ ڈی کی سند

کراچی یونیورسٹی نے اردو کے مشہور محقق فرمان فتح پوری کو ان کے مقالے "شمالی ہند کی منظوم داستانیں" پر پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی ہے۔ فرمان صاحب کا یہ مقالہ تقریباً ۵ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور توقع ہے کہ اس سال کے آخر تک شائع ہو جائیگا۔

اس آئینہ خانے میں

ڈاکٹر سید عبداللہ کے اعزاز میں تقریب

ڈاکٹر سید عبداللہ کے پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے عہدے سے سبکدوش ہونے پر پاک ترکیہ کلچرل ایسوسی ایشن لاہور نے ایک الوداعی دعوت کا انتظام کیا۔ اس موقع پر ایسوسی ایشن کے سکریٹری جناب احمد رضا نے ڈاکٹر صاحب کی گراں قدر علمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر سید عبداللہ کا شمار پاکستان کے ان چند اساتذہ میں ہوتا ہے جن کے فیض سے آنے والی نسلیں مستفید ہوتی رہینگی ایسوسی ایشن کے صدر جناب حکیم نیّر واسطی نے بھی تقریر میں کہا کہ مجھے امید ہے ڈاکٹر صاحب ملازمت سے سبکدوشی کے بعد اردو زبان کی ترقی اور ترویج کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں گے اور اس زبان کو صحیح معنوں میں سرکاری زبان بنانے کے لئے پوری جدوجہد کریں گے۔

قدرت اللہ شہاب کا استقبالیہ

۸ مارچ کو راولپنڈی میں ادارہ مصنّفین پاکستان کی طرف سے ادارے کے سکریٹری جنرل جناب قدرت اللہ شہاب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ ترتیب دیا گیا۔ شہاب صاحب آج کل ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں چند اہم انکشافات کئے ہیں۔ آپ نے یورپ کے ادب کے جدید رجحانات کا ذکر کرتے ہوئے ہالینڈ کے ادب کو باقی تمام یورپ سے مختلف قرار دیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ وہاں کے ادب میں شکست خوردگی یا اضمحلال کا نام تک نہیں ہے۔ انھوں نے ہالینڈ کے صحت مند ادبی رجحانات کو اسلام اور خصوصیت سے تصوّف سے متاثر بتاتے ہوئے کہا کہ ہالینڈ میں صوفی عنایت خاں نے اسلام اور تصوّف کو روشناس کرایا۔ اور ایک ایسی تحریک شروع کی جس کے سلسلے میں اس وقت سے دو لاکھ صوفی ہالینڈ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ تحریک مختلف مذاہب کی روحانی حکمت کے اصولوں پر قائم ہے۔ مگر اس کی ظاہری اسلام

اسلامی رنگ میں بڑی حد تک رنگی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے ہالینڈ میں اسلام کا مطالعہ خصوصیت سے کیا جارہا ہے۔ ہالینڈ کی تمام یونیورسٹیوں میں اسلام اور اسلامی تعلیمات باقاعدہ ایک مضمون کی حیثیت میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ہالینڈ کے فضلا اور یونیورسٹیوں کو خصوصیت سے شاہ ولی اللہ کی تصانیف سے بہت دلچسپی ہے۔ قدرت اللہ شہاب صاحب نے دوسرا انکشاف یہ بھی فرمایا کہ وہاں کے خانہ بدوش جو زبان بولتے ہیں اس میں پنجابی کے بعض الفاظ شامل ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ماضی بعید میں پنجاب سے خانہ بدوش ہالینڈ نقل مکان کر کے وہیں کے ہورہے ہوں گے

سابق وزیر تعلیم کا ارشاد سابق وزیر تعلیم جناب اے ٹی ایم مصطفےٰ نے لاہور میں کہا ہے کہ دولت اسی وقت تک نعمت رہتی ہے جب تک یہ قوم کے نادار لوگوں تک پہنچتی رہے جب یہ سمٹ کر چند افراد تک محدود ہوجاتی ہے تو پھر یہ موجب فساد بن جاتی ہے۔ جناب اے ٹی ایم مصطفےٰ نے اپنے ان خیالات کا اظہار ماہنامہ اردو ڈائجسٹ کی ایک خاص تقریب کے موقع پر اپنی صدارتی تقریر میں کیا۔ انھوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیام پاکستان کا مقصد اسلامی روایات اور مساوات کو دوبارہ رائج کرنا ہے۔ یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب ہم اسلامی اصولوں اور قدروں کو شعوری طور پر اپنائیں۔

عبدالعزیز فطرت کی سالگرہ پر مشہور شاعر عبدالعزیز فطرت کی ساٹھویں سالگرہ ۱۳ مارچ کو راولپنڈی میں بڑے اہتمام سے منائی گئی۔ اس موقع پر صدر مملکت کی جانب سے فطرت صاحب کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا گیا جو ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں پیش کیا گیا ہے

یادوں کے چراغ

مادھولال حسین کی برسی لاہور کے صوفی بزرگ اور عظیم شاعر مادھولال حسین کی ۳۶۶ ویں برسی کے موقع پر تین روزہ ادبی اور ثقافتی پروگرام ۲۷، ۲۸، ۲۹ مارچ کو پیش کیا گیا جس میں موسیقی کی محفلیں، مشاعرے، ادبی نشستیں، کتابوں کی نمائش، قوالیاں اور مختلف جشن ترتیب دیئے گئے۔ اہل لاہور نے اس موقع پر میلہ چراغاں میں مادھولال حسین سے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا اور ان کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے بہت جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔

حضرت امیر خسرو کی یاد ۴ اپریل کو لاہور میں یوم امیر خسرو نہایت تزک و احتشام سے منایا گیا۔ اور اس موقع پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ پاک و ہند کے اس عظیم شاعر، موسیقار اور بزرگ ہستی کی یاد ہر سال منائی جائیگی۔ اس تقریب میں حکیم احمد شجاع نے امیر خسروؒ کے حالات زندگی پر مقالہ پڑھا اور بہت سے عقیدت مندوں نے ان کے اشعار ترنم سے سنائے۔ بعدازاں قوالی ہوئی جو رات گئے تک جاری رہی

[illegible]دِ اقبال یوم اقبال پر ۲۷ مارچ کو صدر مملکت نے اپنے ایک پیغام میں حکیم الامت کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ بتایا کہ پاکستانیوں کو چاہیئے کہ پاکستان کو اقبال کے خوابوں کا [illegible]م اسلامی ملک بنانے کی جدوجہد کریں۔ صدر مملکت نے شاعر مشرق کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اس موقع [illegible]قبال اکیڈمی کے زیرِ اہتمام ایک اجتماع سے کراچی میں ایران کے سفیر ڈاکٹر جعفر کفائی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا [illegible]ہ اس صدی کے عظیم ترین اور انتہائی روشن خیال فلسفی تھے اسی لئے صرف برصغیر ہی میں نہیں بلکہ ایران [illegible]ھی لوگوں کو ان سے عقیدت ہے۔ ڈاکٹر جعفر کفائی کے بعد جناب ممتاز حسن نے اپنی تقریر میں کہا کہ اقبال نے جدید عہد [illegible]تقاضوں کی روشنی میں اسلام کے بنیادی اصولوں کی از سرِ نو تعبیر کی ہے۔ اس اجتماع سے اور بھی کئی قابلِ ذکر افراد نے [illegible]ب کیا۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال کی کتابوں کی نمائش بھی منعقد ہوئی۔

[illegible]م حالی اور یومِ شبلی حیدرآباد سندھ میں سندھ یونیورسٹی کی جانب سے اردو ادب کے دیو قامت ادیبوں کا مشترکہ یوم منایا گیا۔ جس میں ان محسنین اردو کے بارے میں مقالات پڑھے گئے۔ اس [illegible]ع پر صرف مقامی ادبا ہی موجود نہ تھے بلکہ کراچی سے بھی قابلِ ذکر افراد نے شرکت کی تھی۔ مقالات کی نشست [illegible]علاوہ ایک مشاعرہ بھی ترتیب دیا گیا جس میں تقریباً تمام اہم شعرا نے شرکت کی۔

ماتم میں ہم شریک

[illegible]ن شاہد سہروردی کا انتقال برعظیم پاک و ہند میں جناب حسن شاہد سہروردی کی وفات کی خبر انتہائی افسوس اور رنج کے ساتھ سنی جائیگی۔ پاکستان کا یہ مایہ ناز فرزند متعدد [illegible]ربی اور مشرقی زبانوں کا ماہر، محقق اور فنون لطیفہ پر ایک سند سمجھا جاتا تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کے [illegible]نتقال سے ملک و قوم کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مرحوم سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کے بڑے [illegible]ائی تھے۔ آپ ۲۴ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو مشرقی پاکستان کے مشہور خاندان سہروردیہ میں پیدا ہوئے اور کلکتہ میں [illegible]لیم حاصل کی۔ ماسکو اور پیرس میں آپ دنیا کی عظیم ترین انجمنوں سے وابستہ رہے۔ کلکتہ یونیورسٹی میں پروفیسر [illegible]ے۔ پبلک سروس کمیشن کے ممبر رہے۔ اسپین میں پاکستان کے سفیر رہے۔ آپ کا شمار ادب و آرٹ کے بلند [illegible]یہ عالمی شہرت کے نقادوں میں کیا جاتا تھا۔ آپ ایک ممتاز مترجم بھی تھے۔ آپ نے "مسلمان کلچر" کا ترجمہ [illegible]وسی سے انگریزی میں کیا اور چین کے شاعر ہوچو کو بھی انگریزی میں منتقل کیا۔ آپ اردو بنگالی۔ عربی فارسی۔ [illegible]گریزی فرانسیسی۔ جرمن۔ ہسپانوی روسی اور اطالوی زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ ملک کا یہ قابل فخر سپوت [illegible] ۱۹۶۵ء کو ۷۵ [illegible] انتقال کر گیا۔

برمی زبان کے عالم کی وفات

ریڈیو پاکستان میں برمی یونٹ کے سپروائزر جناب محمد ہارون صاحب ۳ر مارچ ۱۹۶۵ء کو فالج کے اچانک حملے سے وفات پاگئے۔ آپ اردو برمی اور فارسی کے محقق اور عالم تھے۔

مولانا محمد یوسف کی رحلت

برصغیر پاک و ہند کے ممتاز عالم دین مذہبی رہنما اور تبلیغی جماعت کے امیر مولانا محمد یوسف ۲ر اپریل کی سہ پہر کو مختصر سی علالت کے بعد لاہور میں انتقال فرما گئے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون

مولانا محمد یوسف مولانا محمد الیاس کے صاحبزادے تھے اور ان کی وفات کے بعد جماعت کے امیر مقرر ہوئے تھے۔ آپ نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور تبلیغ کے سلسلے میں دنیا کے بیشتر ممالک کا دورہ بھی کیا تھا۔ وفات کے وقت مولانا کی عمر ۴۸ سال تھی۔

آئینۂ ہند

سنسکرت نوازی

مرکزی حکومت نے سنسکرت کی ترقی و تبلیغ کے لئے کمیشن کی تمام سفارشات منظور کرلی ہیں اور وزارتِ تعلیم نے تمام تعلیمی اداروں میں سنسکرت کی تعلیم کے لئے سہولتیں دینے کے لئے منصوبے منظور کئے ہیں۔ واضح رہے کہ سنسکرت کبھی بھی عوامی زبان نہیں رہی ہے۔ اور مردم شماری کے مطابق اس وقت ہندوستان کی چالیس کروڑ آبادی میں سے یہ صرف چند سو افراد کی علمی زبان ہے اور ایک شخص بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ سنسکرت اس کی مادری زبان ہے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل کی اصول پسندی

اتر پردیش کی لیجسلیٹو کونسل کے رکن ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی اب بھی اپنے اصولی موقف پر قائم ہیں۔ انھوں نے اردو زبان میں تقریر کرنے کی اجازت نہ دینے کے سبب کونسل سے واک آؤٹ کیا تھا۔ اس وقت سے آج تک وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔ انھوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ فارسی رسم الخط میں اردو لکھنے اور اردو میں تقریر کا حق مجھے دستور کے مطابق حاصل ہے اور میں یہ حق جب تک نہ حاصل کرلوں اپنے فیصلے پر قائم رہوں گا خواہ اس کے لئے مجھے ممبر شپ سے ہاتھ کیوں نہ دھونا پڑے

بچوں کے ادب پر انعام

مرکزی وزارت تعلیم نے بچوں کے ادب کے بارے میں گیارہواں انعامی مقابلہ منعقد کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ مقابلے میں ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء کے دوران شائع کی جانے والی کتابیں شامل کی جاسکتی ہیں۔ ہر کتاب پر ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اور جملہ پندرہ انعامات دیئے جائیں گے۔ دیگر زبانوں میں اردو بھی شامل ہے۔

کے ادیبوں کی بھوک ہڑتال

اردو زبان کو اس کے جائز حقوق دلانے کے لئے ایک تجویز زیر غور ہے کہ اگر اردو کے مطالبات اور حقوق کو تسلیم نہ کیا گیا
کے ممتاز ترقی پسند ادیب اور شاعر وزیر اعظم کی کوٹھی کے سامنے بھوک ہڑتال کریں گے۔ توقع ہے کہ بھوک
کرشن چندر، سردار جعفری اور سجاد ظہیر اور آنند نرائن ملّا بھی شرکت کریں گے

محمد بشیر الدین کی سوانح عمری

مولوی بشیر الدین مرحوم ایڈیٹر البشیر اٹاوہ کی ایک سوانح مرتب کی جارہی ہے اور امتیاز الدین سیکریٹری بشیر میموریل سوسائٹی
ایک اپیل میں تمام کرم فرماؤں سے یہ توقع ظاہر کی ہے کہ وہ سوانح حیات کی ترتیب میں معلومات اور
سے ان کا ہاتھ بٹائیں۔

ملّا کے ارشادات

الہ آباد ہائی کورٹ کے سابق جج۔ اور اردو کے مشہور ادیب جناب آنند نرائن ملّا نے لکھنؤ میں ایک ادبی اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے "یوپی
اعلیٰ کا یہ بیان ایک کھلی ہٹ دھرمی ہے کہ اردو کی بقا کے لئے کچھ نہیں کیا جائے گا۔ انھوں نے کہا
میں سترہ سال پہلے جنون کا ایک طوفان آیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور اب بھی باقی ہے جبکہ
مطالبہ کیا ہے کہ اگر اردو کو اس کی جائز حیثیت دینے سے انکار ہی کرنا ہے تو اس سے پہلے ضروری ہے کہ
شاہکاروں لال قلعہ اور تاج محل کی موجودگی سے انکار کردیا جائے۔"

کے لئے

اردو کے مسئلے کو حل کرانے کے لئے مختلف مقامات پر اجتماعات ہورہے ہیں۔ لکھنؤ میں متحدہ اردو محاذ کی طرف سے ایک عظیم اجتماع کا بندوبست ہورہا ہے۔ اس کے علاوہ کل ہند اردو
کی مجلس عاملہ علامتی بھوک ہڑتال سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کررہی ہے۔ اور متفقہ تجاویز پر عمل کرنے کا
ترتیب دیا جارہا ہے۔ ادھر میرٹھ میں بھی ایک کنونشن بلانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ ابتدائی تیاریاں
سے جاری ہیں۔ خیال ہے کہ یہ کنونشن مئی تک ضرور منعقد ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ بہار اسٹیٹ اردو کنونشن کی
ت زور شور سے جاری ہیں اور سب کمیٹیاں اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں منہمک ہیں۔ اس کنونشن کی صدارت پنڈت سندر
افتتاح ڈاکٹر سید محمود فرمائیں گے۔ غرض کہ اس وقت ہندوستان بھر میں اردو تحریک کو از سر نو زندہ کیا
اور لوگ پورے عزم کے ساتھ اردو تحریک جاری کرنا چاہتے ہیں۔

نہرو کی تحریریں اور تقریریں

پنڈت جواہر لال نہرو کی تحریروں اور تقریروں کا ایک انتخاب دو جلدوں میں شائع ہوا ہے جس کو ڈوروتھی نارمن نے منتخب کیا ہے جس میں ان کی ساٹھ سال کی عمر
[illegible]

سید قدرت نقوی

غالب کے متعلق میر کی رائے

غالب نے ہمیشہ شکایت کی کہ ان کے کلام کی کما حقہٗ قدر و منزلت ، اہل زمانہ نے نہیں کی اور جب بات بات پر اعتراضات
ے اور قدم قدم پر مخالفت کی گئی تو غالب کہنے پر مجبور ہو گئے "گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل" جب معترضین نے زیادہ تنگ کیا تو صاف
کہدیا۔

نہ ستائش کی تمنا ، نہ صلے کی پروا　　گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

معترضین کی تو کوئی کمی نہ تھی ، کمی تھی تو سخن فہموں کی ، جس کا گلہ ان کے فارسی اشعار اور فارسی و اردو خطوط میں پایا جاتا ہے
ے اس انداز فریاد میں کتنا درد ہے ۔

بیا ورید گر ایں جا بود زباں دانے　　غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

اس کے علاوہ ان کو کوئی خاص ممدوح بھی نصیب نہیں ہوا اور کسی قصیدے کا صلہ بھی خاطر خواہ نہیں ملا ۔ فقط ریاست
پور سے ان کو ، نو دس سال تک صرف سو روپے ماہوار وظیفہ ملتا رہا ۔ ممدوح و صلہ نہ ملنے کی شکایت بعض جگہ بڑی پُر درد ہے ۔
غالب ، شاعری میں خود کو بہت بلند مرتبہ خیال کرتے تھے اور ایسا خیال کرنے میں وہ حق بجانب بھی تھے ۔ روح القدس کو
اپنا ہمزبانی خیال نہیں کرتے تھے ۔

پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے سخن کی میں　　روح القدس اگرچہ مرا ہم زباں نہیں

لیکن زمانے کی اس قدر ناشناسی میں بھی غالب کی قدر ہوتی رہی ، ان کے متعلق ابتدائے سن تمیز ہی سے لوگوں میں موافقت
لفت کے جذبات پائے جاتے ہیں ۔ اس ادبی کشمکش کا سلسلہ آج تک جاری ہے جس میں افراط و تفریط و اعتدال کے جذبے کار فرما
۔ ان کے دیوان کو الہامی کتاب کہا گیا ، ان کے کلام کو مہمل اور دائرۂ شاعری سے خارج بتایا گیا ۔ اردو کا بہترین اور عظیم شاعر
یم کیا گیا ۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ غالب اپنی شاعری کے ابتدائی زمانے میں کیا حیثیت رکھتے تھے ؟
غالب کی ادبی زندگی کا آغاز ہی تھا کہ ان کو تذکروں میں جگہ دی جانے لگی ، اساتذۂ فن ان کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنے لگے

ہمیں اس سلسلے میں سب سے پہلے میر تقی میر کی رائے ملتی ہے جس کا ذکر خواجہ حالی نے اس طرح کیا ہے۔

"جس روش پر مرزا نے ابتدا میں اردو کا شعر کہنا شروع کیا تھا، قطع نظر اس کے کہ اس زمانے کا کلام خود ہمارے پاس موجود ہے۔ اس روش کا اندازہ اس حکایت سے بخوبی ہوتا ہے۔ خود مرزا کی زبانی سنا گیا ہے کہ میر تقی نے جو مرزا کے ہم وطن تھے ان کے لڑکپن کے اشعار سنکر یہ کہا تھا کہ "اگر اس لڑکے کو کوئی کامل استاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے رستے پر ڈال دیا تو لاجواب شاعر بن جائے گا۔ ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔"[1]

اور حاشیے میں لکھا:

"مرزا کی ولادت ۱۲۱۲ھ میں ہوئی اور میر کی وفات ۱۲۲۵ھ میں واقع ہوئی، اس سے ظاہر ہے کہ مرزا کی عمر میر کی وفات کے وقت تیرہ چودہ برس کی تھی۔ مرزا کے اشعار ان کے بچپن کے دوست، نواب حسام الدین حیدر خاں مرحوم والد ناظر حسین مرزا صاحب نے میر تقی کو دکھائے تھے۔"[2]

خواجہ حالی کے اس بیان کو کچھ شک کا پہلو دیا جاتا ہے۔ شیخ محمد اکرام، مسٹر مالک رام اور مولانا مہر نے اس روایت کے متعلق کچھ ایسی ہی باتیں بیان کی ہیں۔ شیخ محمد اکرام، مصنف آثار غالب، حاشیے کی گنجلک عبارت سے اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ حسام الدین غالب کے بچپن کے دوست تھے، حالانکہ حسام الدین کی حیثیت غالب کے نزدیک ایک بزرگ اور مربی کی تھی، بچپن کے دوست ان کے لڑکے حسین مرزا تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"لیکن وہ (حسام الدین حیدر) غالب کے بھی بچپن کے دوست تھے اور حالی کے بیان کے مطابق انہی نے مرزا کے اشعار میر تقی میر کو سنائے تھے۔ جب ابھی مرزا کی عمر تیرہ چودہ برس سے زیادہ نہ تھی۔"[3]

اگر مولانا حالی حاشیے میں اس طرح لکھتے "مرزا کے اشعار ان کے بچپن کے دوست، ناظر حسین مرزا صاحب کے والد نواب حسام الدین حیدر خاں نے میر تقی کو دکھائے تھے" تو شیخ محمد اکرام غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔ مسٹر مالک رام متحیر ہو کر لکھتے ہیں۔

"یہاں غور کے قابل یہ بات ہے کہ میر کی وفات ۲۰ ستمبر ۱۸۱۰ء (مطابق ۲۰ شعبان ۱۲۲۵ھ) کو ہوئی اور یہ معلوم ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آخری دو تین برس لکھنؤ سے باہر کہیں نہیں گئے۔ پس ظاہر ہے کہ نواب حسام الدین خاں نے لکھنؤ ہی میں جا کر انہیں غالب کی کوئی غزل دکھائی ہوگی جس پر انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا۔ میر کی وفات کے وقت غالب کی عمر تیرہ برس سے کم تھی اور چونکہ انہوں نے دس گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا اس لئے دوسرے لفظوں میں اس وقت ان کی شاعری کی عمر دو ڈھائی برس ہوگی۔ اس عمر کے ایک لڑکے کا کلام ایک شہر سے دوسرے شہر میں۔۔۔۔ جانا، بجائے خود حیرت ناک بات ہے اور پھر اسے شاعری کے مرکز

---

[1] یادگار غالب ص ۱۳، [2] یادگار غالب ص ۱۳ حاشیہ ۲، [3] آثار غالب ص ۵۵

[4] مسٹر مالک رام کو سہو ہوا عمر تیرہ برس سے زائد تھی۔ ۸ رجب ۱۲۱۲ھ غالب کی ولادت کی تاریخ ہے۔

نؤ میں لے جانا اور خدائے سخن میرؔ کے سامنے رائے کے لئے پیش کر دینا تو اور بھی زیادہ حیرت ناک اور اپنی قسم کا واحد واقعہ ہے اس
معلوم ہوتا ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات - اس نہایت ابتدائی زمانے میں بھی ایسے ارباب نظر کی کمی نہیں تھی جو مرزا کے کلام کو
عت کی نگاہ سے دیکھتے اور اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ بطور تحفہ لے جانے کے قابل سمجھتے تھے[۱]

مالک رام صاحب نے شاعری کی عمر متعین کرنے میں زیادہ تفحص سے کام نہیں لیا ہے یہ بحث آگے آئے گی "ماہ نو" فروری ۱۹۵۲ء
مولانا مہرؔ کا ایک مضمون بعنوان "غالبؔ اور میر تقی" شائع ہوا، جس میں میرؔ کی رائے لینے کو غیر یقینی قرار دیا گیا ہے، مولانا مہرؔ یادگار
ب سے عبارت نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

"مجھے ابتدا ہی سے اس حکایت کے متعلق شبہات رہے ہیں اور جب کبھی اس پر غور کیا یہی احساس اور تاثر لے کر اٹھا
یہ صحیح نہیں ہو سکتا۔"

خواجہ حالیؔ نے روایت کی سند کے سلسلے میں الفاظ ایسے استعمال کئے ہیں جن سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ انہوں نے
واسطہ غالبؔ سے نہیں سنا بلکہ حلقۂ ارادت کے کسی دوسرے فرد نے اسے بیان کیا یہی وجہ ہے کہ لکھا "خود مرزا کی زبانی سنا
ہے" یہ نہیں لکھا کہ میں نے یا ہم نے خود مرزا سے سنا ہے"

اس کے بعد مولانا مہرؔ فرماتے ہیں کہ خواجہ حالیؔ کی شنید درست ہے - اس پر شبہ نہیں اور خواجہ حالیؔ نے بغیر تحقیق یہ حکایت
ج بھی نہیں کی ہوگی، لیکن یہ حکایت مرزا کے عالم سرور کی پیداوار معلوم ہوتی ہے - نیز خواجہ حالیؔ جب غالبؔ کے پاس پہنچے تو
کی شہرت نصف النہار پر تھی - اثبات یگانگی کے لئے ایسے واقعات کی ضرورت بھی نہ تھی - مولانا مہرؔ نے اس حکایت کو مولانا
الکلام آزاد کی خدمت میں بھی رفع اشتباہ کی غرض سے پیش کر کے مستبعد بتایا - مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا کہ عام حالات
اعتبار سے تو یہ ضرور مستبعد معلوم ہوتی ہے لیکن خاص خاص حالات میں چنداں مستبعد بھی نہیں اور اس ضمن میں غالبؔ کے واقعات
ن کئے کہ وہ گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے اور چودہ پندرہ برس کی عمر میں فارسی کے ان اسرار و رموز سے واقف ہو گئے جن
معمر اساتذہ بھی واقف نہ ہو سکے - بعد ازاں ضمناً اپنے واقعات بیان کئے کہ خود انہوں نے اسی عمر میں شعر گوئی اور نثر نویسی شروع کر دی تھی
لانا مہرؔ کا شبہ دور کرنے کے لئے مولانا آزاد نے آخر میں فرمایا:

"میں نے یہ حالات صرف رفع غرابت کے لئے سنائے ہیں، اگر میں اس عمر میں تک بندی کرنے لگا تو غالبؔ جیسی شخصیت کے لئے جسے قدرت
شاعری ہی کے لئے پیدا کیا تھا یہ بات کیوں مستبعد تصور کی جائے"

مولانا آزاد کے اس بیان اور استدلال کے باوجود مولانا مہرؔ سب سے پہلے اس پر غور فرماتے ہیں کہ غالبؔ کے اشعار صغر سنی کے
لم میں آگرے سے باہر اور پھر لکھنؤ جیسے شہر میں میرؔ صاحب کی خدمت میں پیش کرنے اور رائے لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سلسلے میں مولانا

---

[۱] ذکر غالب ص ۳۲، ۳۱

مہر غالب کے خسر نواب الٰہی بخش خاں معروف اور نواب حسام الدین حیدر خاں کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہیں لیکن ان کے نزدیک نواب حسام الدین کا رائے لینا اس لئے قرین قیاس نہیں کہ حکایت میں رائے لینے کی وجہ بیان نہیں ہوئی ۔ تو قیاسی جائزہ لیتے ہوئے میر کے سن وفات اور ان کی بیماری کے زمانے کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ میر عمر کے آخری حصے میں ضعف بصر اور بعض دوسرے امراض میں مبتلا ہوگئے تھے ۔ گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی ۔ بیٹی ، بیٹا اور اہلیہ یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے گئے جس سے حواس مختل ہو گئے تھے ۔ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ میں قولنج کا سخت دورہ پڑا اور اسی میں وفات پا گئے ۔ ۱۲۲۳ھ یا زیادہ سے زیادہ ۱۲۲۴ھ میں میر صاحب کے حواس مختل ہو چکے تھے ۔ آخری چند ماہ شدت مرض میں بسر کئے ۔ یہ حالات بیان کرنے کے بعد موصوف فرماتے ہیں ۔

"غرض جس بزرگ کی زندگی کے آخری دو تین برس وارفتگیٔ حواس اور ہجوم امراض میں گزرے اس کے متعلق یہ روایت کیونکر قابل یقین ہو سکتی ہے کہ آگرے سے گیارہ برس کے بچے[1] کے اشعار اس (میر صاحب) کے ملاحظے کے لئے لکھنؤ بھیجے گئے ، انہوں نے اشعار دیکھے اور یہ رائے ظاہر کی کہ اگر اس بچے کو کامل استاد مل جائے گا اور سیدھے راستے پر ڈال دے گا تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔"

مذکورہ بیانات کے مطابق روایت میں حیرت و استعجاب یا عدم صحت کے سلسلے میں امور ذیل غور طلب ہیں:-

(ل) خواجہ حالی کا انداز بیاں خود اس بات پر دال ہے کہ یہ روایت انہوں نے خود غالب سے نہیں سنی ۔

(ب) حیرت یا شک کا پہلو یہ ہے کہ گیارہ بارہ برس کے لڑکے کے اشعار ایک کہنہ مشق شاعر کے سامنے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

(ج) میر کے آخری ایام حیات اس قابل نہ تھے کہ ان کے سامنے ایک لڑکے کے اشعار پیش کئے جاتے اور رائے لی جاتی، آخر زمانے میں وہ اس قابل بھی نہ تھے کہ رائے دے سکتے ۔

(د) نواب حسام الدین حیدر کا رائے لینا بھی قرین قیاس نہیں کیونکہ وہ دہلی رہتے تھے اور اس زمانہ میں غالب سے تعلقات کا کوئی سراغ نہیں ملتا ۔

امور مذکور کے سلسلے میں اگر غالب کے حالات کا بنظر تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ تمام باتیں صاف ہو جاتی ہیں اور ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ میر سے رائے لینے کی حکایت ، مستبعد نہیں ہے بلکہ قرین قیاس ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔

(ل) مولانا حالی کے انداز بیان پر شبہ ، ان الفاظ کی وجہ سے ہے " خود مرزا کی زبانی سنا گیا ہے" اس بات کے تسلیم کرنے میں کوئی حجت نہیں کہ ممکن ہے کہ خواجہ صاحب نے خود غالب کی زبانی یہ بات نہ سنی ہو ، لیکن الفاظ کی بنا پر شنید کے انکار کا پہلو نکالنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ معروف کو عمداً ترک کرکے فعل مجہول اختیار کرنا پڑتا ہے

---

[1] یہاں محل بچے کا نہیں بلکہ لڑکے کا ہے ۔

اس کی متعدد وجوہ ہوا کرتی ہیں۔ کبھی انانیت کے الزام سے بچنا مقصود ہوتا ہے اور کبھی کوئی اور امر۔ لیکن سوچنا یہ ہے کہ مولانا حالی نے اگر غالب سے نہیں سنا تھا تو راوی کا نام لکھ دینے میں کون سا امر مانع ہوسکتا تھا۔ یہ حکایت ایسی نہیں کہ کوئی صاحب اس کے سلسلے میں اپنا نام دیکھ کر جزبز ہوتے یا ان کے نام کی وجہ سے مولانا حالی پر حرف آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یادگار غالب کی تحریر کے زمانے میں ان کو یہ روایت یاد آئی اور راوی کا نام یاد نہ آسکا تو انہوں نے فعل مجہول میں ادا کر دیا۔ مولانا حالی کو اس حکایت پر اتنا یقین تھا کہ یادگار میں انہوں نے اس حکایت کا حوالہ ایک اور جگہ بھی دیا ہے مرزا کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرزا کے حق میں جو پیشین گوئی میر تقی نے کی تھی اس کی دونوں شقیں ان کے حق میں پوری ہوئیں"[1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا حالی کو اس حکایت کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں تھا۔ بظاہر یہ بات کہ عبارت میں فعل معروف کی جگہ فعل مجہول استعمال کیا گیا ہے اس لئے روایت کی درستی کا قائل نہ ہونا کوئی وقیع بات نہیں ہے۔ ہم بسا اوقات ایسا ہم خود بھی کرتے ہیں۔

(ب) غالب کے اشعار میر کے سامنے پیش کرنے اور ان کی رائے معلوم کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ اس سلسلے میں سب سے پہلے اس کا تعین ضروری ہے کہ غالب نے اپنی عمر کے کس حصے میں شاعری شروع کی۔ اگر یہ پہلو روشن ہو جائے تو تیسرا امر خود بخود واضح ہو جائے کہ آیا میر اس زمانے میں رائے دینے کے قابل تھے یا نہیں؟ غالب نے کلیات فارسی کے خاتمے میں آغاز شاعری کے متعلق خود لکھا ہے:

"از روزے کہ شمارۂ سنین عمر از احاد فراتر رفت و رشتۂ حساب زحمت یازدہمیں گرہ بخود گرفت، اندیشہ در رو ارو، گام فراخ برداشت وگریوہ ومغاک بادیۂ سخن پیمودن آغاز نہاد"[2]

ظاہر ہے کہ غالب نے گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کئے، لیکن یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ عبارت کلیات فارسی نظم کے خاتمہ کی ہے اس لئے یہ خیال کرنا حق بجانب ہوگا کہ یہ بیان فارسی شاعری سے متعلق ہے، جس پر "گام فراخ" کے الفاظ خود ارتقا کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یعنی اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کی طرف قدم بڑھایا۔ گل رعنا کے دیباچے میں اردو شاعری کے متعلق لکھا ہے

"چوں در آغاز خارخار جگر کاوی شوقم ہمہ صرف نگارش اشعار اردو زبان بود، در مسلک ایں تحریر ہماں جادہ گزاردہ و ہماں راسپردہ شد"[3]

اسی طرح نواب شمس الامرا نائب والی حیدرآباد کو لکھتے ہیں۔

"شعر وسخن را با نہاد کمترین پیوند روحانی است وخامہ ازبدو فطرت در گہر افشانی۔ در آغاز ریختہ گفتے وبہ اردو غزل سرائے بودے تا بپارسی زبان ذوق سخن یافت از اں وادی عنان اندیشہ برتافت۔ دیوانِ مختصرے از ریختہ فراہم آوردہ

---

[1] یادگار غالب ص ۱۳۱، [2] کلیات نظم ص ۵۰۵، نثر ص ۷۰، [3] کلیات نثر ص ۵۹

گلدستۂ طاق نسیاں کرد۔ کما بیش سی سال ہست کہ اندیشہ پارسی سگال است[۱]،،

یہ خط قصیدے (اے مظہر کل درازل آثار کرم را + منت بسر لوح زاسم تو قلم را) کے ساتھ بھیجا گیا تھا یہ قصیدہ مخطوطہ بانکی پور
زیری میں شمس الامرا نائب والیٔ حیدرآباد کے نام معنون ہے اور اس مخطوطہ کی تاریخ اختتام تحریر ۱۵ ذیقعد ۱۲۵۸ھ مطابق
دسمبر ۱۸۴۲ء ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خط مذکورہ بالا اس سے پہلے بھیجا گیا اور دیوان میخانۂ آرزو مرتبہ ۱۸۳۸ء میں یہ
صیدہ موجود نہیں ہے گویا ۱۸۳۸ء اور ۱۸۴۲ء کے درمیان یہ قصیدہ کہا گیا ہے۔ دیوان مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں بنام وزیر الدولہ
لیٔ ریاست ٹونک طبع ہوا ہے۔ پس اگر ہم اس کو ۱۸۴۰، ۴۱ء کا خط و قصیدہ قیاس کرلیں تو فارسی شاعری کا آغاز دہی گیارہ
ال کی عمر میں ثابت ہوتا ہے جو غالب نے دیباچے میں ظاہر کیا ہے۔ عبد الغفور خاں نساخ کو لکھتے ہیں۔

خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند
ز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے۔ نظم و نثر فارسی کا عاشق و مائل ہوں۔ ہندوستان میں رہتا ہوں، مگر تیغ اصفہانی
کھائل ہوں[۲]،،

بیانات بالا سے یہ بات مسلم ہو گئی کہ غالب نے ابتدا میں اردو غزلیات لکھیں اور اس کے کچھ مدت کے بعد فارسی
ں فکر کرنے لگے۔ فارسی شاعری کی ابتدا گیارہ برس کی عمر میں لکھی ہے۔ اب اردو شاعری کی ابتدا کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ اس
سلسلے میں یادگار غالب کی یہ عبارت قابل غور ہے۔

"لالہ کنھیالال، ایک صاحب آگرے کے رہنے والے جو مرزا صاحب کے ہمعصر تھے ایک بار دلی میں آئے اور جب مرزا صاحب
ملے تو اثنائے کلام میں ان کو یاد دلایا کہ جو مثنوی آپ نے پتنگ بازی کے زمانے میں لکھی تھی وہ آپ کو یاد ہے؟ انہوں نے انکار
ا۔ لالہ صاحب نے کہا وہ اردو مثنوی میرے پاس موجود ہے چنانچہ انہوں نے وہ مثنوی مرزا کو لا کر دی اور وہ اس کو دیکھ کر
ت خوش ہوئے۔ لالہ صاحب کا بیان تھا کہ مرزا صاحب کی عمر جب کہ یہ مثنوی لکھی تھی۔ آٹھ نو برس کی عمر تھی[۳]

یہ گیارہ شعر کی مثنوی درج ذیل ہے آخر میں فارسی کے کسی استاد کا شعر تضمین کیا ہے۔

ایک دن مثل پتنگ کاغذی ‌ ‌ ‌ لے کے دل سر رشتۂ آزادگی
خود بخود کچھ ہم سے کنیانے لگا ‌ ‌ ‌ اس قدر بگڑا کہ سر کھانے لگا
میں کہا، اے دل! ہوائے دلبراں ‌ ‌ ‌ بسکہ تیرے حق میں رکھتی ہے زباں
پیچ میں ان کے نہ آنا زینہار ‌ ‌ ‌ یہ نہیں ہیں گے کسو کے یار غار
گورے پنڈے پر نہ کر ان کے نظر ‌ ‌ ‌ کھینچ لیتے ہیں یہ ڈورے ڈال کر

کلیات نثر ص ۱۹۲، ۲؎ اردوئے معلیٰ ص ۲۵۳، عود ہندی ص ۱۴۹ خطوط غالب ص ۵۸۲، ۳؎ یادگار غالب ص ۱۳۱

اب تو مل جائیگی تیری ان سے سانٹھ | لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گانٹھ
سخت مشکل ہو گا سلجھانا تجھے | قہر ہے دل ان سے الجھانا تجھے
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے | بھول مت اس پر اڑاتے ہیں تجھے
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں | مفت میں ناحق کٹا دیں گے کہیں
دل نے سن کر کانپ کر کھا پیچ و تاب | غوطہ میں جاکر دیا کٹ کر جواب

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست[1]

کنھیالال صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا کی اردو شاعری کا آغاز آٹھ نو سال کی عمر سے پہلے ہو چکا تھا یہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ مرزا فارسی شاعری کی ابتدا گیارہ برس کی عمر میں بتاتے ہیں اور یہ اردو شاعری کے دو تین برس کے بعد کا واقعہ ہے۔ شیخ محمد اکرام بھی یہی لکھتے ہیں :

"تاہم اب بھی اتنا یقینی ہے کہ مرزا نے آٹھ نو سال کی عمر میں اردو اور دس گیارہ برس کی عمر میں فارسی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ آٹھ نو سال کے جس لڑکے نے پتنگ کے متعلق ایسی عمدہ مثنوی لکھی ہو اور اس میں فارسی کا اتنا بہترین شعر تضمین کیا ہو وہ غزلیات میں کیا کچھ نہ کرتا ہوگا۔ اردو کے ابتدائی کلام کی مثالیں پیش کرنے سے پہلے اس زمانے کے مذاق سخن سنجی، سخن فہمی و سخن گوئی پر قدرے روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ اس زمانے میں میر، سودا، میر حسن، جرأت، انشا وغیرہ کا سیدھا سادہ اور صاف کلام پسند کیا جاتا تھا۔ محاورے اور روزمرہ پر جان چھڑکتے تھے۔ عام گفتگو میں استعمال کئے جانے والے محاورے جب نظم میں سنتے تو پھڑک اٹھتے اور زیادہ محظوظ ہوتے۔ شعر کی خوبی یہ خیال کی جاتی کہ ادھر منہ سے بات نکلے اور فوراً سمجھ میں آجائے۔ کلام میں زیادہ تر بے ثباتی عالم کا ذکر ہوتا۔ عشق میں وصل و ہجر، حسن و ادا، ناز و انداز اور ان کے لوازمات بیان کئے جاتے۔ گور و کفن، نعش و جنازہ، موت، دوزخ، نوحہ و ماتم وغیرہ کا ذکر عبرت و نصیحت کے طور پر ہوتا۔ دہلی میں داخلی کیفیات اور لکھنؤ میں خارجی لوازمات مثلاً کنگھی، چوٹی، انگیا، مرمرا اور مسی وغیرہ کے بیان کو اولیت حاصل تھی انہی کو پسندیدگی و مقبولیت کا مرتبہ حاصل تھا۔

مرزا غالب کے کلام میں مندرجہ بالا امور مفقود تھے۔ انہوں نے ابتدا میں ہی سے فارسی شاعری کا تتبع کیا اور اردو شاعری کی بنیاد فارسی شاعری پر قائم کی اور فارسی شاعری بھی مرزا بیدل کی، جن کے ہاں فکر کی فلک پیمائیاں اوج کمال پر ہیں ابتدا میں مرزا ان سے بے حد متاثر ہوئے۔ بلکہ ان کے محاورات و تراکیب بھی اردو میں استعمال کرنے لگے۔ بعض اشعار تو بجز فعل کلیتہً فارسی ہی میں ہیں۔ بیدل کی طرز بہت مشکل طرز ہے۔ اردو میں اس کو نبھانا غالب ہی کا کام تھا۔ خود کہتے ہیں :

طرز بیدل میں ریختہ کہنا | اسد اللہ خاں قیامت ہے

اسی طرز بیدل کے چند شعر ملاحظہ فرمایئے۔

---

[1] ماخوذ از "غالب" مصنفہ مولانا مہر ص۳۷

کرے گر فکر تعمیر خرابیہائے دل، گردوں — نہ نکلے خشت مثل استخواں بیروں ز قالب ہا
اسد بہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیر افزودن — بہ بند گریہ ہے نقش بر آب امید رستن ہا
بحسرت گاہ تازہ کشتۂ جاں بخشیٔ خوباں — خضر کو چشمۂ آب بقا سے ترجبیں پایا

موجودہ منتخب دیوان میں بھی اس طرز کے کچھ اشعار بطور نمونہ باقی ہیں مثلاً:

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا — تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا — خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

مندرجہ ذیل قسم کے اشعار سن کر اس زمانے کے لوگ یقیناً چونک پڑتے ہوں گے۔ اور ان کو ایک اجنبی زبان، نامانوس طرز بیان، ناقابل فہم خیالات نے اعتراضات و مخالفت پر بالیقین آمادہ کر دیا ہوگا۔ چنانچہ غالب کی مخالفت آگرہ ہی میں شروع ہو گئی تھی جس کا ثبوت اس رباعی سے ملتا ہے۔

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل! — ہوتے ہیں ملول اس کو سن کے جاہل
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل[۱]

مولانا حالی نے فارسی شاعری کی ابتدا کا ایک واقعہ لکھا ہے۔

"اسی زمانے (گیارہ برس کی عمر) میں انہوں نے فارسی میں کچھ اشعار بطور غزل کے موزوں کئے تھے جن کی ردیف میں "کہ چہ" بجائے یعنی "چہ" کے استعمال کیا گیا تھا جب انہوں نے وہ اشعار اپنے استاد شیخ معظم کو سنائے تو انہوں نے کہا کہ یہ کیا مہمل ردیف اختیار کی ہے؟ ایسے بے معنی شعر کہنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ مرزا یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ ایک روز ملا ظہوری کے کلام میں ایک شعر ان کی نظر پڑ گیا جس کے آخر میں لفظ کہ چہ یعنی چہ کے معنی میں آیا تھا۔ وہ کتاب لے کر دوڑے ہوئے استاد کے پاس گئے اور وہ شعر دکھایا۔ شیخ معظم اس کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور مرزا سے کہا تم کو فارسی زبان سے خداداد مناسبت ہے تم ضرور فکر شعر کیا کرو، اور کسی کے اعتراض کی کچھ پروا نہ کرو۔"[۲]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا میں مرزا کے عجیب انداز و افتاد طبع کی وجہ سے کس قدر مخالفت کی جاتی تھی۔ ان کے استاد تک ان کے اشعار کو مہمل بتاتے تھے۔ دیگر حضرات تو مجذوب کی بڑ قرار دیتے ہوں گے، لیکن حقیقت بیں نگاہیں آثار و قرائن سے اندازہ لگا لیتی ہیں۔ ظہوری کے کلام سے سند دیکھ کر شیخ معظم کو تعجب ہوا اور آخر الامر کہنا پڑا "تم ضرور فکر شعر کیا کرو اور کسی کے اعتراض کی کچھ پروا نہ کرو"۔ شیخ معظم کا یہ بیان بتا رہا ہے کہ غالب پر بہت زیادہ اعتراضات ہوتے تھے غور کیجئے کہ جو گیارہ سال کی عمر میں ایسے فارسی شعر کہے کہ اس زمانہ کے اساتذہ حیران رہ جائیں تو اس کے متعلق عوام کا کیا حال ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانا بہت ہی دشوار ہے۔ معترضین

---

۱ معترضین کے نزدیک۔ یہ رباعی آگرہ میں کہی گئی تھی۔ ۲ یادگار غالب ص ۱۳

تنگ آکر غالب کو کہنا پڑا " گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل " ان معترضین و مخالفین کی زبان بندی کے لئے تدابیر اختیار کی گئی ہوں گی۔ غالب
احبا و اعزا نے جواب دیئے ہوں گے، یا خود غالب کے اعزا و احبا نے ان کے عجیب و غریب طرز بیان و خیالات کو دیکھ کر ان
متعلق کسی استاد کی رائے معلوم کرنا اپنی دلجمعی اور تسکین خاطر کے لئے ضروری خیال کیا ہوگا۔ چونکہ اس زمانے میں میر اردو شاعری میں
ماز درجہ رکھتے تھے۔ جن کی رائے کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ میر بڑے نازک مزاج اور کم گو واقع ہوئے تھے، ہر کس و ناکس ان
سامنے زبان کھولتے ہوئے گھبراتا تھا اور وہ داد بھی بہت کم دیتے تھے۔ اگر کسی کے متعلق کبھی کچھ کہدیا تو وہ شخص بڑا خوش قسمت خیال
ا جاتا تھا۔ پس نواب حسام الدین حیدر نے اعزائے غالب کی تسکین خاطر اور معترضین و مخالفین غالب کی زبان بندی کے لئے اگر میر سے
ے لی ہو تو بعید نہیں، بلکہ مقتضائے حال کے مطابق ہے۔

ج) میر صاحب کے آخری ایام حیات اس قابل نہ تھے کہ وہ رائے دیتے، ۱۲۲۴ھ یا ۱۲۲۵ھ میں وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوچکے
تھے اس لئے رائے دینے کی حکایت صحیح نہیں ہے۔ اس شک کے ازالے میں ملاحظہ فرمایئے کہ غالب کی اردو شاعری کا آغاز جب ہوا تو ان
عمر آٹھ نو سال کی تھی، کہیں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ حسام الدین حیدر نے غالب کے اشعار میر کی خدمت میں کب پیش کئے
مولانا حالی میر کی وفات کے وقت غالب کی عمر تیرہ چودہ برس کی بتاتے ہیں۔ فی الحقیقت اس سلسلے میں ذہنوں میں میر کی وفات کا سن ۱۲۲۵ھ
ا ان کی بیماری کا زمانہ ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ھ اور مرزا کی شاعری کی ابتدا یعنی گیارہ برس کی عمر کا زمانہ رہتا ہے۔ مگر ہم ابھی ثابت کرچکے ہیں
غالب کی اردو شاعری کی ابتدا آٹھ نو سال کی عمر میں اور فارسی شاعری کی ابتدا گیارہ برس کی عمر میں ہوئی۔ پس اگر دس سال کی
عمر میں رائے لینے کے واقعے کا پیش آنا تسلیم کرلیا جائے تو یہ زمانہ ایسا ہوسکتا ہے جب میر رائے دینے کے قابل تھے۔ حیرت و استبعاد
کا معاملہ اس وقت اور بھی ختم ہو جاتا ہے جب اسی زمانے کے دو اہم تذکروں میں غالب کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ان دو تذکروں کو ذکرِ
غالب میں اولیت حاصل ہے۔ عیار الشعرا میں منشی خوب چند ذکا لکھتے ہیں۔

" مرزا اسد اللہ خاں عرف مرزا نوشہ المتخلص بہ غالب ولد مرزا عبداللہ خاں عرف مرزا دولہ نبیرۂ مرزا غلام حسین خاں
کمیدان ساکن بلدۂ اکبرآباد، شاگرد مولوی محمد معظم، شاعر فارسی و ہندی است "[1]

اور عمدۂ منتخبہ میں نواب اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور لکھتے ہیں۔

" اسد تخلص، اسد اللہ خاں، عرف مرزا نوشہ .... در فن سخن سنجی متتبع محاورات مرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ و ریختہ
در محاورات فارسی موزوں می کند بالجملہ موجد طرز خود است واکثر اشعارش در زمین سنگلاخ بمضامین نازک موزوں گشتہ، زاویہ
خیال بندی بیش از بیش پیش نہاد خاطر دارد "[2]

ذکا نے عیار الشعرا ۱۲۱۳ھ میں لکھنا شروع کیا خاتمے کا علم نہ ہوسکا۔ اور سرور کا تذکرہ عمدۃ المنتخبہ ۱۲۱۶ھ میں شروع

---

[1] عیار الشعرا ص۱۳۲ ، [2] عمدۂ منتخبہ ورق ۴۰ الف

ہوا اور میر کی وفات کے ایک سال بعد ۱۲۲۶ھ میں ختم ہوا[1] ۔ غالب کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی ۔ اگرچہ بلحاظ آغاز تحریر ذکا کو اولیت حاصل ہے مگر ذکر غالب کے سلسلے میں سرور مقدم ہے کیونکہ سرور نے اسد تخلص اور شاعر ریختہ لکھا ہے ۔ ذکا نے غالب تخلص اور شاعر فارسی و ہندی تحریر کیا ہے اور یہ بات نہایت واضح ہے کہ غالب نے ابتدا میں اسد تخلص اختیار کیا تھا اور جب فارسی شاعری شروع کی تو اس وقت وہ غالب تخلص اختیار کر چکے تھے ، گویا فارسی میں انہوں نے ہمیشہ غالب تخلص نظم کیا ہے ۔ البتہ کہیں کہیں اپنا پورا نام اسد اللہ ضرور نظم کر دیا ہے ۔ لیکن اردو میں انہوں نے ابتدا میں اسد اور پھر غالب و اسد دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ سرور نے جب غالب کو اپنے تذکرے میں جگہ دی وہ صرف اسد تخلص رکھتے تھے اور اردو شعر کہتے تھے جو بیدل کے تتبع میں اور فارسی محاورات میں ہوا کرتے تھے اسی بنا پر سرور نے ان کو اپنی طرز کا موجد لکھا ہے ۔ فارسی شاعری کی ابتدا گیارہ برس میں ہوئی لہٰذا اس تذکرہ میں ان کو گیارہ برس کی عمر سے پہلے جگہ ملی اگر اس کے بعد اس تذکرے میں ان کا ذکر کیا جاتا تو یقیناً غالب تخلص اور شاعر فارسی و ہندی لکھا جاتا ۔ پس جو شخص گیارہ برس کی عمر سے پہلے اتنی شہرت پا چکا ہو کہ تذکروں میں جگہ ملنے لگی ہو تو اس کے اشعار میر کے سامنے رائے لینے کی غرض سے پیش کئے جانے اور میر کے رائے دینے کو کیوں نہ حقیقت پر مبنی خیال کیا جائے ۔ اس میں شک ، حیرت اور استبعاد کا کوئی امکان نہیں ۔

(ھ) اس حکایت کے سلسلے میں ایک اعتراض یہ بھی وارد ہوتا ہے کہ نواب حسام الدین حیدر کا میر سے رائے لینا روایت کا بہت ہی کمزور پہلو ہے کیونکہ جس زمانے کا یہ ذکر ہے وہ زمانہ غالب کے قیام آگرہ کا ہے ۔ اور نواب صاحب دہلی میں رہتے تھے ۔ نیز نواب صاحب سے اس زمانے میں غالب کے تعلقات کا سراغ بھی نہیں ملتا ۔ یہ اعتراض بادی النظر میں نہایت وقیع ہے اس پر غور کرنا انتہائی ضروری ہے ۔ نواب حسام الدین حیدر خاں نامی ابتدا میں لکھنؤ رہتے تھے ۔ جب ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے والد غیاث الدین محمد نے دوسری شادی کر لی تو سوتیلی والدہ کے سلوک سے بددل ہو کر دہلی چلے آئے ۔ اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا ، اس نے سات گاؤں جاگیر میں دیئے اور دربار میں بھی عہدہ دیا ۔ لکھنؤ سے بھی اچھی خاصی رقم آجایا کرتی تھی ۔ شاہان اودھ کی دہلی والی جائداد کا انتظام بھی انہی کے سپرد تھا ۔ بلی ماران میں رہتے تھے ۔ لکھنؤ اکثر آنا جانا رہتا تھا ۔ غالب کے خسر الٰہی بخش خاں معروف سے بڑے گہرے مراسم تھے ۔ بقول مولانا محمد حسین آزاد ، دوستی اور محبت ، عشق کے درجے تک تھی[2] ۔ غالب نے نواب حسام الدین حیدر خاں کے دیوان کا دیباچہ بھی لکھا ہے[3] نواب صاحب نے اپنی طرف سے بادشاہ اودھ کی تخت نشینی کی تہنیت کا خط بھی غالب سے لکھوایا تھا[4] ۔ غالب کے ان کی اولاد سے بہت گہرے مراسم تھے اور نواب صاحب کو اپنا بزرگ خیال کرتے تھے ۔ کلکتے میں وطن کی یاد آئی تو ارباب وطن میں سے ایک یہ بھی تھے ۔

چو حرز بازوئے ایماں نویسم حسام الدین حیدر خاں نویسم

---

[1] علی گڑھ میگزین غالب نمبر ، [2] آبحیات ص۲۲۸ درضمن ذکر ذوق ، [3] کلیات نثر ص۱۰۸ ، [4] کلیات نثر ص۱۱۹

اب یہ معلوم ہے کہ غالب کے والد پانچ برس کا چھوڑ کر مرے تو چچا کے سایۂ عاطفت میں پرورش پانے لگے - ان کی سسرال دہلی میں تھی نواب احمد بخش خاں اور نواب الٰہی بخش خاں معروف کی حقیقی بہن غالب کی چچی تھیں - لہٰذا چچا اور چچی کے ہمراہ یہ بھی دہلی آنے لگے ہوں گے - غالب نے مرزا علاء الدین کو خود لکھا ہے۔" وہ دلی نہیں جس میں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں"[1] نو برس کے تھے کہ چچا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا - ان کے چچا نصراللہ بیگ کی جاگیر کے عوض ان کے متوسلین کو نواب احمد بخش خاں کی ریاست سے پنشن ملنے لگی - غالب اور ان کے بھائی کو بھی پنشن میں وافر حصہ ملا - اس خاندان کو نواب صاحب پنشن کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ دیتے رہتے تھے اس وجہ سے غالب کے چچا کی وفات کے بعد غالب کی پرورش میں جہاں ننھیال کو دخل تھا وہاں ان کی چچی کے خاندان والوں کا ہاتھ بھی ضرور رہا - چنانچہ اس واقعے کے تین چار برس بعد الٰہی بخش خاں معروف کی لڑکی سے غالب کی شادی اس کا بین ثبوت ہے کہ یہ دونوں بھائی غالب پر خاص نظر رکھتے تھے - بہن کے بیوہ ہو جانے پر اس کی اور اس کے بھتیجی بھتیجوں کی کفالت ان سے وابستہ تھی اس لئے خبر گیری کے لئے آگرہ جاتے رہنا عین ممکن ہے - غرض یہ دونوں بھائی آگرہ جاتے رہے ہوں یا غالب دہلی آتے رہے ہوں - ان کے روش عام سے ہٹ کر شعر گوئی کا علم معروف کو ضرور تھا اور تعلق خاطر کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ معروف نے غالب کی ایک ابتدائی غزل کو تضمین کیا تھا جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔

الٰہی بخش خاں معروف خود شاعر تھے، ان کے دوست حسام الدین حیدر خاں نامی بھی اچھے شاعر تھے - ان دونوں نے جب غالب کے روش عام سے ہٹ کر اور بیدل کے طرز میں شعر سنے ہوں گے تو یہ بھی چونک پڑے ہوں گے - اگر کسی طرح دہلی میں بھی مخالفت کی گئی ہو گی - مذاق اڑایا ہوگا - ایسا ہی کوئی موقع ہوگا کہ حسام الدین حیدر لکھنؤ جا رہے ہوں گے - معروف نے کہا ہوگا کہ غالب کے اشعار میر صاحب کی خدمت میں پیش کر کے معلوم تو کرنا کہ ان میں کچھ جان بھی ہے یا مہمل ہیں - تاکہ مخالفین کو جواب دیا جا سکے اور ان کی زبان بند کی جا سکے - پس نواب حسام الدین حیدر نے جو لکھنؤ میں بھی بااثر طبقے سے متعلق تھے - میر صاحب کی خدمت میں اشعار پیش کر کے رائے معلوم کی ہو گی - میر صاحب نے مذکورہ رائے دے دی ہو گی اس میں شک و شبہ کی بات ہی نہیں - پس ثابت ہوا کہ :

(ل) غالب نے اردو شاعری آٹھ نو برس کی عمر میں اور فارسی شاعری گیارہ برس کی عمر میں شروع کر دی تھی۔

(ب) غالب کو گیارہ برس کی عمر سے پہلے تذکروں میں جگہ دی جانے لگی تھی -

(ج) غالب کی مخالفت اور کلام پر اعتراضات آگرے ہی میں ہونے لگے تھے - اس لئے مخالفین کا زور کم کرنے اور عزیزوں کی تسکین و اطمینان کے لئے میر صاحب سے رائے لینا ضروری تھا - نواب حسام الدین حیدر اور الٰہی بخش خاں معروف کے تعلقات یگانگت و موانست کا تقاضا یہی تھا -

امور بالا کی روشنی میں میر صاحب سے رائے لینا اور ان کا رائے دینا حیرت کن اور مستبعد نہیں ہے۔

---

[1] اردوئے معلی کانپور ص۲۲۳ - لاہور ص۳۱۵ خطوط غالب مرتبہ مولانا مہر میں یہ فقرہ چھوٹ گیا ہے ص؟ طبع دوم

اسٹوڈنٹس انگریزی اردو ڈکشنری

مرتبہ

انجمن ترقی اردو

زیر نگرانی بابائے اردو مرحوم

اس مستند اور جامع ڈکشنری کا ساتواں ایڈیشن سفید کاغذ پر شائع کیا گیا ہے

قیمت :- پندرہ روپے

جان اے بوڈ

برطانیہ میں ایرانی ادب کا مطالعہ

مشرقی ثقافتوں میں غالباً ایرانی ثقافت نے برطانیہ کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے یہ اثر صرف علما اور ماہرین ہی تک محدود نہیں رہا ہے بلکہ حافظ سعدی اور عمر خیام ایسے اہل قلم کی تصنیفات کے ترجموں کے ذریعے عوام تک یہ ایرانی اثر پہنچ گیا ہے انگریزی کی متعدد مشہور تصانیف کا پس منظر ایرانی ہے مثلاً ٹامس مور کی "لالہ رخ" اور میتھو آرنلڈ کی "سہراب اور رستم"۔

تاہم برطانوی یونیورسٹیوں میں ایران کے تمدنوں کے مربوط مطالعے کا انتظام نہیں ہے۔ ایرانی اور فارسی علوم کے درمیان حد فاصل قائم ہے اول الذکر قبل اسلام ایران سے متعلق ہیں اور اکثر سنسکرت اور قدیم ہندوستانی علوم سے مربوط ہیں جب کہ موخر الذکر ایران میں اسلام کے آغاز و مابعد آغاز سے متعلق ہیں اور ان میں سے بعض کا سلسلہ عربی علوم سے جا ملتا ہے۔

چنانچہ لندن یونیورسٹی وہ واحد برطانوی یونیورسٹی ہے جس میں فارسی کا پروفیسر موجود ہے اس پوری صدی میں کیمبرج میں عربی کے شعبے (سر ٹامس ایڈمس چیئر) کے صدر ای۔ جی۔ براؤن، آر۔ اے۔ نکلسن اور موجودہ اے۔ جے۔ آر۔ بری ایسے فارسی کے مایۂ ناز علماء رہے ہیں۔ ایرانی علوم کا ایک شعبہ صرف لندن یونیورسٹی میں ہے۔ لیکن کیمبرج اور آکسفورڈ میں منتر کے پروفیسر سر ہیرلڈ بیلی اور ٹامس برو ایرانی علوم میں اپنی تحقیق کی ہی بنا پر مشہور ہیں۔

برطانیہ میں سترھویں صدی کے شروع میں ایرانی علوم پڑھائے جانے لگے تھے اسی زمانے میں آکسفورڈ اور کیمبرج میں عربی کے شعبے قائم کیے گئے تھے عربی اور اسلامی تہذیب کے مطالعے نے قدرتی طور پر ایران سے دلچسپی کا سامان پیدا کر دیا ۱۶۴۹ء میں فارسی کی پہلی گرامر برطانیہ میں چھاپی گئی آکسفورڈ میں عربی کے پروفیسر ٹامس گریوز اس کے مصنف تھے تھوڑے عرصے کے بعد والٹن کی کثیر الزبان بائیبل میں فارسی متن بھی شامل کر لیا گیا پہلی فارسی لغت کثیر الزبان لغت کے ایک جزو کی حیثیت سے ۱۶۶۹ء میں چھاپی گئی تھی والٹن کی بائیبل کے مطالعے میں سہولت پیدا کرنے کے لئے کیمبرج میں عربی کے پروفیسر ایڈمنڈ کیسٹل نے یہ لغت مرتب کی تھی۔

دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی اور سفارتی تعلقات کے باوجود برطانوی محققین نے آئندہ کئی سال تک فارسی کو عربی کے مقابلے میں نظر انداز کر دیا لیکن جس وقت ہندوستان برطانیہ کی زیر حفاظت آگیا تو یہ صورت حال تبدیل ہو گئی اس ملک میں

حکومت اور مہذب معاشرے کی زبان فارسی تھی چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے افسروں کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ اسے سیکھیں خوش قسمتی سے بہت سے افسروں نے فارسی ادب سے گہرا لگاؤ پیدا کر لیا اور انہوں نے اشاعت کے لئے نئی تصانیف اور ترجمے دونوں تیار کئے۔

سر ولیم جونز (۱۷۴۶ء و ۱۷۹۴ء) ایک عظیم محقق تھے جنہیں بہت سی مشرقی زبانوں پر ملکہ حاصل تھا ۱۷۸۳ء میں کلکتہ میں ایک جج کی حیثیت سے کام کرنے کے دوران انہوں نے ہاتفی کا کلام اور "لیلیٰ مجنوں" کا ایڈیشن شائع کیا فارسی سے ان کی دلچسپی کا آغاز آکسفورڈ میں تعلیم کے زمانے میں ہوا تھا جونز نے نہ صرف ہندوستان بلکہ برطانیہ کے بھی تعلیم یافتہ افراد اور محققین میں ایران سے دلچسپی پیدا کر دی۔ مثال کے طور پر ان کی تصنیف "فارسی زبان کی گرامر" (۱۷۷۱ء) کو ایک صدی تک معیاری کتاب کی حیثیت حاصل رہی ایڈورڈ فٹز جیرالڈ نے اس سے استفادہ کیا تھا دوسری طرف ایک ممتاز شاعر کی حیثیت سے وہ ادبی حلقوں میں شامل ہوئے اور حافظ کی ایک غزل کا آزاد ترجمہ ان کی مشہور ترین نظم ہے۔

دوسرے رہنما فرانسس گلیڈون (۱۸۱۲ء) تھے جو فورٹ ولیم کالج، کلکتہ میں فارسی کے پروفیسر تھے مؤخر الذکر ادارہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے افسروں کو مشرقی زبانیں سکھانے کے لئے قائم کیا تھا گلیڈون کا حوصلہ مندانہ منصوبہ عظیم فارسی ادب کے مجموعے کو آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع کرنے کا تھا وہ اپنی اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکے تاہم انہوں نے اپنی دوسری تصانیف کے علاوہ "گلستان" اور "آئین اکبری" شائع کی۔

ہندوستان میں جو بہت سے دوسرے اسکالر کام کر رہے تھے ہم ان کو نظر انداز کر کے پھر برطانیہ کی طرف آتے ہیں جہاں انیسویں صدی میں ایران سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا تھا ایک طرف تو خداداد صلاحیت رکھنے والے شوقیہ ادیب تھے جنہیں ایڈورڈ فٹز جیرالڈ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے عمر خیام کی "رباعیات" کا انہوں نے آزاد ترجمہ کیا جس نے برطانیہ کے عوام کو اسقدر متاثر کیا کہ بائبل اور شیکسپیئر کے علاوہ انگریزی ادب میں اس کا سب سے زیادہ حوالہ دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف یونیورسٹی کے اسکالر بالعموم عربی کے پروفیسروں نے فارسی ادب پر بہت زیادہ توجہ مبذول کی اس سلسلے میں کیمبرج یونیورسٹی خراج تحسین کی مستحق ہے جو ایرانی علوم کا انتہائی فعال مرکز بن گئی ای۔ ایچ۔ پامر (۱۸۴۰ء و ۱۸۸۲ء) کی تصنیف مکمل ہونے سے قبل ہی ان کی وفات ہو گئی تاہم ان کی تصنیف "فارسی زبان کی مختصر لغت" کو اب تک احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

کیمبرج کو تین ذہین فارسی کے محققین کے سبب شہرت حاصل ہے جو ایران میں مشہور رہیں اور اس صدی میں شعبۂ عربی کے صدر رہے ہیں ان کے نام ای جی۔ براؤن، آر اے نکلسن اور اے جے آربری ہیں۔ براؤن (۱۸۶۲ء-۱۹۲۵ء) نے طب میں تربیت حاصل کی لیکن انہوں نے طب پر فارسی کو ترجیح دی ابتدا میں انہیں بہائی مذہب سے خاص طور پر دلچسپی رہی لیکن "ایران کی ادبی تاریخ" نامی تصنیف ان کی خاص شہرت کا باعث ہوئی ان کے جانشین آر۔ اے۔ نکلسن نے جلال الدین رومیؒ کی مثنوی کا ترجمہ کر کے شہرت حاصل کی۔

کیمبرج میں عربی کے موجودہ پروفیسر اے۔ جے۔ آربری نے مصنف مضمون ہذا سے کئی سال ہوئے کہا تھا کہ وہ عربی،
مالٹی زبان اور اسلامی تصوف میں تحقیق و تصنیف کے باوجود فارسی سے خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انہوں نے بہت سی کتابیں
لکھی ہیں جن میں "حافظ کی پچاس غزلوں" کو خاص اہمیت حاصل ہے اس میں نہ صرف متن اور تبصرہ شامل ہے بلکہ آربری سمیت بہت سے
انگریز مصنفین کے ترجمے بھی شامل ہیں۔

آثار قدیمہ اور قبل اسلام ایرانی علوم کا اب تک تذکرہ نہیں کیا گیا ہے قدیم فارسی زبان کندہ کتبات کے سمجھنے کا محققانہ
کام سر ہنری راولنس (۱۸۱۰ء۔ ۱۸۹۵ء) کا رہین منت ہے انہوں نے بیستون مقام پر ۱۸۳۵ء اور ۱۸۴۶ء کے درمیانی عرصے میں
داریوش اعظم کی تین زبانوں (قدیم فارسی، ایلامائٹ (ELAMITE) اور بابلی) میں کندہ کتبات کی تشریح کی اس وقت سے برطانوی
اسکالروں نے ایران کے آثار قدیمہ کے کام میں نمایاں حصہ لیا ہے یہاں ای۔ ڈبلیو۔ ویسٹ (۱۸۲۴ء۔ ۱۹۰۵ء) کا تذکرہ کرنا
ضروری ہے انہیں ایران سے دلچسپی اس وقت پیدا ہوئی جب کہ وہ بمبئی کی روئی کی صنعت میں پارسیوں کے ساتھ کام
کر رہے تھے ان کے پہلوی متن کے ترجمے میکس مُلر کے ممتاز سلسلے "ایشیا کی مقدس تصانیف" میں شائع ہوئے۔

آج کل متعدد برطانوی محققین قبل اسلام ایران پر کام کر رہے ہیں اور ان کی تحقیقات کا سید حسن تقی زادے کی زیر صدارت
"Corpus Inscri-ptionum Iranicarum" میں اندراج کیا جا رہا ہے ان کتبات میں قدیم فارسی سے لے کر صفوی
دور تک شامل ہیں پروفیسر ڈبلیو۔ بی۔ ہیننگ اور سر ہیرلڈ بیلی ممتاز مصنفوں میں شامل ہیں۔

ایرانی (اور فارسی) علوم کے لئے سہولتیں خاص طور پر آکسفورڈ، کیمبرج، لندن، مانچسٹر اور ڈرہم یونیورسٹیوں میں فراہم
کی گئی ہیں ان تمام یونیورسٹیوں میں ایرانی مضامین میں پی ایچ۔ ڈی کے لئے تحقیق کی جا سکتی ہے لندن یونیورسٹی میں فارسی
یا ایرانی میں بی اے (آنرز) کیا جا سکتا ہے آکسفورڈ یا کیمبرج میں اس ڈگری کے لئے فارسی کے ساتھ کوئی دوسری مشرقی
زبان مثلاً عربی یا ترکی بھی شامل ہوتی ہیں اس کا ایک عملی سبب یہ ہے کہ دو زبانوں میں سند حاصل کرنے سے روزگار کے
امکانات روشن تر ہو جاتے ہیں ایک دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ فارسی میں یونیورسٹی کورس زیادہ تر کلاسیکی ادب تک محدود ہیں
بلاشبہ یہ نظریہ کہ اسلامی علوم کی عربی زبان کے ساتھ ابتدا ہونی چاہیئے ابھی تک باقی ہے لیکن ایران کی اہمیت برطانیہ میں
ہمہ گیر طور پر تسلیم کی جا رہی ہے اور پروفیسر آربری اور دوسرے محققین کا جذبہ نئی نسل میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔

★

○

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

۱	شمائل نامہ	نسخہ اول
۲	"	نسخہ دوم
۳	"	نسخہ سوم
۴	"	نسخہ چہارم
۵	"	نسخہ پنجم

مرتبہ
افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں۔

۱۔ مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲۔ مثنوی محیط الحقائق	رام جس محیط
۳۔ وصیت نامہ	
۴۔ دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵۔ مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶۔ قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعزالدین ناتیؔ
۷۔ دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشیؔ
۸۔ مجموعہ حکایت	
۹۔ دیوان عیش	حکیم آغا خاں عیشؔ دہلوی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱۔ دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سردھنوی
۱۲۔ دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳۔ دیوان عیش	مرزا علی عیشؔ
۱۴۔ کرامات نامہ	دائم
۱۵۔ مثنوی بلاغ ایماں	تشفی
۱۶۔ مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰۔ دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خاں بیان دہلوی
۲۱۔ مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲۔ تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴۔ مثنوی دودلیہ	سید عزیز اللہ ہمرنگ
۲۵۔ مثنوی ریاض الجناں	محمد باقر آگاہ
۲۶۔ قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷۔ کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸۔ مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق و امیر بخش شہرت
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر	
۳۰۔ مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱۔ چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲۔ مثنوی نزاکت بیاں	" " "
۳۳۔ گلستان اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۴۔ نیستان برکات	" " "

کتاب	مصنف
۳۵ - رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶ - من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ دہلوی
۳۷ - ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۳۸ - قصہ بیل والا	مولوی ظہور علی ظہور
۳۹ - سوال و جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰ - چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱ - ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲ - مثنوی پیکالہ آتش	طوطارام شایاں
۴۳ - فرائد در فوائد	محمد باقر آگاہ
۴۴ - معجزات نبی کریمؐ	″ ″ ″
۴۵ - تحفۃ النسار	″ ″ ″
۴۶ - محی الدین نامہ	افضل
۴۷ - عمدہ منتخبہ	اعظم الدولہ
۴۸ - مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۴۹ - مثنوی ریحان معراج	میر ظفر حسین ضمیر
۵۰ - روضتہ الاطہار	نوازش علی شیدا
۵۱ - جنگ نامہ محمد حنیف حصہ اول	
۵۲ - ″ ″ ″ دوم	
۵۳ - دیوان داؤد	داؤد اورنگ آبادی
۵۴ - شفاعت نامہ	عبدالقادر
۵۵ - قصہ شاہ جمجمہ	کمترین
۵۶ - تلقین الہدیٰ	عاصی
۵۷ - تنبیہ العوام	سید شاہ غوث محی الدین
۵۸ - مثنوی گوہر	ابراہیم
۵۹ - حملۂ حیدری	صفا بریلوی
۶۰ - محی الدین نامہ نسخہ اول	
۶۱ - ″ ″ نسخہ ثانی	
۶۲ - مثنوی کدم راؤ پدم راؤ	نظامی دکنی
۶۳ - دیوان ہمت	خواجہ ہمت علی خاں ہمت
۶۴ - گنج قدرت	اعزالدین خاں نامی
۶۵ - فتح نامہ	یٰسین
۶۶ - پندنامہ	میر جعفر علی جعفر زٹلی
۶۷ - دیوان تمنّا	اسد علی خاں تمنّا
۶۸ - تاریخ فیض عام (نظم)	عبدالمحمد مہدوی
۶۹ - حشر نامہ	مصنف لاعلم
۷۰ - قصیدہ غوثیہ	رحمت اللہ
۷۱ - نصائح الاطفال	مصنفہ رمنا
۷۲ - نصیحت نامہ	مصنفہ نامعلوم
۷۳ - مذمت بے نمازاں	″ ″

شمائل نامہ

سائز ۹ × ۵ ۳/۴ صفحات ۱۰ سطور ۱۱ سنہ کتابت ۱۲۷۰ھ

اخوند درویزہ جنہیں مثنوی میں اخون لکھا گیا ہے پشتو زبان کے ایک کامیاب شاعر تھے ان کا وطن پشاور تھا - اخوند درویزہ کو میر سید علی ایک بزرگ سے اجازت حاصل تھی خود جامع علوم ظاہر و باطن تھے لیکن انہوں نے اپنے مرتبہ باطنی پر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف کا پردہ ڈال رکھا تھا - بڑے پکے مذہبی بزرگ تھے اور رات دن زندیقوں ، ملحدوں اور رافضیوں کی تردید و تنقیص میں مصروف رہتے تھے - آخر زمانے میں مخزن الاسلام نام کی ایک کتاب افغانی زبان میں تالیف کر رہے تھے لیکن ناتمام چھوڑ کر انتقال کر گئے اس کتاب کو ان کے لڑکے مولانا عبدالکریم نے مکمل کیا - اخوند درویزہ کی وفات ۱۰۴۸ھ میں واقع ہوئی صاحب خزینۃ الاصفیا نے ان کی وفات کی یہ تاریخ درج کی ہے ۔

زدنیا رفت در فردوس والا چو آں درویزہ درویش معظم
زوالی رضا جو ارتحالش بخواں" درویزہ معشوق مکرم"

۱۰۴۸ھ

اخوند درویزہ نے پشتو زبان میں ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جس کا نام شمائل نامہ ہے اس رسالے میں شمائل حضرت رسول مقبولؐ بیان کیے گئے ہیں اسی رسالے کو دکن کے ایک قدیم شاعر عبدالمحمد ترین نے عام فہم دکنی زبان میں نظم کیا ہے -

عبدالمحمد ترین پشتو کے اچھے خاصے عالم تھے اور چونکہ ترین قبیلے کے افراد سرحد سے ہندوستان میں آئے تھے اس لئے ممکن ہے کہ یہ عبدالمحمد سرحد کے باشندے ہوں نیز یہ بھی ممکن ہے کہ عبدالمحمد جو سالک کہا گیا ہے دراصل عبدل محمد ہو اور عبدل عبدالکریم کا مخفف ہو جیسا کہ آج کل بھی بعض مقامات پر عبدالکریم کو عبدل کہکر پکارا جاتا ہے اور اگر یہ قیاس صحیح ہے تو ممکن ہے کہ یہ عبدالکریم جو شمائل نامے کے مصنف ہیں اخوند درویزہ کے لڑکے مولانا عبدالکریم ہی ہوں اور دکن آگئے ہوں ۔

پشتو کی اصل کتاب کا حوالہ کتاب میں موجود ہے ۔

اخوں درویزہ نے جو پشتو منے کہیں ہیں سو منگتا ہوں میں بولنے
قریب الفہم نظم دکنی اچھے ہر ایک کس کا دل اسکو سکنے اچھے

آگے چل کر کہا گیا ہے کہ اس کتاب میں جو باتیں لکھی گئی ہیں ان کی تصدیق حدیث و روایت سے کر لی گئی ہے ؎

حدیث اور روایت منے کر سچی — کئے دروزہ نے شمائل نبیؐ

پروفیسر زور قادری نے اس کتاب کا نام شمائل النبی لکھا ہے اور اس کی ابیات کی تعداد (۰۷) بتائی ہے (اردو مخطوطات
ر اول ص...) لیکن زیر تبصرہ مخطوطے میں (۹۷) ابیات ہیں اور انجمن ترقی اردو کتب خانہ خاص کی فہرست میں اس کا نام شمائل نامہ
ج ہے زور صاحب نے شاید ان ابیات کی بنا پر اسے شمائل النبی کا نام دیا ہے ؎

شمائل نبی کا منگوں بولنے — کریا کرم کر زباں کھولنے

کیا قصد عبدالمحمد تریں — شمائل نبی کا کہوں بہتریں

شمائل نبی کا کہوں میں اتا — سنو ہوش کے کان سوں ہے جتا

الٰہی بحق شمائل نبی — حصول مقاصد دلی ہو سبھی

زیر تبصرہ شمائل نامہ زبان کے اعتبار سے بارہویں صدی کے آغاز سے تعلق رکھتا ہے۔ عبدالمحمد ترین نے آخر کی
بات میں اپنے نام کو مختصر کرکے عبد الترین لکھا ہے جیسا کہ دوسرے مخطوطات سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن زیر تبصرہ مخطوطے میں
بدالمعین ہے یہ غلطی کاتب کی معلوم ہوتی ہے ؎

صفاتاں نبی کیاں سچ بہتریں — کیا نظم دکنی میں عبدالمعین

شمائل نامے میں مختصر حمد و نعت اور مناقب، خلفاء راشدینؓ کے بعد سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل
ر سراپا کا ذکر کیا ہے آخر میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اس شمائل نامے کو پڑھے گا یا سنے گا وہ فکر کونین سے آزاد رہے گا اسی ضمن میں
ن کیا ہے کہ کسی شخص نے محمود شاہ غزنوی سے جب یہ روایت بیان کی تو اس نے ؎

سکل مال دینا تصرف کیا — محبت نئے مصطفےٰ کی دیا

اسی رات وہ دیدار محمدیؐ سے فیضیاب ہوا اور اس کو بہشت بریں کی بشارت ملی۔

آغاز ؎

الٰہی سچا توں ہے پروردگار — دونوں جگ میں قدرت تری آشکار

سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم — سچا توں ہے صانع سچا توں رحیم

سراوں تجھے میں سدا یاد کر — نبی کے کلمہ سے دل شاد کر

اختتام ؎

محمدؐ کے صدقیوں اے کردگار — مجھے رکھ تری بندگی پر قرار
کہ جب ہووے دنیا سے میرا گزر — محمدؐ کی تصویر ہو مج نظر
دفن کرکے سب مجھ سے ہوجاویں دور — لحد میں ہو احمد کی صورت ظہور
بحق نبی آل و اصحاب و پاک — الٰہی مجھے کر گناہوں سے پاک
الٰہی بحق شمائل نبی — حصولِ مقاصد دلی ہو سبھی
ہزاروں درود و ہزاروں سلام — بروحِ محمد علیہ السّلام

ترقیمہ :- بتاریخ سبت وسیوم ماہ شوال المکرم ۱۲۰۰ھ بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر ترقیمہ یافت

(کاتب کا نام درج نہیں ہے)

شمائل نامہ کا ایک نسخہ ادارۂ ادبیات حیدرآباد کے کتب خانے میں ہے جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے اور چار نسخے سر سالار جنگ کے کتب خانے میں ہیں (فہرست ص۵۴۲)

شمائل نامہ (دوسرا نسخہ)

سائز ۸ × ۵ ½ صفحات ۸ سطور ۱۱ سنہ تصنیف اوائل بارہویں صدی سنہ کتابت ×

شمائل نامے کا یہ نسخہ نسخ میں ہے اس میں ۸۰ (۳۶۰) ابیات ہیں۔ کل اوراق کا ... زیریں کرم خوردہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے کم و بیش چار بیتیں پڑھی نہیں جاتیں۔ ابتدا میں وہ تین بیتیں جن میں پشتو کے معراج نامے کا ذکر تھا نظر انداز کر دی گئی ہیں۔

آغاز :- شمائل نامہ تصنیف عبدالمحمد تریں نستعلیق سرخ روشنائی سے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سیاہ روشنائی سے لکھنے کے بعد ان ابیات سے آغاز ہوتا ہے ؎

الٰہی سچا توں ہے پروردگار — دونوں جگ میں قدرت ترا آشکار
سچا توں ہے صانع سچا توں رحیم — سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم
سراؤں تجھے میں سدا یاد کر — محمدؐ کے کلمے تے دل شاد کر

اختتام ؎

خدایا گنہ بخش ھور منج خطا رتی کرتوں ایمان کی منج عطا
بحق محمدؐ ہے تیرا رسول مناجات کر منج بندے کا قبول
ہزاروں درودو و ہزاروں سلام زباں پر محمدؐ علیہ السلام

ترقیمہ :۔ تمت تمام شد کار من نظام شد ۔

شمائل نامہ (تیسرا نسخہ)

سائز ۸ × ۵ ۱/۲ صفحات ۶ سطور ۱۳

شمائل نامے کا یہ تیسرا نسخہ قریب قریب دوسرے نسخے کی نقل ہے ۔اس میں بھی پشتو سے متعلق ابیات شامل نہیں۔خط نسخ اور نستعلیق کے بین بین ہے ۔کل ابیات تعداد میں ۶۹ ہیں لیکن ان میں آخری چار بیتیں الحاقی ہیں۔

آغاز :۔ سطر اول میں "شمائل نامہ" اور سطر دوم میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر ہے ۔ تیسری سطر سے اس طرح آغاز کیا گیا ہے ؎

الہٰی سچا توں ہے پروردگار دونوں جگ میں قدرت ترا آشکار
سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم سچا توں ہے صانع سچا توں کریم
سراؤں تجے میں سداں یاد کر محمدؐ کے کلمے سوں دل شاد کر

اختتام ؎

ہزاروں درو داں ہزاروں سلام زباں بر محمدؐ علیہ السلام

الہٰی بیا نور ایں ہر سہ را مصنف وکار نویسندہ را
گناہاں پو میرے قلم کش تمام بحق محمد علیہ السلام
گنہ بخش میرا خداوندگار بحق محمد نبی چار یار
ہوا یہاں سیتی بو شمائل تمام بحق محمد بھی بارہ امام

تمت تمام شد

اس کے بعد اعراس خواجگان چشت کی تاریخیں درج کی ہیں ۔ جن کا سلسلہ خواجہ انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو کر خواجہ بادشاہ حسینی پر ختم ہوتا ہے ۔ اس سلسلے کے (۲۷) بزرگوں کے عرس کی تاریخیں درج کی گئی ہیں ۔

آخر میں پیغمبران معروف کے قدو قامت کی پیمائش دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرات آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتنی مرتبہ نزول فرمایا ۔
کوئی ترقیمہ موجود نہیں ہے ۔

شمائل نامہ (چوتھا نسخہ)

سائز ۷ ½ × ۴ ½ صفحات ۸ سطور ۱۱

شمائل نامے کا یہ مخطوطہ پند نامہ، قلندر نامہ اور دیگر تین تصنیفات کے ساتھ ایک جلد میں ہے ۔ اس کی ابیات ۷۸ ہیں ان میں وہ ابیات بھی شامل ہیں جن میں اخوند درویزہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔ خط قریب قریب نستعلیق ہے ۔

آغاز :-

الٰہی سچا توں ہے پروردگار — دونوں جگ میں قدرت ترا آشکار
سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم — سچا توں ہے صانع سچا توں رحیم
سراؤں تجے میں سدا یاد کر — نبی کے کلمہ کوں دل شاد کر

اختتام :-

خدایا گنہ بخش ہو مجھ عطا — ریتی کرتوں ایمان کی مجھ عطا
بحق محمد ہے تیرا رسول — مناجات کر مجھ بندے کا قبول
ہزاروں درود اں ہزاروں سلام — بالالفاظ دکنی و حسن المقام

ترقیمہ :- تمت تمام شد کار من نظام شد

شمائل نامہ (پانچواں نسخہ)

سائز ۹½ × ۵ صفحات ۹ سطور ۱۱ سنہ تصنیف اوائل بارہویں صدی

یہ شمائل نامہ نجات نامہ، محی الدین نامہ اور معراج نامہ کے ساتھ ایک جلد میں ہے کل ابیات ۹۴ ہیں یعنی پہلے باروں نسخوں کے مقابلے میں ایک بیت زائد ہے۔ خط پاکیزہ نستعلیق ہے۔ صفحات کرم خوردہ ہیں لیکن پڑھنے میں کوئی دشواری لاحق نہیں۔ اخوب دریوزہ کا حوالہ اس میں بھی موجود ہے۔

آغاز ؎

الٰہی سچا توں ہے پروردگار — دونوں جگ میں قدرت ترا آشکار
سچا توں ہے صانع سچا توں حکیم — سچا توں ہے قادر سچا توں رحیم
سراؤں سدا میں تجھے یاد کر — نبی کے کلمہ سوں دل شاد کر

اختتام ؎

شمائل نبی کا ہوا ہے تمام — محمد نبی پو درود اں سلام

شمائل لکھے تھے مبارک گھڑی — ابر کے طبق لے کھڑی مشتری
بحق محمد ہے تیرا رسول — مناجات کر مجھ بندے کا قبول
جہاں لگ جو عالم ہے خیرالبشر — کہو سب درود اں محمد اوپر
ہزاروں درود و ہزاراں سلام — زما بر محمد علیہ السلام

ترقیمہ نہیں ہے صرف تمت تمام شد تحریر ہے۔

○

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب

میر غلام علی عشرت اور انکی تصانیف

میر غلام علی نام تخلص عشرت محلہ گڑھیا شہر بریلی کے رہنے والے تھے[1]۔ آپ کے والد کا نام میر معظم علی تھا اور آپ کا تعلق سادات مشہد سے تھا۔ عشرت نے خود لکھا ہے ؎

میرا نام ہیگا غلام علی	بصدِ دل خریدار نام علی
ہے حسب و نسب میری سادات سب	غرض مشہدی ہوں بحسب و نسب
سکونت بریلی میں مدت سے ہے	کہ آئے تھے اجداد فرخندہ پے
جو تھا شوق اشعار میرے تئیں	بہ عشرت ہوا میں تخلص گزیں[2]

میر غلام علی عشرت کی پیدائش ۱۷۷۰ء[3] یا اس کے قریبی زمانے میں ہوئی۔ آپ کا ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۷۹۶ء میں رامپور میں سکونت پذیر ہونا ثابت ہے جہاں آپ کو نواب فیض اللہ خاں (متوفی ۱۷۹۴ء) کے خواہر زادے اور فرزند نواب محمد عثمان خاں کی سرکار میں ملازمت مل گئی تھی[4]۔

---

[1] ترقیمہ سحر البیان (قلمی) از عشرت۔ رضا لائبریری رامپور

[2] ریاض الحسین (قلمی) از عشرت۔ رضا لائبریری رامپور

[3] میں تاریخ پیدائش قیاساً درج کر رہا ہوں۔ مصحفی نے ریاض الفصحا میں عشرت کی عمر چالیس سال تحریر کی ہے۔ ریاض الفصحا ۱۸۰۶ء اور ۱۸۲۰ء کے درمیان ضبط تحریر میں آئی۔ لہٰذا میں نے یہ قیاس کرکے کہ مصحفی نے عشرت کا حال ۱۸۱۰ء میں لکھا ہوگا ان کا سال پیدائش ۱۷۷۰ء تحریر کر دیا ہے۔

[4] "چند مدت سے سن بارہ سو گیارہ میں درمیان شہر رامپور کے محمد عثمان خاں ولد احمد خاں صاحب کہ خاندان عالی شان نواب معلی القاب فیض اللہ خاں مرحوم کے سوائے رشتہ خواہر زادگی نسبت فرزندگی کی بھی رکھتے ہیں بمقتضائے اخلاق خلق میں مشہور ہیں کہ واسطے حظ طبع انکے غزلیات تازہ کہتا"

دیباچہ پدماوت۔ از عشرت۔ رضا لائبریری رامپور

رامپور میں عشرتؔ کی ملاقات مولوی قدرت اللہ[۱] سے ہوئی ۔ مولوی قدرت اللہ نے عشرتؔ کے جوہر قابل کو پہچاننے کے بعد پدماوت کی تالیف کا کام سپرد کر دیا ۔ عشرتؔ نے پدماوت کی تکمیل ڈیڑھ ماہ کے قلیل عرصے میں کر دی ۔ اس وقت وہ اردو کے علمی حلقوں میں پدماوت ہی کے ذریعے جانے پہچانے جاتے ہیں ۔

شاعری میں عشرتؔ کو تلمذ مرزا علی لطفؔ سے حاصل تھا جو مرزا رفیع سوداؔ کے شاگرد تھے ۔ عشرتؔ نے پدماوت کے دیباچے میں تحریر کیا ہے ۔

"ابجد خوان دبستان مرزا علی لطف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
کہ ذات با برکات انکی ذوق باب شاعری کی کلام کرامت
نظام مرزا رفیع السودا مرحوم مغفور سے ہے بلکہ شاگرد
رشید ان کے ہیں[۲]"

عشرتؔ صاحب تصانیف بزرگ گزرے ہیں ۔ مصحفیؔ رقمطراز ہیں "جوان کثیر الکلام است دیوان ہا و مثنوی ہائے مسودہ دارد[۳]" عشرتؔ نے ریاض الحسین میں خود بھی لکھا ہے ؎

کئے نظم دیواں بسوز و گداز   کہے عشقیہ قصہ ہائے دراز

اس وقت ان کی چار کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں
(۱) پدماوت (۲) ریاض الحسین (۳) سحر البیان (۴) دیوان غزلیات
اب ہم علی الترتیب ان کتابوں کا تعارف پیش کریں گے ۔

پدماوت   ۱۲۱۱ھ   مطابق ۱۷۹۶ء

---

[۱] دیباچہ پدماوت میں عشرتؔ نے لکھا ہے "رابطہ الفت کا بیچ خدمت فیض درجت مولوی قدرت اللہ صاحب کے زیادہ رکھتا تھا" مولوی قدرت اللہ کی نسبت مصحفیؔ نے لکھا ہے "مولوی قدرت اللہ شوق تخلص عالم رامپور فاضل متبحر بود بمقتضائے موزونی طبیعت فکر شعر ہم می نمود و آں جا نظیر خود نہ داشت ۔ اکثر مردم آں نواح بہ حلقۂ شاگردیش آمدند" (ریاض الفصحاء ۔ ص ۱۵۰ ۔ مطبوعہ ۱۹۳۴ء)

[۲] مرزا علی لطفؔ کے تلمذ کے متعلق مختلف آرا ہیں ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ مرزا رفیع سوداؔ سے نسبت شاگردی رکھتے تھے ۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں شاہ ملول سے تلمذ حاصل تھا ۔ شیفتہؔ نے انہیں میرؔ کا شاگرد بتایا لیکن عشرتؔ کا ذکر کرتے وقت سوداؔ کا شاگرد لکھا ۔ خود مرزا علی لطفؔ کہتے ہیں کہ وہ کسی کے شاگرد نہیں تھے اور انہوں نے اپنی فکر رسا کو ہی رہنما بنایا تھا جس کی تائید ڈاکٹر عبدالحق نے کی ہے ۔ ہمارے خیال میں وہ سوداؔ کے شاگرد تھے جس کی تائید عشرتؔ، کریم الدین اور شیفتہ کے بیانات سے ہوتی ہے ۔ لطفؔ اور اعظم الدولہ سرورؔ کے بیانات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی ۔ سوداؔ کی وفات اور لطفؔ کے عروج کے زمانے میں تقریباً دو دہائیوں کا فرق ہے لہذا لطفؔ کا سوداؔ کی شاگردی سے انکار کرنا غیر فطری نہیں معلوم ہوتا ۔ [۳] ریاض الفصحاء ص ۲۲۸)

پدماوت ملک محمد جائسی کی مشہور تصنیف ہے جو بابر کی فتح ہندوستان سے سات سال پہلے ضبط تحریر میں آنا شروع ہوئی ۹۲۷ھ سے ۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۰ء میں بعہد شیر شاہ تکمیل کو پہنچی، جائسی کی زبان اودھی ہے۔ انہوں نے مثنوی کے طرز پر راجہ رتن سین اور رانی پدمنی کی داستان عشق نظم کی ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ میں پدماوت کو بڑی اہمیت حاصل ہے پدماوت کے فارسی و اردو تراجم بھی ہوئے جن کی مختصر روداد یہ ہے۔

(۱)	پدماوت	عبدالشکور بزمی	بزبان فارسی	۱۶۱۸ء
(۲)	مثنوی شمع و پروانہ	عاقل خاں رازی	″	۱۶۵۸ء
(۳)	پدماوت	آلواد جالک	بنگالی	۱۶۵۰ء
(۴)	قصص پدماوت	حسین غزنوی	فارسی نثر	بعہد فرخ سیر (۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء)
(۵)	گلِ ختی	سید محمد عشرتی	فارسی	۱۱۱۰ھ مطابق ۱۶۹۸ء
(۶)	فرح بخش	لچھمی نرائن ابراہیم آبادی	فارسی نثر	۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء (یہ شمع و پروانہ از رازی کا ترجمہ ہے)
(۷)	پدماوت	غلام علی دکنی	اردو	۱۶۸۰ء
(۸)	رتن پدم	سید محمد فیاض ویلوری (ولی دکنی)	″	بعہد اورنگزیب عالمگیر
(۹)	دیپک پتنگ	سید محمد عشرتی	″	۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء
(۱۰)	پدماوت	محمد قاسم علی بریلوی	″	۱۸۶۹ء مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۳ء
(۱۱)	″	مرزا عنایت علی بیگ عنایت	″	مطبوعہ ۱۸۹۸ء مطبع اعظمی کانپور
(۱۲)	″	احمد علی رسا	اردو نثر	مطبوعہ ۱۸۹۹ء کانپور (ہندی متن اردو حروف میں مع اردو ترجمہ و حواشی)
(۱۳)	پدماوت ایک پچی داستان	مالک رام کپور تھلوی	″	مطبوعہ ۱۸۹۸ء لاہور

میر غلام علی عشرت کی پدماوت کی وجہ نزول اس طرح ہے۔

نواب فیض اللہ خاں کے زمانے میں ایک شاعر میر ضیاءالدین عبرت شاہجہاں آبادی شاگرد نواب محبت خاں محبت[1] رامپور

---

[1] نواب محبت خاں محبت (۱۷۵۰ء تا ۱۸۰۹ء) خلف نواب حافظ رحمت خاں والئ روہیلکھنڈ و شاگرد میر جعفر علی حسرت ایک بلند پایہ شاعر، مدون لغت اور ایک فارسی آمدنامے کے مولف تھے۔ اردو، عربی، فارسی اور پشتو میں شعر کہتے تھے۔ مثنوی اسرار محبت جس میں سسی پنوں کی عشقیہ کہانی نظم کی گئی ہے ان کی مشہور تصنیف ہے۔ روہیلوں کے استیصال (۱۷۷۴ء) کے بعد لکھنؤ لیجائے

(بقیہ اگلے صفحے پر)

میں رہتے تھے ۔ عشرت نے مصطفیٰ خاں عرف بجو خاںؒ کی فرمائش پر پدماوت کا اردو میں ترجمہ شروع کیا ۔ عبرت کا انتقال ۱۷۸۰ء میں ہوگیا اور ترجمہ نا تمام رہا ۔ مولوی قدرت اللہ شوقؔ رامپور میں مقیم تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ترجمہ مکمل ہو جائے لہذا انہوں نے ۱۷۹۶ء میں میر غلام علی عشرتؔ کو باقی ماندہ قصے کی تالیف کی طرف رجوع کیا ۔ اس سلسلے میں دیباچہ پدماوت میں عشرتؔ نے لکھا ہے ۔

> " اوس روز بعد مولوی صاحب متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ ایک فرمائش ہماری ہے اقبال اوس کا کرو توعین سلوک و احسان ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ فدوی فرمائش عالی کو موجب سعادت دارین جانکر بجان و دل مصروف ہو ۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک عزیز میر ضیاء الدین نام متخلص بہ عبرتؔ متوطن شاہجہاں آباد ، خوش باش قصبہ رامپور ہمارے آشنا تھے ۔ گاہ گاہ مشق شعر کی بھی فرماتے ۔ انہوں نے قصہ راجہ رتن سین اور پدماوت کا کہ زبان پوربی میں تصنیف ہوا ملک محمد جائسی کا ہے زبان ریختہ میں تصنیف کرنا شروع کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) گئے تھے اور آخر عمر تک وہیں رہے ۔ قلندر بخش جرارت بھی چند سال ان کی سرکار میں ملازم رہے ۔ عبرتؔ ان کے ہی شاگرد تھے ۔ انہوں نے پدماوت میں استاد کی شان میں لکھا ہے ؎

کہوں کیسا وہ نواب زماں ہے	قلم آسا سراسر نکتہ داں ہے
مضامیں کس طرح کرتا میں ایجاد	نہوتا گر محبت خاں سا استاد
اصول و منطق اسکی ہیں زباں پر	ہے فن شعر اوسکا ادنیٰ جوہر
سخن کے سقم کا ہے وہ فلاطوں	کہ اوس کے ہاتھ میں ہے نبض مضموں
دل استادوں کے ہوں ہر چند عالی	ہے اوسکے آگے جیوں مینائے خالی
ہر ایک مضمون رنگیں بیش و کم سے	وہ لکھتا ہے رگ گل کے قلم سے
خدا رکھے اوسے دلشاد و دائم	بحق پنجتن پاک معظم

تفصیلی مطالعے کے لئے دیکھئے میرا مضمون " نواب محبت خاں محبتؔ اور ان کا کلام " مطبوعہ معارف اعظم گڑھ مئی ۱۹۴۴ء و جون ۱۹۴۴ء

[۱] غلام محمد خاں نواب رامپور اور فرنگیوں کے درمیان ۸ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۲۰۹ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۷۹۴ء سنکھاندی کے کنارے موضع بھتورا ضلع بریلی میں لڑائی ہوئی تھی جس میں انگریزوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی ۔ افواج رامپور کے سپہ سالار بجو خاں تھے جو لڑائی میں شہید ہوئے ۔ ان کی اور ان کے ساتھی بلند خاں کی قبریں ہنوز اس میدان میں موجود ہیں جہاں آپ شہید ہوئے تھے ۔

اور رقم اپنی یہاں تک تحریر کیا کہ راجہ رتن سین مالک چتوڑ کا عشق پدم
کے سے شہرا پنے سے ساتھ سولہ ہزار رفیق ہم پیالہ مدت بعید میں شہر
سنگل دیپ میں داخل ہو کر ایک پرستش گاہ میں کہ قریب پانچ پدم کے تھی
ڈیرہ کیا پس یہ حکایت نہایت کو پہنچی کہ میر ضیاءالدین عبرت کو مرض الموت
ہوا اور طرف دارالبقا کے قدم رنجہ فرمایا - اب عرصہ سات آٹھ برس کا گزرا
کہ کوئی موزوں طبع کچھ کچھ اپنے جی میں سمجھ کر واسطے تمام کرنے اس درد
الیتام کے دست انداز نہوا اور وہ صاحب فرمائش زبدہ خوانین روزگار
یعنی بخو خاں سپہ سالار بھی بیچ کارزار فرنگیاں رفاقت نواب غلام محمد خاں
پسر نواب فیض اللہ خاں بنام آوری تمام کام آیا - مہربان من اب استدعا
مشتاقوں کی یہ ہے کہ یہ قصہ عجیب و غریب بیچ سلک نظم آبدار کے آب و
تاب انتظام کی پاوے اور کئی آشنا مجوز ہوئے کہ نظم کرنا قصہ باقی ماندہ
کا عین صلاح ہے میں نے بخاطر عالی مولوی قدرت اللہ شوق وغیرہ سے
باقی ماندہ یہ قصہ عجیب و غریب بہ کاوش بسیار یک دینم ماہ میں اتمام کیا -

عشرت نے ۱۷۹۶ء میں ڈیڑھ ماہ کی مدت میں پدماوت انجام کو پہنچا دی جو پہلی بار بیت السلطنت یعنی مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۲ جمادی الاول ۱۲۶۵ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۸۴۸ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی - اس وقت میرے پیش نظر پدماوت کا یہی ایڈیشن ہے - اس کی ترتیب اس طور پر ہے - ابتدا میں حمد پاک اس کے بعد نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم - اس کے بعد پیر طریقت کی مدح - بعدہٗ نواب محبت خاں محبتؔ کی مدح - اس کے بعد نواب فیض اللہ خاں کی مدح - اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے اس نسخے میں قصہ پدماوت علی الترتیب یہ ہے -

سنگلدیپ[1] کے راجہ کی لڑکی پدماوتی صورت و سیرت میں لاثانی تھی - اس کے پاس ہیرامن نامی ایک طوطا تھا جو گفتگو میں ماہر دانا و بینا تھا ایک دن وہ راجہ کے غصے سے ڈر کر اڑ گیا اور گھومتا گھامتا چتوڑ پہنچا جہاں ایک چڑیمار کے ہاتھ چڑھ گیا - چتوڑ کے راجہ رتن سین نے اسے چڑیمار سے خرید لیا - راجہ کی بیوی ناگ متی کو اپنے حسن و جمال پر غرور تھا اور وہ پدمنی کے حسن کی تعریف طوطے کی زبان سے سن کر آگ بھبوکا ہو گئی - اس نے طوطے کو مارنے کا ارادہ کیا لیکن وہ بچ گیا اور اس واقعے کی خبر راجہ رتن سین کو پہنچی - طوطے نے راجہ رتن سین کو تمام واقعہ سنایا

---

[1] گریرسن کے بموجب سنگلدیپ سے مراد سیلون ہے -

اور پدماوتی کے حسن کی تعریف کی۔ راجہ پدماوتی پر نادیدہ عاشق ہوگیا۔ اس نے جوگی کا لباس پہنا اور اپنے آزمودہ سپاہیوں کو لے کر جو جوگیوں کے بھیس میں تھے۔ سنگلدیپ کی راہ اختیار کی۔ یہ لشکر سفر تمام کرکے سنگلدیپ کے ایک بتخانے میں فروکش ہوا۔ طوطے نے رانی پدماوتی کو راجہ رتن سین کی آمد کی اطلاع دی۔ پدماوتی رتن سین کے حالات سن کر اس پر عاشق ہوگئی۔ اس نے پہلے ایک سہیلی کو بھیجا جو رتن سین کو دیکھ گئی اس کے بعد اس نے راجہ کو خواب میں دیکھا۔ ایک دن دونوں کا آمنا سامنا ہوگیا۔ راجہ رتن سین سنگلدیپ کے قلعہ میں داخل ہونے کے لئے ایک چشمے میں کودا جو قلعہ میں جاتا تھا اور نیم مُردہ ہوکر پکڑا گیا۔ پدمنی کے باپ راجہ گندھرو سین نے چوری کی پاداش میں رتن سین کو پھانسی پر چڑھانے کا حکم دے دیا اس پر جوگیوں نے جو دراصل آزمودہ سپاہی تھے قلعہ کا حصار کرلیا اور گندھرو سین کی فوج پر غالب آگئے۔ پسپائی کی وجہ سے گندھرو سین نے پدماوتی کو رتن سین سے بیاہنا منظور کرلیا۔ دونوں کی شادی ہوگئی اور چتوڑ واپس آگئے۔ راجہ رتن سین کا ایک درباری پنڈت جس کا نام رادھو چیتن تھا راجہ سے ناراض ہوکر دلّی آیا اور اس نے سلطان علاؤالدین سے پدمنی کے حسن کی تعریف کی۔ سلطان علاؤالدین اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے چتوڑ پر چڑھائی کردی اور فریب سے راجہ رتن سین کو گرفتار کرکے دلّی لے گیا۔ پدماوتی کو جب یہ خبر ملی تو وہ بہت بے چین ہوئی اور اپنے شوہر کی رہائی کی تدبیر کرنے لگی بالآخر وہ گورا اور بادل نام کے دو چھتریوں کی مدد سے راجہ رتن سین کو علاؤالدین کی قید سے چھڑا لائی۔ اس کے بعد راجہ رتن سین اور راجہ دیوپال جو کنبھلیز کا والی ریاست تھا لڑائی ٹھن گئی کیونکہ رتن سین کی عدم موجودگی میں اس نے پدماوتی کو پیغام شادی بھیجا تھا۔ اس لڑائی میں رتن سین اور دیوپال دونوں ہی مارے گئے۔ پدمنی نے شوہر کے مرنے کے بعد خود کو نذر آتش کردیا جیسا کہ رسم تھی۔ جب علاؤالدین دوبارہ فوج لے کر چتوڑ پہنچا تو وہاں راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں ملا"

نصف قصہ یعنی راجہ رتن سین کا سنگلدیپ پہنچ کر بتخانے میں فروکش ہونا۔ میر ضیاءالدین عبرت نے نظم کیا اور باقی ماندہ عشرت نے۔

اب غور کیا جائے تو پدماوت پر گفتگو کے لئے تین پہلو پیدا ہوتے ہیں۔ اولاً پوری پدماوت کا جائسی کی پدماوت سے مختصر مقابلہ۔ ثانیاً عبرت کے تصنیف کردہ اشعار کا اجمالی جائزہ اور آخر میں عشرت کے اشعار کا تقابلی مطالعہ۔

عبرت و عشرت کی پدماوت جائسیؔ کی پدماوت کا ترجمہ نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہر دو شاعروں کے پیش نظر پدماوت کے دکنی اور فارسی نسخے رہے اور "کچھ کچھ اپنے جی میں سمجھ کر" مثنوی کی تشکیل کردی۔ اصل میں جائسیؔ کی پدماوت اور عبرت و عشرت کی پدماوت میں ظاہری فرق بھی ہے اور باطنی بھی۔ جائسیؔ کے یہاں تفصیل بے طوالت

ہے۔ عجلت پسندی کے بجائے ٹھہراؤ اور سکون ہے۔ جسمانی ربط ہے۔ تخیلاتی ربط ہے۔ ماحولیاتی ربط کے ساتھ مزاج اور لہجے کا ربط ہے۔ جائسی کی پدماوت میں شدت روانی کے علاوہ سمندر کا اتھاہ عمق بھی ہے۔ وہ صوفی تھے، مسلمان صوفی، وحدت الوجود کے پرستار، مشاہدے اور تصورات میں روشنی کے متلاشی۔ عابد و زاہد اور تزکیہ نفس کے بندے۔ وہ ہندی مابعد الطبعیات پر بھی عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ایرانی تصوف کو ہندی اشارات و کنایات اور ہندی، رمز و ابلاغ کے ذریعہ پیش کیا۔ انہوں نے ایک نیم تاریخی عوامی کہانی کو عوامی زبان میں لکھا اور جا بجا صنعت گیری بھی کی جو سنسکرتی افکار کے مقابلہ میں فارسی علم بیان و بدیع کے زیادہ نزدیک ہے۔

عبرت و عشرت نے جائسی کی پدماوت سے قصہ اخذ کیا اور وہ بھی ترمیمات کے ساتھ۔ اس قصے میں انہوں نے اپنا رنگ بھرا۔ یہ رنگ اس دور کے عصری رجحانات کے ماتحت تھا۔ اس کا چوکھا پن صرف شاعری سے عبارت ہے ان دونوں نے ہی جائسی کے مابعد الطبعیاتی تخیلات اور صوفیانہ رموز و اشارات کو نہیں اپنایا۔ ان دونوں نے صرف شاعری کی اور قلم کے جوہر دکھائے۔ جائسی نے اس قصے میں معنی پیدا کئے تھے۔

हिय सिंघल बुधि पदमिनी चीनहा	/	तन चितउर मन राजा किनहा
बिन गुरु जगत को निगुन पावा	/	गुरु सुआ जेह पंथ दिखावा
नाँचा सोइ न एहि चित बंधा	/	नागमती यह दुनिया धंधा
माया अलाउदीं सुलतानू	/	राघव दूत सोइ सैतानू

عبرت اور عشرت کی نظر میں یہ صرف ایک ادبی قصہ تھا جس کی تالیف کا مقصد محض تفنن طبع تھا۔ انہوں نے اس عہد کے ازلی حالات میں عمدہ شاعری پیش کی اور اس اعتبار سے ان کی پدماوت کا مقصد پورا ہوگیا۔ تفنن طبع کے ساتھ ازلی حیثیت کی گنجائش بھی پیدا ہوگئی۔ اس نقطہ نظر سے دونوں ہی کامیاب نہیں اور اردو مثنوی کے ارتقا میں دونوں کا ذکر ناگزیر رہا۔

میر ضیاء الدین عبرت بلند پایہ صنعت کار شاعر تھے۔ انہیں انتخاب الفاظ پر حیرت انگیز قدرت حاصل تھی مختلف صنعتوں کو مستقل برتنے کے بعد بھی ان کے کلام کی روانی اور زود اثری میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایسا کلام ۱۷۸۸ء میں یا اس سے پہلے لکھا گیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ برجستگی اور بے باکی، حقیقت پسندی اور ظاہری حسن کی پرستش ہندی دوہے اور گیت کی دین ہے۔ جس کے اثرات اس وقت تک بالکل ختم نہیں ہوئے تھے اور صنعت کاری، فکر انگیزی اور رمزیت فارسی سے مستعار ہے جس کے اثرات اردو پر مرتسم ہو رہے تھے۔ من کلام ۵

چلو اور اسکو دیوانہ بنائیں — دل صحرا پری خانہ بنائیں
گل چنپا کہاں بن میں کھلا ہے — تری چنپا کلی سے خوشنما ہے
ہے شاخ سبز پر غنچہ نمودار — ترے طوطے کی جیسے سرخ منقار

(سہیلیوں کا پدماوتی کو سیر چمن کی رغبت دلانا)

عصا خور راہ لے کر اہتمامی — ہوا جیوں چوبدار اس کا سلامی
اوٹھی تعظیم کو نرگس بھی لاچار — سہارے سے عصا کے مثل بیمار
کبھی غنچے سے پنجہ جوڑتی تھی — دل عاشق کی صورت توڑتی تھی
کبھی رکھتی تھی گل کو بر سر گوش — کہ کہہ احوال اپنا اے چمن پوش
کبھی پھینک اوس کو یوں تھی مسکراتی — کہ سرگوشی نہیں مجکو خوش آتی
کبھی لالہ کو فرماتی تھی ہنسکر — کہ تونے داغ کھائے ہیں کیسپر
غرض مثل صبا دامن اٹھا کر — سر ہر گل پہ اک ٹھوکر لگا کر
میں کہتا تھا کہ سرو بوستاں ہے — نہ سمجھا یہ کہ تو سرو رواں ہے

(سیر باغ کو پدماوتی کا جانا)

یہ اشعار مثنوی گلزار نسیم (۱۸۳۸ء) سے پچاس سال پہلے لکھے گئے۔ کیا میر ضیاء الدین عبرت دیاشنکر نسیم کے پیشرو نہیں معلوم ہوتے؟ میر غلام علی عشرت اس انداز شاعری کا عکس نہیں ہیں۔ وہ تنگ نہیں جڑتے، حباب پر نقش نہیں بناتے وہ سادگی میں ہی دلآویزی پیدا کرتے ہیں۔ اصل میں وہ میر حسن سے متاثر ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور داستان سحر البیان میں مثنوی میر حسن کے کثیر تعداد میں اشعار نقل کئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میر حسن سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ پدماوت میں انہوں نے فصاحت بیان اور جزئیات نگاری پر نظر رکھی اور کامیاب ہوئے۔ عشرت اور عبرت میں وہی فرق محسوس ہوتا ہے جو میر حسن اور دیاشنکر نسیم میں۔ از دست ؎

تنگ آیا ہوں میں بھی زندگی سے — نہ خوش آیا ہے جینا مجکو جی سے
جو میرے سامنے دیوار و در ہے — پدم کی شکل ہی پیش نظر ہے
جھوکا نا سرکا ہے عین عبادت — شہادت بلکہ سرتاپا سعادت
زہے قسمت کہ مارا جاؤں میں آج — تو جانوں عشق کی پائی میں معراج

(رتن سین کا بعد گرفتاری محرومی دلدار پر افسوس کرنا)

پلادے مجکو ساقی جام عشرت — بجاؤں دل سے میں شادی کی نوبت

ہزاروں رتھ مرصع اور مطلا — تھی کلسی جنکی نہرو مہ سے زیبا
چڑھا کوئی شتابی پالکی پر — چلا کوئی چڑھ اپنی نالکی پر
گلوں کی ٹہنیاں لاکھوں نمودار — شگفتہ سرپہ شہدوں کے وہ گلزار
ہزاراں آتشیں طاؤس رقصاں — خجل ہو جس سے طاؤس گلستاں
وہ آتشبازی کا چھٹنا وہ چکر — کہ تھا اک کرۂ آتش مدوّر
برات ایسی چلی آراستہ جب — ہوا گلزار گویا راستہ سب
کوئی فیل سیہ پر جلوہ گر تھا — کبھی تو ابر کے اوپر قمر تھا
کوئی گھوڑے پہ چڑھ کے غیرت ماہ — رکاب دولت نوشہ کے ہمراہ
نہیں دیکھا کبھو عالم یہ درخواب — جو تھی ہر مہروش کے ہاتھ مہتاب
چراغوں کی دورستہ گوشہیں باڑ — کنول روشن ہزاروں سینکڑوں جھاڑ
ستارے تھے نہ گردوں پر نمایاں — فرشتوں نے کئے روشن چراغاں
اسی صورت غرض باشوکت وشاں — کہے تو تھا عجب چلتا گلستاں

(رتن سین کا با جاہ و تجمل نوشہ بنکے آنا)

بہم دونوں وہ مصروف طرب تھے — کہ لب سینہ بہ سینہ لب بہ لب تھے
رتنؔ تو مستعد ہوکر وہ مائل — کہ اپنے دست اس مہ کے حمائل
ہوا پرجوش جب ابر گہربار — کئے زیب صدف بھر در شہوار
جو تھا وہ راز مخفی ورِ ناسفت — بسان دو ہلال نو بہم جفت
کسی کا رنگ چوں مہتاب فق تھا — کسی کا رنگ رو مہر شفق تھا
برآیا بسکہ اون کا کوکب وصل — کہ بعد روز ہجراں تھی شب وصل

(وصال و ساعت شادمانی)

لگے مل مل کے آپس میں وہ رونے — گہر آنسو کے پلکوں پر پرونے
سو اب قسمت میں ہم کو واں ہے جانا — نہیں ممکن جہاں سے پھر کے آنا
دعا سے ہم کو اکثر یاد کیجو — سنایا کچھ کہا ہو بخش دیجو

(راجہ رتن سین کی پدم سے آخری ملاقات)

وہ گھر تھا یا کہ اک ماتم سرا تھا — کہ ہر سو آہ و نالہ ہو رہا تھا

کلیجہ پکڑے ایدھر اس کی مادر　　اودھر دست بر دل اوسکی خواہر
مدادا اور دعائیں گرم بتدبیر　　سبھی شے چارہ گر برعکس تقدیر
اودھر فرزند اوسکے خاک برسر　　جمی گرد یتیمی اونکے منہ پر
کوئی سر پیٹتا پھرتا تھا روتا　　پچھاڑیں کھا کے کوئی جان کھوتا

(راجہ رتن سین اور پدم کی موت کے بعد آہ و بکا)

عشرت اور عبرت دونوں دو جدا جدا رنگ شاعری کے نمائندے ہیں اس کے باوصف تمام پدماوت عشقیہ شاعری جذبات کی تحلیل، جزویات نگاری، عصری رسوم و حالات سے بھری پڑی ہے۔ ان کی مثنوی میں نہ تصوف ہے نہ فلسفہ، نہ مابعد الطبیعاتی بیان اور نہ رمزیہ انداز نگارش اور نہ تمثیل کے ذریعے دنیا اور ماورائے دنیا پر درس اخلاق یہ دونوں صرف شاعر تھے، نہ صوفی نہ فلسفی۔ انہوں نے صرف شاعری کی، دنیاوی شاعری جس میں نہ صوفی کے قلب کی وسعتیں ہیں اور نہ اس کے تصور کی اسیتا۔ کام و دہن کی یہ شاعری اردو مثنوی کی تاریخ میں ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔

کتاب کے ترقیمے میں عشرت کا ہی قطعہ تاریخ درج ہے۔ اس کے آخری شعر میں "تصنیف دو شاعر" سے تاریخ تصنیف نکلتی ہے ؎

کہا دل نے اسے دیکھے جو شاعر　　بلاشک جانے تصنیف دو شاعر

۱۲۱۱ھ مطابق ۱۷۹۶ء

ریاض الحسین　　۱۲۲۳ھ　مطابق ۱۸۰۸ء

یہ ستاون جزو پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے۔ یہ غیر مطبوعہ رہی۔ اس کا مکمل مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔ یہ ۱۲۲۳ ہجری کا اصل نسخہ نہیں ہے۔ اس کو ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء میں میاں عظیم اللہ نے ملا شیر محمد آخون کے لئے نقل کیا۔ اس طرح یہ نسخہ اصل نسخے سے اٹھائیس سال بعد کا ہے۔

عشرت نے ریاض الحسین کی تصنیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ؎

بفضل خدا اب یہ آیا خیال　　فکر عمر کو ضائع در خط و خال
کیا عہد دل میں برب کریم　　کہ دنیا میں جب تک رہوں گا مقیم
خدا تیرے میں فضل سے درجہاں　　رہوں گا بہ نعت نبی بر زباں
ائمہ کی دائم لکھوں گا ثنا　　کہ دنیا و دیں میں ہیں وہ مقتدا
عزیز دجو یہ عہد میں نے کیا　　برائے خدا تم بھی مانگو دعا

کہ حق ہو مددگار میرا مدام — بحق محمد علیہ السلام
لہٰذا ہوں تصنیف کرتا کتاب — کہ جس کا صلہ لوں بروز حساب
بیاں کر نبی کے سبھی نور عین — رکھا نام اس کا ریاض الحسین

اصل میں یہ مثنوی حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت امام مہدی تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ کل بارہ ابواب
ہر باب میں ترتیب وار حالات منظوم کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے ۔
باب اول ۔ از آدمؑ تا یحییٰؑ ۔ باب دوم ۔ بحال رسولؐ ۔ باب سوم در واردات بتول ۔ باب چہارم ۔ باخبار
دین ۔ باب پنجم ۔ بحال عمرؓ ۔ باب ششم ۔ در مناقب عثمانؓ ۔ باب ہفتم بحال شہ ذوالفقار علی کرم اللہ وجہہ ۔
باوصاف ذکر حسنؓ ۔ باب نہم در واقعہ مسلم ابن عقیلؓ ۔ باب دہم در ذکر امام حسینؓ ۔ باب یازدہم دربیان
عیال حسینؓ ۔ باب دوازدہم دربیان امام مہدیؑ ۔
اس مثنوی کی تصنیف سے عشرت کا بنیادی مقصد آئمہ کی ثنا و صفت ہے ۔ مراثی کی طرح ایسی کتاب کا مقصد
عزا بھی ہے ۔ عشرت اس مثنوی کے ذریعے دونوں مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں ۔ مراثی کی آئندہ کامیابی کا سبب
[illegible] و دبیر کے ذریعے حاصل ہوئی رزمیہ انداز بیاں ، جذبات نگاری ، واقعہ نگاری اور مرقع نگاری ٹھہرے
[illegible] کی مثنوی میں یہ مرثیہ کی خصوصیات ممکن تھیں لیکن ان کے سامنے ان خصوصیات پر مشتمل نہ کوئی مثنوی تھی اور
[illegible] ۔ عشرت نے حسب روایت واقعہ کربلا ایک واقعے کی طرح پیش کیا اور مثنوی میں جب بھی موقع ملا نوحہ جات
[illegible] گریز کر کے ایک نوحہ لکھدیا ۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتے وقت جب وہ چاہ کے بیان پر آتے
انہیں نوحے کی طرف گریز کا موقع مل جاتا ہے ؎

عجب طرح کا اس پہ گزرا الم — کہ عاجز ہے جس میں زبان قلم
ذرا غور کیجو بدردو بکا — ہوا تشنہ لب جب شہ کربلا
سر سرور دیں معہ اقربا — بخوں غرق نیزے کے اوپر چڑھا

اور اس کے بعد وہ نوحہ تحریر کر دیتے ہیں ۔ سچ پوچھئے تو ریاض الحسین میں ان گنت نوحہ جات کھل رہے
مجالس عزا کے لئے یہ کتاب لاجواب ہے ۔
صاحب شعر الہند نے واقعہ نگاری پر گفتگو کرتے وقت لکھا " واقعہ نگار کسی تاریخی واقعہ کو بے کم و کاست
[illegible] دے ۔ اس کے لئے صرف زبان پر قدرت درکار ہے ۔ شاعری کی چنداں ضرورت نہیں " ریاض الحسین میں تاریخی

[illegible] شعر الہند حصہ دوم از عبدالسلام ندوی صـ ۱۳۰

واقعات بے کم وکاست بیان کئے گئے ہیں ۔ ان میں شاعری نہیں ہے ۔ عشرتؔ کو زبان پر قدرت حاصل تھی وہ بے عیب زبان میں روانی وتسلسل کے ساتھ واقعات نظم کرتے چلے جاتے ہیں ۔ مثنویات ومراثی کی جزئیاتی تفصیل ، جذبات نگاری ومرقع نگاری جو شاعری سے عبارت ہیں ریاض الحسین میں مفقود ہیں ۔ اس وقت ایک مذہبی مثنوی اس کی متحمل بھی نہیں تھی ۔ ریاض الحسین میں اعلیٰ پائے کی صرف بیانیہ شاعری ملتی ہے ؎

نظر شہ کی پڑتی تھی جاکے جدھر   ہوا دار آتا تھا ایک لشکر
سوار و پیادہ ہزاراں ہزار   ہر ایک سمت سے کرتے تھے کارزار
ہوا تیر باراں جو ہر چار سو   ہوئی حملہ آور سپاہ عدو
کہ اس میں وہ شہزادۂ دیں پناہ   پیادہ ہوا اپنے گھوڑے سے آہ
پیادہ ہوا جب وہ با احتشام   جھکا اس پہ اعدا کا لشکر تمام
دریں حال وحسرت وصد باالم   جبیں پر لگا ایک تیر ستم
وہ پیشانیٔ بوسہ گاہ رسول   ہوئی زخمی ہے ہے زتیر جہول
جو شہ نے کیا کھینچ کر تیر دور   جبیں سے ہوا خون کا ایک وفور
دلے منہ پہ مل خوں شہ با کمال   سنا سب کو کرتا تھا یوں قیل وقال
کہ یہ شکل پر خوں بخلد بریں   دکھاؤں گا جاکے نبی کے تئیں
باایں وضع مجروح سب تن بدن   میں لیجاؤں گا آج پیش حسنؓ
دیکھا شکل ناناؐ کو میں زار زار   کروں گا بیاں حال تفصیل وار
چلا خنجر ظلم بر حلق شاہ   زمانہ ہوا پر ز فریاد و آہ
مکدر ہوئے آسمان و زمیں   ہوئے حور وغلماں سب اندوہگیں
ہوئے جن و انسان وحش وطیور   بفریاد وزاری نپٹ ناصبور
گیا مرغ و ماہی سے آرام وچین   اٹھا سو بسو نالۂ واحسینؓ
شہید جفا ہے تمہارا حسینؓ   کہ بے سر پڑا ہے تمہارا حسینؓ
خبر لو کہ ہم پر قیامت ہے آج   کہ جگ سے اوٹھا ہے تمہارا حسینؓ
اوٹھا کر مدینہ کو تم لے چلو   یہاں آ بسا ہے تمہارا حسینؓ
لو آکر ملا دو بہن بھائی کو   نہیں بولتا ہے تمہارا حسینؓ
شجاعت تو دیکھو ہزاروں میں آ   اکیلا لڑا ہے تمہارا حسینؓ

ان اشعار کی بلکہ تمام مثنوی کی تاریخ اہمیت ہے ۔ شمالی ہند میں عشرتؔ کے عہد میں اور ان کے ہوش سے پہلے فضائل علی خاں بے قیدؔ[1] کی مثنوی، مثنوی اسرار محبت، مثنوی سحر البیان اور مثنویات میرؔ مقبول عوام تھیں۔ یہ سب مثنویات عشقیہ تھیں ۔ ایسی مثنویات جن کا موضوع واقعہ کربلا ہو یا مختصراً مذہب ہو اردو کے دبستان دکن کا عطیہ ہیں ۔ ریاض الحسین اس اعتبار سے تاریخی اہمیت کی حامل ہے کہ شمالی ہند میں اپنے موضوع پر یہ بھرپور مثنوی جو ستاؤن جزو پر مشتمل اور پاک صاف رواں دواں زبان میں لکھی ہوئی یہ مثنوی شمالی ہند میں اردو مثنوی کے ارتقا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس کے ڈانڈے سید محمد فیاض ولی دکھنی کی روضۃ الشہدا (تصنیف ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء) سے ملتے ہیں اور اس مماثلت کی بنا پر جو ان دونوں میں محسوس ہوتی ہے ۔ یہ گمان ہوتا ہے کہ عشرتؔ نے روضۃ الشہدا سے متاثر ہو کر ریاض الحسین تصنیف کی ۔ با لفاظ دیگر ولی دکھنی نے دس مجالس میں واقعہ کربلا اور ائمہ کا ذکر کیا ۔ عشرتؔ نے بارہ ابواب میں حضرت آدمؑ سے لیکر امام مہدیؑ تک کے واقعات قلمبند کر دیئے گویا روضۃ الشہدا کو ریاض الحسین میں چھپا لیا ، سمو لیا ۔

سحر البیان　　۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۵ء

سحر البیان (قلمی) کا ایک نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے ۔ معلوم نہیں کہ یہ نسخہ کس سن میں تیار ہوا ۔ اس نسخے پر نواب محمد سعید خاں والیٔ رامپور کی ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء کی مہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم ہی ہے ۔

سحر البیان ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۵ء کی تصنیف ہے ۔ مادہ تاریخ " فرح بخش دلہا " اور " فصیح بلیغ " سے برآمد ہوتا ہے تعداد اوراق ۱۵۲ ہے ۔ بطور خاتمہ کلام پندرہ سطریں نثر کی اور ایک قطعہ اشعار درج کیا گیا ہے ۔

---

[1] علی ابراہیم خاں نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے " دہلوی ۔ اشمس سید فضائل علی خاں ابن سید محمد علی خاں ست کہ در زمان فردوس آرام گاہ اول بہ نیابت نواب عمدۃ الملک امیر خاں و بعد ازیں بالاصالۃ صوبہ دار ٹھٹھہ بود ۔ بالجملہ مثنوی خان مذکور قریب پانصد بیت ست کہ بنہان قصہ در بیان عشق خود با یکے از ارباب طرف گفتہ ۔ اما بے نمک در قع است " تمام مثنوی بے نمک نہیں ہے ۔ میر حسن نے حسب مقدور اس کی تعریف کی ہے مثنوی او بسیار مشہور است ، در آں مقدمہ حسب حال خود مثنوی گفتہ و بلبے در ہائے معانی سفتہ " قریب پانصد شعر گفتہ است لیکن در او لخوٰ است کہ غمزہ و ادا ہائے زناں و بیان حسن آنہا کردہ و چوں آخر احوال دیوانگی خود آوردہ در حالت دیوانگی پریشان گفتہ " تذکرہ شعرائے اردو ص ۱۱۸ ۔ مطبوعہ ۱۹۴۰ء اصل میں میر حسن نے تفصیل سے اس مثنوی کا تعارف پیش کیا ہے شاید اسی سبب سے عبد السلام ندوی نے لکھا " اگر اردو میں کوئی مثنوی میر حسن کے لئے نمونہ و مثال کا کام دے سکتی تھی تو غالباً وہ یہی مثنوی تھی ۔ شعر الہند ج ۲ ص ۱۷۳

سحر البیان ایک منثور داستان ہے۔ جس میں شہزادہ یوسف شاہ اور شہزادی حسن آرا کی فرضی داستان عشق پیش کی گئی ہے۔ عشرت نے سحر البیان کی تصنیف پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

"اے یاراں سخن طراز و سخندانان نکتہ پرداز ہر چند یہ قصہ کہ مسمّیٰ بداستان سحر البیان ہے بے بود و بے نمود بے شہود وجود فی الحقیقت شدہ بود کے نہ رکھتا تھا لیکن بخیال طبع آرائی و زباندانی آرائی فصاحت لسانی و بلاغت بیانی بعبارت پوچ و بے معنی لاشے لایعنی بپاس خاطر عاطر و تفریح مزاج دوستاں جانی و جمیع سخن رساں و اہل معانی کے ساختہ و بے ساختہ تحریر و تقریر کیا اور چہرۂ دروغ حقیقت کو گلگونہ فروغ و فصاحت لفظی و نقش و نگار بلاغت معنوی سے ایسا آراستہ پیراستہ کر کے جلوۂ نمائش کا دیا کہ دل و دیدہ نظر و نگاہ خاص و عام جمہور انام کو حسن باکمال بے زوال اس کا منظور ہوا ....."

سحر البیان کی کہانی مختصر الفاظ میں یہ ہے۔

ملک مصر کے نواح میں ایک شہر حسن آباد نام نہایت دلکش کنارے دریائے نیل کے آباد و معمور تھا۔ یعقوب شاہ نامی بادشاہ اس کا حکمران تھا۔ اس کے ایک بیٹا تھا نام یوسف شاہ برس بارہ تیرہ کا صاحب جمال باکمال کہ بہت سے درویشوں خدا پرستوں کی دعاؤں سے پیدا ہوا تھا۔ ایک دن یوسف شاہ وزیر با تدبیر بہرہ مند خاں کے ساتھ شکار کو گیا۔ شہزادے نے ایک غزال کا پیچھا کیا اور راستہ بھٹک کر حسن آرا نامی شہزادی کے قلعہ طلسمات میں پہونچ گیا۔ شہزادی پہلی ہی نظر میں یوسف شاہ پر عاشق ہوگئی۔ حسن آرا کی وزیرزادی روشن آرا بیگم کی تدبیر سے عاشق و معشوق میں ملاقات ہوگئی۔ قلعہ طلسمات پر ماہرو نامی پری کا گزر ہوا اور وہ یوسف شاہ پر عاشق ہوگئی اور سوتے میں شہزادے کو اڑا لے گئی۔ حسن آرا کے درد مہجوری سے متاثر ہو کر روشن آرا بیگم شہزادے کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ ایک دیو نے روشن آرا بیگم کو دیکھا اور عاشق ہو کر اس کو لے اڑا۔ روشن آرا بیگم نے خواب بشارت میں ایک پیر مرد خضر سیرت سبز پوش کو دیکھا جنہوں نے مدد فرمائی۔ اس اثنا میں دانشمند وزیرزادہ جو یوسف شاہ کی تلاش میں نکلا تھا کجلی بن میں پہنچا جہاں روشن آرا بیگم دیو کی قید میں تھی۔ دونوں میں ملاقات ہوئی اور ایک دوسرے پر عاشق ہوگئے۔ دانشمند نے دیو کو مار دیا اور قید سے رہا ہو کر وزیرزادی کے ہمراہ مہم پر روانہ ہوگیا۔ راہ میں تسمہ پا مل گئے جنہوں نے دانشمند کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ دانشمند کے ایک ساتھی شاہ خاں کی مدد سے جو راستہ میں بچھڑ گیا تھا تسمہ پاؤں سے رہائی ملی۔ اس کے بعد دانشمند اور اس کے تمام ساتھیوں کی

ت پیر مرد خضر صورت مسمی چہرا شاہ کی دعا سے وزیر زادی اور ہمراہیوں سے ہوگئی۔ چہرا شاہ نے ان سب کی ملاقات
۔ دوسرے سے پیر مرد صفا شاہ سے کرائی جنہوں نے جنوں اور پریوں کے راجہ اندر بہادر کو بلا کر یوسف شاہ کی تلاش
مادہ کیا۔ سیاح پری نے یوسف شاہ کا کھوج لگایا۔ راجہ اندر بہادر نے ایک دیو قندر فرغار نامی کو پری ماہرو
سرکوبی اور شہزادہ یوسف کی رہائی کے لئے لشکر جرّار کے ساتھ روانہ کیا۔ پری ماہرو فرار ہوگئی اور یوسف شاہ رہا
یا۔ راجہ اندر بہادر نے شہزادے کو ایک طلسماتی صندوقچہ، انگشتر سلیمانی اور لعل رمانی عطا کیا تاکہ وقت ضرورت کام
ے۔ بالآخر حسن آرا بیگم اور روشن آرا بیگم میں ملاقات ہوگئی۔

اس کے بعد یوسف شاہ کی حسن آرا بیگم سے اور دانشمند کی روشن آرا بیگم سے شادی ہوگئی۔

اس کہانی میں داستان طرازی کا جوہر ملتا ہے۔ قصہ میں طوالت ہے۔ اصل قصہ یوسف شاہ اور حسن آرا کے عشق
ہے لیکن اس کو طویل بنانے کے لئے دانشمند اور روشن آرا کا ضمنی قصہ چپکا یا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف مہمات ہیں۔
سب مل کر داستان بن جاتی ہیں۔ کہانی کو استعجاب اور ہیجان کے ماحول میں پیش کرنے کے لئے دریائے نیل کے کنارے
بایا گیا ہے۔ اس وقت عوام جغرافیہ سے نابلد تھے۔ قاف وختن، مصر و یمن ایسے ملکوں کا نام تھا جہاں دیو جن اور
ی بستے تھے جہاں زندگی کی لذّتوں کی افراط تھی اور جہاں شہزادے اور شہزادیوں کی مہمات انجام کو پہنچتی تھیں۔ انکی
ئی کہانی کو آگے بڑھانے کے لئے، کہانی میں دلکشی پیدا کرنے کے لئے، عوام کی اعتقادی نظر کو تسکین دینے کے لئے
ہرا شاہ، صفات شاہ، راجہ اندر بہادر، طلسماتی صندوقچہ، انگشتر سلیمانی اور لعل رمانی کا سہارا لیا گیا۔ یہ فوق فطرت عنصر
یم داستانوں کی روایت کے مطابق ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ کردار پیش کئے گئے۔ یہ سب اپنے اپنے فن میں طاق
یں۔ ان کا حسن، ان کا عشق، ان کی شجاعت، ان کی مکاری، ان کی دانشمندی غرض کہ ان کی جملہ صفات مثالی ہیں۔
داستان گو کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچتے ہیں اور ضرورت قصہ کے مطابق ان سے کام لے لیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی
مقصد بھی نہیں ہے اخلاقی یا سماجی، اس کی تصنیف "بپاس خاطر خاطر و تفریح مزاج دوستان جانی" کے لئے ہی ہوئی کیونکہ
استان گوئی کے عہد میں زیادہ سے زیادہ تفنن طبع کا مواد فراہم کرنا ہی داستان گوئی کا مقصد تھا۔

عشرتؔ کی سحر البیان داستان طرازی کی ان صفات سے مزین ہونے کے باوجود بزرگ داستانوں کی طرح بھاری
بھرکم نہیں ہے۔ اس کے ضمنی قصوں، مہمات اور فوق فطرت کا معیار باغ و بہار سے بھی نیچا ہے۔ اس کو مکمل پڑھنے کے بعد
ذہن پر وہ اثر نہیں پڑتا جو باغ و بہار اور آرائش محفل کو پڑھنے کے بعد کافی دیر تک قائم رہتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے
کہ عشرتؔ کو گپ اڑانے کی مشق نہیں تھی۔ سحر البیان ایک درمیانی حیثیت کی داستان ہے۔ اس کے ماحول میں وہ ندرت افری
نہیں ہے جو مشہور داستانوں میں ملتی ہے۔

درحقیقت کسی بھی داستان کی دو باتیں زیادہ اہم ہیں جن کا کھوج لگانا اور زیر گفتگو لانا ضروری ہے۔ اولاً وہ

معاشرتی خاکے جوان داستانوں میں ملتے ہیں ثانیاً زباندانی۔ سحرالبیان میں معاشرتی کوائف کا ذکر کرتے وقت عشرت نے ہمہ دانی کا ثبوت دیا ہے۔ لباس، زیور، ملازمین، سازوسامان وغیرہ کا ذکر ہو یا مختلف رسموں کی بجا آوری کا بیان، عشرت نے بے حد کے اصول پر عمل کیا ہے۔ وہ درباری آدمی تھے اور لوازمات امارت سے ان کی واقفیت محدود تھی۔ انہوں نے جب کھانوں کا ذکر کیا تو ایکسو باسٹھ قسم کے کھانے گنائے جس میں تیئیس اقسام کی صرف روٹیاں تھیں۔ اسی طرح انہوں نے جب لباس زیور ملازمین وغیرہ کا ذکر کیا تو اپنی دانست میں کوئی نام کوئی قسم چھوڑی نہیں۔ باغ کی آراستگی، شادیوں کی دھوم دھام، وصل وشادمانی کی منظر نگاری، مختلف رسموں کی بجا آوری غرضیکہ ان کا قلم سرپٹ دوڑتا رہتا ہے۔ اس اعتبار سے سحرالبیان خاصی اہم ہے۔ یہ اس عہد کے نوابی کروفر اور جاگیردارانہ نظام پر مبنی زندگی کی عکاسی ہے۔ اس میں آسودۂ لذت زندگی کی مرقع نگاری اور مصنف وعوام کی دبی ہوئی لذت پسندی کا فروغ ہے۔ قصہ تو بس ایک ڈھانچہ ہے، کردار تو محض ابہام ہیں، البتہ شہزادے اور شہزادیاں، ان کا عشق اور ان کے چوچلے اندرون محل کی زندگی کا عکس نہیں جن کی عشرت مثالی تھی اور جس کی تمنا تخت پرست عوام کرتے تھے۔ ان قصوں میں، ان واقعات میں، حسن وعشق کی لگاوٹ میں عشرت پسند عوام کے دل کی دھڑکنیں ہیں، ان میں بے فکروں کی خیالی مٹرگشت، چسکی بازوں کا نشۂ تصور اور واقف کار اونچے طبقے کی واہ واہ پوشیدہ ہے۔

عشرت نے داستان کا نام سحرالبیان رکھا۔ یہ قیاس کرنے کو جی چاہتا ہے کہ انہوں نے نثر میں فصاحت کے ویسے ہی دریا بہانا چاہے ہیں جیسے کہ میر حسن نے مثنوی میں۔ عشرت نے جیسا کہ خود لکھا ہے کہ "بخیال طبع آرائی وزباندانی آرائی فصاحت لسانی بلاغت بیانی .... تحریر وتقریر کیا اور چہرۂ دروغ حقیقت کو گلگونہ فروغ فصاحت لفظی ونقش ونگار بلاغت معنوی سے ایسا آراستہ پیراستہ کرکے جلوہ نمائش کا دیا کہ دل ودیدہ نظر ونگاہ خاص وعام جمہور انام کو حسن باکمال بے زوال اس کا منظور ہوا" اس میں شک نہیں کہ عشرت نے سحرالبیان میں زباندانی کا ثبوت دیا۔ اس وقت رنگین عبارت کا ہی شوق تھا جس کے نمونے خود عشرت کی اپنی کتابوں میں تمہید سے ملتے ہیں لیکن وہ جب داستان لکھنے بیٹھے تو انہوں نے سادہ سادہ بامحاورہ زبان کو اپنایا اور روانی وصفائی کے ساتھ بے ساختہ لکھتے چلے گئے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے قلم برداشتہ لکھا اور عبارت آرائی کی مطلق کوشش نہیں کی۔ باغ وبہار اور رستانہ عجائب کے درمیانی وقفے میں سحرالبیان اپنے اسلوب کے نقطۂ نظر سے اہم تصنیف ہے۔

عشرت نے نثر نگاری میں چند باتوں کا اہتمام کیا ہے۔ وہ عبارت میں زور پیدا کرنے کے لئے خطیبانہ طرز بیان اختیار کرتے ہیں یعنی وہ مترادف الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ باینہمہ انہوں نے تکرار لفظی کا بھی بہت اہتمام کیا چنانچہ مترادفات اور تکرار لفظی سے عبارت میں بے ساختہ پن اور بہاؤ پیدا ہوگیا ہے جو ابتدا میں دلنشیں معلوم ہوتا ہے۔ اکثر وہ ہم قافیہ الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن ان کا قرینہ جملوں کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ مترادفات اور تکرار الفاظ کی طرح ایسے

الفاظ قریب قریب منثور ہوتے ہیں۔ مثلاً در دو گوش، مرصع پوش۔ بچھوے مرصع کار، جواہر نگار، وغیرہ۔ کبھی کبھی وہ ضلع جگت کا بھی اہتمام کرتے ہیں جو ان کی سادہ نثر میں بھلا لگتا ہے۔ انہوں نے روزمرہ اور محاورے پر خاص توجہ دی اور انہیں خوبی کے ساتھ برتا۔ تیسری بات جو سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہ کہ انہوں نے محل و موقع کے مطابق مثنوی میر حسن سے بکثرت اشعار نقل کئے۔ ان کی نثر میں میر حسن کے اشعار اور خود ان کے اشعار بھلے لگتے ہیں۔ یہ ان کے رچے بسے ذوق کا ثبوت ہے۔ بحیثیت مجموعی سحر البیان کی عبارت میں خارجی تزئین کے بجائے قلم اور طبیعت کی روانی ہے۔ اس کا انداز خطیبانہ ہے اس میں زور و شور ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک ایسی داستان ہے جس کی عبارت میں پڑھ کر سنانے کا لطف ہے کیونکہ اس کا طرزِ خطیبانہ ہے۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جس کا لطف پڑھنے میں کم اور سننے میں زیادہ ہے۔

بطور نمونہ چند سطریں مندرجہ ذیل ہیں۔

"یہ بھی کوئی شرط بھل نسیت حمیت آدمیت کے ہے کہ اپنی جان کے ڈر سے تم کو چھوڑ کے چلا جاؤں اور کچھ تدارک تمہاری رہائی کا نہ کروں قطع نظر اسے۔ بجائے تمہارے کوئی غیر آدمی جنس بیگانہ سے ہوتا تو بھی مجھ سے نہ ہو سکتا کہ ساری مصیبت اس کی دیکھ بھال حقیقت ماجرہ سن سنا کے چھوڑ جاتا استغفر اللہ یہ کیا بات ہے اب انشاء اللہ اس دیو موذی منحوس دیوس کو ماروں اور میری جان آپ کو ساتھ لے چلوں۔ وزیرزادی منہ پھرا کے مسکرا کے بولی چل نچھنے تیری جان کو واروں میتوں جان اپنی ہوتی سوتی ہے کہہ" ص ۹۵

"کسی نے چاندی سونا روپیا سر سے چھوایا صدقہ اتارا کوئی تیل ماش ٹکے لے آئی کسی بی بی نے نزت پھرت کی پوڑیا منگوائی فاتحہ دلائی کسی نیک زن کو بھجوائی کسی نے پنج دردام ورنہ حضرت مشکلکشا کا منگوایا کسی نے اشرفی روپیا امام ضامن کا کسی بی سیدانی کو دلوایا" ص ۱۱۱

"اور اس بنگلے میں تکیہ ہائے مغرق پر زر سے ایک سفید سفید نور کا عالم باولے کی بچھی ہوئی پاندانوں پیکدانوں اگالدانوں تنبولوں پر رومال خاصی تہ کئے ہوئے کسی پر ڈبیاں چکنی بے ریشہ ڈلیوں کی کسی پر چوکھڑی طلائی نقرہ الاچیونکی قرینہ قرینہ سے رکھی ہوئی کیا بھلی معلوم ہوتی تھیں" ص ۹

"دیکھتا کیا ہے کہ سامنے صحن باغ میں سو دو سو نازنینیں در دو گوش مرصع پوش اپنے اپنے حسن و جمال میں سجی سجی پوشاک پھبتا پھبتا زیور ٹیکہ بینہ والا بندہ جگنو دھکدھکی اور لسی ہیکل ہار حمائل کڑا چھڑا دولڑی پنج لڑی ست لڑا بہنہد بازو بند نورتن جوشن پہنچی چھلے انگوٹھی پازیب خلخال کڑے توڑے انوٹ گھونگر بچھوے سراسر مرصع کار جواہر نگار جڑاؤ پہنے سر سے پاؤں تک جواہر کے دریا میں غوطہ مارے ہوئے ہیں" ص۱۱

ہاں یہ ضرور ہے کہ اشعار کی بہتات، مترادفات اور تکرار لفظی کا زیادہ استعمال اور لباس و زیور وغیرہ کا بار بار ذکر پڑھتے وقت ذہن میں گھٹن پیدا کر دیتا ہے۔ تاہم یکسانیت اور گھٹن کا اثر طویل نگاری کا نتیجہ ہے۔ توازن اثر

داستان کا نہیں۔ ناول اور مختصر افسانے کا تقاضہ ہے۔ سحرالبیان اور داستان گوئی میں قابل اعتنا تصنیف ہے۔

دیوان غزلیات

عشرتؔ کے دیوان غزلیات اردو کا مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔ یہ ناقص الآخر ہے۔ اس نسخے میں نہ تمہید ہے نہ ترقیمہ اور نہ کوئی ایسی تحریر جس سے مخطوطے کا سن تدوین معلوم ہو سکے۔ یہ نسخہ کسی دوسرے نسخے سے نقل شدہ بھی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس میں نقلی شدہ نسخوں کا رکھ رکھاؤ نہیں ہے۔ بعض جگہ غزلیات نامکمل ہیں۔ دو ایک جگہ حروف تہجی کے اعتبار سے دیوان کی ترتیب بھی غلط ہے۔ عشرتؔ کی قلمی کتب اور اس زمانے میں لکھے ہوئے دیگر مخطوطوں سے مقابلہ کرنے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ عشرتؔ کا دیوان غزلیات زیادہ قدیم ہے۔ دیوان ضخیم ہے۔ اور صرف اردو غزلیات پر مشتمل۔ آخر میں چند تضمین ہیں۔ چنانچہ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر ہی پہنچے کہ یہ عشرتؔ کا پہلا دیوان ہے۔ جو ان کی زندگی ہی میں مرتب ہوا۔ ان کا بعد کا کلام کسی دوسرے دیوان میں تھا جس کا پتہ نہیں لگ سکا۔ مصحفیؔ کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عشرتؔ کے ایک سے زیادہ دیوان تھے۔ یہ دیوان ہمیں نہیں مل سکے۔ ان دیوانوں میں عشرتؔ کی فارسی شاعری اور دیگر اصناف سخن و نظم پر مشتمل شاعری کا محفوظ ہونا ایک یقینی امر ہے۔

شاعری میں شخصیت کا تضاد بڑا لطف دیتا ہے۔ اس سے شعر میں نمکینی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر مرکز ثقل قائم نہ رہے تو شاعری خسارے میں آ جاتی ہے۔ میرا منشا یہ ہے اگر شاعر ایک وقت میں دو مقاصد سامنے رکھے جو ایکدوسرے سے متضاد ہوں یا دو طرز نباہنا چاہے جو ایک دوسرے سے علیحدہ اور منفرد ہوں تو اعلیٰ کامیابی نہیں ہوتی صاحب طرز وہی شاعر کہلاتے ہیں جو یک درگیر محکم گیر کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ ایک طرز کو ہی مستقل نباہنے کے بعد ان کی تخلیقی قوت ابھر جاتی ہے اور وہ کلام میں انفرادیت پیدا کر دیتے ہیں جس میں دلنشینی لذت اور کشش ہوتی ہے۔ میر غلام علی عشرتؔ اپنے شاعرانہ کمال کے باوصف میدان غزل گوئی میں بے مرکز سے ہیں۔ انہیں یہ محرومی اپنے استاد مرزا علی لطف سے ملی تھی۔ جو شاگرد تو سوداؔ کے تھے لیکن متاثر میر تقی میرؔ سے۔ عشرتؔ فطرتاً میر تقی میرؔ سے قریب معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کا ذہن انہیں شاعری کے خارجی لوازم کو اپنانے پر آمادہ کرتا ہے جس کی وجہ سے ان کی غزل میں نہ تو وہ داخلی جذبات کی تحلیل ملتی ہے جو میرؔ کا مقدر بنی اور نہ وہ صنعت گری تخیل کی اڑان اور شان و شوکت جو سوداؔ کی شاعری کی اساس ہے۔ اس حالت میں راہ اعتدال کا پیدا ہونا قدرتی بات تھی مگر وہ اس میں انفرادیت پیدا نہیں کر سکے۔ چنانچہ ان کی غزل میں وہ کشش نہیں ہے جو ان کے اہم معاصرین کی شاعری میں ملتی ہے۔ انکی غزل میں جذبات ہیں لیکن ان میں شدت اثر نہیں ہے۔ ان کی غزل میں خارجی تزئین ہے لیکن وہ بھی دلآویزی سے زیادہ قریب نہیں ہے۔

میرے خیال میں دو تاریخی حقائق بھی ایسے ہیں جنہوں نے انہیں بے مرکز سا رکھا۔ اولاً ان کی نوابین رامپور سے

وابستگی جن کی دلبستگی کے لئے وہ غزلیں کہتے تھے ثانیاً وہ بدلتے ہوئے حالات جو دبستان لکھنؤ کی خارجی شاعری کی نشوونما کر رہے تھے۔ درباری غزل میں صاحب دربار کی مزاجی کیفیت کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور اگر صاحب دربار خود شاعر نہ ہو اور وقتی تفنن طبع کے لئے یا دربار کی دیرینہ رسم کو پورا کرنے کے لئے شاعرانہ ماحول پیدا کرے تو ایسے ماحول کی غزل میں گہرائی کے بجائے سطحیت، بھاری بھرکم پن کے بجائے سستا پن ہوگا۔ چنانچہ ایسی غزل میں لذتِ کام و دہن ہی معیار غزل گوئی بن جائے گی۔ تخیل کی کارفرمائی بھی عرش نشیں نہیں ہوگی۔ اب رہی دبستان لکھنؤ کی بات تو آنیوالی شاعری کے سائے پڑنا شروع ہو چکے تھے چنانچہ عشرت کے دیوان میں ایسے شعر بھی مل جاتے ہیں ؎

جیسے ہے کان اس کی آہٹ پر آنکھ حلقہ بنی ہے چوکھٹ پر
جام کو پھینک دے صراحی لا ساقیا خوش ہوں میں غٹاغٹ پر
ہے مہر پہ سرمہ میں یک عقدہ ثریا ہے ٹیکے میں جڑے موتی منہ پہ ترے داری میں
منہ پر نقطہ اور بالا دونوں میں بھرے موتی اک ماہ پہ دو ہالا ہر ہالے میں تارے ہیں
آپ نے دیں جو گالیاں ایک دو تین چار پانچ ہم نے مزے سے کھالیاں ایک دو تین چار پانچ
چھپے چھپے ہیں دوشالے میں پاؤں بچا کے کیا اشارہ قدم سے لپک ملاؤ قدم
روئے شادی پھر نہ دیکھے تا قیامت وہ کبھو عشق جس شوریدہ سر کے غم پر دوڑے بال بال
اٹھلا کے چلو غیر کے ہمراہ مرے آگے ایسی ہی ادا ہے تو بس خیر ادا میں

یہ اشعار لکھنؤ کے طرز غزل گوئی کی مسخ شدہ صورت ہیں پچیس تیس برس گزرنے کے بعد ان میں مزید بگاڑ پیدا ہوا۔ نامانوس تراکیب، سنگین زمینیں، پیش پا افتادہ مضامین، ادق الفاظ، غیر شاعرانہ کاریگری اور بے راہ روتخیل کا سکہ چلنے لگا۔ خارجی شاعری ایک طرز تھا جو رفتہ رفتہ اپنی دلآویزی کھو بیٹھا۔ عشرت کا تعلق ابتدائی زمانے سے تھا ان کی غزل میں بگاڑ کی متذکرہ بالا شکلیں نہیں ملتی ہیں۔ ان کی غزل کا عام رنگ یہ ہے ؎

دم نہ مارا جو زیر خنجر تھا یہی ایک عاشقی کا جوہر تھا
صاف باتوں سے ہم سمجھتے تھے کہ مزاج آپ کا مکدر تھا
در تلک آکے پھر گئے صاحب بندہ پرور کہو تو کیا ڈر تھا
بے حجابانہ آگئے ہوتے کیا تکلف تھا آپ کا گھر تھا
زلف سے کیوں نہ دل کو ہوتا ربط وہ پریشاں تھی یہ بھی ابتر تھا

شمشیر بکف جب کہ وہ قاتل نظر آیا پہلو میں دل اپنا ہمیں بسمل نظر آیا

بسمل نہ طپاں دوسرا بسمل نظر آیا   کوچے سے گزرنا ترے مشکل نظر آیا
کس تیغۂ ابرو کی صبا بات چلا ئی   جو گل نظر آیا ہمیں گھائل نظر آیا
عالم تھا یہ اوس آئینہ رو کا کہ مقابل   سکتے میں ہر اک شخص بہ محفل نظر آیا
دل تو نے کیا سلسلۂ قیس جو برباں   قن غیرت لیلی کا یہ محمل نظر آیا
ہے ہے تجھے کیا ہو گیا دل کس کو دیا آہ   عشرت ہمیں کچھ آج تو بیدل نظر آیا

دل بھر گیا جو مجھ سے مرے کج کلاہ کا   شکوہ نہ کیجے کس طرح بخت سیاہ کا
سمجھے وہی تپش کو میرے دل کی جو کوئی   ہو کشتۂ نگہ کسی غفلت پناہ کا
جو حق تھا چاہ کا سو زلیخا نے چاہ کی   اتنا بھی گر نہ ہو تو نہ لے نام چاہ کا
عشرت نہ شوق بادہ نہ اب آرزوئے باغ   محتاج ہوں میں پیر مغاں کی نگاہ کا

عشرت کی پختہ کاری تو ہر شبہ سے بالا ہے۔ کبھی کبھی وہ ایسی چست غزلیں بھی کہتے ہیں جن میں فضا کی تازگی اور نود اثری کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

جو کہ خوبی نہ فرشتے کے خیالات میں ہے   خوب دیکھا تو وہ انسان ہی کی ذات میں ہے
اس کی ہر ہر حرکت میں نہ کرامات میں ہے   جو حدیث لب میگوں تھی سو آیات میں ہے
ترک چشمک زنی غیروں سے جو ہر بات میں ہے   جہل منظور مگر ہم سے ملاقات میں ہے
کیا کہوں سیر جو کچھ شب کی ملاقات میں ہے   بات سو طرح کی یعنی ہر ایک بات میں ہے
ایک گرمی ہی نہ سب چشم و اشارات میں ہے   سر سے تا پاؤں اشارت بھی تو حرکات میں ہے
لب میگوں سے کیا شیخ کو دو بات میں مست   رات جو بات تھی ساقی کی کرامات میں ہے
آج ہی تو نے جلایا نہ دل عالم کا   یہ شرارت تو لڑکپن سے تری ذات میں ہے
مو بمو پیچ دیا ہے یہ ترے کاکل نے   ہائے کافر یہ بلا کب سے مری گھات میں ہے
جب تلک آپ نہ آئے میرا آنسو نہ تھما   جھڑی ایسی کوئی کہدو کسی برسات میں ہے

جس کو چاہے تو بٹھا پاس بلا کر اپنے   مجھ سے ظالم نہ خفا ہو میں اٹھا جاتا ہوں
آہ و نالہ کی تو اے وائے کسے ہے طاقت   سانس لینے میں بیہوش ہوا جاتا ہوں
آہ کیا سوزش دل اپنی کہوں شمع کی طرح   آتش غم سے سراپا میں جلا جاتا ہوں

میں [تو] ہی ہوں کہ میں روتوں کو ہنساتا تھا سدا — اب یہ مشکل ہے کہ ہنستوں کو رلا جاتا ہوں
ہاں ملے یا نہ ملے یار جفا جو عشرت — بس مجھے پاس وفا ہے کہ ملا جاتا ہوں

گو مجھے اس میں برا یا کہ بھلا کہتے ہیں — میں ہوں اور عشق ہے کہنے دو یہ کیا کہتے ہیں
دل دیا میں نے تو اپنا ہی دیا ہے یارو — کیا بھلا اس میں کسی کا جو برا کہتے ہیں
منہ پھراتا ہوں میں اب کوئے صنم سے اپنا — ناصحا پند عبث بہر خدا کہتے ہیں
طعن ناصح سے بھلا یار کو ہم چھوڑیں گے — کیا ہوا سنگ ملامت جو لگا کہتے ہیں

عشرت کے زیر نظر دیوان میں ایسی غزلیں لمتی ہیں -

بریلی کی شاعری کی تقریباً دو سو سالہ تاریخ کو مجملاً نظر میں رکھنے کے بعد ہم یہ خیال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں [کہ می]ر غلام علی عشرت کے ذریعہ ہی اس دیار میں دبستان لکھنؤ کی شعری خصوصیات کی ابتدا ہوئی۔ عشرت کے شاگرد [اور] ان کے شاگردوں کے شاگرد انیسویں صدی کے اختتام تک اس رنگ میں شعر کہتے رہے جب داغ کی شاعری کا چرچا [ہوا]، بریلی کے شاعر ان کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے اور ان کے "پیارے شاگرد" حسن رضا خاں حسن (۱۸۵۹ء - ۱۹۰۸ء) اس دیار کے آسمان شاعری پر آفتاب بنکر چمکے تو طرز لکھنؤ کا خاتمہ ہو گیا اور زبان کے شعری معیار [دہلی و لکھنؤ کے بجائے دلّی و ر]ل گوئی قرار پائے -

میر غلام علی عشرت کی وفات ۱۲۳۶ھ ۱۸۲۰-۲۱ء میں ہوئی - مولوی عبدالملک ممتاز بریلوی نے "ہائے میر عشرت" ۱۲۳۶ھ [س]ے مادہ تاریخ نکالا [a]

• انتخاب یادگار از امیر مینائی صفحہ ۲۲۵ -

...سلمان شاہ جہاں پوری

نئے خزانے

اس اشاریئے میں مندرجہ ذیل موضوعات پر (اسی ترتیب کے ساتھ) مضامین کے حوالے ہیں۔

...رس مضامین و تعارف مخطوطات	سیاسیات	صحافت
...ہبیات — اسلام	تاریخ	قانون
...آن و تفسیر	سائنس و فلسفہ	لسانیات
...سیرت	نفسیات	اردو ادب، تنقید و تحقیق اور مسائل
...سلامی معاشیات	تعلیم، تعلیمی و تصنیفی ادارے اور	مشاعرے
...سلامی مسائل و مباحث اور تحقیق و تنقید	لائبریریاں	آپ بیتی
...وت اصلاح و تجدید	معاشرت	مکتوبات
...وف، صوفیا علما اور دیگر مشاہیر	طب	دیگر زبانوں کا ادب اور ادبی شخصیات
اسلام	حیوانیات	اردو زبان اور اس کے مسائل
...سلام دیگر ملکوں میں	فنون لطیفہ	شخصیات (علمی، ادبی، سیاسی اور تاریخی
...یگر مذاہب	سیر و سیاحت	تبصرے (نئی کتابوں اور رسائل وغیرہ پر)
...ریکات	تہوار اور تفریحات	

...ٹ :- اگلے صفحہ پر رسائل کی فہرست دی گئی ہے اگر کسی ماہ کا کوئی رسالہ اشاریہ میں شامل نہیں تو اس کی جانب اشارہ کردیا گیا ہے ...رم شمولیت کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ رسالہ دستیاب نہیں ہوسکا۔ ایڈیٹر صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ رسالہ "برائے اشاریہ" کی تصریح ...ساتھ دفتر انجمن ترقی اردو کے نام فوراً بھیج دیا کریں تاکہ اس کے مضامین کو آئندہ اشاریہ کی ترتیب میں شامل کرلیا جائے۔

(ادارہ)

اس اشاریئے کی ترتیب میں نومبر اور دسمبر ۱۹۶۵ء کے مندرجہ ذیل اخبارات و رسائل پیش نظر رہے ہیں

الرحیم حیدرآباد
البلاغ بمبئی
الشجاع کراچی
الجامعہ جھنگ
امام کراچی
ارژنگ پشاور
اردو ڈائجسٹ لاہور
انشاء کراچی (صرف نومبر)
اخبار الطب کراچی
اردو نامہ کراچی
آجکل دہلی
برہان دہلی
پونم حیدرآباد دکن (صرف دسمبر)
تجلی دیوبند (صرف دسمبر)
تحریک دہلی
ترجمان القرآن لاہور
تہذیب الاخلاق لاہور
تاج کراچی (صرف دسمبر)
ثقافت لاہور
جامعہ دہلی
جام نو کراچی
جوار بھاٹا دہلی (صرف نومبر)

خاتون دکن حیدرآباد (صرف نومبر)
خرام چاٹگام
خاتون پاکستان کراچی (صرف نومبر)
رہنمائے تعلیم دہلی (صرف دسمبر)
زندگی رام پور
سات رنگ کراچی
سیپ کراچی
ساقی کراچی
سب رس حیدرآباد دکن
شان ہند دہلی (صرف دسمبر)
صبح امید بمبئی
صبا حیدرآباد (صرف نومبر)
طلوع اسلام لاہور
عکس لطیف کراچی (صرف دسمبر)
فاران کراچی
فنون لاہور
فکر و نظر کراچی
فکر و نظر علی گڑھ (صرف دسمبر)
فروغ اردو لکھنو
کتاب لکھنؤ علی عباس حسینی نمبر
کتابی دنیا کراچی
گگن بمبئی (صرف دسمبر)

مجلۃ الجامعہ ربوہ
معارف اعظم گڑھ
مولوی دہلی (صرف نومبر)
ماہ نو کراچی (صرف دسمبر)
نقش کراچی
نقوش لاہور
نگار پاکستان کراچی
نئی قدریں حیدرآباد (شمارہ نمبر ۹)
نیرنگ خیال ڈائجسٹ لاہور (" ")
نوائے سیفیہ بھوپال (بھوپال نمبر)
ہم قلم کراچی
ہمدرد صحت کراچی
ہندستانی ادب حیدرآباد

ہفتہ وار رسائل

چٹان لاہور
صدق جدید لکھنؤ
ملاپ حیدرآباد
ہماری زبان علی گڑھ
لاہور لاہور
مدینہ (سہ روزہ) بجنور

فہارس مضامین و تعارف مخطوطات وغیرہ

افتخار حسین	آئینہ ادب (منتخب تنقیدی و تحقیقی مقالات کا اشاریہ)	اردو نامہ ص ۱۱۶ - ۱۲۷، اکتوبر دسمبر
حسن قیصر و زاہدہ خاتون	نئے خزانے (جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہونیوالے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا اشاریہ)	قومی زبان، ص ۹۳ - ۱۱۲، نومبر دسمبر
ع۔ ل۔ ب	رسالوں پر طائرانہ نظر	کتابی دنیا، ص ۱۱ - ۱۳، دسمبر
ضیاء الدین احمد برنی	رسالوں پر طائرانہ نظر (ستمبر اور اکتوبر کے پرچوں کا مختصر تعارفی اشاریہ)	کتابی دنیا، ص ۱۰ - ۱۴، نومبر
نسرا مروہوی	گنج ہائے گراں مایہ (مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست)	قومی زبان، ص ۷۷ - ۹۲، نومبر دسمبر
حسن علی بی اے جامعی، ملک	الفہرس۔ تعلیمات شیخ مجدد۔ مکتوبات کی روشنی میں)	چٹان، ص ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۷ دسمبر
حسن علی جامعی، ملک	الفہرس۔ تعلیمات شیخ مجدد۔ مکتوبات کی روشنی میں (۲)	چٹان، ص ۱۵ - ۱۶، ۱۴ دسمبر
نصیر الدین ہاشمی	پنجاب یونیورسٹی کے مخطوطات	قومی زبان، ۳۱ - ۳۷، نومبر دسمبر
نصیر الدین ہاشمی	پنجاب یونیورسٹی کے مخطوطات	قومی زبان، ص ۳۱ - ۳۷، نومبر دسمبر

مذہبیات

اسلام

قرآن و تفسیر اور حدیث

جلیل احسن ندوی، مولانا	تذکرۃ القرآن	زندگی، ص ۱۳ - ۱۷، نومبر
جلیل احسن ندوی	تذکرۃ القرآن	زندگی، ص ۲۵ - ۲۸، دسمبر
عبید اللہ سندھی مرحوم، مولانا	قرآن مجید کے علوم پنجگانہ	مولوی، ص ۱۱ - ۱۴، نومبر
بشارت علی صدیقی، ڈاکٹر	مبادی عمرانیات قرآنی (آخری قسط)	چٹان، ص ۱۷ - ۱۸، ۲۴ نومبر
منظور حسین خاں نعمانی	تفکر قرآن کے اصول یعنی اصول تفسیر	الجامعہ (جھنگ) ص ۵ - ۱۴۹، نومبر ۱۹۶۶ء

مصنف	عنوان	ماخذ
محمد سرور	تفسیر کا دور اول	الرحیم، ص ۱۳ - ۱[illegible]، نومبر ۶۳ء
موسیٰ جار اللہ، علامہ	مولانا سندھی کے امالی تفسیر القرآن	الرحیم، ص ۵ - ۱۲، نومبر ۶۳ء
ابو الاعلیٰ مودودی	حم السجدہ (۲)	ترجمان القرآن، ص ۱۷ - ۴۸، نومبر دسمبر
عبد الماجد دریابادی	سورۂ شمس	صدق جدید ص ۵، ۶ نومبر
عبد الماجد دریابادی	سورۂ شمس (۲)	صدق جدید، ص ۵، ۱۴ نومبر
عبد الماجد دریابادی	سورۃ اللیل (۲)	صدق جدید، ص ۵، ۶، ۱۱ دسمبر
ناصر احمد	قرآنی معارف	مجلہ الجامعہ، ص ۹ - ۱۱، اکتوبر - دسمبر
غلام احمد	قرآنی کریم اور عربی زبان کے مفردات	مجلہ الجامعہ، ص ۲ - ۸، اکتوبر دسمبر
شاد، حکیم خورشید احمد	علم حدیث	مجلہ الجامعہ، ص ۵۰ - ۵۷، اکتوبر دسمبر
ابو مسعود قمر بنارسی	حدیث رسول کی شرعی حیثیت	امام، ص ۵۹ - ۶۲، نومبر
غلام علی، ملک	منکرین حدیث کے مغالطے	ترجمان القرآن، ص ۸۹ - ۹۷، نومبر دسمبر
محمد عبد الحکیم، مولوی	قدما محدثین پر وضع حدیث کے الزام کا تاریخی جائزہ	فاران کراچی، ص ۴۲ - ۴۶، نومبر
قیصر، محمد شفیق	اسلام میں تدوین وتالیف کا آغاز	مجلہ الجامعہ، ص ۱۵۳ - ۱۵۹، اکتوبر دسمبر

سیرت

مصنف	عنوان	ماخذ
جلیل احسن ندوی، مولانا	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو باتیں	زندگی، ص ۹ - ۱۲، نومبر
حسن علی بی اے جامعی، ملک	سیرت رحمۃ اللعالمین صلعم (قسط نمبر ۱۱)	چٹان، ص ۱۵ - ۱۶، ۲ نومبر
حسن علی بی اے جامعی، ملک	سیرت رحمۃ اللعالمین صلعم (قسط نمبر ۱۲)	چٹان، ص ۹ - ۱۹، ۱۹ نومبر
" " "	" " " (۱۴، ۶)	" " ۱۵ - ۱۶، ۲۱ دسمبر
" " "	" " " (مسلسل)	" " ۸، ۱۹، ۳۰ نومبر
طلعت شہناز	عمل محمدی	خاتون پاکستان، ص ۱۳ - ۱۴، نومبر
ظفر علی قریشی، پروفیسر	محسن انسانیت (حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) (۲۰ مسلسل)	تہذیب الاخلاق، ص ۴۳ - ۴۸، نومبر ۶۴ء
" " "	محسن انسانیت	" " ص ۴۰ - ۴۴، دسمبر

عبدالقادر شیخ	ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام (تورات اور قرآن کا موازنہ)	مجلہ الجامعہ، ص ۸۵ - ۱۰۲، اکتوبر نومبر
عبدالحق، مولوی	سرورِ عالم مرحمت کا پیکر	خاتون پاکستان، ص ۹ - ۱۱، نومبر
لطفی، مولوی محمد علی	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	امام، ص ۱۷ - ۲۰، نومبر
محمد صادق سیالکوٹی، مولانا	راہ نوردِ جادۂ اسریٰ صلی اللہ علیہ وسلم	چٹان، ص ۱۱ - ۲۰، ۱۴ دسمبر
محمد صادق سیالکوٹی، مولانا	راہ نوردِ جادۂ اسریٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲)	چٹان، ص ۱۰، ۲۱ دسمبر

اسلامی معاشیات

حسن البناء المصری	اسلام کا اجتماعی نظام	امام، ص ۳۷ - ۴۷، نومبر
محمد یوسف اصلاحی، مولانا	زکوٰۃ و صدقات	زندگی، ص ۳۰ - ۳۴، نومبر
" " "	" " (۲)	" ص ۴۰ - ۴۸، دسمبر
حسن الشرباصی، مترجم: سید نصیر شاہ	قرآن کا معاشی نظام	طلوعِ اسلام، ص ۲۵ - ۵۷، نومبر
محمد سرور	اسلام کا معاشی انقلاب	الرحیم، ص ۱۴ - ۴۸، دسمبر
" "	اسلام " " "	چٹان، ص ۶ - ۲۰، ۲۸ دسمبر

اسلامی مسائل و مباحث اور تحقیق و تنقید

اسحٰق النبی علوی	واقعات سیرت نبوی میں توفیق تضاد اور اس کا حل (نمبر ۲)	برہان، ص ۲۶۱ - ۲۸۵، نومبر ۱۹۵۸ء
" " "	واقعات سیرت نبوی میں توفیقی تضاد اور اس کا حل	برہان، ص ۳۴۴ - ۳۷۰، دسمبر
احمد سعید کاظمی، سعید	عصمت انبیاء	ثقافت، ص ۳۸ - ۵۴، نومبر
" " "	" "	" " ۱۷ - ۳۷، دسمبر
بشارت علی ایم اے پی ایچ ڈی	منافق کا کردار	چٹان، ص ۱۷ - ۱۸، ۲ نومبر
فضل الرحمٰن، ڈاکٹر	قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد اسلام نظر بازگشت	فکر و نظر، ص ۲۹۵ - ۳۰۲، نومبر دسمبر

مصنف	عنوان	ماخذ
مصطفیٰ الہامی، مرحوم	اسلام اور مغربی تہذیب	ترجمان القرآن، ص ۱۰۹ - ۱۱۵، نومبر دسمبر
وارث سرہندی	موسیقی اور اسلام	ثقافت لاہور، ص ۴۸ - ۵۲، دسمبر ۶۴ء
جعفر شاہ پھلواری، مولانا	کمرشل انٹرسٹ کی دینی حیثیت	تاج، ص ۳۱ - ۳۴، دسمبر
حسن الزماں ایم اے، سعید	اسلام اور شرح سود	برہان، ص ۳۲۵ - ۳۴۱، دسمبر
شفیق، غلام باری	کیا یہ اولاد کے لئے جائز ہے	مجلہ الجامعہ، ص ۶۹ - ۷۶، اکتوبر
قریشی عبدالرشید	طلاق تفویض	″ ″ ″ ۷۷ - ۸۱، اکتوبر دسمبر
آر۔ایل۔کھنہ، ترجمہ: م۔ع۔باسط	طلاق — دنیا کی نظر میں	پونم، ص ۵۸ - ۶۰، دسمبر
عمر احمد عثمانی، مولانا	طلاق کے احکام (۴)	فکر و نظر، ص ۳۱۵ - ۳۳۰، نومبر دسمبر
رفیع اللہ	ضبط ولادت کی فقہی حیثیت	فکر و نظر، ص ۳۳۲ - ۳۴۴، نومبر دسمبر
انور علی بی اے، سید	مذہب و عقل	نگار پاکستان، ص ۴۲ - ۴۷، دسمبر
نذیر الحق میرٹھی، مولانا	اسلام کے بنیادی افکار و نظریات (مسلسل)	الجامعہ، ص ۱۹ - ۲۲، نومبر
رفیق احمد، ڈاکٹر	اسلام دور حاضر کا کیسے جواب دے	الجامعہ، ص ۳۶ - ۴۰، نومبر
مجیب اللہ ندوی، مولانا	فساد زمانہ اور عموم بلوی عہ	الرحیم، ص ۶۱ - ۶۶، نومبر
مجیب اللہ ندوی، مولانا	فساد زمانہ اور عموم بلوی	الرحیم، ص ۵۶ - ۶۸، دسمبر
امینی، محمد تقی، مولانا	احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت	برہان، ص ۲۸۶ - ۲۹۲، نومبر
رفیع اللہ خاں	قتل مرتد — ایک دینی اور علمی بحث	لاہور، ص ۱۲ - ۱۰، ۱۶ر نومبر
″ ″	″ ″ ″ ″ ″	″ ″ ۱۲ - ۱۴، ۹ر نومبر
عبدالرشید، حکیم	انگور کی طبی و شرعی حیثیت	چٹان، ص ۱۹، ۹ر نومبر
تمنا عمادی	حضرت عائشہ کی عمر وقت ازدواج	نگار پاکستان، ص ۴۹ - ۵۶، نومبر
محمد علی حسینی، سید	ازواج واجبہ	امام، ص ۵۵ - ۵۸، نومبر
عبدالقادر، شیخ (لاہور)	حجر اسود اور معجزہ شق القمر	لاہور، ص ۶، ۷، ۹، ۲ر نومبر
محمد یوسف اصلاحی، مولانا	خانہ کعبہ	امام، ص ۴۹ - ۵۳، نومبر
محمد یوسف سلطان، ڈاکٹر	حج اور حجاج	البلاغ، ص ۲۴ - ۲۹، نومبر

عہ معارف اعظم گڑھ سے ماخوذ

دعوت اصلاح وتجدید

مصنف	عنوان	رسالہ
احتشام الحسن کاندھلوی، مولانا	ضرورت تبلیغ - علمائے کرام کے لئے ایک لمحۂ فکریہ (باقی)	مولوی، ص ۳۹ - ۴۰، نومبر
احمد فرید الیمانی	اصلاح اور ہماری ذمہ داری	البلاغ، ص ۳۳ - ۳۵، نومبر
ابوالحسن علی ندوی، مولانا	اسلام کا پیغام - جرمن قوم کے نام (برلن انجینئرنگ یونیورسٹی میں ایک تقریر)	مدینہ، ص ۳ تا ۴، ۵ دسمبر
ابوالحسن ندوی، مولانا	جہاد زندگانی اور انبیاء علیہم السلام کا راستہ	مدینہ، ص ۳، ۱۷ دسمبر
ابو محمد امام الدین رام نگری	اوتار اور عقیدہ رسالت	انوارالاسلام، ص ۲۳ - ۲۵ جلد ۲ شمارہ ۱۵
تاجی ذہین شاہ	احیاء دین	امام، ص ۲۲ - ۲۵، نومبر
جلال الدین عمری، مولانا	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	زندگی، ص ۱۸ - ۲۵، نومبر
″ ″ ″	″ ″ ″ ″ (مسلسل)	″ ، ص ۲۹ - ۳۹، دسمبر
شمس نوید عثمانی	کیا ہم مسلمان ہیں	تجلی، ص ۴۵ - ۵۰، دسمبر
شمس الحق افغانی، مولانا	اسلام عالمگیر مذہب ہے	ثقافت، ص ۶ - ۲۲، نومبر
شمس عثمانی، مترجم وائی میرن	مذہب (۲ - مسلسل)	زندگی، ص ۴۸ - ۵۲، نومبر
مظفر النساء، صدیقی	اسلامی قدریں	خاتون پاکستان، ص ۱۴ - ۱۵، نومبر

تصوف، صوفیاء اور دیگر مشاہیر اسلام

مصنف	عنوان	رسالہ
اشرف، شاہ عبدالحی	معرفت وولایت	تاج، ص ۲۱ - ۲۲، دسمبر
رشید تابش، مولانا	تزکیہ نفس	تاج، ص ۱۳ - ۲۰، [illegible]
ابو امام یحییٰ	لفظ صوفی کی تحقیق	تہذیب الاخلاق، ص ۹ - ۱۱، دسمبر
ابوسلمان شاہجہانپوری	امام غزالی بحیثیت صوفی	الرحیم، ص ۴۱ - ۴۵، نومبر
غزالی رح	امام غزالی کا پیغام	امام، ص ۲۶ - ۳۲، نومبر
میمن عبدالمجید سندھی	سندھ کے سہروردی مذہبی مشائخ	الرحیم، ص ۵۵ - ۶۰، نومبر
شمیم احمد، سید	خانوادہ چشتیہ	ثقافت، ص ۷ - ۱۰، دسمبر

صباح الدین عبدالرحمان، سید	ملفوظات خواجگان چشت	معارف، ص ۳۲۵-۳۴۲، نومبر
" " "	" " " (۳)	" ص ۴۰۵-۴۲۷، دسمبر
" " "	" " [1]	چٹان، ص ۱۲-۱۴+۲۲، ۱۱ر نومبر

[1] منقول از معارف اعظم گڑھ

————	غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی	الجامعہ، ص ۴۱-۴۵، نومبر
مریم جمیلہ	متجددین کے افکار کی ایک جھلک	فاران، ص ۹-۱۸، دسمبر
ظہوری، حکیم عبدالوہاب	حنین بن اسحق — حالات اور علمی کارنامے	ہمدرد صحت، ص ۴-۱۰، دسمبر
اطہر مبارک پوری، قاضی	اسپین میں امام ابن حزم کی نوسو سالہ یادگار تقریب	البلاغ، ص ۲۸-۳۲، نومبر
ضیاء الدین اصلاحی، مولوی	حافظ ابن کثیر	معارف، ص ۳۴۵-۳۶۷، نومبر
" " "	" " (۲)	" ص ۴۲۸-۴۴۶، دسمبر
عبدالسلام قدوائی ندوی، مولانا	شمس الائمہ سرخسیؒ	جامعہ دہلی، ص ۵۷۷-۵۸۳، نومبر
رئیس احمد جعفری	امام زید کی نشو و نما	ثقافت، ص ۲۸-۴۷، نومبر
قاسمی، مولانا غلام مصطفیٰ	شریعت کا جادہ قویمہ شاہ ولی اللہ کی نظر میں	الرحیم، ص ۵-۱۶، دسمبر
ملا واحدی	حضرت عمر بن عبدالعزیز	فاران، ص ۲۶-۳۱، دسمبر
صفیہ قاری	حضرت صدیق اکبر کی حیات طیبہ کے چند پہلو (مسلسل)	چٹان، ص ۱۷-۱۸، ۹ر نومبر
صفیہ "	" " " " " " (۲)	" ص ۱۵-۱۸، ۱۶ر نومبر
سلمان مسعود	ابن خلدون	الرحیم، ص ۴۹-۵۵، دسمبر
" "	" "	چٹان، ص ۱۴-۱۷، ۲۸ر دسمبر

اسلام — دیگر ملکوں میں

محمد سرور	روس میں پان ترکزم اور اسلام (۴-مسلسل)	الرحیم، ص ۶۷-۷۶، نومبر
————	" " " "	" ص ۶۹-۷۸، دسمبر
فاطمی، سید قدرت اللہ	جزائر فلپائن میں اسلام کی مختصر تاریخ	فکر و نظر، ص ۳۴۵-۳۵۲، نومبر دسمبر
مسعود، محمد خالد	جزیرہ قبرص میں اسلام کی سرگزشت [1]	البلاغ، ص ۲۱-۲۷، نومبر

[1] ماخوذ از فکر و نظر کراچی

مصنف	عنوان	ماخذ
حمید اللہ زخمی	چین میں مذہب	لاہور، ص ۶ - ۱۷، ۲۳ نومبر

دیگر مذاہب

مصنف	عنوان	ماخذ
گیانی، عباد اللہ	سکھ مذہب میں خدا تعالیٰ کا تصور	مجلہ الجامعہ، ص ۱۰۷ - ۱۲۰، اکتوبر دسمبر
عبدالواحد و دیارتی، چودھری	ہندو دھرم میں پردہ	″ ″ ۱۲۱ - ۱۲۸، ″ ″
وارث سرہندی	مذاہب عالم کا ربط	فاران، ص ۱۹ - ۲۵، دسمبر
عبدالحمید صدیقی	عہد جاہلیت میں عربوں کے مذہبی معتقدات	ترجمان القرآن، ص ۱۱۶ - ۱۲۹، نومبر دسمبر

تحریکات

مصنف	عنوان	ماخذ
	روئیداد طلوع اسلام کنونشن	طلوع اسلام، ص ۹ - ۵۳، کنونشن نمبر
مرزا احمد خلیل	استقبالیہ	″ ″ ۴۹ - ۵۳، ″ ″
پرویز صاحب	حرف دل نواز (تقریر)	″ ″ ۶۵ - ۹۰، ″ ″
خالد اسلام	تحریک طلوع اسلام کا پس منظر	″ ″ ۹۱ - ۹۷، ″ ″
منیر غضنفر	فکر و جذبات	″ ″ ۹۸ - ۱۰۲، ″ ″
زاہدہ منظور	فضا سازگار نہیں	″ ″ ۱۰۳ - ۱۰۸، ″ ″
جاوید رحیم	ذمہ داری سے فرار	″ ″ ۱۰۹ - ۱۱۴، ″ ″
ڈاکٹر رشیدہ	معاشی موانعات	″ ″ ۱۱۵ - ۱۱۶، ″ ″
شمیم انور	احتساب خویش	″ ″ ۱۱۷ - ۱۲۷، ″ ″
سلمیٰ پرویز	کشمکش	″ ″ ۱۲۸ - ۱۳۰، ″ ″
نجمہ	حق کی آواز کی مخالفت	″ ″ ۱۳۱ - ۱۳۴، ″ ″
	پھاٹک کھل گیا	″ ″ ۱۳۴ - ۱۴۲، ″ ″
	سماجی برائیاں	″ ″ ۱۴۴ - ۱۴۹، ″ ″
اکبر، ڈاکٹر صلاح الدین	تحریک طلوع اسلام کا پس منظر	″ ″ ۱۵۰ - ۱۶۰، ″ ″
حسن عباس رضوی		
فاضل، مرتضیٰ حسین	کارستان وقاس اور تحریک سرسید	تہذیب الاخلاق، ص ۱۶ - ۲۲، نومبر

سیاسیات

ابوالاعلیٰ مودودی	قرآن کی سیاسی تعلیمات	ترجمان القرآن، ص ۶۹ - ۸۸، نومبر دسمبر
احسن علی خاں	جنوب مشرقی ایشیا کی سیاست	نقوش، ص ۵۴۰ - ۵۴۴، نومبر
اندرا منہوترا	اقلیتوں کے مسائل	مدینہ، ص ۲، ۱۷ر دسمبر
بی رام کرشنا راؤ، ڈاکٹر	خطبۂ صدارت (نیشنل جمہوری کنونشن دہلی) (۱)	مدینہ، ص ۲، ۵ر دسمبر
" " "	" " (" " ") (۲)	" " ۴، ۹ر دسمبر
خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام	چودھری رحمت علی کا تصور پاکستان	لاہور، ص ۷ + ۱۲، ۱۲ر دسمبر
ریاض الرحمٰن سردانی	سیکولرازم کیوں؟ (ہندوستان میں) (۱)	مدینہ، ص ۳، ۲۸ر دسمبر
سعید احمد	افلاطون کی جمہوریت	مجلہ الجامعہ، ص ۱۲۹ - ۱۵۲، اکتوبر دسمبر
ظہیر، احسان الٰہی	سعودی عرب کا انقلاب - اور اس کا پس منظر	چٹان، ص ۹ + ۱۰، ۷ر دسمبر
" " "	" " " " " " "	مدینہ بجنور، ص ۲ + ۱، ۳ر دسمبر
عابد علی جعفر سہائی	مسلمانوں کے لئے فرقہ پرست یا سیکولرازم	مدینہ، ص ۳، ۲۵ر دسمبر
عبدالودود، ڈاکٹر سید	جمہوریت	طلوع اسلام، ص ۵۵ - ۶۴، کنونشن نمبر
عبداللطیف بہاولپوری، مولوی	غرق فرعون کے بعد مصری حکومت میں انقلاب	مجلہ الجامعہ، ص ۸۲ - ۸۴، اکتوبر - دسمبر
مصطفیٰ رشید	خطبہ استقبالیہ (نیشنل جمہوری کنونشن دہلی)	مدینہ، ص ۵، ۵ دسمبر
محمد اسد	اسلام اور سیاست	ترجمان القرآن، ص ۹۸ - ۱۰۸، نومبر دسمبر
———	خروشیف کا زوال ــ چین کی فتح	چٹان، ص ۱۲ - ۱۳، ۲ر نومبر
———	پختونستان	طلوع اسلام، ص ۵۸ - ۶۴، نومبر
(مختلف مقررین)	نیشنل جمہوری کنونشن ــ اپنی تقریروں کے	
———	آئینہ میں	مدینہ، ص ۲، [illegible]ر دسمبر
———	" " " ــ اپنی منظور کردہ تجاویز	
	کے آئینہ میں	مدینہ، ص ۵، ۹ر دسمبر
(مختلف مقررین)	" " " ــ اپنی تقریروں کے آئینہ	
	میں	مدینہ، ص ۳، ۱۳ر دسمبر

امین احسن اصلاحی، مولانا	..... مولانا ابوالاعلیٰ مودودی[1]	چٹان، ص ۹-۱۰+۱۵، ۳۰ر نومبر
" " "	بنام مولانا ابوالاعلیٰ مودودی[2]	" " ۱۱-۱۲، ۷ر دسمبر
" " "	صدارتی کشمکش ۔ حضرت تھانوی کے فتوی کا تجزیہ	" " ۹-۱۸، ۲۸ر دسمبر
" " "	مسئلہ صدارت پاکستان اسلامی نقطۂ نظر سے	امام، ص ۱۳-۱۶+۶۴، نومبر
ابوالاعلیٰ مودودی، عبدالماجد دریابادی، ریاض الرحمٰن شروانی	کیا عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے ؟	مدینہ، ص ۳-۴، یکم نومبر
دین نذیر	نقش اول (عورت کی امارت کا مسئلہ)	فاران، ص ۳-۱۹، نومبر
تاج الدین انصاری، ماسٹر	صدارتی انتخاب کی آندھی	چٹان، ص ۴-۱۶، ۲۸ر دسمبر
سعید احمد اکبرآبادی، مولانا	کیا عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے ؟	مدینہ، ص ۳، ۲۵ر نومبر
" "	" " " " "	" " ۲، ۲۸ر دسمبر
سیف الرحمٰن، ملک	" " " " " ایک دینی	
	مسئلہ کے تین پہلو	لاہور، ص ۷-۸، ۳۰ر نومبر
عامر عثمانی	عورت کی امارت (اور اسلام)	تجلی، ص ۱۱-۴۴، دسمبر
عبدالقیوم قریشی	کیا عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے ؟	مدینہ، ص ۳، ۱۳ر نومبر
عبدالماجد دریابادی	المیۂ پاکستان	صدق جدید، ص ۵-۶، ۱۱ر دسمبر
" "	" " [3]	چٹان، ص ۱۱، ۲۸ر دسمبر
محمد اسحاق سندیلوی، مولانا	حضرت حکیم الامت کے فتوے کا بے محل استعمال (اسلام میں عورت کی سربراہی اور پاکستان کا صدارتی انتخاب)	مدینہ، ص ۳، ۱۳ نومبر
منظور حسین، میر	صدارتی انتخاب کا جائزہ	چٹان، ص ۱۲-۱۳، ۷ دسمبر
ایڈیٹر	" " (۱۱)	لاہور، ص ۵، ۷ر دسمبر
"	" " (۱۲)	" " ۶، ۱۴ر دسمبر

---

[1] منقول از میثاق لاہور [2] منقول از میثاق لاہور [3] منقول از صدق جدید لکھنؤ

مصنف	عنوان	ماخذ
ایڈیٹر	صدارتی انتخاب (۱۳)	لاہور، ص ۵، ۱۲ر دسمبر
"	" " (آخری قسط)	" " ۵، ۸، ۱۹ر دسمبر
نذیر احمد کاشمیری، صوفی	مسلمان جماعتوں کے سوچنے کی باتیں	صدق جدید، ص ۸، ۲۷ر نومبر
وائی ایس طاہر علی، پروفیسر	ابو العلا معری اور اسماعیلی داعی الدعاۃ کی خط وکتابت	الرحیم، ص ۲۲ - ۴۰، دسمبر

تاریخ

مصنف	عنوان	ماخذ
اشرف سرحدی	وادی سوات	انشار، ص ۱۲۳ - ۱۲۶، نومبر
ثروت صولت صاحب	سوڈان —— رقبہ میں دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک	البلاغ، ص ۱۷ - ۲۷، دسمبر
جعفر رضا بلگرامی، سید	مالٹا (۱۹۶۴ — ۱۸۰۲)	جامعہ، ص ۶۰۵ - ۶۰۹، نومبر
عبد الماجد دریا بادی	اسرائیل سے سبق	صدق جدید، ص ۵، ۲۷ر نومبر
محمد عمر	لکھنؤ	نگار پاکستان، ص ۲۰ - ۳۱، نومبر
تیمور شکیل	برازیل	الشجاع، ص ۵۷ - ۶۱، نومبر
——	خلیج فارس کی ریاست "ابو ظبی"	البلاغ، ص ۴۱ - ۴۶، نومبر
——	افغانستان — دنیا کی واحد حنفی العقیدہ مملکت (مسلسل)	الجامعہ، ص ۲۴ - ۲۷، نومبر
سجاد ہمایوں	البانیہ	اردو ڈائجسٹ، ص ۸۷، نومبر
جلیل الرحمٰن صدیقی	بھوپال کی تاریخی عمارتیں (باقی)	نوائے سیفیہ، ص ۲۶ - ۲۷، دسمبر بھوپال نمبر
اشفاق علی، ڈاکٹر سید	منشوہال — آپ بیتی	نوائے سیفیہ، ص ۸، دسمبر بھوپال نمبر
ارشد سعید خاں	میرے دادا (حامد سعید خاں عالم)	" " " ۲۲ - ۲۶ " " "
اقبال مسعود	سید محمد یوسف قیصر - ایک انٹرویو	" " " ۲۳ - ۲۶ " " "
اعجاز رسول صدیقی	قدیم بھوپال کے چند شعراء	" " " ۲۴ - ۲۵ " " "
ایم اے شاہ	بھوپال کا مایہ ناز طنز نگار مخلص بھوپالی	" " " ۱۴ - ۱۶ " " "

مصنف	عنوان	ماخذ
آفاق حسین صدیقی	جنگ آزادی کا ایک مجاہد — ایک صحافی ابو سعید بزمی	نوائے سیفیہ، ص ۱۷-۱۹، دسمبر بھوپال نمبر
اے کے آغا	بھوپال کا ایک مختصر تعلیمی جائزہ	" " " ۲۰-۲۱، " " "
عبد القوی دسنوی	میں اور بھوپال	" " " ۳، " " "
سلیم حامد رضوی، ڈاکٹر	بھوپال کی اردو شاعری	" " " ۶-۱۰، " " "
گیان چند جین	اردو کی تاریخ میں بھوپال کا مقام	" " " ۴-۵، " " "
حامد حسین سید	آزادی کے بعد بھوپال کا علمی اور ادبی ماحول	" " " ۷-۱۳، " " "
حنیف نقوی	بزم سخن — ایک اجمالی تعارف	" " " ۹-۱۰، " " "
نصرت بانو	بھوپال کا ایک سیاسی جلسہ	" " " ۱۱-۱۳، " " "
اختر علی خاں	میرے بچپن کا بھوپال	" " " ۱۲-۱۳، " " "
راجپوت، اللہ بخش	دریاؤں کا دیس — مشرقی پاکستان	ماہ نو، ص ۶۰-۶۳، دسمبر
معین شہلا	روٹھی رنگ رنگیلی	" " ۲۵-۳۰ + ۵۹، دسمبر
نیاز فتح پوری	عہد عباسی کی ایک داستان عفو و انتقام	نگار پاکستان، ص ۲۱-۲۳، دسمبر
"	سکندر اعظم کی تخت نشینی کی خونیں داستان	" " ۲۸-۲۹، "
عجل خاں حکیم	میو اور میورات (۱)	مدینہ، ص ۳، ۲۸ نومبر
"	" " " (۲)	" " ۳-۵، یکم دسمبر
گیلانی، عباد اللہ	مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کی حکومت سکھ مورخین کی نظر میں	لاہور، ص ۶-۷ + ۹، ۲ دسمبر
حسین کاظمی	فتح سومنات [2]	جام نو، ص ۲۱-۲۶، نومبر
نیاز فتح پوری	تاریخ اسلام میں غلاموں اور کنیزوں کی اہمیت	نگار پاکستان، نومبر
"	" " " "	چٹان، ص ۱۵، ۲ دسمبر
صادق علی دلاوری	شاہجہانی دور کے مورخ	تہذیب الاخلاق، ص ۳۲-۳۴، نومبر
اشرف عطا	قاتل — ایک قیدی کی دردناک داستان	
اشرف عطا	(بسلسلہ کچھ شکستہ داستانیں)	چٹان، ص ۸، ۱۹ نومبر

[1] خواجہ غلام فرید کی محبوب سرزمیں [2] بشکریہ ریڈیو پاکستان

رشید احمد	ابن بطوطہ مالدیپ میں بحیثیت جج	چٹان، ص ۱۱ - ۲۲، ۲ر نومبر
قیصر سرمست	بیدر کا خونی دور	الشجاع، ص ۱۳ - ۱۵، نومبر
ادریس احمد جیلانی	ڈکٹیٹر مسولینی کے آخری ایام	انشاء، ص ۴۱ - ۴۷ + ۱۰۲، نومبر
لی ین لین	ڈینور کا عظیم عجائب گھر	ہندستانی ادب، ص ۵۲ - ۵۳، اکتوبر نومبر
عنایت اللہ شیخ	کاغذ کا رواج تاریخ کی روشنی میں	ثقافت، ص ۴۶ - ۶۴، نومبر
ابو ہاشم سید	خواجہ حافظ کے عنفوان شباب کا ایک ماجرا	صبا، ص ۷ - ۱۷، اکتوبر نومبر
محمد، پروفیسر سید	فورٹ ولیم کالج کے ادبی خدمات	ملاپ، ص ۸ - ۷۷، ۲۰ر دسمبر
سرور قیوم خاں	ہندی علوم کا عربوں پر اثر	جامعہ دہلی، ص ۵۹۳ - ۶۰۴، نومبر

سائنس اور فلسفہ

انور عنایت اللہ	جہاں نما - ٹیلی ویژن	ماہ نو، ص ۵۶ - ۵۸، دسمبر
اے کے بی شیخ	ٹیل اسٹار	دور حیات، ص ۲۹ - ۳۱، دسمبر
اشرف ندیم	ٹیلیفون کرنے سے پہلے	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۰۵، نومبر
اکرام العزیز	چاند پر ہمارے مکان کیسے ہوں گے؟	" " ۲۴، "
تنزیل الرحمٰن	ایک جنازہ عدالت کے دوش پر	انشاء، ص ۱۰۷ - ۱۱۴، نومبر
حبیب اللہ خاں، پروفیسر	شمسی توانائی	مجلۃ الجامعہ، ص ۱۶۰ - ۱۶۸، اکتوبر دسمبر
ڈبلیو میتھیوس	ایٹم کے سائے میں	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۱۳، دسمبر
رحمان	سگریٹ پینے والی مشین	" " " ۴۵، "
عبدالقادر، قاضی	سائنس اور سماج	فنون، ص ۲۸۱ - ۲۹۱، اکتوبر نومبر
کلیم علیم	روس کی جدید راکٹ سازی	انشاء، ص ۱۳۱ - ۱۳۴ + ۱۴۵، نومبر
محمد نیاز، حکیم	علم کیمیا اور عرب	معارف، ص ۴۴۷ - ۴۵۶، دسمبر
نقاش دہلوی	طلسمات عالم - کائنات عالم کی تدریجی ترقی پر ایک سرسری نظر (باقی)	ہمدرد صحت، ص ۴۳ - ۴۵، نومبر
نذیر الحق میرٹھی، مولانا	قرآن حکیم اور سائنس	الجامعہ، ص ۱۳ - ۱۹، دسمبر
بشیر احمد ڈار	فلسفہ کیا ہے؟	لاہور، ص ۱۲ - ۱۳ + ۱۵، ۷ر نومبر

نہرو، جواہرلال، پنڈت	مذہب، فلسفہ اور سائنس	دورِ حیات، ص ۷، دسمبر

نفسیات

گھراں، اصغر علی	تحسین کے پھول	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۱۰، دسمبر
عبدالغنی	کام میں جذب ہونے کی عادت ڈالئے	" " ، ۷۳، "
شفیق بریلوی	لوگ آپ کی عزت کیوں نہیں کرتے	خاتون پاکستان، ص ۲۵ - ۲۸، نومبر
حفیظ صدیقی ایم اے، پروفیسر	زندگی میں قابل قدر مقصد کی اہمیت	ہندستانی ادب، ص ۳۵ - ۳۷، اکتوبر نومبر
	کیا آپ واقعی احساس کمتری میں مبتلا ہیں	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۳، نومبر

تعلیم ـ تعلیمی و تصنیفی ادارے اور لائبریریاں

سلامت اللہ، ڈاکٹر	قومی نظامِ تعلیم	جامعہ، ص ۶۲۷ - ۶۳۴، دسمبر
نذیر احمد، ڈاکٹر	پاکستان میں نظامِ تعلیم کی تشکیل	تہذیب الاخلاق، ص ۲۳ - ۲۸، دسمبر
ابراہیم شمیم، پروفیسر	بچوں کی رہنمائی میں استاد کا حصہ	خاتون دکن، ص ۱۹ - ۲۱، سالنامہ ۱۹۶۴ء
نذیر الحق میرٹھی، مولانا	جامعہ محمدی شریف ـ عوام اور حکومت	الجامعہ، ص ۱۲ - ۱۶، نومبر
	ندوہ ـــ ایک نصب العین ایک تحریک[1]	صدق جدید، ص ۷، ۲۰ نومبر
(مترجم) وسیم اختر	دارالمصنفین ـــ جدید طرز کا عظیم تحقیقاتی ادارہ	ملاپ، ص ۸ - ۲، ۲ دسمبر
عبداللطیف اعظمی	انجمن ترقی اردو (ہند) چند شبہات اور ان کا ازالہ	مدینہ، ص ۲، یکم دسمبر
بدرالدین طیب جی	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں تقریر	مدینہ، ص ۳، ۲۵ دسمبر
عبدالماجد دریابادی	ایک تقابلی مطالعہ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ہندو یونیورسٹی بنارس)	صدق جدید، ص ۱، ۲۷ نومبر
آزاد جگناتھ	برٹش میوزیم اور اسکول آف اورینٹل	نقوش، ص ۱۴۱ - ۱۴۶، نومبر

[1] منقول از تعمیرِ حیات لکھنؤ

صلاح الدین احمد	کتابوں کا قبرستان (اسکولوں کی لائبریریاں)	سیپ، ص ۴۴ - ۴۶، نمبر ۳

معاشرت

ابوبکر اصلاحی، مولانا	اسلامی معاشرے کی چند اقدار	زندگی، ص ۲۰ - ۲۴، دسمبر
برٹرینڈرسل، مترجم، رشید الدین	ایٹمی دور اور سہم	دور حیات، ص ۲۵ - ۲۶، "
صغیر اصغر جارچوی	سماج اور عورت	خاتون پاکستان، ص ۲۹ - ۳۱، نومبر
وائٹ ہڈلٹن	مرد و عورت دو جداگانہ انواع سے تعلق رکھتے ہیں	ہمدرد صحت، ص ۱۳ - ۱۴، نومبر
سلیمان ندوی مرحوم، سید	آداب لباس (گزشتہ سے پیوستہ)	مولوی، ص ۲۷ - ۲۹، نومبر
——	تمدن عرب — مصر میں عربی تمدن کی جھلکیاں	الجامعہ، ص ۲۹ - ۳۳، نومبر
محمود الحسن صدیقی	ازدواجی زندگی	الجامعہ، ص ۵۴ - ۵۶، نومبر
شمس کنول	ضرورت ہے ایک سرسید احمد خاں کی	گلگن، ص ۱۶ - ۲۱، دسمبر
سماجانند	دشمنوں کی تعداد بڑھا لیجئے	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۱۶، دسمبر
رئیس احمد جعفری	تعمیر ملی کا بنیادی پتھر	ثقافت، ص ۳ - ۶، دسمبر

طب اور اس کے متعلقات

جلالی شاہجہانپوری	طب ہندی کے بغداد پر اثرات اور ہندی اطبار کی عباسی دربار میں پہنچ	صبح امید، ص ۹ - ۱۱، دسمبر
سلطان فیاض حسین	باڈی بلڈنگ یا تن سازی — تاریخی پس منظر و قوانین	ہمدرد صحت، ص ۴۷ - ۴۸، دسمبر
عرشی، حکیم امیر احمد	کتاب المناظر	اخبار الطب، ص ۳ - ۴، دسمبر
کیتھرین شیپارڈ	روحانی علاج کے طریقے	ہمدرد صحت، ص ۲۲ - ۲۵، دسمبر
ظفریاب خاں، ڈاکٹر میجر	آب و ہوا، موسم اور حضرت انسان	" " " ۱۱ - ۱۴، "
اینڈریو ہیملٹن	خاموش آواز کی علاجی منفعت	" " " ۱۹ - ۲۲، "
ضیا رشاہد	زمانہ قدیم میں مریضوں کا علاج	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۱۳، نومبر
اقبال حسین، حکیم	غذائی غلطیاں	" " ۱۲۷، دسمبر

مصنف	عنوان	ماخذ
منصور علی خاں	غذا انسانی جسم کا ایندھن ہے۔	ہمدرد صحت، ص ۱۵ - ۱۸، دسمبر
عبدالحفیظ، حکیم	انجیر	اخبار الطب، ص ۲ + ۱۰، دسمبر
محمد یٰسین دہلوی، حکیم	پیاز	ہمدرد صحت، ص ۹ - ۱۰، نومبر
	صحت بخش خوراک	" " " ۱۱ - ۱۲، "
امداد اللہ خاں، ڈاکٹر	پوٹاشیم	اخبار الطب، ص ۱۲ - ۱۳، دسمبر
عبدالرشید، حکیم	موسم سرما کے بن بلائے مہمان (چند بیماریاں)	چٹان، ص ۱۹، ۷ر دسمبر
"	بہار جسم کی خزاں ـــ تبخیر معدہ	" " ۱۹، ۱۶ر نومبر
حسن علی بی اے جامعی، ملک	ذیابیطس شکری اور اس کا علاج	" " ۱۶ - ۱۸، ۲۰، ۲۳ر نومبر
عبدالرشید، حکیم	ملیریا یا موسمی بخار	" " ۱۹، ۲ر نومبر

حیوانیات

مصنف	عنوان	ماخذ
فرینک لین، ڈاکٹر	جانوروں پر نئے تجربات	اردو ڈائجسٹ، ص ۳۶، دسمبر
م۔ عقیل	سانپ جو انڈے کھاتے ہیں	انشاء، ص ۹۱ - ۹۳، نومبر
حنیف شاہد	کنگرو	اردو ڈائجسٹ، ص ۹۴، نومبر

شکاریات

مصنف	عنوان	ماخذ
جم جونیئر	گلریا کا آدم خور (مسلسل)	الشجاع، ص ۴۴ - ۵۳، دسمبر
مقبول جہانگیر	سانگو کے گوریلے	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۱۲، دسمبر
جم جونیئر	گلریا کا آدم خور	الشجاع، ص ۵۱ - ۵۶، نومبر
ہارورڈ بل	بیسویں صدی کا تیرانداز	اردو ڈائجسٹ، ص ۹۳، نومبر

فنون لطیفہ

مصنف	عنوان	ماخذ
بلدیو مرزا	ساز اور آواز	سیپ کراچی، ص ۲۳۳ - ۲۴۰، نمبر ۲۳
دستووسکی، مترجم اسید ناصر خاں	دستووسکی	عکس لطیف، ص ۱۳ - ۱۴، دسمبر
ادیب سہیل	مشرقی پاکستان اور موسیقی	سیپ کراچی، ص ۲۲۳ - ۲۲۹، نمبر ۲۳

مصنف	عنوان	رسالہ
ادیب سہیل	مہندی کی چندی	فنون، ص ۴۳۶ - ۴۳۹، اکتوبر نومبر
"	فرہنگ موسیقی باب "س"	" " ۴۲۸ - ۴۳۵، " "
افضل پرویز	زخم بر تارِ رگ جان	" " ۴۲۵ - ۴۲۷، " "
صفی الدین صدیقی	اجنتا کی کہانی	" " ۴۱۲ - ۴۲۴، " "
عنایت الٰہی ملک	آگرہ گائیکی اور اس کے فن کار	" " ۴۰۸ - ۴۱۱، " "
رشید ملک	موسیقی اور امیر خسروؒ	" " ۳۸۸ - ۴۰۳، " "
ناصر، نعیم احمد	امیر خسروؒ بحیثیت فن کار	" " ۴۰۴ - ۴۰۷، " "
عنایت الٰہی ملک	موسیقی بطور موضوع سخن	نقوش، ص ۱۵۳ - ۱۶۰، نومبر
زبیدہ یاسمین ایم اے	بہزاد اور اس کا دبستان مصوری	تہذیب الاخلاق، ص ۳۸ - ۴۱، دسمبر

سیر و سیاحت

مصنف	عنوان	رسالہ
بتور سکیل	برازیل کے جنگلوں میں (مسلسل)	الشجاع، ص ۵۴ - ۵۷، دسمبر
سعید احمد اکبر آبادی	دیارِ غرب کے مشاہدات	برہان، ص ۳۷۱ - ۳۸۰، دسمبر
خالد کمال مبارکپوری، مولانا	سفر حرمین - براہ مسقط و بحرین (مسلسل)	البلاغ، ص ۲۹ - ۴۰، دسمبر
محمد ولی عبد اللہ نوروی	مشاہدات ترکیہ (بسلسلہ گزشتہ)	صدق جدید، ص ۸، ۱۱ دسمبر
امینا ملک	کشمیر میں خزاں کا موسم[1]	فروغ اردو، ص ۳۳ - ۳۹، نومبر
گیان چند، ڈاکٹر	گل گشت کشمیر	صبا، ص ۲۹ - ۲۳، اکتوبر نومبر
ظہیر، حافظ احسان الٰہی	سعدی و جامی کے دیس میں	چٹان، ص ۱۱ - ۲۲، ۲۳ نومبر
محمد ولی عبد اللہ نوروی	مشاہدات ترکیہ (بسلسلہ گزشتہ)	صدق جدید، ص ۶، ۱۳ نومبر
خورشید محمد	نشاط باغ	اردو ڈائجسٹ، ص ۵۵، نومبر
سعید احمد اکبر آبادی	مغرب کے مشاہدات و تاثرات (۸)	برہان، ص ۳۰۳ - ۳۱۴، نومبر

تہوار اور تفریحات

مصنف	عنوان	رسالہ
باقر منظور	نظیر اکبر آبادی اور تہوار	ملاپ، ص ۱، ۱۱ نومبر

---
[1] نشری تقریر آل انڈیا ریڈیو سے

مہر دہلوی	دیوالی کا تہوار[1]	صبح امید، ص ۸ - ۹، نومبر
ـــــــــ	مہاراشٹر میں دیہاتی تہوار	" " " ۱۹ - ۲۱، "
محمد ظفیر ندوی	دنیا کے عجیب اور خطرناک کھیل	اردو ڈائجسٹ، ص ۹۴، دسمبر
رشیدہ رضویہ	لندن کے کھیل	ارژنگ، ص ۲۷ - ۳۰، نومبر دسمبر
طہیر نفسی	ھپناٹزم ـــ آپ کو نیند آرہی ہے۔	انشار، ص ۷۰ - ۷۸ + ۸۴، نومبر
عبد الجلیل قریشی	سفید جادوگر	الشجاع، ص ۷ - ۱۲، دسمبر

صحافت

م۰م راجندر	بیس سال پہلے اردو کے رسالے[2]	نقش (۱۲)، ص ۱۲۸ - ۱۲۲،
خورشید، ڈاکٹر عبد السلام	قائد اعظم اور صحافت	لاہور، ص ۶ - ۱۴، ۲۸ دسمبر
نادم سیتاپوری	اودھ پنچ	اردو نامہ، ص ۷۱ - ۸۰، اکتوبر تا دسمبر
سکسینہ، ویریندر پرشاد	رسالہ "آزاد"	قومی زبان، ص ۶۰ - ۶۲، نومبر دسمبر
فضل المتین، سید	بھرت پور کے اردو رسائل اور اخبارات (ایک جائزہ)	ہماری زبان، ص ۶ - ۷، ۱۵ دسمبر
مناظر عاشق ہرگانوی	اردو کا پہلا اخبار	ہماری زبان، ص ۷، ۸ نومبر
ہاشمی، وحید الحسن	رسالہ حسن حیدرآباد (۱۸۸۸ء)	تہذیب الاخلاق، ص ۹ - ۱۳، نومبر
م۰م راجندر	بیس سال پہلے اردو کے رسالے	نقش، ص ۱۲۰ - ۱۲۲، شمارہ ۱۴
نفیس سندیلوی	رسالہ المعلومات اور اس کے مدیر مولوی ولایت احمد مرحوم	ہماری زبان، ص ۶ - ۷، ۸ نومبر
ـــــــــ	ملاپ کی ادبی اشاعتیں ـــ ایک سال کا جائزہ	ملاپ، ص ۱ - ۲ + ۷، ۳۰ دسمبر

قانون

تنزیل الرحمٰن	اسلامی ممالک میں قانون سازی کی تحریکیں	فکر و نظر، ص ۲۰۳ - ۲۱۴، نومبر دسمبر

[1] ہندی سے ترجمہ [2] ہم قلم کراچی سے منقول

مصنف	عنوان	ماخذ
ـــــــــ	قانون برائے تحفظ و خوشحالی مزدور	صبح امید/ص ۴۶ - ۴۷، دسمبر
مسعت فیضی	بیسویں صدی میں قانون اسلامی کی اہمیت	معارف/ص ۳۶۸ - ۳۷۸، نومبر

لسانیات

مصنف	عنوان	ماخذ
سہیل بخاری، ڈاکٹر	اردو میں ق، ی اور ہ کی حقیقت	نقوش/ص ۶۵ - ۸۹، نومبر
شوکت سبزواری، ڈاکٹر	اردو کا اعرابی نظام	اردو نامہ/ص ۱۰۲ - ۱۰۷، اکتوبر دسمبر
مسرت نقوی	دراوڑی کیوں؟	اردو نامہ/ص ۱۰۸ - ۱۱۳، " "
شوکت سبزواری، ڈاکٹر	اشتقاقیات	" " " ۱۱۴ - ۱۱۵، " "
ادارہ	اردو لغت ــ مجمل ایڈیشن قسط نمبر ۱۲	" " " ۲۱۹ - ۲۳۴، " "
نیعنان دانش	اردو صرف و نحو پر اہل مغرب کی کتابیں	تہذیب الاخلاق/ص ۱۲ - ۲۷، دسمبر
غلام رسول	اردو کے قدیم و جدید اعراب	ہماری زبان/ص ۱۲، ۵ ار دسمبر
گوپی چند نارنگ جسٹس محمد شریف ڈاکٹر وحید قریشی	اردو رسم الخط	تہذیب الاخلاق/ص ۴۹ - ۵۰، نومبر
کسری منہاس	ہمزہ کے عدد	تہذیب الاخلاق/ص ۳۱ - ۳۶، نومبر
غلام رسول، مولوی	اردو رسم خط کا آغاز و ارتقاء	سب رس/ص ۱۰ - ۱۱، نومبر

اردو ادب، تنقید و تحقیق اور ادبی مسائل

مصنف	عنوان	ماخذ
عبد السلام	تنقید کی زبان	سیپ کراچی/ص ۲۵۵ - ۲۶۰، نمبر ۳
احتشام حسین ندوی، سید	آمدی اور اس کا تنقیدی نظریہ	جامعہ دہلی/ص ۵۸۴ - ۵۹۲، نومبر
حرمت الاکرام، سید	اردو شاعری میں نئے تجربے	پونم/ص ۱۵ - ۱۶، دسمبر
عشرت قادری	" " " "	" " ۱۶ - ۱۸، "
احمد فراز	اردو شاعری میں تعلی کی روایت	فنون/ص ۲۹۱ - ۲۹۹، اکتوبر نومبر
ڈیوڈ ڈی اینڈرسن	پاکستان کی موجودہ شاعری	نیرنگ خیال/ص ۴۰ - ۵۱، شمارہ (۹)
محمد حسن، ڈاکٹر	غزل اور تغزل	فنون/ص ۲۲۳ - ۲۲۵، اکتوبر نومبر

محمد عقیل، ڈاکٹر	مثنوی میں فوق فطری عناصر	نقوش، ص ۹۰ - ۱۱۴، نومبر
وقار احمد رضوی، پروفیسر	رباعی کی سوانح عمری	انشار، ص ۱۰۳ - ۱۰۶، نومبر
نظیر حیدر، سید	اردو مرثیہ میں رزم نگاری	نگار پاکستان، ص ۵۰ - ۵۴، دسمبر
امیر عارفی	افسانوں کی بات چلی (کرشن چندر سے انٹرویو)	نقوش، ص ۱۶۱ - ۱۶۴، نومبر
سحر، ابوالفیض بی اے	پریم چند اور اردو افسانوی ادب	ملاپ، ص ۸، ۲، ۲۰ر دسمبر
گیان چند، ڈاکٹر	ہندوستانی نثر کے ارتقا میں داستانوں کا حصہ	ہندوستانی ادب، ص ۳۸ - ۴۴، اکتوبر نومبر
م۰م۰ راجندر	نفسیاتی تجزیہ (افسانہ کا)	الشجاع، ص ۱۶ - ۱۸، نومبر
منظر سلیم	اردو افسانہ نگار اور ہندی رسالے	خاتون دکن، ص ۱۶ - ۱۸، سالنامہ
آغا بابر	ڈرامہ کی قومی درسگاہ	ماہ نو، ص ۵۱ - ۵۵، دسمبر
ایس رشید حسن	اردو کے نئے اور پرانے ناٹک	ملاپ، ص ۸، ۲، ۱۰ر نومبر
محمد یٰسین، ڈاکٹر	ہندستانی عوامی ناٹک اور "بدیشیا"	فکر و نظر، ص ۹۳ - ۱۰۱، اکتوبر
شمیم احمد	فسادات اور اردو کے رپورتاژ	صبا، ص ۱۸ - ۲۸، اکتوبر نومبر
شیام کنول	ادب میں ہندوستانی نقطۂ نظر کی ضرورت و اہمیت	ملاپ، ص ۸، ۹ر دسمبر
سرور، آل احمد	شیکسپیر سیمینار	ہماری زبان، ص ۱، ۱۵ر دسمبر
محمد عمر، ڈاکٹر	میر کا سیاسی اور سماجی ماحول (مسلسل)	برہان، ص ۳۸۱ - ۳۸۴، دسمبر
گلزار وفا چودھری	فکر مومن (مسلسل)	عکس لطیف، ص ۸۷ - ۹۰ + ۹۳، دسمبر
احتشام حسین، پروفیسر	موجودہ ادب کے تقاضے	نوائے سیفیہ، ص ۲۸، دسمبر بھوپال نمبر
عصمت چغتائی	نیا ادب	عکس لطیف، ص ۷۱ - ۷۵، دسمبر
اختر حسین، ڈاکٹر	پاکستان کا اردو ادب عہد حاضر میں	نیرنگ خیال، ص ۵۲ - ۵۸، شمارہ (۹)
افتخار حسین، آغا	ادبی جائزے	عکس لطیف، ص ۷۶ - ۷۹، دسمبر
قمر اعظم ہاشمی	ادب اور شعور	خرام چاٹگام، ص ۳۱ - ۳۶، اشاعت ۱
محمد حسن فاروقی، ڈاکٹر	ادب اور جذبات	سیپ، ص ۲۱۸ - ۲۲۹، نمبر ۳
مس شنا ور خاں	ادب — ہوم انڈسٹری	فنون، ص ۳۰۹ - ۳۱۱، اکتوبر نومبر
سجاد باقر رضوی	ادیبوں کے مسائل	فنون، ص ۳۰۰ - ۳۰۲، " "
ولیم فاکنر	ادیب کی ذمہ داری	" " ۳۱۸ " "

باقر انصاری، مالیگاؤں	ادیب کی ذمہ داری	ہماری زبان، ص ۶-۸، یکم دسمبر
ناصر انصاری	" " "	چٹان، ص ۸-۱۹، ۱۴ر دسمبر
" "	" " " (۲)	" " ۱۴، ۲۱ر "
مجتبیٰ حسین	عہد حاضر میں ادیب اور ادب کے مسائل	سیپ، ص ۲۳۲-۲۲۵، نمبر ۲
ساقی فاروقی	لکھنے والوں کے مسائل	فنون، ص ۳۰۳-۳۰۴، اکتوبر نومبر
احمد علی خاں، ترجمہ سلیم صدیقی	اہل قلم کے مسائل	" " ۲۰۵-۲۰۸، " "
مسعود اشعر	قاری کے مسائل	" " ۲۱۲-۲۱۸، " "
عبد السلام نظامی	فرعون کی خدائی اور جوش کی بڑائی [1]	چٹان، ص ۱۵، ۲۸ر دسمبر
عثمان سلجوق، مترجم ارشد بخاری	اسلامی تہذیب و ادب میں ایرانیوں کا حصہ	" " ۱۲-۱۳، ۱۴ر دسمبر
انور صدیقی	جذبی افروزاں سے سخن مختصر تک	جامعہ، ص ۱۳۱-۴۴۴، دسمبر
محمد حسن فاروقی، ڈاکٹر	ادب اور تخیل	ساقی، ص ۴-۱۳، نومبر دسمبر
فراق گورکھپوری	لسانی بدتمیزی	نقوش، ص ۱۴-۸۴، نومبر
شوق، ست پرکاش	لسانی بدتمیزی — فراق گورکھپوری سے ایک ملاقات	چٹان، ص ۱۲-۱۳، ۲۸ر دسمبر
علی عباس، سید	فن اور شخصیت	فنون، ص ۲۱۸-۲۲۲، اکتوبر نومبر
فتح محمد، ملک	خیال کا خوف	" " ۲۴۶-۲۵۸، " "
تاجور سامری	کیا عشق انسان کو نکما کر دیتا ہے	جوار بھاٹا، ص ۹۶۱-۹۶۷، نومبر
احسن مارہروی، پروفیسر	اگر دنیا میں شاعر نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟	چٹان، ص ۹-۱۰، ۲۳ر نومبر
محمد سلیم الرحمٰن	بر بنائے کثافت وغیرہ	فنون، ص ۲۶۷-۲۸۰، اکتوبر نومبر
وحید قیصر ندوی	قاضی نذر الاسلام کا ایک تاریخی خطبہ	نقوش، ص ۴۹-۵۲، نومبر
احراز نقوی، ڈاکٹر	چنچل نار کا قضیہ	" " ۱۴۶-۱۵۲، "
سری رام شرما، ترجمہ مولوی غلام رسول	دکن اور دکھنی کا آغاز	سب رس، ص ۱۷-۲۴، نومبر
سری رام شرما، ڈاکٹر؛ مترجم: مولوی غلام رسول	" " " (۲ سلسلۂ گزشتہ)	" " ۱۷-۲۴، دسمبر

---

[1] بشکریہ منادی و ایشیا

وزیر آغا	میراجی اور دھرتی پوجا	فنون، ص ۲۴۳-۲۶۲، اکتوبر نومبر
ایڈیٹر (شورش کاشمیری)	علامہ شبلی پر عابد علی عابد کے عقائد کی نوازش	
	موازنہ انیس و دبیر پر معاندانہ تبصرہ	چٹان، ص ۵-۲۲، ۷ دسمبر
رشید حسن خاں	قاموس الاغلاط پر ایک نظر (۲)	فاران، ص ۳۲-۵۰، دسمبر
عبدالرب صدیقی، پروفیسر	حکیم الدین احمد کے نکتہ چین	ساقی، ص ۲۷-۴۰، نومبر دسمبر
نادم سیتا پوری	سرشار کا فسانہ لطائف یار۔ اور شمس الضحیٰ	ہماری زبان، ص ۱، ۲، ۸ دسمبر
احراز نقوی	سرشار کی تصنیفات تسامحات اور مغالطے	تہذیب الاخلاق، ص ۲۳-۳۰، نومبر
اختر، محمد خاں	عبداللہ کی "اداس نسلیں"	فنون، ص ۲۵۹-۲۶۵، اکتوبر نومبر
بشیر نیاز	فینی بل — ایک بدنام کتاب	سیپ، ص ۲۶۱-۲۶۴، نمبر ۳
زمان فتح پوری	دریائے عشق اور بحر المحبت (تقابلی مطالعہ)	نگار پاکستان، ص ۳۲-۴۱، نومبر
" "	" " " "	" " " ص ۵۵-۶۳، دسمبر
مناظر عاشق ہرگانوی	دیوان گویا	ہماری زبان، ص ۹، ۱۵ نومبر
شاہد احمد دہلوی	پچاس سال پہلے کی چند کتابیں	کتابی دنیا، ص ۱-۳، نومبر
سخاوت مرزا	کلیات غواصی پر ایک نظر	قومی زبان، ص ۶۲-۶۴، نومبر دسمبر
نامر، سید محمود احمد	مسوراتی متن اور حالیہ انکشافات	مجلہ الجامعہ، ص ۱۰۳-۱۰۶، اکتوبر دسمبر
وحید قریشی، ڈاکٹر	نوان نعمت (مثنوی میر حسن)	ماہ نو، ص ۱۷-۱۹، ۴۹، دسمبر
مہر نقوی، جے پوری	تذکرۂ درفشاں	تاج، ص ۴۲-۴۸، دسمبر
رشید امجد	ایک لوک کہانی کا تنقیدی جائزہ	اردو نامہ، ص ۸۴-۸۹، اکتوبر دسمبر
عبدالغفور قریشی	مرد لبراں (داستان سسی پنوں)	ماہ نو، ص ۳۱-۳۶، دسمبر
محمد یونس خالدی	فضل دہلوی کے چوبے	تاج، ص ۵۴-۵۵، دسمبر
امن گوپی ناتھ	ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد افق لکھنؤی کا	
شوق، سمت پرکاش	صد سالہ یوم ولادت جشن	نیرنگ خیال، ص ۱۰۴-۱۱۲، شمارہ (۹)
خلیق انجم	منشی دوارکا پرشاد افق کے مذہبی کارنامے	ملاپ، ص ۱، ۲، ۲ دسمبر
باقر منظور	" " " کی شعری و ادبی خدمات	" ، ص ۲-۹، ۱۶ دسمبر
صفدر حسین، ڈاکٹر	لکھنؤ کی خدمات زبان	نگار پاکستان، ص ۹-۲۰، دسمبر

محمد احسان علوی، حافظ	سنسکرت زبان پر مسلمانوں کے احسانات	فروغ اردو، ص ۱۷ - ۲۶، نومبر

ادبی شخصیات اور ان کا ادب (بسلسلہ تنقید)

ابن فرید	میر کی شخصیت	الشجاع، ص ۴۲ - ۵۰، نومبر
احمد قادری، سید	جگر کی غزلیہ شاعری	زندگی، ص ۵۰ - ۶۲، دسمبر
احمد رفاعی، احمد حسین خاں	جگر کا تصوف	تاج، ص ۲۴ - ۳۰، دسمبر
اختر، ڈاکٹر سیدہ	جگر مرادآبادی	نقش، ص ۱۱۸ - ۱۲۴، نمبر (۱۱)
اسمٰعیل حسن خاں، ملک	اصغر کی رجائی شاعری	سب رس، ص ۲۵ - ۳۰، نومبر
اعظمی، خلیل الرحمٰن	شہریار	فنون، ص ۵۲۳ - ۵۳۱، اکتوبر نومبر
انجم اعظمی	لب گویا (سحر انصاری)	سیپ، ص ۲۹۴ - ۲۹۷، نمبر ۳
انور خواجہ	فارغ بخاری	فنون، ص ۴۹۳ - ۴۹۹، اکتوبر نومبر
جون ایلیا	سحر - بکبردں کی دھول میں	سیپ، ص ۲۸۸ - ۲۹۳، نمبر ۳
چغتائی، مرزا احمد علی بیگ	مرہٹواڑہ کی ایک شاعرہ - زبیدہ تحسین	ملاپ، ص ۸، ۹ر دسمبر
حرمت الاکرام، سید	ندیم ایک تعارفی مطالعہ	خرام، ص ۱۱ - ۴۲، ج ا ش ۱
حفیظ الرحمٰن، قاضی	آسی کا تغزل	لاہور، ص ۶ - ۸، ۹ر نومبر
" " "	" " (۲)	" ، ص ۸ - ۹ + ۱۸، ۱۶ر نومبر
خلیق احمد نظامی، پروفیسر	حضرت امیر خسروؒ - افکار و شخصیت	فکر و نظر، ص ۱ - ۲۶، اکتوبر
خلیق انجم، ڈاکٹر	استاد رسا دہلوی	ساقی، ص ۲۷ - ۳۶، نومبر دسمبر
خلیل الرحمٰن اعظمی	اختر الایمان - ایک متحرک شاعر	فنون، ص ۲۳۵ - ۲۴۵، اکتوبر نومبر
رشید ہاشمی	یورپ کے شعرائے اردو	ساقی، ص ۱۷ - ۲۵، نومبر دسمبر
ساغر صدیقی	عوامی فن کار - قمر یورش	چٹان، ص ۱۵ - ۱۹، ۹ر نومبر
سالک	مولانا ظفر علی خاں اور سالک	نیرنگ خیال، ص ۵۹ - ۶۴، شمارہ (۹)
سحر، ابو محمد	امیر مینائی کے واسوخت	آج کل، ص ۲۰ - ۲۹، دسمبر
سحر، ابو الفیض ایم اے	صفی کی صاف گوئی	ملاپ، ص ۸ + ۲، ۲۵ر نومبر
سلیمان حسین، ڈاکٹر سید	ہوس لکھنوی	ہماری زبان، ص ۳ - ۴ + ۸، یکم نومبر

سلیمان حسین، سید	ہوس لکھنوی	نگار پاکستان، ص ۴۲ - ۴۹، دسمبر
شکیل الرحمن، ڈاکٹر پروفیسر	شہزادی کلثوم کی شاعری	ملاپ، ص ۸ + ۷، ۱۸ر نومبر
شمیم بھیروی	رحمان بابا کا مکتبہ فکر	ارژنگ، ص ۲۳ - ۲۶، نومبر دسمبر
شمیم زاہدی، سید	بہار کے شعرائے اردو	ساقی، ص ۴۱ - ۴۸، نومبر دسمبر
شورش کاشمیری	ظفر علی خاں — کیا لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے	چٹان، ص ۳ - ۲۱، ۳۰ر نومبر
شورش کاشمیری	مولانا ظفر علی خاں کی وہ نظمیں جو بحق سرکار ضبط ہوئیں۔	چٹان، ص ۹ - ۱۱، ۲۱ر دسمبر
شوکت تھانوی	مجنوں گورکھپوری	اردو ڈائجسٹ، ص ۴۳ - ۱۵۱، نومبر
شہباز پرویز	مجاز — ایک حقیقت	ملاپ، ص ۸ + ۷، ۱۶ر دسمبر
ظ۔ انصاری	پریم چند	دور حیات، ص ۱۳ - ۱۵، دسمبر
عبدالقیوم، ڈاکٹر	حالی کا تنقیدی شعور	سیپ، ص ۲۳۶ - ۲۴۰، نمبر ۳
عبدالمغنی، ڈاکٹر	فراق کا تغزل	نقوش، ص ۱۱۵ - ۱۲۹، نومبر
علی افسر	مفتی میر اشرف علی اشرف مرحوم کی زندگی اور شاعری	ملاپ، ص ۸ + ۷، ۲۵ر نومبر
علی بن ایاز	محمد نادر علی برتر	ہماری زبان، ص ۳ - ۴ + ۹، یکم دسمبر
عنوان چشتی	میکش اکبر آبادی	جامعہ دہلی، ص ۶۱۰ - ۶۱۹، نومبر
قدسی جلیداللہ	اکبر الہ آبادی	تاج، ص ۵۱ - ۵۲، دسمبر
لطیف حسین، ڈاکٹر سید	حضرت شاہ نیاز احمد صاحب نیاز	معارف، ص ۳۷۹ - ۳۹۲، نومبر
مجاز اسرار الحق	کلام مجاز	فروغ اردو، ص ۴۴ - ۴۷، دسمبر
محمد ابراہیم	دلی کی شاعری	خرام، ص ۲۵ - ۳۰، ج ۱ ش ۱
محمد یونس خالدی	سرور جہاں آبادی	نگار پاکستان، ص ۵۷ - ۶۴، نومبر
محمود الہٰی، ڈاکٹر	غالب کا ایک شاگرد - محمد محمود حسین	ہماری زبان، ص ۳ - ۴ + ۹، ۱۵ر نومبر
مسعود حسین خاں، ڈاکٹر	انیس کی زبان اور فن	ملاپ، ص ۱، ۹ر دسمبر
مغنی تبسم	حیدرآباد کا ایک عوامی شاعر — سرور ڈنڈا	پونم، ص ۱۱ - ۱۴، دسمبر

مفتون کوٹوی	شوکت تھانوی کی ادبی شوخیاں	جام نو، ص ۱۷ - ۱۸، دسمبر
مقبول جلیس	آغا حشر کی محبوبہ	انشاء، ص ۵۲ - ۵۵، نومبر
میمن عبدالمجید سندھی	ولی محمد خاں ولی — سندھ کا ایک اردو شاعر	نئی قدریں، ص ۲۹ - ۳۴، شمارہ (۹)
نادم سیتاپوری	مرمت خاں مرمت — عہد میر کا ایک گمنام شاعر	نقوش، ص ۱۴۰ - ۱۴۱، نومبر
نامی، ڈاکٹر عبدالعلیم	شیکسپیئر ہند آغا حشر کاشمیری	سیپ، ص ۲۳۰ - ۲۳۲، نمبر ۳
ندیم	ساقی فاروقی	فنون، ص ۵۱۵ - ۵۲۲، اکتوبر نومبر
"	عدم	" ۴۸۸ - ۴۹۲، " "
نذیر احمد، پروفیسر	تیرھویں صدی کا ایک اہم شاعر — عبید تونکی سنامی	فکر و نظر، ص ۷۷ - ۸۱، اکتوبر
نسیم حبیب	احمد فراز	فنون، ص ۵۰۰ - ۵۱۴، اکتوبر نومبر
نظر، محمد انصار اللہ	نواب حسین علی خاں آثر	ہماری زبان، ص ۳ - ۴ + ۷، ۵ر نومبر
واصل عثمانی	سخی انیسویں صدی کا ایک مشہور شاعر	عکس لطیف، ص ۹۱ - ۹۳، دسمبر
وحشی محمود آبادی	اسم تا سورج (ڈاکٹر مظفر حسین)	" " ۸۰ " "
یوسف ناظم	انشا کی ظریفانہ شاعری	ہندوستانی ادب، ص ۲۲ - ۲۴، اکتوبر نومبر
" "	" "	لاہور، ص ۸ - ۹، ۷ر دسمبر
———	اردو زبان کا سب سے پہلا اور آخری انشائیہ نگار — خان بہادر میر ناصر علی	نگار پاکستان، ص ۳۰ - ۳۷، دسمبر
———	عرش تیموری	جام نو، ص ۷، دسمبر
———	آنند نرائن ملا	نیرنگ خیال، ص ۲۳ - ۲۶، شمارہ (۹)
———	شاہ حاتم (شخصیت و کلام)	انشاء، ص ۴۸ - ۴۹، نومبر
———	منوہر سنگھ صحرائی	چٹان، ص ۴، ۱۲ر دسمبر

مشاعرے

محمد حسنین گیاوی، ڈاکٹر سید	عظیم آباد کی ایک گمنام محفل مشاعرہ	فروغ اردو، ص ۷ - ۱۲، نومبر
———	ایک یادگار محفل مشاعرہ	انشاء، ص ۷۹ - ۸۴، نومبر

رمزی، ابوالاسرار	میرے دل کی آواز	ہماری زبان، ص ۳ - ۴، ۱۵ دسمبر
ظہیر الدین صدیقی، ڈاکٹر	ہمارے مشاعرے	ہماری زبان، ص ۳ - ۴ + ۹، ۸ دسمبر
سمیع الوری	کل سندھ مشاعرہ (مرکز علم وادب کی شاخ کا افتتاح)	نئی قدریں، ص ۸۶ - ۹۰، شمارہ (۹)
———	لاہور کے قدیم مشاعرے - بھولی بسری یادوں کی روشنی میں[1]	صبح امید، ص ۲۲، دسمبر

آپ بیتی

نیاز، صوفی عبدالقدیر	میرے تراجم	مجلۃ الجامعہ، ص ۱۶۹ - ۱۷۸، اکتوبر دسمبر
ہاشمی فرید آبادی	خود نوشت حالات	قومی زبان، ص ۶، نومبر دسمبر
عالم خوندمیری	مجاز — آپ اپنی نظر میں	پونم، ص ۵ - ۷، دسمبر

مکتوبات

حبیب الرحمن خاں شروانی	مکاتیب بنام سید سلیمان ندوی	معارف، ص ۴۶۸ - ۴۷۴، دسمبر
تاثیر، ڈاکٹر	پروفیسر تاثیر مرحوم کا خط سید سلیمان ندوی کے نام	نیرنگ خیال، ص ۵ - ۱۶، شمارہ نمبر (۹)
محمد عظیم	صفیہ اختر کے خطوط (شوہر کے نام)	نئی قدریں، ص ۲۴ - ۲۸، شمارہ (۹)
رئیس مینائی بنگلوری	حضرت شاد عارفی کے خطوط فضا کوثری کے نام	ہماری زبان، ص ۳ - ۵، ۸ نومبر
״ ״ ״	شاد عارفی کے خطوط۔ فضا کوثری کے نام[2]	چٹان، ص ۱۴ - ۱۶، ۲۳ نومبر
سلیمان ندوی، مولانا سید	خطوط بنام اکبر الہ آبادی	معارف، ص ۳۹۲ - ۳۹۶، نومبر

دیگر زبانوں کا ادب اور ادبی شخصیات

ابن حنیف	مصر جدید کی رومانی شاعری	سیپ، ص ۱۴۲ - ۱۵۲، نمبر ۳
آرنا بانٹیمپس	امریکہ کی نیگرو شاعری	قومی زبان، ص ۷۲ - ۷۶، نومبر دسمبر

[1] منقول از شان ہند دہلی [2] منقول از ہماری زبان علی گڑھ

ابوظفر عبدالواحد	آسکر وائلڈ کا افسونِ خوش نگاری	پونم، ص ۸ - ۱۰، دسمبر
جگتار سنگھ	پنجابی جدید شاعری	سبرس، ص ۳۳ - ۳۵، دسمبر
راشد، عطاء المجیب	سات قصیدے - جو خانہ کعبہ کے پردوں پر لٹکائے گئے	لاہور، ص ۱۲ - ۱۵، ۱۴ر دسمبر
شکیل احمد صدیقی	مومن کی فارسی رباعیاں	فروغ اردو، ص ۲۹ - ۳۴، دسمبر
غوری، شبیر احمد خاں	عمر خیام کی رباعیاں	لاہور، ص ۷ - ۹ + ۱۲، ۲۸ر دسمبر
کلیم سہسرامی	بنگلہ کی خیالی شاعری	خاتون دکن، ص ۱۲ - ۱۵، سالنامہ
ویٹوری آنند مو	تلگو ناول	ہندوستانی ادب، ص ۹ - ۱۳، اکتوبر نومبر
زویا عثمانوف	مرزا ترسون زادے — ایک عظیم سوویت شاعر	ہندوستانی ادب، ص ۴۹ - ۵۱، " "
سلمان عزیز	لوئی پاسچر	تہذیب الاخلاق، ص ۳۴ - ۴۸، دسمبر
تیج نارائن جیسوال ایم اے	راشٹر کوی میتھلی شرن گپت	ملاپ، ص ۱ - ۲، ۱۷ر دسمبر
———	نوبل پرائز یافتہ ادیب — سارترے	ملاپ، ص ۱، ۸ر نومبر

اردو زبان اور اس کے مسائل

اختر حسین، صدر انجمن ترقی اردو	پیغام — کل پاکستان اردو کانفرنس ربوہ کے نام	قومی زبان، ص ۳، نومبر دسمبر
اظہر قادری	اردو مشرقی پاکستان میں	جام نو، ص ۱۶ - ۲۰، نومبر
حمید، پروفیسر شیخ	عدالتوں میں اردو کا رواج	قومی زبان، ص ۵۳ - ۵۹، نومبر دسمبر
رالف رسل	تدوین و طباعت کا معیار	اردو نامہ، ص ۹۸ - ۱۰۱، اکتوبر نومبر
رفیق احمد، ڈاکٹر	قومی زندگی میں زبان کی اہمیت	فکر و نظر، ص ۲۵۲ - ۲۵۷، نومبر دسمبر
سرور، آل احمد	جنرل سکریٹری کی رپورٹ (کل ہند اردو کانفرنس جے پور) (۱)	مدینہ، ص ۳، ۵ر نومبر
سرور، آل احمد	جنرل سکریٹری کی رپورٹ (کل ہند اردو کانفرنس جے پور (۲))	مدینہ، ص ۳، ۹ر نومبر
سہیل بخاری	قدیم دکنی اور اردو زبان کا تقابلی مطالعہ	اردو نامہ، ص ۷ - ۲۰، اکتوبر دسمبر

منیر حسن دہلوی	اردو زبان کا ارتقا	سیپ، ص ۲۶۵ - ۲۶۹، نمبر ۳
کرامت علی ایم اے	اردو	نیرنگ خیال، ص ۱۷ - ۱۲، شمارہ (۵)
گوپال متّل	اردو تحریک ـــ چند مشورے	تحریک دہلی، ص ۳ - ۴، نومبر
مفتون کوٹوی	راجستھان کی ادبی فضاؤں کی سیر ـــ کوٹہ میں فروغ ار کی جھلکیاں	شان ہند، ص ۵ - ۸، دسمبر
محمد یوسف	برما میں اردو	قومی زبان، ص ۶۹ - ۷۱، نومبر دسمبر
نظر، محمد انصار اللہ	جاپان میں اردو	ہماری زبان، ص ۶ - ۸، ۸ ردسمبر
ووکا سیں کرسما نوویچ	سربوکروشین زبان اور اردو	قومی زبان، ص ۶۵ - ۶۸، نومبر دسمبر
ـــــــ	قومی کتاب میلہ ۱۹۶۴ء	کتابی دنیا، ص ۱۵ - ۱۷، نومبر

شخصیات

علمی، ادبی، تاریخی اور سیاسی

اقبال

سلیم احمد نواز	اقبال کا نظریۂ تعلیم	الجامعہ، ص ۵۰ - ۵۳، نومبر
عبد الماجد دریابادی، مولانا	بیٹے، رومی اور اقبال	نقوش، ص ۳۷ - ۴۰، نومبر
محمود نقوی	اقبال کا ایشیائی تخیّل	لاہور، ص ۸، ۲ رنومبر
محمد عظیم بھٹی	اقبال کا تصور معراج	الجامعہ، ص ۹ - ۱۰، دسمبر
نادم سیتا پوری	ڈاکٹر اقبال کی ایک تنقید (عزیز لکھنوی کے مجموعۂ کلام "گل کدہ" پر)	ہماری زبان، ص ۱، ۸ ردسمبر
نیاز فتح پوری	اقبال	نگار پاکستان، ص ۴۰ - ۴۱، دسمبر
ـــــــ	مجلس اقبال ـــ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق (مسلسل)	طلوع اسلام، ص ۵۶ - ۴۴،

آزاد، ابوالکلام

ابوالکلام آزاد، مولانا	جہیز کی آخری راتیں ـــ (ابن ساباٹو اور حضرت جنید بغدادی)	انشاء، ص ۱۲۷ - ۱۳۰، نومبر

مصنف	عنوان	ماخذ
ابوسلمان شاہجہانپوری	اسلام میں عورت کی سربراہی اور مولانا آزاد	چٹان، ص ۱۰ - ۱۳، ۲۰، ۱۲ر دسمبر
" " "	مولانا آزاد کا فتویٰ ؟ (اسلام میں عورت کی سربراہی)	مدینہ، ص ۲، ۸ر دسمبر
" " "	مولانا آزاد کے بارے میں چند غلط فہمیاں اور ان کی تردید	مدینہ، ص ۳ - ۵، ۲۱ر دسمبر
" " "	مولانا آزاد کے بارے میں چند غلط فہمیاں اور ان کی تردید	چٹان، ص ۹ - ۱۰ + ۲۱، ۱۴ر دسمبر
ابوسلمان شاہجہانپوری، نعمت اللہ خاں (مہوبا)	ابوالکلام آزاد — اور — الندوہ	چٹان، ص ۵ - ۱۹، ۲۱ر دسمبر
سعید اختر ایم اے	تقسیم کی ذمہ داری (اور مولانا آزاد) (۱)	مدینہ، ص ۲، ۱۲ر دسمبر
" " " "	" " " " (۲)	" " ۲، ۲۵ر دسمبر
ریاض الرحمٰن شروانی	تقسیم کی ذمہ داری اور مولانا آزاد	سہ روزہ مدینہ بجنور
عابد حسین، ڈاکٹر سید	مولانا آزاد کا ادبی مقام [۱]	جامعہ، ص ۶۳۵ - ۶۴۰، دسمبر
محمود واجد	مولانا آزاد نہاں خانے میں	سیپ، ص ۲۷۰ - ۲۷۲، نمبر ۳
نسیم اختر پالوی	ابوالکلام کی حیات معاشقہ [۲]	نگار پاکستان، ص ۴۲ - ۴۵، دسمبر

حیرت شملوی

مصنف	عنوان	ماخذ
امیر علی، شیخ	یاد حیرت (شملوی)	کتابی دنیا، ص ۱۴، دسمبر
جلیل قدوائی	" " (")	" " ۱۴، "
" "	مرگ حیرت (")	قومی زبان، ص ۳۹ - ۴۰، نومبر دسمبر
راشد حسن قادری	میرے میاں (حامد حسن قادری)	سیپ، ص ۳۳ - ۳۴، نمبر ۲
کشفی، ابوالخیر	حامد حسن قادری	سیپ، ص ۲۷ - ۳۲، نمبر ۲
مبشر علی صدیقی	ایک چراغ اور بجھا (حامد حسن قادری)	

[۱] آل انڈیا ریڈیو دہلی سے ایک تقریر [۲] اس مضمون پر نیاز فتح پوری کا ایک طویل اور اہم نوٹ ہے۔

ملا واحدی	حیرت شملوی	قومی زبان، ص ۱۳، نومبر دسمبر
حیرت شملوی	آخری خط	" " ، ۳۸، " "

صلاح الدین احمد

ابن انشا	یاد یار مہرباں آید ہمی (مولانا صلاح الدین احمد)	سیپ، ص ۴۸-۱۷۱، نمبر ۳
علی عباس جلالپوری، سید	صلاح الدین احمد	فنون، ص ۲۸۱-۲۸۵، اکتوبر نومبر
رفیق خاور	یاد یار مہرباں آید ہے!	ماہ نو، ص ۲۰-۲۳، دسمبر
اسلم فرخی، ڈاکٹر	مولانا صلاح الدین احمد	اردو نامہ، ص ۹۰-۹۷، اکتوبر دسمبر

عبدالحق، بابائے اردو

شاہد احمد دہلوی	مولوی عبدالحق	ساقی، ص ۵۷-۶۲، نومبر دسمبر
یونس ادیب	مولانا عبدالحق بحیثیت نقاد	دورِ حیات، ص ۲۱-۲۷، دسمبر

حسینی، علی عباس

اظہر حسین خواجہ	حسینی — میرے دوست	کتاب، ص ۲۷-۳۰، ۹۹، دسمبر
احمد جمال پاشا	حکیم بانا — علی عباس حسینی کا ایک مزاحیہ کردار	کتاب، ص ۱۳-۲۵، دسمبر
اختر علی تلہری	حسینی — میرے ساتھی	" ، ۱۵-۲۶، "
عابد سہیل	ہم قلم و ہم زبان و ہم بیاں	" ، ۹-۱۲، ۱۳۳، "
عثمان غنی، عابد سہیل	آئینہ در آئینہ (حسینی صاحب سے ایک انٹرویو)	" ، ۱۱۶-۱۲۱، "
کشور زیدی	مشفق باپ	" ، ۴۳-۴۴، "
کے، پی، سکسینہ	حسینی ایک پڑوسی کی نظر میں	" ، ۱۶-۱۹، "
گیتی آرا	میرے ابا	" ، ۲۱-۲۴، "
محمود الحسن، سید	"ناول کی تاریخ اور تنقید پر ایک نظر" [1]	" ، ۳۶-۴۲، "

[1] علی عباس حسینی کی تصنیف

...شاہ خاں۔	علی عباس حسینی کی افسانہ نگاری	کتاب، ص ۴۵-۴۹، دسمبر

غالبیات

...رام	تبصرہ دیوان غالب، نسخۂ عرشی	نقوش، ص ۱۶۵-۱۷۳، نومبر
...ی، امتیاز علی	دیوان غالب اردو	،، ،، ۱۷۴-۱۸۵، ،،
...علی خاں	ضمیمہ نسخۂ عرشی	،، ،، ۱۸۶-۲۰۴، ،،
...مسعود احمد	مرزا غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی مکتوب	اردو نامہ، ص ۸۱-۸۳، اکتوبر نومبر
...سلم انصاری	تاج محل، غالب اور چغتائی	نئی قدریں، ص ۱۳-۲۳، شمارہ (۹)
...من الرحمٰن فاروقی	غالب کا محبوب	فکر و نظر، ص ۸۲-۹۲، اکتوبر
...بد الودود، قاضی	جہانِ غالب	تحریک، ص ۹-۱۳، دسمبر

نفاست حسین صدیقیؒ

...امد احمد دہلوی	ہنس مکھ نفاست	سات رنگ، ص ۱۱-۱۹، نومبر دسمبر
———	خطوط تقریب	،، ،، ،، ۵-۱۰، ،، ،،
...خان حقی، سید انیس الحق	آہ صدیقی	،، ،، ،، ۳۸-۳۹، ،، ،،
...زبیر حسین	نفاست — میرا دوست	،، ،، ،، ۳۶-۳۷، ،، ،،
...سمیع الدین علوی	جوانمرد، جوانمُرد	،، ،، ،، ۳۴-۳۵، ،، ،،
...محمد عمر میمن	مقدور ہو تو	،، ،، ،، ۲۸-۳۳، ،، ،،
شبنم رومانی	صدیقی صاحب.	،، ،، ،، ۲۷، ،، ،،
شمیم جاوید	نقی بھائی	،، ،، ،، ۲۴-۲۶، ،، ،،
...شرف صبوحی دہلوی	آہ! صدیقی مرحوم	،، ،، ،، ۱۲، ،، ،،
...صادق، ڈاکٹر	صدیقی العزیز	،، ،، ،، ۲۱-۲۳، ،، ،،
ایم اسلم	واحسرتا	،، ،، ،، ۲۰-۲۱، ،، ،،

ہاشمی فرید آبادی، نصیر الدین

ابوظفر عبد الواحد، پروفیسر	منکسر المزاج ہاشمی (نصیر الدین)	خاتون دکن، ص ۸-۱۱، سالنامہ

آمنہ ممتاز	ہاشم بھائی	قومی زبان، ص ۷ - ۱۰، نومبر دسمبر
کمال ڈاکٹر رحیم الدین	نصیر الدین ہاشمی	″ ″ ″ ۳۷ - ۳۰، ″ ″
شمیم احمد	آخری ملاقات (ہاشمی فرید آبادی سے)	″ ″ ″ ۱۹ - ۲۵، ″ ″
تحسین سروری	ہاشمی فرید آبادی	″ ″ ″ ۱۱ - ۱۷، ″ ″

نہرو، پنڈت جواہر لال

عابد حسین، ڈاکٹر سید	جواہر نہرو	جامعہ، ص ۵۷۱ - ۵۷۶، نومبر
نہرو، جواہر لال	جواہر لال نہرو کی وصیت سے اقتباس	آجکل، ص ۷۹ - ۸۰، نومبر
ہمایوں کبیر	نہرو — ایک ادیب کی حیثیت سے	″ ″ ۶۹ - ۷۳، ″
احمد فاروقی، خواجہ	افسانہ آں شبے کہ بایار گزشت (پنڈت جواہر لال نہرو کا تذکرہ)	″ ″ ۱۹ - ۲۴، ″
فراق گورکھپوری	جواہر نہرو — کچھ یادیں — کچھ تاثرات	″ ″ ۴ - ۱۰، ″
نظامی، ظفر احمد	..... اور شمع بجھ گئی (جواہر لال نہرو)	″ ″ ۲۷ - ۳۸، ″
امن، گوپی ناتھ	جنگ آزادی کا سپاہی — جواہر لال نہرو	″ ″ ۴۵ - ۴۹، ″
بدر الدین طیب جی	پنڈت جی میری نظروں میں	″ ″ ۵۰ - ۵۸، ″
مہر، غلام رسول	پنڈت جواہر لال نہرو	″ ″ ۶۱ - ۶۳، ″
سلام مچھلی شہری	پنڈت جواہر لال نہرو — ادیب کی حیثیت سے	ہماری زبان، ص ۸ - ۹، ۱۵ نومبر
مورپا، ہیرا لال	پنڈت نہرو ادیب کی حیثیت سے	ملاپ، ص ۱ - ۷، ۱۷ دسمبر
پالوی، عطاء اللہ	آہ نہرو	آجکل، ص ۱۵ - ۱۸، دسمبر
	نہرو جی کے زندگی کے اہم واقعات	رہنمائے تعلیم، ص ۵۰ - ۵۲، دسمبر
معصوم قمر	پیکر انسانیت (نہرو)	″ ″ ″ ۷۹، دسمبر
رگھو دیر سنگھ	مالو تا کے اوتار پنڈت نہرو	″ ″ ″ ۷۵ - ۷۷، ″
ابو شباب سلیم عارج	پیغام راہ نما (نہرو)	″ ″ ″ ۷۲ - ۷۳، ″
دلارام رتن	پنڈت جواہر لال نہرو	″ ″ ″ ۶۴ - ۶۵، ″
المارام شرما	جواہر لال نہرو کی عظمت	″ ″ ″ ۶۱ - ۶۳، ″

اشوک مہتہ	بھارت کا معمار نہرو	رہنمائے تعلیم، ص ۵۸ - ۶۸، دسمبر
تیج بہادر سنہا	پنڈت نہرو	〃 〃 〃 ۵۵، 〃
پیرل بک	جواہرلال نہرو	〃 〃 〃 ۵۳ - ۵۴، 〃
سیفی پریمی	مادر گیتی کا فرزند دل نواز (نہرو)	〃 〃 〃 ۴۹ - ۵۲، 〃
جے کرشن چودھری حبیب	جواہرلال نہرو	〃 〃 〃 ۴۷ - ۴۸، 〃
امرناتھ، طیش بی اے	آدرش پتی (نہرو)	〃 〃 〃 ۴۴ - ۴۶، 〃
شورش کاشمیری	پنڈت جواہرلال نہرو	〃 〃 〃 ۴۲، 〃
جگن ناتھ پربھاکر	نہرو امر ہیں	〃 〃 〃 ۳۴ - ۳۹، 〃
————	بے دین نہیں دین داروں سے اچھا تھا	〃 〃 〃 ۲۷ - ۳۲، 〃
امن، گوپی ناتھ	جب جواہرلال نہرو مجھ سے ناراض ہوئے	〃 〃 〃 ۲۵ - ۲۶، 〃
ترلوک سنگھ	جواہرلال نہرو اور پنج سالہ منصوبہ	〃 〃 〃 ۱۹ - ۲۳، 〃
رادھا کرشنن	ایک عظیم ترین ہستی (نہرو)	〃 〃 〃 ۹ - ۱۰، 〃
ہری چند اگروال	پنڈت نہرو کی یاد	〃 〃 〃 ۱۸۱ - ۱۰۲، 〃
وساکھی رام باحر	پنڈت جواہرلال نہرو کی تربیت	〃 〃 〃 ۱۰۰، 〃
فیروز آرٹیسٹ	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	〃 〃 〃 ۹۷، 〃
————	پنڈت جواہرلال نہرو کی وصیت	〃 〃 〃 ۹۳ - ۹۴، 〃
————	شری نہرو کی آخری رات کس طرح گزری	〃 〃 〃 ۹، 〃
————	عالمی سیاست کا مضبوط ستون	〃 〃 〃 ۸۷ - ۸۹، 〃
منوہرلال آہوجہ بیدل سرحدی	اتحاد کے محافظ — نہرو	〃 〃 〃 ۵۴، 〃
رمیش پوری طوفان	نہرو کی اہمیت	〃 〃 〃 ۱۰۳ - ۱۰۴، 〃
شعیب اعظمی	نہرو — نائیڈو کی نگاہ میں	سب رس، ص ۲۵ - ۳۲، دسمبر

دیگر شخصیات

نور احمد	مومن ہو تو .... بیاد قائد اعظم	ماہ نو، ص ۷ - ۱۰، دسمبر
————	شبلی ندوہ اودھر	صدق جدید، ص ۶ - ۷، ۶ر نومبر

مصنف	عنوان	ماخذ
سخی احمد ہاشمی، پروفیسر	شبلی	سب رس، ص ۸ - ۱۴، دسمبر
سرور، پروفیسر آل احمد	دبی چنگاریاں — سجاد انصاری	فروغ اردو، ص ۸ - ۱۷، دسمبر
احتشام حسین رضوی، پروفیسر سید	〃 〃 — مہدی افادی	〃 〃 ۱۸ - ۲۶، 〃
خاور نگرامی	اردو ادب کا انقلابی رہنما (مولانا حالی)	ہم قلم، ص ۱۲ - ۱۴، نومبر دسمبر
غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر	علامہ ڈاکٹر محمد شفیع کے چند علمی مکتوبات	نقوش، ص ۵۳ - ۹۴، نومبر
—		
	حکیم عبد الوہاب ظہوری	اخبار الطب، ص ۸ - ۱۰، دسمبر
اسد اللہ خاں	مسیح الملک حکیم اجمل خاں	〃 〃 ۷ - ۱۰، 〃
محمد ٹونکی جامعی، سید	بی اماں مرحومہ	صدق جدید، ص ۷ - ۸، ۱۸ر دسمبر
〃 〃	بی اماں[1]	چٹان، ص ۱۴، ۳۰ر نومبر
〃 〃	〃 〃	مدینہ، ص ۳، ۲۰ر نومبر
ہربھجن سنگھ تھاپر	شری لال بہادر شاستری	رہنمائے تعلیم، ص ۱۰۷ - ۱۰۸، دسمبر
منورما دیوان	اندرا گاندھی — بڑے باپ کی بڑی بیٹی	ہندستانی ادب، ص ۱۴ - ۱۷، اکتوبر نومبر
خلیق انجم، ڈاکٹر	ڈاکٹر کنور محمد اشرف	سب رس، ص ۳ - ۹، نومبر
کوثر چاندپوری	مولوی البرامکہ (مولوی عبد الرزاق کانپوری)	نگار پاکستان، ص ۷ - ۱۵، نومبر
محمد سہراب خاں	متحدہ عرب کا بانی — محمد علی پاشا	خرام، ۱۲۳ - ۱۲۶، ۵ اش ۱
—	محمد عظیم میاں (پاکستان کے مشہور وزن بردار)	ہمدرد صحت، ص ۱، نومبر
آزاد، محمد حسین	عبد الرحیم خاں خانخاناں	نقوش، ص ۲۰۵ - ۲۱۰، نومبر
ضیاء، محمد سلیم	شاہ اسمٰعیل شہید	لاہور، ص ۱۶ - ۱۷، ۲۳ر نومبر
سخاوت مرزا قادری	شاہ عبد الکریم بلڑی والا سندھی	الرحیم، ص ۱۷ - ۲۱، دسمبر
محمد عضد الدین خاں	حضرت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبد العزیزؒ سے متعلق چند غلط روایات	برہان، ص ۲۹۳ - ۳۰۲، نومبر
محمد عضد الدین خاں	شاہ عبد العزیزؒ محدث دہلوی کی ایک نایاب تصنیف	معارف، ص ۴۵۷ - ۴۶۷، دسمبر

[1] مدینہ بجنور سے ماخوذ

قاسم حسن سید	وصیت نامہ نواب صدیق حسن خاں	الرحیم، ص ۳۲ - ۴۰، نومبر
محمد ولی عبداللہ	حکیم امجد حسین مہاجر مدنی مرحوم	صدق جدید، ص ۸، ۲۰ نومبر

تبصرے

نومبر دسمبر ۱۹۶۴ء کے اخبارات رسائل میں درج ذیل رسائل وکتب پر تبصرے شائع ہوئے ہیں

ابراہیم جلیس	(جام نو کا) سالنامہ ۱۹۶۴ء	جام نو، ص ۸، نومبر
ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر	شعلے (پروفیسر احمد علی)	سیپ، ص ۲۵۰، نمبر ۳
" " "	تنقیدی نقوش (مصنف: ڈاکٹر عبد القیوم)	" " ۲۴۹، "
" " "	تحقیق کی روشنی میں (مصنف: عندلیب شادانی)	" " ۲۴۷، "
احمد ندیم قاسمی	جگمگ (مجموعہ کلام نور بجنوری)	نقوش، ص ۵۵۶ - ۵۶۰، نومبر
احتشام حسین، سید	فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ (مصنف: سید ضمیر حسن دہلوی)	سیپ، ص ۲۴۶، نمبر ۳
ا۔ ح۔ ق	فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ (تالیف شاہ عبد العزیزؒ شارح محمد عبد العلیم)	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۶۰، دسمبر
ا۔ ح۔ ق	کلیاں اور کانٹے (شاعر: منیر کمال)	" " ۱۵۹، "
ا۔ ح۔ ق	یہ بیویاں یہ کلرک (مجموعہ مضامین اسرار اشفاق)	" " ۱۵۸، "
ا۔ ح۔ ق	انبیائے قرآن (تین جلدیں - مولفہ محمد جمیل احمد)	" " ۱۵۹، "
ا۔ ح۔ ق	علی برادران (سید رئیس احمد جعفری)	" " ۱۵۸، "
ا۔ ح۔ ق	ہماری زراعت (مرتبہ: ملک خدا بخش، مظفر حسین)	" " ۱۶۰، "
ا۔ س (محمد سرور)	فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ (تالیف شاہ عبد العزیزؒ مولانا محمد عبد العلیم چشتی)	الرحیم، ص ۷۹ - ۸۰، دسمبر
اسد محمد خاں	جیون درپن (شاعر: نگار صہبائی)	سیپ، ص ۲۵۶، نمبر ۳
ا۔ ص	تذکرہ اسلاف (تصنیف بہار الحق قاسمی)	سب رس، ص ۴۶، نومبر
" "	جمال صابر کلیری (مرتبہ: وحید احمد مسعود)	" " ۴۵، "
" "	مجلہ عثمانیہ کا دکنی ادب نمبر	" " ۴۵، "

ا - ص -	ہندوستانی کا معلوماتی جائزہ	سب رس، ص ۴۷، دسمبر
اعجاز عسکری	انڈونیشیا (از شاہد حسین رزاق)	ہماری زبان، ص ۱۱، یکم نومبر
اکبر، صلاح الدین	تبصرے پر تبصرہ [1]	فنون، ص ۴۴۰ - ۴۴۲، اکتوبر نومبر
انور خواجہ	۷۳ء کے منتخب افسانے (مرتبہ: اعجاز نقوی)	ارژنگ، ص ۵۴ - ۵۵، نومبر دسمبر
انور صدیقی	خلش (مجموعۂ کلام از سیفی پریمی)	جامعہ، ص ۶۷۶ - ۶۷۹، دسمبر
انور معظم	ترانے (مرزا مشکور بیگ	صبا، ص ۸۶، اکتوبر نومبر
〃 〃	زخم تمنا (مجموعہ کلام مظہر امام)	〃 〃 ۸۶ - ۸۸، اکتوبر نومبر
〃 〃	تین کتابیں (محبوب خزاں، محب عارفی اور قمر جمیل)	〃 〃 ۸۸ - ۹۰، 〃 〃
〃 〃	شب چراغ (مجموعہ کلام خاور نوری)	〃 〃 ۹۰ - ۹۱، 〃 〃
آغا سہیل	ندیم کے بہترین افسانے (مرتب: مظفر علی سید)	فنون، ص ۵۵۰ - ۵۵۸، 〃 〃
〃 〃	اردو ادب میں فن سوانح نگاری (مصنف: الطاف فاطمہ)	عکس لطیف، ص ۴۹، دسمبر
〃 〃	اندیشۂ شہر (مجموعہ مضامین احمد جمال پاشا)	〃 〃 〃 ۹۵، 〃
تاجور سامری	الف (رئیس احمد جعفری)	جوار بھاٹا، ص ۱۰۶۲، نومبر
〃 〃	گیت گووند (از جے دیو، منظوم ترجمہ از: منور لکھنوی)	〃 〃 〃 ۱۰۶۲، 〃
جمیل ملک	پھولوں کے محل (افسانوں کا مجموعہ از صادق حسین)	فنون، ص ۵۵۰ - ۵۵۴، اکتوبر نومبر
حبیب، علاؤ الدین	مشعل (سالنامہ)	
	انوار (سالنامہ)	ملاپ، ص ۲، ۲ر دسمبر
حامد سروش	دھواں دھواں سویرا (ناول از انور عظیم)	ارژنگ، ص ۵۶ - ۵۷، نومبر دسمبر
ح ۔ م ۔ س	کامیاب زندگی کا تصور	ہمدرد صحت، ص ۵، نومبر
〃 〃 〃	یہ دلی ہے (سید یوسف بخاری دہلوی)	〃 〃 〃 ۶، 〃
〃 〃 〃	شعلے (افسانوں کا مجموعہ از پروفیسر احمد علی)	〃 〃 〃 ۴، 〃

[1] صلاح الدین اکبر کے ناول "انسان" پر محمد خالد اختر کا تبصرہ

مصنف	عنوان	رسالہ
ح ۔ م ۔ س	اقتصادی ترقی کا پس منظر (از جان کینیتھ گالبریتھ مترجم حنیف رامے)	ہمدرد صحت، ص ۶، نومبر
″ ″ ″	الف (رئیس احمد جعفری)	″ ″ ۲۷، ″
خلیق احمد خلیق	فاصلے (افسانے۔ مصنف: عذرا بخاری)	فنون، ص ۵۵۸ - ۵۶۲، اکتوبر نومبر
ر ۔ ۱۰ - ع (رئیس احمد جعفری)	گنج ہائے گراں مایہ (رشید احمد صدیقی)	ثقافت، ص ۶۵ - ۶۶، نومبر
″ ″ ″	آندھی میں چراغ (خواجہ غلام السیدین)	″ ″ ۶۶ - ۶۷، ″
″ ″ ″	مسلمانوں کی مائیں (مولانا رازق الخیری)	″ ″ ۶۷، ″
″ ″ ″	عکرمہ اور ابو جہل (″ ″ ″)	″ ″ ۶۷، ″
″ ″ ″	نگارش (ماہنامہ کراچی)	″ ″ ۶۸، ″
سعید احمد اکبر آبادی	مثنوی حضرت بو علی شاہ قلندرؒ (مترجم از محمد مسلم احمد)	برہان، ص ۳۱۹، نومبر
″ ″ ″	سہ ماہی اردو کا بابائے اردو نمبر (مرتبہ سید وقار عظیم)	″ ″ ۳۱۸، ″
″ ″ ″	بابائے اردو عبدالحق (مرتبہ: عبداللطیف اعظمی)	″ ″ ۳۱۷، ″
″ ″ ″	۱۔ چراغ دیر و حرم (ڈاکٹر سید صفدر حسین) ۲۔ رقص طاؤس	″ ″ ۳۳۰، ″
سلیم اختر	عالی پر کیا گزری (مصنف: عزیز اثری)	فنون، ص ۵۶۳، اکتوبر نومبر
شاعر، حمایت علی	شکست شب (مجموعہ کلام محسن بھوپالی)	″ ″ ۵۵۴-۵۵۶، ″
شاہد عشقی	جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری (مرتب: حمیدہ سلطانہ)	سیپ، ص ۳۵۳، نمبر ۳
شاہد عشقی	تحقیق و تنقید (مصنف: فرمان فتح پوری)	″ ″ ۳۵۲، ″
شکیب، ضیاء الدین احمد	ماہنامہ تلاش دہلی خاص نمبر	سب رس، ص ۴۶، دسمبر
صلاح الدین احمد	پھولوں کے محل (مختصر افسانوں کا مجموعہ از صادق حسین)	نقوش، ص ۵۵۵، نومبر
ضیاء احمد بدایونی	علم الانسان یا قاعدہ شروانی	ہماری زبان، ص ۱۲، یکم نومبر

ص ۱۰ - ب (ضیاء الدین احمد برنی)	مغربی پاکستان میں مرد کیا پڑھتے ہیں (از مولانا صلاح الدین احمد مرحوم)	کتابی دنیا، ص ۸، نومبر
" " "	صنم خانۂ عشق (امیر مینائی مرحوم)	" " " " ۷، "
" " "	جماعت اسلامی (چودھری حبیب احمد)	" " " " ۷، "
" " "	نسیم سحر (مرتبہ: ایم عبد القادر اورنگ آبادی)	" " " " ۸، "
" " "	قومی زبان (کراچی) بابائے اردو نمبر	فروغ اردو، ص ۴، نومبر
" " "	مقالات اقبال (مرتبہ: سید عبد الواحد معینی)	کتابی دنیا، ص ۴-۵، نومبر
" " "	خروش جرس (مجموعۂ کلام اسحاق فاروقی رونق)	" " " " ۵-۶، "
" " "	بچوں میں جرائم پسندی (کمال احمد رضوی)	" " " " ۶، "
" " "	تحقیق مزید (مولف: محمود احمد عباسی)	" " " " ۱، دسمبر
" " "	سوانح ملا طیب علی بن بھائی میاں	" " " " ۱، "
" " "	مرثیہ نگاری اور میر انیس	" " " " ۲، "
" " "	تنقیدی نقوش (مصنف: ڈاکٹر عبد القیوم)	" " " " ۳، "
" " "	فرہنگ نفسیات (مصنف: پروفیسر صوفی گلزار احمد)	" " " " ۳، "
" " "	صحیفۂ محبت (مہدی افادی کے خطوط اپنی بیگم کے نام مرتبہ: پروفیسر محمود الٰہی)	" " " " ۳، "
" " "	آئینۂ عقل (مصنف: پروفیسر نکہت شاہجہانپوری)	" " " " ۵، "
" " "	حیات جاوداں (مولف: مولوی عبد الحفیظ)	" " " " ۶، "
" " "	بیمۂ حیات (مصنف بدر شکیب بی اے)	" " " " ۵، "
" " "	لسان القرآن (مرتب: عزیز دانش)	" " " " ۶، "
عبد الحی	شعلۂ حیات، مدھیہ پردیش اردو نمبر (ایڈیٹر: ایم عرفان)	ہماری زبان، ص ۱۲، ۱۵ نومبر
عبد الماجد دریابادی	اطلاق مرقات (از تمنا عمادی)	صدق جدید، ص ۴، ۲ نومبر
" "	ماہ نو کراچی	" " " ۶، ۲۰ نومبر
" "	قومی زبان کراچی	" " " ۶، ۲۰ "

مصنف	عنوان	حوالہ
عبدالماجد دریابادی	سورہ اللیل	صدق جدید، ص ۵، ۲۰ر نومبر
" "	کشکول مجذوب (مجموعہ کلام خواجہ عزیز الحسن مجذوب)	" " " ۴، ۲۰ر "
" "	تاریخ ہند پر نئی روشنی (از پروفیسر خورشید احمد فارق)	" " " ۴، ۲۰ر "
" "	خدا کا تصور اور اس کا ارتقا (از محمد اسحاق صاحب)	" " " ۴، ۲۰ر "
" "	صحیفۂ محبت (مہدی کے خطوط ان کی بیگم کے نام مرتبہ: ڈاکٹر محمود الٰہی)	" " " ۲، ۲۷ر "
" "	ہندومت اور توحید (از سید حامد علی)	" " " ۲، ۲۷ر "
" "	قیام عالم اور حیات آدم (از مولوی سراج الحق صاحب)	" " " ۵، ۱۱ر دسمبر
" "	حقیقت رمضان (از فضل احمد عارف)	" " " ۵، ۱۱ر "
عبدالمجید صدیقی	ماہنامہ فیض الاسلام (راولپنڈی)	سب رس، ص ۴۶، نومبر
ع۔ ح۔ ص	تذکرہ علمائے ہند (تالیف: مولوی رحمان علی ترتیب و ترجمہ: محمد ایوب قادری)	ترجمان القرآن، ص ۲۸۰، نومبر دسمبر
" " "	تفصیلی فہارس مخطوطات عربیہ، فارسیہ و متفرقہ پنجاب پبلک لائبریری (مرتب: منظور احسن عباسی)	ترجمان القرآن، ص ۲۸۱، نومبر دسمبر
ع۔ ح۔ ص	تنقیدی ادب (مرتب: سردار مسیح کل)	" " " ۲۸۲، " "
عرش صدیقی	عورت جنس اور جذبات (مصنف: سلیم اختر)	سیپ، ص ۳۵۵، نمبر ۳
عزیز الرحمٰن، مفتی	امامت عظمیٰ (تصنیف: سید محمد رشید رضا مصری، ترجمہ: مولانا ابو الفتح)	مدینہ، ص ۴، ۲۵ر نومبر
مفتی عزیز الرحمٰن	معارف مدینہ (مولانا حسین احمد مدنی کی تقریر ترمذی ترتیب: طاہر حسین)	مدینہ، ص ۴، ۹ر نومبر

عزیز الرحمٰن، مفتی	احسن الفتاوی (مرتبہ: مولوی مفتی رشید احمد لدھیانوی)	مدینہ، ص ۳۹، ۱۳ر نومبر
" "	عہد زریں اور مثالی حکومتیں (از مولانا محمد میاں)	" " ۴۳، ۲۸ر "
" "	تاریخ القرآن (از مولانا عبدالقیوم)	" " ۴۳، ۲۵ر "
منشی عزیز الرحمٰن	فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ (تالیف: شاہ عبدالعزیز ترتیب و حواشی مولوی محمد عبدالحلیم چشتی)	" " ۴۳، ۵ر "
عظمت عبدالقیوم	اقبال اور اس کا عہد (از جگن ناتھ آزاد)	نقوش، ص ۵۶۰ - ۵۶۱، نومبر
ع۔ ق	تہذیب الاخلاق (رام پور ماہنامہ)	زندگی، ص ۶۰، نومبر
" "	سیرت فریدیہ (مولفہ سر سید احمد خاں مرتبہ: محمود احمد برکاتی)	" " ۵۸، "
" "	علاج خوف و حزن (تالیف: ڈاکٹر میر ولی الدین)	" " ۵۸، "
" "	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (تصنیف: مولانا ابوالحسن ندوی)	" " ۵۷، "
" "	مولانا مودودی — ایک تعارف (از نعیم صدیقی)	" " ۵۹، "
ع۔ م	بادہ و جام (مجموعہ کلام شارق میرٹھی)	آجکل، ص ۴۷، دسمبر
" "	ادب و نفسیات (مجموعہ مضامین ریوندر اسر)	" " ۴۷، "
" "	گیت گووند (جے دیو کی نظم کا منظوم اردو ترجمہ از منور لکھنوی)	" " ۴۷، "
" "	عندلیب تواریخ (مصنف خان بہادر سید مسعود حسن مسعود)	" " ۴۷، "
فتح محمد خاں ملک	۱۔ کلک موج (منظومات) ۲۔ سلومی (تمثیل) ۳۔ ورق ناخواندہ (ترتیلی تمثیلیں) [illegible]	فنون، ص ۵۳۲ - ۵۳۳، اکتوبر نومبر
۔م۔ ح	گلشن (مجموعہ کلام از سیفی پریمی)	دور حیات، ص ۵۳، دسمبر
نار	اداس نسلیں (ناول از عبداللہ حسین)	صبا، ص ۸۳ - ۸۶، اکتوبر نومبر
بارک حمید	۱۹۶۳ء کے منتخب افسانے (مرتب: ڈاکٹر اعجاز نقوی)	فنون، ص ۵۶۲، اکتوبر نومبر

۱ - ج	تفاسیر ابو مسلم اصفہانی (از سید نصیر شاہ رفیع اللہ صاحبان)	معارف، ص ۳۹۷، نومبر
" "	تاریخ شیر شاہی (از عباس خاں شروانی) ترجمہ: مظہر علی خاں ولا، ترتیب ڈاکٹر سید معین الحق	" " ۳۹۸، "
" "	دو تذکرے[1] (اول و دوم - از کلیم الدین احمد)	" " ۳۹۸، "
" "	فوائد المریدین (از شیخ شرف الدین یحییٰ منیری)	" " ۳۹۹، "
" "	چراغ دیر و حرم و رقص طاؤس — نظموں اور غزلوں کے مجموعے از صفدر حسین صفدر	معارف، ص ۴۰۰، نومبر
۴ - ج	بادہ و جام (از شارق)	" " ۴۸۰، دسمبر
" "	مناقب شعیب (از عبد الواسع فردوسی)	" " ۴۷۹، "
" "	مونس المریدین (از شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری)	" " ۴۷۹، "
" "	قیام عالم اور حیات آدم (از مولوی سراج الحق صاحب)	" " ۴۷۸، "
" "	آیات بینات (نواب محسن الملک)	" " ۴۷۸، "
" "	ہمعات (از شاہ ولی اللہ)	" " ۴۷۷، "
محمد کاظم	امانت (ڈرامہ، تصنیف از اصغر بٹ)	فنون، ص ۵۴۷ - ۵۵۰، اکتوبر نومبر
محمد اسماعیل پانی پتی، شیخ	تاریخ الحدیث (قاضی عبد الصمد صارم)	نقوش، ص ۵۶۲، نومبر
محمد طفیل	مقالات سر سید (شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)	" " ۵۶۶ - ۵۶۸، نومبر
محمود سعیدی	آب خضر (شعرائے اڑیسہ کا انتخاب کلام مع تذکرہ)	تحریک دہلی، ص ۳۲، نومبر
" "	خزینۂ سخن (سنبھل کے ۸۴ شعرا کا انتخاب کلام مع تذکرہ)	" " " ۳۲، "

[1] تذکرۂ شورش و تذکرۂ عشقی

محمد مسلم، پروفیسر	اختلاف امت رحمت ہے یا زحمت؟ (تالیف علامہ تمنا عمادی مجیبی)	فکر و نظر، ص ۳۹۰ - ۳۹۲، نومبر دسمبر
م ۔ س (محمد سرور)	ہمارے عائلی مسائل (تالیف مولانا محمد تقی عثانی)	فکر و نظر، ص ۳۹۳ - ۳۹۶، " "
" "	مروجہ معاشیات اور اسلام	" " " ۳۹۶ - ۳۹۹، " "
مہر حسن ایم اے	خلش (سیفی پریمی کا مجموعہ غزلیات)	سب رس، ص ۴۵، دسمبر
نسیم شاد	موج خون (شاعر: احمد ریاض)	سیپ، ص ۳۶۰، نمبر ۳
نعیم آروی	موت کی شہنائی (مصنف ؛ حسن شہیر)	" " ۳۶۰، "
" "	بھولی بسری کہانیاں (مصنف: ابن حنیف)	" " ۳۵۹، "
نور الحسن ہاشمی، ڈاکٹر	سرکشی بجنور (از سر سید احمد خاں مرتبہ شرافت حسین مرزا)	فروغ اردو، ص ۵۱، دسمبر
" " "	چراغ دیر و حرم (از ڈاکٹر سید صفدر حسین)	" " ۴۹، "
" " "	رقص طاؤس (ڈاکٹر سید صفدر حسین)	" " ۴۸، "
" " "	الف (از رئیس احمد جعفری)	" " ۵۰، "
" " "	جذبات رضی (واسوخت مولوی رضی احمد مرحوم)	" " " ۴۸، نومبر
" " "	تلمیحات (از محمود نیازی)	" " ۴۸، "
" " "	نسیم مغرب (منتخب انگریزی نظموں کا منظوم اردو ترجمہ از اے سی بہار)	" " " ۴۹، "
" " "	صنف انشائیہ اور چند انشائیے (از ڈاکٹر سید محمد حسنین)	" " " ۴۹، "
" " "	تاریخ سلسلہ فردوسیہ (از محمد معین الدین دردائی)	" " " ۵۰، "
" " "	عندلیب تاریخ (از خان بہادر سید مسعود حسن مسعود)	" " " ۵۱، "
" " "	دیوان درد (مرتبہ: ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی)	" " " ۴۷، "
نیاز فتح پوری	جماعت اسلامی کا کردار (از چودھری حبیب احمد)	نگار پاکستان، ص ۷۷، نومبر
" "	تاج محل (از محمد عبداللہ چغتائی)	" " ۷۷، "

نیاز فتح پوری	چراغ دیر و حرم (مجموعہ غزلیات از صفدر حسین صفدر)	نگار پاکستان، ص ۷۸، نومبر
" "	زرگل (مجموعہ کلام عظمت عبدالقیوم خاں)	" " ص ۷۹، "
واحدہ تبسم	تین کتابیں، ۱۔ وجدہ کی "اوراق مصور" ۲۔ سردار جعفری کی "لکھنؤ کی پانچ راتیں" ۳۔ منور لکھنوی کی "اجگیاں شگفتلا"	دور حیات، ص ۴۳-۴۴، دسمبر
وحید قریشی، ڈاکٹر	مطربہ (قتیل شفائی کی نظموں کا مجموعہ)	نقوش، ص ۵۶۳-۵۶۶، نومبر
وزیر آغا	آبلہ پا (رضیہ فصیح احمد)	فنون، ص ۵۳۵-۵۳۷، اکتوبر نومبر
وزیر پانی پتی	سنہرا دیس (از وفا راشدی)	جام نو، ص ۶۵، دسمبر
" "	مرزا ادیب کے بہترین افسانے (مرتبہ: پروفیسر عرش صدیقی)	جام نو، ص ۶۴، دسمبر
" "	آتش خوابیدہ (مجموعہ رباعیات از ندا خالدی دہلوی)	" " ص ۶۳، "
" "	آغوش خیال (مجموعہ کلام: پروفیسر آزاد گلاٹی)	" " " ص ۶۶، "
وقار خلیل	سہ ماہی نخلستان اودے پور۔ ساہتیہ اکیڈمی راجستھان	پونم، ص ۶۳، دسمبر
" "	نوائے ظہیر (سید ظہیر جعفری اور ان کے والد مہر جعفری مرحوم کا مجموعہ کلام)	پونم، ص ۶۳، "
" "	سہ ماہی نخلستان اودے پور	سب رس، ص ۴۸، دسمبر
ی۔ ح۔ خ	ماہنامہ افکار (افسانہ نمبر)	" " ص ۴۳، "
" " "	نسیم مغرب (چند انگریزی نظموں کا منظوم اردو ترجمہ، از اے سی تپار)	" " " ص ۴۳، "
یوسف حسین خاں، حکیم	ماہنامہ افکار کراچی (حفیظ نمبر)	" " " ص ۴۷، نومبر
" " " "	زرگل (مجموعہ کلام عظمت عبدالقیوم خاں)	" " " ص ۴۴، "
———	تاریخ اسلام (مولف: سید معین الحق حقی)	ترجمان القرآن، ص ۳۸۲، نومبر دسمبر
———	رسول نمبر ماہنامہ خاتون پاکستان	" " ص ۲۸۵، " "

— مرقع کلام اقبال (تخلیق: عصمت عارف علوی) ترجمان القرآن، ص ۲۸۶، نومبر دسمبر

— اسلامی اصول صحت (مصنف: فضل کریم فاروق بی۔ اے) " " " ۲۸۵، " "

— اللہ جل جلالہ (تصنیف: عباس محمود العقاد ترجمہ: عبدالصمد صارم) " " " ۲۸۴، " "

— خلش (مجموعہ کلام۔ سیفی پریمی) صبح امید، ص ۳۱، نومبر

— زرگل (مجموعہ کلام ۔ عظمت عبدالقیوم) " " " ۳۰، "

— دور حیات بمبئی ۔ آزادی نمبر (مدیر: قیصر مظہر حسین) " " " ۲۹، "

— پیام تعلیم (بچوں کا رسالہ) " " " ۲۹، "

— آئینہ عقل (فلسفہ نفسیات) (از پروفیسر نکہت شاہجہانپوری) " " " ۲۸، "

— جذبات و احساسات (مجموعہ کلام حکیم مرزا حیدر بیگ حیدر) " " " ۲۸، "

— کمالات مصطفوی صلعم باسم تاریخی تعرفات نبوی صلعم (مرتب: مولانا ابوالفیض حاجی محمد فیاض) فاران، ص ۲۷-۶۰، نومبر

— کیا عورت صدر مملکت بن سکتی ہے؟ (از کوثر نیازی) " " ۶۰، دسمبر

— فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ " " ۵۱-۵۲، "

— آیات بینات (نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خاں) " " ۵۲-۵۴، "

— جذبات رضی (مولوی رضی احمد بدایونی کا مجموعہ کلام) " " ۵۴-۵۹، "

— سوانح عمری مولانا راشد الخیری سالگرہ نمبر رسالہ عصمت (مرتبہ: رازق الخیری) " " ۵۹، "

— مجلہ یادگار مسعود (مرتبہ: جلیل قدوائی) " " ۶۰، "

— ریڈینس دہلی (ایڈیٹر اے اے رؤف) " " ۶۰-۶۴، "

— نقد اقبال (میکش اکبرآبادی) گلشن، ص ۶۰، دسمبر

———	فیض الاسلام کا عثمان غنی نمبر	گلگن، ص ۶۱، دسمبر
ادارہ	نقوش شہاب (کلام شہاب دہلوی)	لاہور، ص ۱۲، ۷ر دسمبر
〃	مجلۂ الجامعہ (مدیر: ملک سیف الرحمٰن)	〃 〃 ۱۲-۱۳، ۷ر 〃
———	حیات امام ابوحنیفہ (تصنیف: مفتی عزیز الرحمٰن)	مدینہ، ص ۴، ۵ر دسمبر
ادارہ	سیپ کراچی (مدیر: نسیم درانی)	نگار پاکستان، ص ۸۰، 〃
〃	تحقیق اراضی ہند (تصنیف: شیخ جلال الدین تھانیسری)	〃 〃 〃 ۸۰، 〃
〃	بہارِ سخن (تذکرہ شعراء جودھپور، مصنف: یکتا جودھپوری)	〃 〃 〃 ۷۹، 〃
〃	رقص طاؤس (ڈاکٹر صفدر حسین کی نظموں کا مجموعہ)	〃 〃 〃 ۷۹، 〃
〃	میر نمبر (دلی کالج میگزین)	〃 〃 〃 ۷۹، 〃
〃	روح اسلام اقبال کی نظر میں (تصنیف: ڈاکٹر غلام عمر خاں)	〃 〃 〃 ۷۸، 〃

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۶ شمارہ ۔ ٦

جون سنہ ۱۹٦۵ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

اس انجمن گل میں

کتب خانہ خاص کیلئے کتابوں کا عطیہ

اردو کے مشہور شاعر، طنز نگار اور ڈرامہ نویس مرحوم عرش تیموری کی بیگم نے انجمن ترقی اردو کو نادر کتابوں کا عطیہ ہے ۔ یہ کتابیں عرش مرحوم کی ذاتی ملکیت تھیں۔ اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد یہ کتابیں انجمن کے کتب خانہ خاص میں داخل کردی جائیں ۔ یہ عطیہ اردو، فارسی، عربی مطبوعات ورسائل پر مشتمل ہے چند مخطوطات بھی اس میں شامل ہیں ۔ صدر انجمن جناب اختر حسین صاحب نے بیگم عرش تیموری کو اس سلسلے میں حسب ذیل خط لکھا ہے ۔

محترمی

بیگم عرش تیموری صاحبہ ۔ تسلیم

" آپ نے اپنے مرحوم شوہر کی جو کتابیں انجمن ترقی اردو کے کتب خانے کو بطور عطیہ مرحمت فرمائی ہیں ۔ ان کے لئے آپ کا شکر گذار ہوں ۔ انجمن کا کتب خانہ اسی قسم کے گراں قدر عطیات سے ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے ۔ آپ کی عطا کردہ کتابیں اس کتب خانے کی افادیت میں اضافہ کا باعث ہوں گی ۔ اور اسطرح اہل علم ان سے استفادہ کرسکیں گے ۔ آپ کے مرحوم شوہر اردو کے ممتاز ادیبوں میں شمار ہوتے تھے ۔ انہوں نے انجمن کو اپنا کتب خانہ دینے کی وصیت کرکے اردو کی بیش بہا خدمت کی ہے اور ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے ۔"

آپ کا مخلص

اختر حسین

انجمن کی نئی مطبوعات :۔ اس ماہ انجمن کی طرف سے مندرجہ ذیل کتابیں شائع کی گئی ہیں۔

۱ ۔ کاروان صحافت (مجموعہ مقالات) از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید
۲ ۔ سودا (نیا ایڈیشن) از شیخ چاند
۳ ۔ خطبات عبدالحق (" ")
۴ ۔ محمد حسین آزاد (پہلی جلد) از ڈاکٹر اسلم فرخی
۵ ۔ سب رس (نیا ایڈیشن) از ملا وجہی
۶ ۔ مقالات گارساں دتاسی (" ")
۷ ۔ انتخاب جدید (" ")
۸ ۔ وضع اصطلاحات (" ")

100000

اردو ادب کے غیر ادبی ماخذ

اس شمارے سے عنوان بالا کے تحت ایک نیا سلسلہ مضامین شروع کیا جا رہا ہے۔ ان مضامین میں ایسی کتابوں کا ذکر کیا جائے گا جو بظاہر اردو زبان اور ادب سے تعلق نہیں رکھتیں لیکن جن میں ضمنی طور پر اردو شعرا و مصنفین کا ذکر پایا جاتا ہے۔ مختلف مقامات اور اقوام کی تاریخوں میں بہت سے اردو مصنفین کا ذکر آیا ہے، اردو ادب پر تحقیق کرنے والے عام طور پر ان سے بے خبر ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت کم محققین نے اردو ادب سے متعلق معلومات جمع کرنے کے لئے "غیر ادبی کتابوں" کی طرف توجہ کی ہے۔ یہ سلسلہ اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے شروع کیا گیا ہے۔ خیال ہے کہ اردو اور فارسی میں تقریباً دو سو سے زائد ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں بہت سی ایسی معلومات مل سکتی ہیں جو اردو کی ادبی تاریخ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ "قومی زبان" کے ہر شمارے میں ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا تعارف مستقل طور پر پیش کیا جائے گا۔ کتابوں کے انتخاب میں کوئی خاص ترتیب پیش نظر نہیں رکھی گئی۔

اس سلسلے کا آغاز "مشاہیر کشمیر" (مولفہ محمد الدین فوق) سے کیا جا رہا ہے۔ کتاب کے مختصر تعارف کے بعد اردو کے ان شعرا و مصنفین کی فہرست دی گئی ہے جن کا ذکر اس کتاب میں شامل ہے۔

مدیر

مشاہیرِ کشمیر

تالیف
منشی محمد الدین فوق

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی تھی ۔ ۲۲×۱۸/۸ سائز کے ۱۷۰ صفحات پر مشتمل ہے سرورق کی عبارت مندرجہ ذیل ہے ۔

مشاہیرِ کشمیر

حصہ اول

جس میں علاوہ ہزہائینس مہاراجہ پرتاب سنگھ بہادر جی سی ۔ایس ۔آئی فرماں روائے کشمیر وغیرہ کے خاندانی اور ذاتی حالات کے قریباً چالیس اہل کشامرہ (ہندو مسلمان) کے سبق آموز حالات اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ علاوہ دیگر شائقین کے اہالیان ملک اور برادران قوم ان کے مطالعہ سے استفادہ حاصل کر سکیں ۔

مصنفہ ومولفہ
محمد الدین فوق ایڈیٹر کشمیری میگزین لاہور
حسب فرمائش
اخی المکرم منشی غلام حسن صاحب ڈار جنرل کنٹریکٹر و مرچنٹ و رئیس وزیر آباد پنجاب
جون ۱۹۱۱ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ موافق سمت ۱۹۶۸ب
مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور
قیمت :۔ فی جلد بلا تصویر ۱۲/ر باتصویر عہ

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوا تھا یا نہیں ۔ البتہ ۱۹۳۰ء میں یہ کتاب دوبارہ شائع ہوئی ۔ جو ۲۰×۳۰/۸ سائز کے ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اسے ظفر برادرس تاجران کتب لاہور نے شائع کیا ۔ ناشر نے جو دیباچہ لکھا ہے وہ یہ ہے ۔

"مشاہیر کشمیر کا دوسرا ایڈیشن مطبع میں جا رہا ہے اس میں بہت سے مشاہیر نئے درج کئے گئے اور سابقہ ایڈیشن میں سے کئی ایک خارج کئے گئے ہیں ابھی بہت سے مشاہیر کے حالات لکھے ہوئے موجود ہیں۔ بہت ایسے ہیں جن کے حالات ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکے۔ اس لئے مشاہیر کشمیر کا جب تک ایک اور حصہ مرتب نہ کیا جائے یہ تمام حالات جو ملک اور قوم کے لئے نہایت سبق آموز اور ترقی و کامیابی کا گر بتانے اور باعزت زندگی بسر کرنے کا رستہ بتانے والے ہیں محفوظ نہیں رہ سکتے۔ "مشاہیر کشمیر" کا دوسرا حصہ بھی امید ہے ہم جلد تر شائع کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔"

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے حصے کی تالیف و تدوین کا کام ۱۹۳۰ء تک جاری تھا۔ پہلے حصے کے دونوں ایڈیشنوں کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے پہلے ایڈیشن میں ۳۰ مشاہیر کا ذکر ہے اور دوسرے میں ۴۷ کا۔ پہلے ایڈیشن میں نوابان ڈھاکہ میں سے صرف خواجہ محمد سلیم اللہ اور خواجہ محمد اعظم کا ذکر ہے دوسرے ایڈیشن میں "نوابان ڈھاکا" کا عنوان قائم کر کے چار نوابوں کا ذکر کیا گیا ہے (جن میں مذکورہ بالا دو نوابوں میں سے صرف اول الذکر کے حالات ہیں) اس طرح دوسرے ایڈیشن کے مشاہیر کی تعداد بھی ۵۰ ہو جاتی ہے۔ پہلے ایڈیشن کے بائیس مشاہیر کا ذکر دوسرے ایڈیشن میں بھی ہے۔ بقیہ ۸ کو دوسرے ایڈیشن میں حذف کر کے اتنے ہی دوسرے مشاہیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر ان دونوں ایڈیشنوں میں کل ۵۸ مشاہیر کا تذکرہ آیا ہے۔ ذیل میں ایسے مشاہیر کی فہرست دی جا رہی ہے جو اُردو کے ادیب یا شاعر ہیں۔ جن مشاہیر کے حالات دونوں ایڈیشنوں میں اُن کے نام کے آگے دونوں حوالے دیئے گئے ہیں اور جہاں حالات کے ضمن میں کوئی ترمیم یا اضافہ ہوا ہے، اُس کی بھی صراحت کر دی گئی ہے۔ ا سے مراد پہلا ایڈیشن ہے اور ب سے دوسرا۔

۱۔ مفتی صدر الدین آزردہ۔ ا ص ۲-۹۔ ب ص ۱-۵

۲۔ رائے صاحب پنڈت شیو نرائن شمیم (شاگرد محمد حسین آزاد) ا ص ۲۱-۲۴ ب ص ۳۳-۳۴ دوسرے ایڈیشن کے حالات از سر نو لکھے گئے ہیں اُن میں پہلے ایڈیشن سے زیادہ معلومات ہیں۔

۳۔ مرزا اسعد الدین سعد۔ ا ص ۲۶-۳۲۔ ب۔ ص ۱۲-۱۷

۴۔ منشی غلام محمد خادم (پہلے سوختہ تخلص تھا)۔ ا۔ ص ۳۲-۳۷۔ ب۔ ص ۱۳۲-۱۳۷

۵۔ مجتہد العصر مولانا سید ابو القاسم (مولف تفسیر لوامع التنزیل)۔ ا۔ ص ۵۰-۵۳۔ ب۔ ص ۱۰۸-۱۱۲

۶۔ خواجہ غلام غوث بے خبر۔ ا۔ ص ۵۷-۶۰۔ ب۔ ص ۵۱-۵۴

۷۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ۔ ا۔ ص ۱۲۷-۱۳۲ ۔ ب۔ ص ۱۷۷-۲۰۸

دوسرے ایڈیشن میں اکرام الحق سلیم، آنند نرائن ملا اور پروفیسر محمد عبداللہ کے اقتباسات شامل کرکے اس مضمون کو پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھا دیا گیا ہے۔

۸۔ خواجہ کمال الدین ۔ ا ص ۱۴۵-۱۴۹ ۔

۹۔ حافظ عبدالرحمٰن سیاح امرتسری ۔ ا۔ ص ۱۵۱-۱۵۳ ۔

۱۰۔ پنڈت شیام نرائن یکتا ۔ ب۔ ص ۱۸-۲۰

۱۱۔ پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی ۔ ب ۔ ص ۳۸-۴۲

۱۲۔ حکیم غلام حسین آزاد ۔ ب۔ ص ۴۳-۴۵

۱۳۔ پنڈت برج نرائن چکبست ۔ ب ۔ ص ۵۵-۶۰ ۔ (یہ مضمون منشی بلرام کشن ماتھر کے ایک مقالے کا خلاصہ ہے)

۱۴۔ نواب سر احسن اللہ شاہین ۔ ب ۔ ص ۱۵۳-۱۵۴

۱۵۔ خواجہ عزیز لکھنوی ۔ ب ۔ ص ۱۷۱-۱۷۶

محمدالدین فوق نے خواجہ عزیز اور مرزا غالب کی ایک ملاقات کا حال بھی لکھا ہے۔ جو یہ ہے ۔

" خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ ۱۸۸۵ء[1] میں ایک مرتبہ کشمیر جا رہا تھا۔ دہلی میں مرزا غالب مرحوم کی ملاقات کو گیا۔ مرزا صاحب اس وقت اپنے مکان میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کانوں سے بہت بہرے تھے۔ مجھے دیکھ کر بے پروائی سے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ کچھ شعر و شاعری کا مذاق ہے اگر کچھ کہتے ہو تو سناؤ۔ یہ کہہ کر دوات قلم میرے سامنے رکھ دی کہ اس کا جواب تحریر میں دو۔ میں نے اس کے جواب میں اپنا نام لکھا اور یہ مطلع لکھ کر پیش کیا ؎

مہ مصر است داغ از رشک مہتابے کہ من دارم ‌ ‌ ‌ زلیخا کور شد از حسرت خوابے کہ من دارم

مطلع دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور کہا کہ مطلع تو تم نے لاجواب کہا ہے، لیکن مہ کنعان بہت دیکھا ہے ۔ مہ مصر سننے میں نہیں آیا۔ میں نے ایک شعر کسی اہل زبان کا جس میں مہ مصر لکھا تھا۔ لکھ کر پیش کیا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اٹھ کر بغل گیر ہوئے۔ بہت تعریف کی۔ اور کہا کچھ اور سناؤ۔ میں نے کچھ اشعار اس غزل کے سنائے" ص ۱۶۳-۱۶۴

---

[1] یہ کتابت کی غلطی ہے ممکن ہے یہ واقعہ ۱۸۶۵ء کا ہو۔

مس کیرولین کائزر[۱]

ٹی۔ ایس ایلیٹ

جنوری ۱۹۶۵ء میں دو عظیم المرتبت انسانوں کا انتقال ہوا اور ان کے ایک ساتھ ایک دنیا بھی رخصت ہوگئی۔ وہ مغربی عقل وفہم کے بہترین ترجمان تھے اور جس انداز میں وہ اہل مغرب کی فہم وفراست کی نمائندگی کرتے تھے اس طرح کسی دوسرے دو شخصوں کی مثال نہیں ملتی۔ یہ دونوں صاحبانِ فکر و دانش مسٹر چرچل اور مسٹر ایلیٹ تھے۔ بلاشبہ ان کا تعلق ساری دنیا سے تھا۔ ان دونوں شخصیتوں پر پاکستان کا بھی بڑا حق ہے کیونکہ چرچل نے ملاکنڈ کے علاقے میں وہ ابتدائی تجربات حاصل کئے تھے جنہوں نے ان کو پختہ کار بنایا اور جن کے نتیجے میں انہوں نے اپنی پہلی کتاب تصنیف کی۔ اسی طرح جس کالج میں ایلیٹ کو برٹرینڈ رسل سے شرف تلمذ حاصل ہوا وہاں برصغیر ہند و پاکستان کے بہت سے ممتاز افراد نے بھی تعلیم حاصل کی، امریکہ، چرچل اور ایلیٹ کو اپنا معنوی فرزند تصور کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسٹر چرچل ایک مکمل انگریز تھے لیکن ان کی والدہ جینی جیروم ایک امریکی خاتون تھیں جن کا انہوں نے بڑے احترام کے ساتھ کئی جگہ ذکر کیا ہے۔ آنجہانی صدر کینیڈی نے انہیں امریکہ کی اعزازی شہریت سے نوازا تھا جو اپنی نوعیت کی پہلی مثال تھی اور امریکہ کی طرف سے کسی سابق سربراہ حکومت کو اس اعزاز دینے کی شاید آخری مثال ہو۔ جس طرح چرچل اہلِ مغرب کی سیاسی بصیرت کی نمائندگی کرتے تھے جس کی بدولت مغرب نئی وحشت اور بربریت سے محفوظ رہا۔ اسی طرح ایلیٹ مغربی تہذیب و تمدن کی قدروں کے علمبردار تھے۔ اور ان کے ادبی

---

[۱] مضمون "ٹی ایس ایلیٹ" کی مصنفہ مس کیرولین کائزر امریکی شاعرہ ہونے کے علاوہ ایک مدیرہ اور نقاد بھی ہیں وہ پچھلے دنوں پاکستان تشریف لائی تھیں اور انہوں نے پورے ملک کا سفر کیا ہے۔ اس سفر میں انہوں نے پاکستانی ادب کا مطالعہ کیا اور پاکستانی مصنفوں سے پاکستان اور امریکہ کے ادبی اور علمی رجحانات پر گفتگو کی۔ وہ اپنے ادبی رسالے "پوئٹری نارتھ ویسٹ" کا ایک شمارہ پاکستانی لکھنے والوں کے مضامین کے ترجموں کے لئے مخصوص کرنا چاہتی ہیں۔
مس کائزر کی نظموں کے مجموعے کا نام "دی ان گریٹ فل گارڈن" ہے پچھلے سال بالنگٹن فاونڈیشن نے ان کو آٹھویں صدی کے جینی شاعر توفو کے کلام کا ترجمہ کرنے کے لئے وظیفہ دیا تھا۔ ان کی نظمیں اور تنقیدیں برطانیہ اور امریکہ کے ممتاز رسالوں میں اور متعدد ادبی مجموعوں میں شائع ہوچکی ہیں۔

کارناموں نے یہ ثابت کر دیا کہ مغربی تہذیب و تمدن کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے ۔ بہرحال ان شخصیتوں کی یاد ان کی قدامت پسندی کی وجہ سے باقی نہیں رہے گی ۔ (حالانکہ یہ قدامت پسندی دونوں کی نظر میں اہم تھی) بلکہ ان کی جرات مندی، طرزِ نگارش تخلیقی صلاحیت اور پر زور تخیل کی بدولت ان کے نام زندہ رہیں گے ۔

مسٹر چرچل سے ہماری عقیدت و وابستگی حقائق سے کہیں زیادہ جذبات پر مبنی ہے ۔ گو وہ بنیادی طور پر برطانوی شہری رہے ۔ جو لوگ دوسری جنگ عظیم کے دوران مسٹر چرچل سے واقف رہے ان کے نزدیک وہ بجائے "سرونسٹن" کے ہمیشہ "چرچل" ہی رہیں گے ۔ مسٹر ایلیٹ کے خصائل، ان کا مذاق اور ان کی بہترین شاعری، ان کی امریکی میراث اور امریکہ میں ان کے تعلیم حاصل کرنے کی مرہون منت ہے ۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ چرچل اور امریکہ کے ایک شاعر ڈبلو ایچ آوڈن کی شخصیتوں میں انہی خصائص کی تشکیل برطانیہ اور برطانوی اداروں کے زیر اثر ہوئی گو آوڈن سالہا سال تک امریکی شہری رہے ۔ بہرحال ایک ایسے شخص میں جو انگریز نسل سے تعلق رکھتا ہو اور جس کی نشو و نما امریکہ میں ہوئی ہو کبھی بھی یہ فرق واضح نہیں ہو سکتا خصوصیت کے ساتھ مسٹر ایلیٹ کے جیسے ماحول اور زمانے کے پروردہ امریکی میں کوئی واضح فرق محسوس نہیں کیا جا سکتا ۔

جب ایلیٹ کا انتقال ہوا تو امریکہ کی ثقافتی اتاشی متعینہ برطانیہ کلینتھ بروکس نے جو ہماری انتہائی ممتاز ادبی نقاد بھی ہیں یہ کہا تھا کہ ایلیٹ کو اپنے وطن کی طرف آنے کے لئے انگلستان جانا پڑا ۔ اس قول میں بہت سے اشارے اور مطالب پنہاں تھے ۔ لیکن اس میں ترکِ وطن کے احساس کی اس ذہنی کیفیت کی طرف اشارہ قطعی طور پر ملتا ہے جو ایلیٹ کے عروج شاعری کے زمانے میں بھی ان کے کلام سے جھلکتی ہے ۔ یہ بات تو واضح ہے کہ ایلیٹ کے ہاں اس ہمہ گیر احساس کی جڑیں کم از کم ان کی اپنی زندگی کے ماضی میں پیوست ہیں گو وہ ان کی پیدائش سے قبل ان کے خاندان کے ماضی تک نہ پہنچی ہوں ۔ وہ بہ مشکل ہی اپنے والدین کو نیو انگلینڈ میں شہر بوسٹن کا گوشۂ امن و عافیت ترک کر کے سینٹ لوئس (مسوری) میں بود و باش اختیار کرنے پر معاف کر سکتے تھے ۔ جب ایلیٹ اٹھارہ سال کے نوجوان تھے تو وہ ہارورڈ گئے او اس وقت انہوں نے یہ محسوس کیا ہو گا جیسے وہ اپنے وطن جا رہے ہیں یا کم از کم اپنے وطن کی جانب رواں ہیں ۔ جس طرح ہم بھول جاتے ہیں کہ بوسٹن پورٹ لینڈ اور اس قسم کے بیسیوں امریکی شہروں کے نام انگلستان کے شہروں کے نام پر رکھے گئے ہیں اسی طرح ہم میں سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نیو انگلینڈ کا نام بس یوں ہی رکھ دیا گیا ہے ۔ لیکن ریاستہائے متحدہ کی دوسری جگہوں کے مقابلے میں شمال مشرقی حصے میں قدیم انگلستان سے وابستگی کا احساس یقینی طور پر بہت زیادہ ہے جیسا کہ نیو انگلینڈ کے ہاتھارن اور ایمرسن جیسے ادیبوں کی تحریروں سے آشکار ہے ۔ اسی طرح یہاں کے ایک دوسرے بلند پایہ ادیب هنری جیمز — جو ترکِ وطن کر کے نیو انگلینڈ آ بسے تھے اور جن سے ایلیٹ بے انتہا قرب محسوس کرتے تھے — ان کے ادبی کارناموں سے بھی اس احساس کا پتا چلتا ہے ۔

وہ ناقدین جو گویا ہمیں یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ ایلیٹ کے خاندان نے امریکہ میں دو سو سال گزارنے کے لیے مسٹر ہم
میں ایسٹ کوکر (سمرسٹ) کو خیرباد نہیں کہا تھا، شاید ایک انتہائی اہم حقیقت کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور وہ حقیقت ہارورڈ
کالج کی جواب ہارورڈ یونیورسٹی ہے) عمدہ قسم کی تعلیم ہے۔ اگرچہ بعض پاکستانی اداروں کو جہاں اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے ہارورڈ
کی اس خوبی کو تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے کیونکہ برصغیر پر ایک عرصۂ دراز تک برطانوی طریقہ تعلیم رائج رہا، تاہم ہارورڈ
سے بہتر تعلیم دنیا میں اور کہیں نہیں دی جاتی ہے۔ اس بیان کی صداقت کے ثبوت میں ایلیٹ کو ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔
ایف۔ او۔ میتھیسن نے اپنی تصنیف "دی اچیومنٹ آف ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ" میں لکھا ہے کہ لانگ فیلو سے لے کر چارلس ایلیٹ تک ہارورڈ میں "دانتے اسکالرشپ" کا سلسلہ کبھی بھی منقطع نہیں ہوا۔ (مذکورہ کتاب یعنی دی اچیومنٹ آف ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ بجائے خود ہارورڈ کا ایک اعلیٰ ادبی کارنامہ ہے) ایلیٹ جن شاعروں اور ادیبوں سے متاثر نظر آتا ہے ان میں دانتے سب سے زیادہ نمایاں ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ میتھیسن نے ایک اور دلچسپ بات یہ لکھی ہے کہ جیمز کی طرح ایلیٹ کو بھی سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ عیسائیوں کے پیوریٹن فرقے کی ذہنیت اور تصورات کو مدنظر رکھا جائے جن کا دانتے کی دنیا سے واضح طور پر تعلق ہے۔ "دانتے کی یہ نظریاتی دنیا، خیالات سے بوجھل جذبات کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ معتقدات سے متعلق مسائل میں ڈوبی ہوئی ہے اور روحانی بصیرت پر پڑا ایقان رکھتی ہے۔ یہاں خشک اور غیر متوقع نکتہ سنجی اور ظرافتِ لطیف بھی پائی جاتی ہے۔ یہ بیہودہ پن سے بڑی متنفر ہے۔ اور بدی کی فطرت سے واقف ہے۔ یہاں جذبات کو دبانے اور تنہائی کے خطرناک نتائج کا پورا پورا شعور ہے۔ یہاں شدید تزکیۂ نفس اور دلنشین نرمی کی کیفیت پائی جاتی ہے"

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ ایلیٹ کی زندگی پر دوسرے اہم اثرات، بقول خود ان کے، ۱۷ویں صدی کے مابعد الطبیعاتی موضوعات پر طبع آزمائی کرنے والے شعرا اور فرانس کے ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں صدی کے اشاریت نگار شعرا کے کلام سے مرتب ہوئے۔ جو بات پوری طرح تسلیم نہیں کی گئی وہ یہ تھی کہ ان دونوں اثرات کا امریکہ کی ادبی روایات سے کس طرح براہ راست تعلق ہے۔ پیوریٹن مذہب کے عالم ایڈورڈ ٹیلر کی شاعری سے لے کر ایمرسن، تھوریو اور میلویل کے کلام تک جس میں ایملی ڈکنسن کے افکار کو خاص اہمیت حاصل ہے، نیو انگلینڈ کے تمام اربابِ فکر نے مابعد الطبیعاتی شعرا کے طرز اور اقدار سے قریب ترین اور نہایت گہرے رشتے محسوس کئے۔ غرض ایڈورڈ ٹیلر، ایمرسن تھوریو، میلویل اور ایملی ڈکنسن جیسی منفرد ادبی شخصیتیں وقت کے فاصلوں اور مسافت کے باوجود ۱۷ ویں صدی کے ان دماغوں سے متاثر ہوئیں جو اپنے زمانے میں تو غیر معروف نہیں تھے لیکن جن کی شہرت کے نہ پھیلنے کا سبب ان کا ایسا مغلق طرز ادا تھا، جس میں ذاتی یا انفرادی خصوصیات کم پائی جاتی تھیں چنانچہ اس میں شک نہیں کہ ایلیٹ نے تقریباً تن تنہا اس دور کی شاعری اور افسانہ نویسی سے لوگوں کو پھر سے روشناس کرایا اور شاید محسوس بھی کیا جا سکتا ہے کہ گویا ایلیٹ کے امریکی پیش رو شاعر

کی روحیں بھی اس سعی کو رشک آمیز پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں۔

میتھیسن نے یہ بھی بتایا کہ جہاں تک فرانس کے اشاریت نگار شاعروں کا تعلق ہے، اس تحریک کی جڑیں ایلیٹ سے پہلے امریکہ کے ایک اور شاعر ایڈگر ایلن پو کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ ایڈگر پو وہ شخص تھے جو فن کی اہمیت اور ذمہ داریوں کا پورا شعور رکھتے تھے۔ غرض باڈلیر اور لافورگ بلکہ خود ایڈگر ایلن پو سے ایلیٹ کی دلچسپی نے اس تحریک کا پورا ایک دور مکمل کر دیا۔ ایلیٹ ہنوز زیرِ تعلیم ہی تھے کہ انھوں نے اشاریت نگار شاعروں کا مطالعہ شروع کر دیا تھا اور لافورگ سے بھی بہت کچھ متاثر ہوئے تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۰ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کے طالب علم کی حیثیت سے لافورگ کے انداز پر اپنی پہلی نظم پورٹریٹ آف اے لیڈی (ایک خاتون کی شبیہ) لکھی تھی (ہارورڈ میں ان کے ایک ہم عصر کونراڈ آئیکن کا بیان ہے کہ اس نظم کا موضوع جو خاتون تھیں وہ ایک حقیقی کردار تھیں) ارونگ بیبٹ، جن کے بارے میں ایلیٹ نے بعد کو ایک مضمون میں زیادہ اچھی رائے نہیں ظاہر کی تھی، فرانسیسی شاعری میں ان کے پہلے استاد تھے۔ سینٹایانا رسل اور ہارورڈ کے دوسرے ادیبوں کی طرح بیبٹ کی شخصیت میں بھی ادب اور فلسفے کا ایک ایسا امتزاج تھا کہ جس سے ان کے ذہین ترین شاگرد (ایلیٹ) کی شاعری میں جان پڑ گئی۔ ایلیٹ کی نظم "جے الفریڈ پروفراک کا نغمۂ محبت" جس میں نہ صرف لافورگ بلکہ باڈلیر اور کاربیر کا طرزِ عمل بھی جھلکتا ہے، اس کا ابتدائی خاکہ بھی اسی زمانے میں ڈالا گیا تھا۔ البتہ اس کی تکمیل دوسرے سال یورپ میں ہوئی۔ جب ایلیٹ ۱۹۱۱ء میں ایک گریجویٹ طالب علم کی حیثیت سے ہارورڈ واپس پہنچے تو انھیں فلسفی ایف ایچ بریڈلے پر تحقیقی مقالہ لکھنا تھا۔ ایلیٹ کی نظموں "پروفراک" "دی ویسٹ لینڈ" اور "ایش ویڈنسڈے" کی بنیادیں، بریڈلے ہی کے خیالات پر استوار کی گئیں۔

بعد میں ایلیٹ نے آئی۔ اے رچرڈس کے اس نظریے کی تردید میں بڑا اہتمام کیا کہ "دی ویسٹ لینڈ" نامی نظم رچرڈس کے بقول "ایک نسل اور ایک پشت کی غلط فہمی کے ازالے کا رنگ رکھتی ہے"۔ ہیوکنر نے کہا ہے کہ "دی ویسٹ لینڈ" کا یہ پہلو بریڈلے کے مابعد الطبیعاتی تشکک پر مبنی ہے اور بریڈلے اس منزل پر بڑے غور و فکر کے بعد پہنچا تھا نیز ایلیٹ کا بار بار اس امر سے انکار کہ وہ ادق طرزِ ادا کے استعمال کی صلاحیت رکھتے ہیں محض بحث و حجت کی خاطر نہیں تھا بلکہ اس کا سبب بریڈلے کا وہ نظریہ تھا جسے بظاہر وہ کبھی تسلیم کرتا تھا اور کبھی نہیں، کہ اگر واضح اور متعین مقاصد کے اظہار کے لئے ادق طرزِ ادا اختیار کیا جائے تو یہ محض ایک دکھاوے کی چیز ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایلیٹ کے مضامین پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایلیٹ خود کو ناپسند کرنے کا جو انداز اکثر اختیار کرتے ہیں وہ بریڈلے سے لیا ہوا ہے۔ غرض ایلیٹ ادق طرزِ ادا کے استعمال کی صلاحیت رکھنے سے انکار کریں یا نہ کریں وہ بریڈلے سے متاثر ہوں یا نہیں ہوئے ہوں بہر حال وہ ایک سے زیادہ نسل کو ایک سے زیادہ برعظیم پر اس بات سے باز نہیں رکھ سکے کہ وہ اپنے آپ کو ان خیالات سے ہم آہنگ نہ کرے جو "دی ویسٹ لینڈ" (ویران زمین) یا کسی حد تک "دی ہالو مین (کھوکھلے انسان) نامی نظموں میں ظاہر کئے گئے ہیں

اس زمانے میں ہارورڈ میں جو شاعرانہ پرسکون فضا تھی اور ریاست میسا چوسٹس کے شہر کیمبرج میں (جہاں ہارورڈ کی تعلیم گاہ واقع ہے) جو دلکشی تھی اور اس وقت وہاں کی خاموش سڑکیں جن کے دونوں طرف درخت لگے ہوئے تھے اور نوآبادیاتی طرز کے مکانات یا اُس دور کے مکانوں کے طرز پر بنائی ہوئی دوسری عمارتیں، ان کا مقابلہ، بوسٹن کے تنگ و تاریک علاقوں کی بدحالی اور بوسٹن کے اعلیٰ طبقے کی زندگی کے بعض مصنوعی پہلوؤں سے کرنا چاہیے جن میں دوسروں سے الگ تھلگ رہنے اور ذہنی تصنع اختیار کرنے کا فقدان نہیں تھا جیسا کہ میتھیسن نے کہا، یہ فرق ویسا ہی نمایاں ہے جیسا کہ "سوینے اور "پروفراک" کے درمیان ہے۔ میتھیسن کے الفاظ میں" ان کے درمیان جو نمایاں فرق ہے وہ اس شدید سماجی ناہمواری کا آئینہ دار ہے جو اس شہر کی خصوصیت تھی جس کے قریب ایلیٹ نے اپنی نوعمری کا زمانہ بسر کیا۔ یہاں وہ پروفراک جیسے ایک کردار کا مشاہدہ کر سکتے تھے، لیکن اپنی طبیعت کے شدید نک سک کے باعث، جو اُن میں پیوریٹن ذہنیت کا واحد بچا کھچا اثر تھا، وہ اپنے آپ کو جذباتی نقطۂ نظر سے کسی حقیقی چیز کے سپرد نہیں کر سکتے تھے۔ ایلیٹ نے بوسٹن کے معاشرے کا جو نقشہ پیش کیا ہے یہ اُس کے بالکل مطابق ہے۔ انھوں نے اس معاشرے کے بارے میں کہا تھا کہ یہ" نہایت غیر شائستہ لیکن تمدن کی حدود سے بڑھ کر مہذب ہے"

اُس دور کے امریکہ کی شہری زندگی کا ایک حساس مبصر اس تضاد سے ضرور واقف ہوگا جو اعلیٰ طبقے میں "تہذیب" کے ہلکے پردے اور نیم تعلیم یافتہ عوام کی درشت لیکن تند و تیز زندگی کے درمیان پایا جاتا تھا۔ اور یہ فرق اور یہ خلیج اس الزام کا ایک کھلا ثبوت ہے جو ایمرسن نے امریکی زندگی پر لگایا تھا کہ زندگی عوامی سطح پر بھرپور اور دلکش ہے لیکن بالائی سطح پر جا کر یہ عموماً خشک اور بے لطف ہو جاتی ہے" امریکی زندگی کے تضاد کے پیش نظر ایمرسن کا یہ تجزیہ بہت ہی صحیح تھا لیکن امریکہ اور بوسٹن میں گزشتہ پچاس سالوں میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا نمونہ جان ایف کینیڈی جیسے لوگوں کے کارناموں اور کردار میں ملتا ہے۔ آنجہانی صدر کینیڈی کے باپ دادا بوسٹن کی "سوینی طرز کی دنیا" کی پیداوار تھے جنھوں نے اپنی توانائی اور قوت کو برقرار بھی رکھا اور "پروفراک کی دنیا" کے بہترین پہلوؤں کو بھی اختیار کر لیا۔ لیکن اس موخر الذکر ماحول کی قوت فیصلہ کی کمی، سستی اور کمزوری کو انھوں نے پاس نہیں آنے دیا۔

اپنے مضمون "تھاٹس آفٹر لیمبتھ" میں ایلیٹ عیسائیوں کے میتھوڈسٹ فرقے سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس فرقے کے پیرو کلیسائے انگلستان سے کبھی علیحدگی اختیار نہ کرتے اگر یہ کلیسا اٹھارہویں صدی میں ایسا ہوتا جیسا اب بیسویں صدی کے دوسرے ربع میں ہے "اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ کا پورا ماحول اب اس قدر بدل چکا ہے اور اتنا بہتر ہو گیا ہے کہ خود ایلیٹ امریکہ چھوڑ کر نہیں جاتے اگر وہ تبدیلی جو موجودہ صدی کے تیسرے ربع میں ہوئی ہے، اس صدی کے پہلے ربع میں ہو جاتی لیکن شاید جیسا کہ ایلیٹ نے خود محسوس کیا تھا کہ ایک مصنف کے لیے ہنری جیمز کے الفاظ میں ایک بے کیف میدانی علاقے سے، جہاں کوئی شخص جانا ہی ہو پہچانے کے نہیں" بہت سے فائدے ہیں۔ غالباً یہ بات اچھی طرح محسوس نہیں کی گئی ہے کہ ایک خاص قسم کے انتہائی حساس مزاج رکھنے والے نقل مکانی اور اجنبیت کے احساس کو نہ صرف مسلسل برداشت کر سکتے ہیں بلکہ وہ اسے ایک طرح

[illegible]

تک ایک اجنبی بنے رہے اور اپنے احساسات کو اس طرح پوشیدہ رکھا کہ کسی کو اس بارے میں کبھی کوئی شبہ بھی نہیں ہوا۔ یہ بات ان کے مزاج کے موافق تھی اور ترکِ وطن اس کے لئے کوئی غیر سازگار چیز نہیں تھی۔ شعور کے لئے نظموں کا ایک اسلوب مرتب کرنا اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ ان کا لکھنے والا اس ماحول سے علیحدہ رہے جس سے وہ بظاہر وابستہ ہوتا ہے۔ اور یہ علیحدگی ایک بیرونی ملک میں بہت آسان ہے"

جیمز کی طرح ایلیٹ امریکی زندگی کے گہرے نقاد تھے۔ امریکی زندگی ہی نے ان کی تشکیل کی تھی۔ اسی کے خلاف ان کا ردعمل ظاہر ہوا اور اسی نے ان کی شاعری کو تخیل بخشا تھا۔ ھاتھارن سے متعلق ایک مضمون میں ایلیٹ نے کسی قدر درشتی کے ساتھ لکھا تھا، نہ تو ایمرسن اور نہ دوسرے لوگ اخلاقی زندگی کے حقیقی مبصر تھے" ہاتھارن یقیناً ایک حقیقت پسند شخص تھا ان میں ..... وہ ثبات اور استقلال اور وہ کچی اور بجنسہٖ بے تعلقی بھی تھی جو ایک حقیقی فنکار کی خصوصیت ہوتی ہے۔" جس طرح ہنری جیمز کی نگارشات اپنے دور کی امریکی زندگی پر تنقید ہیں یا روسی ناول نگار ترگنیف یا فرانسیسی ناول نگار فلوبیر کی کتابیں اپنے اپنے زمانے کے روس اور فرانس پر ایک تنقید ہیں اسی طرح ھاتھارن کی تصانیف بھی امریکی زندگی پر تنقید تھیں لہٰذا ایلیٹ سے متعلق اپنا یہ مختصر مضمون میں میتھیسن کے اس اقتباس پر ختم کرتا ہوں "ان کی اپنے ماحول سے غیر معمولی علیحدگی جس میں احساسِ تنہائی کی دھڑکنیں موجود ہیں، لیکن جو اپنی تلافی اس طرح کرتی ہے کہ انسان میں ایک خاص انداز کا روحانی ادراک پیدا کر دیتی ہے، امریکہ میں پلئے جانے والے حالات زندگی کی پیدا وار ہے اور وہ یورو پی کلچر کے مرکز سے فرد کی علحدگی کا نتیجہ ہے۔ اسی قسم کی علیحدگی کی بدولت تھورو اور ایمیلی ڈکنسن کو اپنی ذات کے مطالعے کا موقع ملا جسے انھوں نے غیر معمولی کمال کے ساتھ انجام دیا۔ اسی علیحدگی نے ایڈگر ایلن پو ہنری جیمز اور ایلیٹ کو اس قابل بنایا اور انھیں اس بات کا موقع دیا کہ وہ فن کی حقیقت کو زیادہ گہرائی کے ساتھ سمجھنے میں اپنے یورو پی ہمعصروں کی رہنمائی کر سکیں۔ ان تینوں ادیبوں میں، ادبی روایات کے ان عناصر سے متعلق شدید صوبائی شعور پایا جاتا تھا۔ جن کو اہل یورپ ایک قدرتی امر کی حیثیت سے تسلیم تو کرتے تھے لیکن جسے وہ نظرانداز بھی کر دیتے تھے"

ایک فنکار کی عظمت یہ ہے کہ وہ اپنی تحریریں، ایک علیحدگی اور بے تعلقی کے شہ نشین پر بیٹھ کر لکھتا ہے۔ لیکن ان ہی تحریروں کی مدد سے، وہ ہمارے احساسِ تنہائی میں کسی قدر کمی کر دیتا ہے۔ ہمیں ایلیٹ کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ ان کی بدولت پاکستان اور مغرب کے درمیان زیادہ قریبی روابط قائم ہو گئے ہیں۔ اس طرح وہ ہمارے بہترین سفیر ثابت ہوئے ہیں، مجھے یقین ہے کہ جس طرح ایلیٹ نے اپنی شاعری کے لئے فرانسیسی اور انگریزی ماخذ سے فائدہ اٹھایا اسی طرح پاکستان کے بعض اہل قلم خود ایلیٹ سے متاثر ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح ادیبوں کی پوری دنیا ایک نیا مختصر اور زیادہ بے تکلف حلقے کی شکل اختیار کرتی ہے اور اہل قلم برادری کو اس بات کا زیادہ بہتر موقع ملتا ہے کہ ہم سب کے لئے امن کے بقا میں ممد و معاون ثابت ہوں۔

گرد و پیش

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق

۲۲ر اپریل کو لاہور میں ایک خاموش جلوس نکلا۔ جس میں کراچی لالہ موسیٰ، بہاولپور، ملتان اور ہزارہ وغیرہ کے مندوب شامل تھے۔ یہ جلوس اردو زبان کی اہمیت کو موثر طریقے سے پیش کرنے کے لئے نکالا گیا تھا۔ اس وفد کی قیادت بیگم سر عبدالقادر نے فرمائی جلوس میں جن ممتاز ادبا اور شعرا نے شرکت کی ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، حامد علی خاں، اشرف صبوحی، احسان دانش، اعجاز حسین بٹالوی اور شورش کاشمیری جلوس کے شرکا کے ہاتھوں میں کتبے تھے جن پر اردو کو اختیار کرنے کی موثر گزارشات لکھی ہوئی تھیں " کہا جاتا ہے کہ کسی زبان کو کوئی مصلحت ختم نہیں کر سکتی۔ مگر اب اس سے زیادہ اور کیا عبرت انگیز واقعہ ہو سکتا ہے کہ اس کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت پڑ رہی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ملک کے ممتاز ادیب اور لکھنے والے اردو کے حق کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے ہیں ۔

ہم بھی منھ میں زبان رکھتے ہیں

۲۰ر اپریل کی ایک خبر مظہر ہے کہ عرب ممالک بہت جلد اقوام متحدہ پر زور دینے والے ہیں کہ عربی زبان کو بھی اقوام متحدہ کی سرکاری زبان قرار دیدیا جائے۔ عرب ممالک کے نمائندوں کا خیال ہے کہ عربی صرف عربی ممالک ہی میں نہیں بولی جاتی بلکہ افریقہ تک اس کا اثر و نفوذ ہے۔ جبکہ اقوام متحدہ کی سرکاری زبانوں میں انگریزی کے علاوہ فرانسیسی۔ روسی۔ ہسپانوی اور چینی زبانوں کو سرکاری حیثیت حاصل ہے۔ عرب ممالک کا یہ مطالبہ تو خیر جائز ہے ہی مگر یہ اقوام متحدہ کے "خداوندان سفید" پر طنز بھی ہے۔ جو دنیا کی عظیم زبانوں کو اپنے مقاصد کے لئے نظر انداز کرتے رہتے ہیں ۔ لیکن اس خبر کو ان سطروں میں اس لئے جگہ دینے کی ضرورت پیش آئی کہ اقوام متحدہ کے اپنے جائزے کے مطابق اردو دنیا کی پہلی تین سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں سے ایک ہے۔ کیا یہ رپورٹ خود ایک طنز نہیں ہے کہ اقوام متحدہ میں اس زبان کو نظر انداز کیا جا رہا ہے جو دنیا کے کروڑوں افراد کی نمائندگی کرتی ہو

لیکن اس سوال کو وہاں اٹھانے والا کون ہے؟

زخم نظارہ "کیا ہم آزاد ہو چکے ہیں" - یہ سوال ہر اس باغیرت اور محب وطن کے ذہن میں اس وقت ابھرا ہوگا - جب اس نے لاہور میں ہفتہ ٹریفک منانے والوں کی طرف سے آویزاں کئے ہوئے وہ بورڈ دیکھے ہوں گے جن میں عوام کو انگریزی میں ہدایات دی گئی تھیں - ٹریفک کا ہفتہ اس لئے منایا جاتا ہے کہ عوام میں احساس شہریت پیدا ہو اور وہ ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہیں - مگر یہ ہدایات ان کو ایسی زبان میں دی جا رہی ہیں - جس سے اکثریت ناواقف ہے - کیا ایسا ممکن ہے کہ ماسکو کے محکمۂ مفاد عامہ کی طرف سے عوام کو سنسکرت یا عربی میں ہدایات دی جائیں - اگر یہ بات مضحکہ خیز ہے تو پھر یہ مضحکہ پاکستان میں آئے دن ایک دعوت نظارہ دیتا ہے - مگر کسی کو کوئی احساس نہیں ہوتا

تو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

تصویر کا دوسرا رُخ

قومی زبان کی طرف ۸ مئی کی ایک خبر کے مطابق لاہور سے ملک بھر کے گرل گائیڈز کے تمام مراکز کو یہ احکامات جاری کئے گئے ہیں کہ وہ اپنی ہر قسم کی تقاریب میں قومی زبانوں، اردو اور بنگالی کو استعمال کریں بیگم جی - اے خان نے جو اس تنظیم کی چیف کمشنر ہیں - اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں آزاد ہوئے سترہ سال گزر چکے ہیں - مگر ہمارے ذہنوں سے اب تک غلامی کے اثرات نہیں گئے ہیں - آپ نے کہا اس تنظیم کی اکثر تقاریب میں یہ مشاہدہ کیا گیا کہ جب بھی انگریزی میں تقریریں کی گئیں - ان کو حاضرین کی اکثریت نہیں سمجھ سکی ہے - یہ صورت حال اس تنظیم کے مقاصد کے خلاف ہے" - بیگم صاحبہ نے یہ ہدایات جاری کرتے ہوئے یہ امید ظاہر کی کہ اس سے نہ صرف تنظیم کو بہت فائدہ پہنچے گا - بلکہ ہمیں اپنی آزادی کا احساس بھی ہو سکے گا -

بلدیہ کا ایک اور اقدام بلدیہ کراچی کا سالانہ بجٹ اس سال سے اردو میں شائع کیا جائے گا - ۷ اپریل کو بلدیہ کے ایک ترجمان نے بتایا کہ اس سلسلے میں تمام انتظامات مکمل کئے جا چکے ہیں اس کے علاوہ محکمۂ اطلاعات اپنے اردو رسالے "میونسپل ریویو" کے اجرا کے تمام انتظامات مکمل کر چکا ہے اور توقع ہے کہ جون کے مہینے میں اس کا پہلا شمارہ شائع ہو جائے گا -

اردو کیلئے اپیل گوجرانوالہ کی ایک اطلاع کے مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۶۵ء کو یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل جناب ڈاکٹر محمد باقر نے فرمایا ہے کہ قومی اتحاد اور یک جہتی کے لئے ایک قومی زبان کو اختیار کرنا ناگزیر ہے - ڈاکٹر باقر اسلامیہ کالج گوجرانوالہ کی اردو مجلس سے خطاب کر رہے تھے - انہوں نے فرمایا کہ اردو وہ واحد زبان ہے جسے مشرق و مغربی پاکستان کے لوگوں کی اکثریت

بول اور سمجھ سکتی ہے۔ انہوں نے اردو کے دوستوں سے اپیل کی کہ وہ اردو کو عوامی زبان بنانے کے لئے ہر ممکن توجہ صرف کریں۔ اس سے پہلے ارتضیٰ احمد قادری نے اپنے سپاس نامے میں یہ مطالبہ کیا کہ تمام علوم کا ذریعہ تعلیم اردو کو قرار دیدیا جائے۔

سنہ ۱۹۷۰ء تک ۲۵ اپریل کی ایک خبر مظہر ہے کہ سنہ ۱۹۷۰ء تک مغربی پاکستان کے تمام دفاتر میں اردو کو نافذ کرنے کا کام بہت تیزی سے کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے اس کے لئے "آفیشل لنگویج کمیٹی" قائم کی تھی۔ جو انتظامی اور دفتری اصطلاحات اور الفاظ مرتب کرنے کا کام کر رہی ہے۔ حیدرآباد کی اطلاع ہے کہ یہ کام تقریباً ختم کیا جا چکا ہے۔ اور شاید ایک سال قبل ہی عملدر آمد کے لئے حکومت کو مطلع کر دیا جائے گا۔

پنجاب یونیورسٹی کی انجمن خواتین پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خاں نے ۲۵ اپریل کو انجمن خواتین کے زیر اہتمام منعقدہ ایک مجلس مذاکرہ میں فرمایا کہ قومی زبانوں کی ترویج اور اشاعت کی اصل ذمہ داری خواتین پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے خواتین کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا اور کہا عورتیں بہت مستقل مزاج ہوتی ہیں۔ وہی لسانی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کی حفاظت کرتی ہیں۔

ہر پاکستانی کا فرض لاہور ۱۹ اپریل مرکزی قومی اسمبلی کی رکن بیگم رقیہ انور نے مغربی پاکستان میں بنگلہ زبان کی ترویج کے موضوع پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہا ہے کہ قومی زبانوں کا سیکھنا ہر پاکستانی کا قومی فرض ہے۔ اسی طرح ملک کے دونوں حصے ایک ہی سلسلے میں پروئے جا سکتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ بنگلا زبان میں عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ موجود ہیں جو اردو میں بھی ہیں۔ اور ان کے ذریعے بنگالی سیکھنا کوئی دشوار مرحلہ نہیں رہ جاتا۔

علمی۔ تعلیمی اور تہذیبی خبریں

تاریخ کانفرنس کا افتتاح کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب اشتیاق حسین قریشی نے تاریخ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ آج یہاں ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے جو تمام مشاہیر کے خطوط اور مضامین کو یکجا کر کے شائع کر سکے۔ انہوں نے تحریک پاکستان کے ماخذ کی اشاعت پر خصوصیت سے زور دیا۔ یہ کانفرنس تین روز تک جاری رہی اور اس کا اہتمام کراچی یونیورسٹی کی جانب سے کیا گیا تھا۔

ایرانی وفد کے اعزاز میں ۳ مئی کو لاہور میں یونیورسٹی اورنٹیل کالج کی جانب سے ایرانی وفد کے

اعزاز میں ایک دعوت کا انتظام کیا گیا۔ اس موقع پر کالج کے پرنسپل ڈاکٹر محمد باقر نے کہا ہم نے آج شاگردوں کی طرح ڈکتور خطیبی کی تقریر سے استفادہ کیا ہے اور ہماری خواہش ہے کہ وہ بار بار پاکستان آئیں تاکہ ہم سبھی صدیوں پہلے کی فارسی زبان کو صحیح طور پر بولتے ہوئے سن سکیں۔ اس موقع پر وائس چانسلر نے اپنی تقریر میں ایران اور پاکستان کے اسلامی اور لسانی رشتوں پر بہت عمدگی سے روشنی ڈالی۔

ڈاکٹر جاوید اقبال کے ڈرامے کی ضبطی حکومت مغربی پاکستان نے لاہور میں ۲۴ر اپریل کو ایک حکم کے ذریعے ڈاکٹر جاوید اقبال کا ایک ڈراما ضبط کرلیا ہے۔ یہ ڈراما یونیورسٹی لا کالج میں اسٹیج کیا جا رہا تھا۔ لیکن جس وقت اس کی ساری تیاری ہو چکی تھی۔ اسی وقت صوبائی ہوم سکریٹری نے تین ایکٹ کے اس ڈرامے کو حکومت کے خلاف قرار دے کر اس کی نمائش کو ممنوع قرار دے دیا۔

اس آئینہ خانے میں

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کا انٹرویو ڈاکٹر رضی الدین صدیقی وائس چانسلر اسلام آباد یونیورسٹی نے "اردو ڈائجسٹ" کے ایڈیٹر کو ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ میں نے جامعہ حیدرآباد میں تمام مضامین اردو میں پڑھے تھے اور ریاضی میں ڈاکٹریٹ کیا تھا لیکن اس مضمون کو یورپ میں انگریزی میں پڑھتے ہوئے مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ ریاضی کو اردو میں پڑھنے کی وجہ سے اس پر میری گرفت بہت مضبوط تھی۔ انہوں نے کہا کہ اردو زبان صلاحیتوں کو جلا دیتی ہے یہ میرا تجربہ ہے اور نفس مضمون کو سمجھنے کی قوت زیادہ کرتی ہے۔

اپنی زبان کی وکالت مرکزی وزارت اطلاعات کے سکریٹری جناب الطاف گوہر نے ماہرین عمرانیات پر زور دیتے ہوئے چوبیس اپریل کو لاہور میں کہا کہ عوام کو جو مسائل درپیش ہیں انہیں حل کرنے کے لئے مغرب کی نقالی کرنے کے بجائے ان کو اپنے طریقے اور اصطلاحیں استعمال کرنی چاہیں۔ لسانی مسئلے کا ذکر کرتے ہوئے مرکزی سکریٹری نے کہا کہ اس سے ہماری فکر اور ملک کی تمام طبعزاد تخلیقات متاثر ہوتی ہیں۔ ہمیں غیر ملکی زبانوں کے بجائے اپنی زبان پر فخر کرنا چاہئیے۔ الطاف گوہر سوشیالوجیکل کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔

عطیہ حسین کا اظہار افسوس لاہور ۲۹ر اپریل انگریزی زبان کی مشہور افسانہ نویس عطیہ حسین نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ وہ بچپن کی انگریزی تعلیم

کی وجہ سے اپنی مادری زبان اردو میں ادب تخلیق کرنے کی نعمت سے محروم رہیں۔ اور اس کمی کا انہیں عمر بھر شدید احساس رہا۔ عطیہ کی تربیت اور تعلیم ابتدا ہی سے یورپ میں ہوئی ہے اور وہ اپنی انگریزی تخلیقات کی وجہ سے عالمی سطح پر جانی پہچانی جاتی ہیں۔ برصغیر کی اس معروف افسانہ نویس نے کہا کہ سچے اور حقیقی ادیب کو محدود و سیاسی گروہی تعصبات سے آزاد ہوکر انسانیت کے سامنے امن و سکون اور خلوص و محبت کے تصورات پیش کرنے چاہییں۔ ان کا خیال ہے کہ حقیقی ادیب افسانوں میں زندہ رہنے کا مثبت جذبہ پیدا کرتا ہے۔

اے۔ ٹی ایم مصطفےٰ کا بیان سابق مرکزی وزیر تعلیم جناب اے۔ ٹی ایم مصطفےٰ نے یوم اقبال کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ علامہ اقبال ایک فرد ہی نہیں ایک نظریہ حیات بھی تھے اور یہ اسی نظریہ حیات کی بدولت ہے کہ آج ہم ایک آزاد مسلم مملکت میں سانس لے رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اقبال نے پاکستان کا خاکہ اس لئے تیار کیا کہ اسلامی تہذیب اور ثقافت ایک عالمگیر تحریک بن جائے۔

یادوں کے چراغ

شاعر مشرق کی یاد میں ۲۱ اپریل کو شاعر مشرق علامہ اقبال کی ۲۷ ویں برسی پاکستان کے طول و عرض میں بہت عقیدت اور احترام سے منائی گئی۔ تقریباً تمام اہم اور بڑے شہروں میں اس موقع پر جلسے اور اجلاس منعقد ہوئے۔ علمی ادبی انجمنوں نے خصوصی اجلاس بلائے۔ جلسوں کو خطاب کرنے والوں میں ادیب شعرا اور ماہرین تعلیم وغیرہ بھی شامل تھے۔

لاہور میں سپریم کورٹ کے جج جناب جسٹس حمود الرحمٰن نے کہا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال کو صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدائے برتر کی ایک ایسی مملکت قائم کی جائے جس میں ہر فرد اپنے آپ کو مرد مومن ثابت کر سکے جسٹس ایس۔ اے رحمان نے کہا "علامہ اقبال نے پاکستان کا جو تصور دیا تھا وہ نصب العین کی تکمیل تھا نہ کہ سرکاری ملازمتوں کا حصول ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہماری فطرت سے ابھی غلامی اور محکومی کی لعنت دور نہیں ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم پر کاعتبار سے جمود طاری ہے خوف، بزدلی اور بدعنوانی ہماری فطرت بن چکی ہے۔ اس کا علاج اقبال کی شاعری کی اس اسپرٹ میں پوشیدہ ہے جو ہمیں جرأت اور بیباکی کا سبق سکھاتی ہے۔ شاعر مشرق کو ایرانی سفارت خانے کے اہم افراد اور ایرانی وفد کے قائد نے بھی زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اقبال کو خراجِ تحسین ایرانی ثقافتی وفد کے سربراہ جناب حسن خطیبی نے کہا ہے کہ علامہ اقبال نے

اپنی شاعری کے ذریعے امتِ مسلمہ کو خوابِ گراں سے جگا کر ایک شاندار مستقبل کی طرف گامزن کر دیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ پاکستان نے فارسی زبان کی جو خدمت کی ہے۔ اہلِ ایران اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

آئینہ ہند

ایک اہم یادداشت

بھارتی پارلیمنٹ کے ایک سو چار ممبران نے وزیراعظم لال بہادر شاستری کو ایک یادداشت پیش کی ہے۔ جس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اردو کو علاقائی زبان قرار دے کر اسے ثانوی سرکاری زبان کا درجہ دیدیا جائے۔ یادداشت میں کہا گیا ہے کہ بھارتی آئین کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت اترپردیش، بہار، مدھیہ پردیش، دہلی اور راجستھان کے علاقوں میں اردو کو سرکاری زبان قرار دینا ضروری ہے۔ ان ممبران نے اس پر بھی زور دیا ہے کہ سارے بھارت میں اردو زبان کو مادری زبان قرار دیتے ہوئے اس کی تدریس و تعلیم کے لئے ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں۔

مردم شماری کی رپورٹ میں

ہندوستان کی گزشتہ مردم شماری کی رپورٹ میں ایک تکلیف دہ ذہنیت کا انکشاف ہوا ہے مردم شماری کرنے والے ہندو افسروں نے ان تمام علاقوں کے باشندوں کی مادری زبان جو اردو بولتے ہیں۔ ہندی درج کی ہے۔ اور یہ ناپاک کوشش کی ہے کہ اردو کو ایک فنا ہو جانے والی زبان کا قیام دیدیا جائے۔ اس سازش کو بعض ہندو حضرات نے خود ظاہر کر دیا ہے اور اس کوشش کی سخت مذمت کی ہے۔

ایک تاریخی اجتماع

۴؍اپریل سنہ ۶۵ء کو پبلک لائبریری دہلی میں ادیبوں اور صحافیوں کا ایک اجتماع جناب گوپی ناتھ امن لکھنوی کی صدارت میں ہوا۔ جناب امن لکھنوی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ قدیم و جدید اخبارات میں ادبی تاریخ، سیاسی، سماجی، تعلیمی اور اصلاحی معلومات بے حد ہیں۔ جناب مالک رام صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ اس اجلاس کے دو گونہ مقاصد ہیں ایک تو یہ کہ مستند تاریخی موضوعات پر لوگوں کی توجہ ہو اور مستند تاریخیں لکھی جائیں۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ مولانا امداد صابری صاحب نے تاریخ صحافت اردو کی تین جلدیں طبع کرائی ہیں۔ اور انہیں مزید تین جلدیں طبع کرانی ہیں۔ لہٰذا آپ حضرات اس میں ان کی مدد کریں۔ اس کے بعد جناب تنویر احمد علوی نے ایک مقالہ پڑھا۔

ڈاکٹر فریدی کا اصرار

یوپی کونسل میں ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی نے ایک بار پھر اپنے موقف کو دہرایا ہے اور چیئرمین کونسل سے سوال کیا ہے "کیا میں اردو میں تقریر کر سکتا ہوں اور کیا میری تقریر فارسی رسم الخط میں ریکارڈ کی جائے گی؟" اس پر ایوان میں اکثریت نے ان کے خلاف آوازیں

ں مگر فریدی صاحب بار بار چیئرمین سے یہی سوال کرتے رہے ۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ جرأت اس ذہنیت کا
پاک کرنے کے لئے ایک بہت بڑا ثبوت پیش کرتی ہے جو ہندوستان میں اردو کے خلاف مدّت سے
یا ہے ۔

صاحب کے ارشادات

انجمن ترقی اردو کورٹ کی جانب سے آنند نرائن ملا سابق چیف جسٹس
ہائی کورٹ کے اعزاز میں ایک جلسہ ترتیب دیا گیا ۔ جسمیں ملا صاحب
، روایتی جرأت سے کام لے کر حکومت ہند کی اردو دشمنی کی بہت سخت الفاظ میں مذمت کی انہوں نے
ری زبان وہ ہے جو ماں باپ سے ملے اور جس کو آزادی کے ساتھ لکھ پڑھ سکیں ۔ میری مادری زبان
ہے مجھے یہ حق کیوں نہیں ملتا اور کس طرح مردم شماری کی رپورٹ میں میری مادری زبان ہندی لکھ
ہے ۔" انہوں نے راجستھان میں اردو کے لئے سازگار فضا ہونے پر خوشی کا اظہار کیا اور حکومت سے
رہ زبان کے معاملات میں دخل دینا چھوڑ دے ۔

ملا صاحب نے روٹری کلب لکھنؤ میں بھی ایک تقریر کی جس میں انہوں نے کہا ہے" اردو دنیا کی چار بڑی
،ں میں سے ایک ہے گو کہ اسے پاکستان میں سرکاری زبان کی حیثیت دیدی گئی ہے ۔ لیکن اردو کو وہاں
وہ مقام حاصل نہیں ہے جو ہمارے یہاں ہے کیونکہ اردو ہماری مادری زبان ہے ۔ اور وہاں کسی
ی کی مادری زبان اردو نہیں ہے ۔ اس لئے ہمیں اس ورثے پر فخر کرنا چاہیے ۔ اور اس کی حفاظت کے
ربکف ہو جانا چاہیئے ۔"

انجمن ترقی اُردو ——— کراچی

پاکستان رائٹرز گلڈ ——— کراچی

مجلس ترقی ادب ——— لاہور

ادارۂ ثقافت اسلامیہ ——— لاہور

اقبال اکیڈمی ——— کراچی

بزم اقبال ——— لاہور

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ——— کراچی

پنجابی اکیڈمی ——— لاہور

پشتو اکیڈمی ——— پشاور

سندھی ادبی بورڈ ——— حیدرآباد سندھ

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ——— کراچی

اُردو اکیڈمی ——— بہاولپور

پاکستان فلاسفیکل کانگریس ——— لاہور

ترقی اُردو بورڈ ——— کراچی

اور دیگر علمی اداروں کی مطبوعات ہم سے طلب فرمائیے

گلڈ انجمن کتاب گھر

۲ ـ صدر کو آپریٹو مارکیٹ ۔ وکٹوریا روڈ ۔ کراچی

تحسین سروری

عرش تیموری

شعلہ بھڑکا سرد ہوا پھر جیسے وہ تو کچھ بھی نہ تھا

۱۹۴۹ء کا درمیانی زمانہ تھا۔ انقلاب حیدرآباد کے بعد کراچی آکر مجھے شاید چار چھ مہینے ہی ہوئے تھے۔ ایک روز میرے دوست عزیز انجمل نے ایک دبلے پتلے اور مہذب و شائستہ نوجوان کا مجھ سے تعارف کرایا۔ آپ سے ملئے! آپ ہیں عرش تیموری!! عرش تیموری اور میں ایک دوسرے سے بڑے پرتپاک انداز میں ملے۔ عرش تیموری؟ یہ نام میرے لئے نیا نہیں تھا۔ رسالوں میں کئی بار یہ نام میری نظر سے گزرا تھا۔ البتہ ملاقات کی کبھی نوبت نہ آئی تھی۔ لیکن ملاقات کے بعد صورت کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوئی۔ یاد نہ آیا کہاں دیکھا تھا۔ گفتگو میں حیدرآباد دکن سے عرش تیموری کے سابقہ تعلق کا ذکر آیا۔ اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ عرش تیموری حضرت نظام شاہ لبیب تیموری مرحوم کے فرزند ہیں تو چودہ پندرہ سال قبل کے حیدرآباد کی تصویر میری نظروں میں گھوم گئی۔ تصویر کے ایک گوشے میں عرش تیموری کی شکل واضح خطوط میں ابھری ہوئی تھی۔ اب اچھی طرح یاد آگیا کہ یہ نوجوان مرزا احمد سلیم شاہ ہے۔ جس نے شاعر بنتے ہی عرش تخلص اختیار کیا اور خاندانی نسبت کے ساتھ عرش تیموری کے نام سے مشہور ہوا۔

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے۔ حضرت جگر مرادآبادی مرحوم پہلی مرتبہ حیدرآباد آئے تھے۔ جگر صاحب کی آمد بھی طوفان سے کم نہ تھی۔ جگہ جگہ مشاعرے اور ان کے اعزاز میں دعوتیں ہونے لگیں۔ ایک بڑا شاندار مشاعرہ راجہ نرسنگ راج بہادر عالی نے اپنی ڈیوڑھی واقع بارہ گلی میں ترتیب دیا جس کی صدارت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر شاد نے کی تھی۔ اسی مشاعرے میں ہم نے پہلی دفعہ حضرت جگر کو دیکھا اور سنا۔ اس کے بعد ایک مشاعرہ نوجوانانِ حیدرآباد کی طرف سے نواب بہادر یار جنگ کی ڈیوڑھی میں منعقد ہوا۔ اس مشاعرے میں نظر حیدرآبادی مرحوم نے خود جگر کی مشہور غزل لہرا کے پی گیا کی زمین میں سنائی تھی۔ دوسرے جس نوعمر شاعر نے اسی زمین میں غزل سنائی تھی وہ عرش تیموری تھے۔ نظر، حضرت علی اختر اور عرش حضرت لبیب تیموری کے فرزند تھے۔ حضرت اختر

اور حضرت لبیب بڑے مشہور شاعر اور استاد فن مانے جاتے تھے۔ اگرچہ نظر اور عرش کی غزلیں نومشقی کے اتمام اور بچکانہ جذبات سے عاری نہ تھیں۔ لیکن اس پر بھی لوگوں نے حاشیہ آرائی سے کام لیا اور مختلف قسم کی باتیں پھیلائیں۔ علی اختر اور لبیب تیموری اپنی درویشی میں مست کہ انہیں کچھ پتا نہیں کہ ان کے نادان لڑکوں نے کیا حرکت کر دی ہے۔

عرش تیموری چادرگھاٹ ہائی اسکول کے طالب علم تھے۔ وہاں سے پھر وہ نظام کالج سے ملحقہ مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۷ء تک عرش کا بڑا ہنگامہ خیز دور رہا۔ اسی دوران میں انجمن ترقی طلبار قائم ہوئی جس کے سرگرم کارکن سالمین بن عمر یامن احمد، مصلح الدین سعدی، محمد علی نیئر، محی الدین فاروقی اور عرش تیموری تھے۔ ملا انجمن کا مقصد خالص علمی خطوط پر کام کرنا اور طلبار میں تہذیبی، اخلاقی اور ثقافتی شعور پیدا کرنا تھا۔ انجمن ترقی طلبار کے زیر اہتمام بین الملکی پیمانے پر جو جلسے ہوئے تھے۔ وہ مرحوم حیدرآباد کی تعلیمی ترقی کی تاریخ میں جلی حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ انجمن کی ساری کارروائیوں میں عرش تیموری نمایاں رہتے تھے۔ اور ہر سرگرمی میں ان کا بھی جوش و خروش شامل ہوتا۔

لبیب تیموری، ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر کے پوتے کے پوتے تھے ۱۸۲۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ سلطنت کے ساتھ شاہی خاندان کے حالات بھی ابتر ہو گئے تھے۔ بے معاشی سے تنگ آکر حضرت لبیب کے والد افتخار الملک مرزا سلطان احمد بہادر خاور حیدرآباد چلے گئے۔ اس وقت حضرت لبیب صرف نو برس کے تھے۔

مرزا خاور عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر تھے۔ نظم گراں مایہ کے نام سے ان کلام شائع ہو گیا ہے۔

لبیب تیموری نے عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اس کے بعد حیدرآباد کی مشہور درسگاہ مدرسہ دارالعلوم میں داخل کئے گئے، جہاں سے پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں عربی اور فارسی کی سند پائی۔ پھر اپنے طور پر انہوں نے ہندی، تلنگی اور انگریزی میں استعداد بہم پہنچائی۔ حضرت لبیب کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ فلسفہ اور منطق میں منتہی اور تصوف میں اس قدر ڈوب گئے تھے کہ ان کی شاعری رموز و کنایات کا ایک سدا بہار گلدستہ بن گئی۔

سلسلۂ تعلیم ختم کرنے کے بعد محکمۂ مالگذاری میں ملازم ہوئے لیکن چونکہ وہ علم و ادب کے مرد میدان تھے لہذا سحر النوردی اور دشت پیمائی سے اکتا کر ملازمت چھوڑی اور حیدرآباد کے مشہور و قدیم روزنامہ "مشیر دکن" میں منیجر کی خدمت پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں اس اخبار کے " ایڈیٹر ہو گئے "مشیر دکن" سے علیحدہ ہو کر "محبوب پریس" کے نام سے ایک مطبع قائم کیا ساتھ ہی " رسالۂ افادہ" نکالا۔

حقیقت یہ ہے کہ "رسالۂ افادہ" نے ادبی صحافت میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ معیار و اعلیٰ مقاصد کے لحاظ سے اپنے پیش رَو رسالوں مخزن العوائد (عماد الملک) رسالۂ حسن (حسن عبداللہ مولوی عبدالحق) رسالۂ افسر (محب حسین و عبدالحق) دکن ریویو (مولانا ظفر علی خاں) دلگداز (شرر لکھنوی۔ دور حیدر آباد) صحیفہ (رضی الدین حسن کیفی) کی روایات کو نہ صرف تازہ کیا بلکہ مذاق زمانہ کے پیش نظر اس میں بہت کچھ اضافہ بھی کیا۔ علمی، ادبی اور تنقیدی مضامین کے علاوہ سائنس اور دیگر علوم مفیدہ پر بلند پایہ مضامین شائع ہوتے تھے اور اس میں شائع ہونے والی منظومات میں بہترین نظم پر ایک اشرفی انعام دی جاتی تھی۔ شاید یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ انجمن ترقی اردو کے نام اور اس کے اغراض و مقاصد کو روشناس کرانے میں "افادہ" کا بڑا حصہ تھا۔ حالانکہ انجمن سے اس کو کوئی امداد نہیں ملتی تھی۔ یہ رسالہ معمول بھی ایسا ہوا کہ اس کی اشاعت پانچ چھ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ آج سے پچاس سال قبل کسی بھی اردو کے علمی رسالے کی اتنی اشاعت یقیناً حیرت ناک ہے۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں اشیائے طباعت کی گرانی اور کاغذ کی نایابی کے باعث پریس اور رسالہ بند کرنا پڑا۔ تین سال کی بے کاری کے بعد دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ میں مسودات کی اصلاح اور نظر ثانی پر مامور ہوئے۔ پندرہ سولہ سال اس اہم خدمت کو انجام دے کر ۱۹۳۹ء میں وظیفہ پر الگ ہوگئے۔ اس دوران میں تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ دارالترجمہ کے علاوہ انجمن ترقی اردو سے بھی ان کی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

یہ تھے حضرت مرزا نظام شاہ لبیب تیموری جن کے آغوش تربیت میں عرشؔ تیموری نے آنکھ کھولی۔ عرش نے مدرسہ عالیہ سے ۱۹۳۷ء میں میٹرک کیا اور بنگال جا کر ڈاکٹر ٹیگور کے شانتی نکیتن میں داخلہ لیا۔ شانتی نکیتن سے ایف اے کرنے کے بعد شاید دہلی چلے آئے۔ جامعہ ملیہ میں داخلہ لے کر بی اے کے آخری سال میں بھی پہنچ گئے تھے۔ لیکن حالات کچھ ایسے پیدا ہوئے کہ وہ تعلیم چھوڑ کر بمبئی چلے گئے اور وہاں کے مشہور روزنامہ "خلافت" کے عملۂ ادارت میں شامل ہوئے۔ پانچ سال کی صحافتی زندگی کے بعد فن اشتہارات کا عملی تجربہ حاصل کیا اسی دوران حضرت لبیبؔ بھی انہیں کے یہاں بمبئی چلے گئے۔ چند روز بعد دسمبر ۱۹۴۶ء میں حضرت لبیبؔ کا بمبئی ہی میں انتقال ہوگیا پھر ۱۹۴۷ء کا ماہ اگست آیا، ملک تقسیم ہوا، اور عرشؔ تیموری پاکستان آگئے۔ مجھ سے کراچی میں جس وقت ملاقات ہوئی وہ گرین پبلشرز نام کی ایک فرم میں کام کرتے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں وہ روزنامہ جنگ میں شعبۂ اشتہارات کے منیجر کی حیثیت سے آگئے۔ چند سال بعد ان کی قابلیت، محنت، جفاکشی اور فرض شناسی کے پیش نظر جنگ کی انتظامیہ نے منیجر اشتہارات کے علاوہ جنرل منیجر کے عہدے پر ترقی دی۔

عرشؔ تیموری نے بڑی مصروف زندگی گذاری وہ تھے تو بڑے منحنی اور نحیف و کمزور سے آدمی۔ لیکن اپنے فرائض کی تکمیل اور معوضہ کام کی انجام دہی اس قدر پھرتی سے کرتے جیسے ان کے جسم میں برقی لہر سی دوڑ رہی ہو۔

ہدے بڑھی ہوئی مصروفیت کے باوجود اپنے دوستوں کی دل دہی اور ہر دوست کے مزاج کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔ عام ملنے والوں سے بھی ان کا برتاؤ نہایت مخلصانہ اور شریف النفسی سے بھرپور ہوتا تھا طبیعت میں چونکہ ظرافت در بذلہ سنجی کا مادہ موجود تھا اس لئے ہر بات میں ہنسنے ہنسانے کے پہلو نکال لیتے۔

عرشؔ تیموری کا ادبی مذاق بھی بڑا نکھرا ستھرا تھا باوجود اس کے کہ ان کی رگوں میں شاہی خون تھا ان کا پورا ماندان اور حیدرآباد کا پورا ماحول انتہائی روایت پرست تھا لیکن وہ زبان و ادب کی ترقی پذیر قدروں کے قائل تھے خصوصیت بھی انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے ورثے میں پائی تھی۔ عرش تیموری نے ۱۹۶۰ء میں حضرت لبیب تیموری کلام "آتش خنداں" کے نام سے شائع کیا۔ نیز مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مسودات مرتب کرکے شائع کرنے والے تھے لیکن عدیم الفرصتی کے باعث ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی ۱۹۶۲ء میں عرش تیموری کا ایک سفرنامہ امریکہ "ایک سانولہ وروں کے دیس میں" چھپا تھا جو طرز نگارش اور مفکرانہ مشاہدات کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

مرحوم عرش تیموری مختلف شکمی امراض میں مبتلا تھے۔ کبھی انہیں مسلسل بخار رہتا اور کبھی غذا بالکل ہی نہ چلتی کبھی حلق سے سینے تک جلن محسوس ہوتی۔ خدا جانے یہ مرض کب سے لاحق تھا۔ گذشتہ تین سال سے مجھے اپنے مرض کا حال سنایا رتے تھے جب مرض میں شدت ہوئی تو ۶ ماہ قبل وہ جناح ہاسپٹل میں داخل ہوئے اس وقت تک بھی لوگ یہی سمجھتے ہے کہ یہ کوئی معمولی مرض ہے اس کی جب مجھے اطلاع ہوئی تو ایک روز میں اور خواجہ حمیدالدین شاہدؔ ان کی مزاج پرسی لو گئے اس وقت ان کے کچھ اعزہ ان کے پاس موجود تھے۔ عرش تیموری پلنگ پر تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے ہمیں دیکھتے ہی خوشی اور تشکر آمیز جذبات کے ساتھ ان کا چہرہ کھل گیا نہایت مزاحیہ انداز میں بیماری اور ڈاکٹروں کی تشخیص کا حال سنانے لگے کچھ دیر بعد ہم لوگ دوبارہ آنے کا وعدہ کرکے چلے آئے۔ خدا جانے اس واقعہ کو کتنے دن گزر گئے تھے کہ ایک روز مشفق خواجہ صاحب نے سنایا کہ عرشِ تیموری کا مرض سرطان تشخیص ہوا ہے جس کا علاج یہاں ممکن نہیں۔ اس لئے وہ کل جاپان روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر مجھے بڑا ملال ہوا کہ میں نے نہ تو ان کی دوبارہ خبر لی۔ اور نہ انہیں رخصت کر سکا۔ چند روز بعد جاپان سے مشفق خواجہ کے نام عرشؔ کا ایک خط آیا جس میں آپریشن ہونے اور آنت کے ایک حصے کو کاٹ کر پلاسٹک کی آنت لگانے کی کیفیت اپنے مخصوص انداز میں لکھی تھی۔

اسی طرح سے چند ماہ گذر گئے۔ معلوم ہوا کہ عرشؔ تیموری جاپان سے واپس آ گئے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سفر کی تکان دور ہونے کے بعد چار چھ دن میں وہ اپنے دفتر میں رجوع ہو جائیں گے۔ چنانچہ کئی بار میں ان کے دفتر گیا۔ گھر کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن خدا جانے میں کیوں ان کے گھر نہ جا سکا۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ مشفق خواجہ مزاج پرسی کو ان کے گھر جایا کرتے ہیں تو میں انہی سے حال پوچھ لینے پر اکتفا کرنے لگا۔

۱۵ر نومبر ۶۴ء کو مشفق خواجہ نے کہا کہ آج صبح میں عرشؔ صاحب کو دیکھنے گیا تھا، حالت کچھ نازک مرحلے میں پہنچ گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی سنایا کہ میں نے عرشؔ صاحب سے جب یہ کہا کہ چونکہ آپ کے کوئی بہن بھائی نہیں ہیں۔ ظاہر ہے آپ یہ کمی شدت سے محسوس کرتے ہوں گے لیکن آج سے آپ مجھے اپنا چھوٹا بھائی جانیئے۔ اس رشتے سے آپ کو جس وقت اور جس قسم کی ضرورت ہو بلا پس وپیش مجھے یاد کرلیں۔ اس بات سے عرشؔ صاحب خوش بھی ہوئے اور متاثر بھی۔

پھر ۱۷ر نومبر کو دیکھا کہ آدمی نے کوئی چیز لاکر مشفق خواجہ کے ہاتھوں میں تھمائی اور ساتھ ہی ایک لفافہ بھی دیا۔ لفافے میں مختصر ترین مضمون کا یہ خط تھا۔

"مشفق بھائی

یہ نئے رشتۂ محبت کا آغاز ہے"

آپ کا بڑا بھائی عرشؔ ۱۷/۱۱/۶۴

۲۰ر نومبر کی صبح کو مشفق خواجہ صاحب پھر عرشؔ کو دیکھنے گئے۔ انہوں نے جو حال بتایا اس سے مایوسی کا اظہار ہوتا تھا۔ اب تو میں بہت بے قرار ہوگیا۔ خواجہ صاحب سے مکان کا تفصیلی پتہ معلوم کرکے تین بجے کے قریب عرشؔ تیموری کے مکان پہنچا۔ بے چاری بیگم عرشؔ تیموری اور ان کے مغموم بھائی مجھے اندر لے گئے۔ عرشؔ بستر پر نیم دراز حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ پہلے ہی وہ دبلے پتلے آدمی تھے اب مسلسل بیماری نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ صرف ہڈیوں کا ڈھانچا رہ گیا تھا۔ چہرہ ستا ہوا، جسم میں خون نام کو بھی نہیں۔ رنگ زرد اور آنکھیں بجھی بجھی سی۔ میں ان کے پائنتی رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ وہ لمحہ لمحے آنکھ کھولتے اور بند کرتے تھے۔ اس چند منٹ کے دوران جتنی مرتبہ بھی آنکھیں کھولیں مجھے دیکھا کئے۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ ان پر غنودگی اس حد تک طاری ہے کہ مجھے پہچان نہیں سکے۔ چنانچہ میں نے بیگم عرشؔ سے نہایت آہستہ سے کہا کہ ان سے پوچھئے کہ مجھے پہچانا یا نہیں۔ بیگم عرشؔ نے جب پوچھا تو عرشؔ نے پھر ایک بار مجھے دیکھا اور سر کو اثبات میں جنبش دی۔ پھر ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا "یہ ہمارے بہت پرانے کرم فرما ہیں"۔ یہ جملہ سنتے ہی مجھ پر رقت سی طاری ہوئی۔ جی چاہتا تھا کہ دھاڑیں مار کر روؤں۔ اچھا خدا حافظ کہکر میں وہاں سے چلا آیا۔ لیکن عرشؔ کو اس قدر ہوش میں دیکھ کر مجھے یقین ہو چلا تھا کہ یہ ابھی نہیں مریں گے۔ لیکن دوسرے دن ۲۰ر نومبر کی صبح کو "جنگ" میں یہ خبر پڑھی کہ کل عرشؔ تیموری انتقال کرگئے۔

عرشؔ تیموری نے صرف ۳۴ سال کی عمر پائی۔ لیکن اتنی سی عمر میں انہوں نے بے شمار باتیں یادگاریں چھوڑیں جب ہمارے ساتھ کوئی محبت واخلاص کا برتاؤ کرے گا، تو عرشؔ تیموری کا خیال کرکے ہم رو پڑیں گے اس لئے کہ عرشؔ تیموری کی کوئی بات بناوٹی نہیں تھی۔ اس لئے کہ عرشؔ تیموری کی محبت واخلاص میں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔

محمد مصطفیٰ
مدون لغات اردو
انجمن ترقی اردو علی گڑھ

قفسِ رنگ

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ   اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے

قومی زبان کراچی مئی ۱۹۶۹ء میں سراج احمد صاحب کا ایک مضمون ہے۔" غالب سخن ور کا ایک شعر"، صاحب موصوف نے شعر مذکور الصدر میں کچھ اپنی الجھنوں کا ذکر کیا ہے، کچھ شبہات ہیں، کچھ اعتراضات ہیں، اور تقاضا ہے کہ اس پر مزید روشنی ڈالی جائے۔

اس لئے عرض ہے کہ شاعر خود نالہ کو خطاب کرتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ جگر سوختہ کی علامت اور نشانی کیا ہوتی ہے، وہ تم ہی تو ہو، دیکھ لو! قمری جو محض ایک کف خاکستر ہے (اس لئے کہ ایک مشت پر ہے اور خاکستری رنگ ہے) اور بلبل جو الفاظ دیگر "قفسِ رنگ"، ہے (تجلیات محبوب نے جس کا دل ہے، جسے گرفتار محبت بنا دیا ہے اور اب وہ مجسم "قفسِ رنگ" بن گئی ہے) ان دونوں کو یہ شہرت کہاں سے حاصل ہوئی، ان کی چہک ہی نے جو ان کا خاصہ ہے ان کا بول بالا کیا، ان کی جگر سوختگی کا پتا دیا حتیٰ کہ شاعری کی دنیا میں دھوم مچ گئی اور اقلیم سخن کا بچہ بچہ واقف ہو گیا کہ قمری نے یہ خاکستری لباس سرو کے عشق میں پہنا ہے اور اسی کی محبت میں یہ بھبوت تن پر ملا ہے، اور بلبل نے یہ رنگین جامہ گل کی الفت میں پہن لیا ہے، یعنی ان کے جگر سوختہ کا نشان اُن کے نالوں ہی سے ملا ہے، (لاکھ چھپائیں چھپ نہیں سکتا)

شیخ بوصیری فرماتے ہیں۔

فکیف تنکر حبًّا بعد ما شهدت   به علیك عدول الدمع والسقم
واثبت الوجد خطی عبرة وضنًی   مثل البهار علی خدیك والعنم

اے عاشق تو اپنی محبت و فریفتگی سے کیونکر انکار کر سکتا ہے جب کہ اشک گلگوں اور زردی رخسار دو شاہد عادل ہیں جو تجھ پر اس بات کی شہادت دے چکے۔

ہمارے سراج احمد صاحب کو بلبل کے رنگ ہی رنگ رہ جانے پر استعجاب ہے اور مجھے ان کے اس استعجاب پر استعجاب! قصیدہ بردہ کے مذکور اشعار سے عاشق کے وجود میں سرخی اور زردی کی بہار دیکھ لی تو اب ایک دوسرے زعفران زار کی بھی سیر کر لیجئے کہتے ہیں۔

بسیار چہرہ نمودم کہ روئے زردم ہیں بدید و خندہ زناں گفت "زعفراں ایں است

پھر عشق کی وجہ تسمیہ بھی یہ بتاتے ہیں کہ عشقہ، عشق پیچہ، یا لبلاب زرد رنگ کی ہوتی ہے جس درخت میں لگ جاتی ہے وہ بھی زرد پڑ جاتا ہے اور پنپتا نہیں یہ عشق اسی سے ماخوذ ہے۔

ہاں جاوید نامے سے (جس کا موصوف نے حوالہ دیا ہے) اشارہ ہوتا ہے عشاق کے اقسام کی طرف کہ ایک تو "واسوختہ" ہو جاتا ہے اور دوسرا "رنگہا اندوختہ" بن جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ رنگینیاں بھی مترادف ہیں بے رنگی کے، کیونکہ ؎

منزل عشقش مکانے دیگر است این زمیں را آسمانِ دیگر است

مولانا رومؒ

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگ ہاست ماہیاں را با یبوست جنگ ہاست

خواجہ حافظ شیرازیؒ

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود ز ہرچہ رنگِ تعلق پذیرد آزاد است

ہمارے سراج احمد صاحب کو سوختہ جگری سے بے رنگ ہو جانا تو تسلیم ہے مگر "رنگہا اندا ختہ" ناقابل تسلیم۔

موصوف اس امر کا لحاظ رکھیں کہ یہاں "رنگہا اندوختہ" اور "بے رنگی" کا مآل واحد ہے، کیونکہ رنگ عاشقی سب رنگوں سے جدا ہے، گویا بے رنگ ہے، اسی لئے فرمایا۔ ع

آں چناں رنگے کہ بیرنگی از دست

ہاں موصوف نے "قفسی رنگ" سے جو اپنے نزدیک کتابت کی اصلاح فرمائی ہے وہ تصحیف و تحریف کا حکم رکھتی ہے، اس لئے کہ

۱۔ عنابی، گلابی، بنفشی، نرگسی، چمپئی تو رنگ ہیں مخصوص، البتہ قفسی رنگ کوئی رنگ نہیں،

۲۔ تقابل بھی اضافت پر صاد کرتا ہے یعنی کف خاکستر اور قفس رنگ۔

۳۔ شاعر نے خود "بلبل از دے رنگہا اندوختہ" سے اس کی تشریح کر دی ہے، پھر ایسی شرح و توجیہ کیوں فرمائی جائے جسے سب کہیں کہ ؎

"تفسیر القول بالا یرضی بہ القائل"

۴۔ جس محظور سے موصوف بچ رہے تھے وہ اب بھی لازم آتا ہے کیونکہ قمری اگر کف خاکستر ہونے کی وجہ سے ہم رنگ خاکستر ہوگئی اور بلبل قفسی رنگ تو دونوں عاشق رنگیں ہوئے، بے رنگ کوئی بھی نہیں، حالانکہ موصوف کے نزدیک "رنگ" کیسا؟

مولانا حسرت موہانی نے جو معنی تحریر فرمائے ہیں کہ سوائے نالہ کے جگر سوختہ کی نشانی کچھ نہیں وہ بالکل وہی ہیں جو مرزا غالب نے اپنے شاگرد رشید مولانا حالی کو بتائے کہ یہاں " اے" ، جز کے معنی دے رہا ہے۔

راقم نے اس مطلب کی تقریر شروع میں ایسی کر دی ہے کہ " جز " کے معنی صاف نکل آتے ہیں خلاصہ یہ کہ عاشق کمال فنائیت میں عشق ہی عشق رہ جاتا ہے۔

" نالہ " سے تخاطب میں بلاغت کا یہ نکتہ بھی ہے کہ شاعر اس مقام پر ہے جہاں سوائے اس کے نالے کے کوئی اس کا ہم زبان نہیں، کوئی اس کا مونس و ہمدم نہیں۔

دوسرا پہلو اس شعر میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں تو عاشقی میں اس طرح ضرب المثل ہوگئے، وائے بر ما کہ نالہ کشی بھی کی، سوختہ جگری بھی ہوئی لیکن ؎

چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا
یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

۱ قصہ ابو شحمہ مصنفہ اولیا (نسخہ اول)

۲ " " " " (نسخہ دوم)

مرتبہ

افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

مخطوطہ	مصنف
۱۔ مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲۔ مثنوی محیط الحقائق	رام جس محیط
۳۔ وصیت نامہ	
۴۔ دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵۔ مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶۔ قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی
۷۔ دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی
۸۔ مجموعہ حکایت	
۹۔ دیوان عیش	حکیم آغا جاں عیش دہلوی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱۔ دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سرد صنوی
۱۲۔ دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳۔ دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴۔ کرامات نامہ	دائم
۱۵۔ مثنوی باغ ایمان	تشفی
۱۶۔ مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰۔ دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خاں بیان دہلوی
۲۱۔ مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲۔ تذکرۂ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خان
۲۴۔ مثنوی دو دلیہ	سید عزیز اللہ ہمرنگ
۲۵۔ مثنوی ریاض الجناں	محمد باقر آگاہ
۲۶۔ قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷۔ کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸۔ مثنوی دانش افروز	میر فریدالدین آفاق و میر بخش شہرت
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر	
۳۰۔ مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱۔ چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲۔ مثنوی نزاکت بیان	" " "
۳۳۔ گلستان اردو منظوم	میر فریدالدین آفاق
۳۴۔ چمنستان برکات	" " "

عنوان	مصنف
۳۵۔ رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶۔ من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری
۳۷۔ ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۳۸۔ قصہ بیل والا	مولوی ظہور علی ظہور
۳۹۔ سوال و جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰۔ چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱۔ ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲۔ مثنوی پرکالۂ آتش	طوطا رام شایاں
۴۳۔ فرائد در فوائد	محمد باقر آگاہ
۴۴۔ معجزات نبی کریمؐ	″ ″ ″
۴۵۔ تحفۃ النسا	″ ″ ″
۴۶۔ محی الدین نامہ	افضل
۴۷۔ عمدہ منتخبہ	اعظم الدولہ سرور
۴۸۔ مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۴۹۔ مثنوی ریحان معراج	میر ظفر حسین ضمیر
۵۰۔ روضۃ الاطہار	نوازش علی شیدا
۵۱۔ جنگ نامہ محمد حنیف حصہ اول	
۵۲۔ ″ ″ ″ ″ دوم	
۵۳۔ دیوان داؤد	داؤد اورنگ آبادی
۵۴۔ شفاعت نامہ	عبدالقادر
۵۵۔ قصہ شاہ عجبہ	کمترین
۵۶۔ تلقین [illegible]	عاصی
۵۷۔ تنبیہ العوام	سید شاہ غوث محی الدین
۵۸۔ مثنوی گوہر	ابراہیم
۵۹۔ حملۂ حیدری	صفا بریلوی
۶۰۔ محی الدین نامہ نسخہ اول	
۶۱۔ ″ ″ نسخہ ثانی	
۶۲۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ	نظامی دکنی
۶۳۔ دیوان ہمت	خواجہ ہمت علی خاں ہمت
۶۴۔ گنج قدرت	اعز الدین خاں نامی
۶۵۔ فتح نامہ	یٰسین
۶۶۔ پند نامہ	میر جعفر علی جعفر زٹلی
۶۷۔ دیوان تمنا	اسد علی خاں تمنا
۶۸۔ تاریخ فیض عام (نظم)	عبدالمحمد مہدوی
۶۹۔ حشر نامہ	مصنف لاعلم
۷۰۔ قصیدہ غوثیہ	رحمت اللہ
۷۱۔ نصائح الاطفال	مصنفہ رعنا
۷۲۔ نصیحت نامہ	مصنفہ نامعلوم
۷۳۔ مذمت بے نمازاں	″ ″
۷۴۔ شمائل نامہ نسخہ اول	
۷۵۔ ″ ″ ″ دوم	
۷۶۔ ″ ″ ″ سوم	
۷۷۔ ″ ″ ″ چہارم	
۷۸۔ ″ ″ ″ پنجم	

قصہ ابو شحمہ

سائز ۸ × ۶ صفحات ۹۹ (سطور ۹) خط نسخ کاغذ دیسی بانس کا سن تصنیف ۱۰۹۷ھ عنوانات اور بعض اشعار شنگرف روشنائی سے لکھے ہیں اصل قصہ فارسی میں تھا جو ایک بزرگ نعمت اللہ نامی کی تصنیف سے تھا۔ آولیانے اسے دکنی زبان میں ترجمہ کیا ہے

او تصنیف تھا نعمت اللہ کا — کئے سو مدد پائے اللہ کا
تخلص انہوں کا سو یو نام ہے — بو دکھنی تخلص گرامی رہے
پروتے تھے موتی او جب وقت پر — اتھا ان کا سولا برس کا عمر
دیکھا سر بسر کھول قصہ . . — سراسر کیا اولیا ترجمہ

مولوی نصیرالدین ہاشمی نے نواب سرسالار جنگ کے کتب خانے کی توضیحی فہرست میں تخلص والا شعر اس طرح نقل کیا ہے ؎

تخلص انوں کا سو نامی رہے — یو نامی تخلص گرامی رہے

شعر کی یہ صورت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جس سے یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ نعمت اللہ کا تخلص نامی تھا۔ قصہ ابو شحمہ کا سن تصنیف ہاشمی صاحب نے ۱۰۹۰ھ بتایا ہے اور اس کے ثبوت میں یہ شعر دیا ہے ؎

ہزار ئیک برس اور نود سال میں — رجب کی ستائیس ویں رات میں

لیکن انجمن ترقی اردو کے زیر نظر مخطوطے میں اس شعر کی ہیئت قدرے تبدیل شدہ ہے اور وہ اس طرح ہے ؎

ہزار یک برس ہور نود سات میں — رجب کی ہوا ساتویں رات میں

اس طرح سن تصنیف ۱۰۹۷ھ ہوتا ہے اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ ایک تو سات اور رات کا قافیہ برقرار رہتا ہے۔ دوسرے ہاشمی صاحب کے نقل کئے ہوئے مصرعہ میں ہزار کے ساتھ برس اور نود کے ساتھ سال دو ہم معنی لفظ جو بے ضرورت جمع ہو گئے ہیں وہ قباحت بھی دور ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر

سید محی الدین زور ، فہرست مخطوطات ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد جلد اول کے صفحہ ۲۴۰ پر لکھتے ہیں کہ یہ قصہ ۱۰۹۰ھ میں مثنوی کی شکل میں گول کنڈے کے ایک شاعر امین نے قلمبند کیا تھا اور اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانے میں ہے ۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے بھی اول اول اسے امین کی تصنیف بتایا تھا اور یورپ میں دکنی مخطوطات کے صـ ۱ سے صـ ۲ تک اس کا انتخاب بھی دیا ہے لیکن یہ امر قابل یقین نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ مصنف نے متعدد مقامات پر اپنا نام اولیا ظاہر کیا ہے ۔ مثنوی ابو شحمہ میں (۶۱۷) اشعار ہیں ۔

اولیا کے تفصیلی حالات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکے ۔ مثنوی سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ حسین شاہ عرف عبد اللہ شاہ کا معاصر ہے ۔

آغاز کتاب :۔ مثنوی ابو شحمہ کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے ؎

الہٰی مرے دل میں تو گیان دے ہمیشہ توں منج میں تیرا دھیان دے

نہ تج بن منجے کوئی آدھار ہے ہمیشہ تیرا ذکر منج یار ہے

ترا ذکر دائم میں کرتا اچھوں ترے ناؤں کا ورد پڑھتا اچھوں

حمد و نعت اور مناقب خلفائے راشدین کے بعد سید محمد گیسو دراز حسینی کی تعریف و توصیف کی گئی ہے پھر عبد اللہ شاہ کے اوصاف بیان کئے ہیں اس کے عنوان میں اسے نور اللہ مرقدہ لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف عبد اللہ شاہ کی وفات کے بعد ہوئی ۔ لیکن اسی سلسلے میں یہ شعر بھی ہے ؎

الہی تو سایہ یو رکھ برقرار قیامت تلک جو اچھو یادگار

اصل قصہ یوں ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایک فرزند ابو شحمہ تھے وہ بہت خوش الحان تھے ۔ ایک روز شیطان کے بہکانے سے انہوں نے شراب پی کر کسی عورت کے ساتھ زنا کیا اس کے نتیجے میں وہ عورت حاملہ ہوگئی اور انجام کار یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا حضرت عمرؓ نے اپنی عدل گستری کے ماتحت بیٹے پر حد شرعی کے نفاذ کا حکم دیا اور ابو شحمہ کو دُرّوں کی سزا دی گئی ابھی دُرّوں کی مقررہ تعداد پوری نہیں ہوئی تھی کہ ابو شحمہ اپنی جسمانی کمزوری کی بنا پر تاب نہ لا سکے اور دم توڑ دیا ۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ بقیہ دُرّے ان کی قبر پر مار کر سزا پوری کی جائے ۔ مرنے کے بعد ابو شحمہ کو خواب میں دیکھا گیا کہ وہ جنت میں بڑے راحت و آرام سے ہیں دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ شرعی حد کی اجرا سے میری بخشش ہوگئی ۔

قصہ ان اشعار پر ختم ہوتا ہے ؎

خداکن منگو تم دعا یاد کر ۔۔۔ اچھیگا ہمیشہ وہ دلشاد کر

زباں کے جو گھوڑے کو گردان تو ۔۔۔ محبت سیتی دے یو آمان تو

زباں کی توں شمشیر کو میان کر ۔۔۔ صبوری توں کرنا اپس گھیان کر

مرتب کیا ہوں یو قصہ قبول ۔۔۔ زبرکت محمد او آلِ رسول

اصل قصہ یہاں ختم ہو جاتا ہے لیکن کاتب نے آخر میں اپنی طرف سے مندرجہ ذیل شعر کا اضافہ کر دیا ہے ؎

نوشتہ است ایں خط اشرف غریب ۔۔۔ کہ نصرٌ من اللہ فتحٌ قریب

مندرجہ ذیل اشعار کا اضافہ بھی بعد میں کیا گیا معلوم ہوتا ہے ؎

کرو یا نبی اس اوپر تم فضل ۔۔۔ یو کٹنیاں کے قبضے سے جا دے نکل

کہ درگاہ تمہاری کوں آباد کر ۔۔۔ یو رانڈاں حرامیاں کو بیداد کر

مجی دیو الفت اپس یاد سوں ۔۔۔ یو جا کا کوں چھوڑ کر رہوں شاد سوں

زیادہ جو لکھنے کوں کاغذ نہیں ۔۔۔ کہا دل میں کا درد پورا نہیں

یو بیتا بنایا ہوں اس واسطے ۔۔۔ یو رانڈاں دیاں دکھ ہیں بیواسطے

جگ وہ دلاویں مجے بے نظیر ۔۔۔ نپے تم محبت دیو دل میں بہتر فقیر

یو دکھ کوں مرے دور کرنا نبی ۔۔۔ یو رانڈاں نظر تل ہوئیں گم سبھی

اس کے بعد لکھا ہے "ایں قصہ کالے نبی عرف ولی لُو ولا کالے مخدوم

قصہ ابو شحمہ کے تین مخطوطے مندرجہ ذیل کتب خانوں میں ہیں۔

(۱) کتب خانہ سرسالار جنگ ۲۶۲

(۲) کتب خانۂ آصفیہ نمبر داخلہ [illegible]

(۳) انڈیا آفس بحوالہ فہرست بلوم ہارٹ [illegible]

قصہ ابو شحمہ (دوسرا نسخہ)

سائز ۸ × ۶ صفحات (۵۶) سطور (۱۲) سن تصنیف ۔۔۔ سن کتابت ۔۔۔ کاغذ بانس کا

ابوشحمہ نام کے ایک قصہ کی توضیحات پہلے درج ہو چکی ہیں۔ یہ بھی وہی قصہ ہے۔ صفحہ اول پر "این قصہ ابوشحمہ رضی اللہ عنہ اور اس کے نیچے "یا فتاح" تحریر ہے۔ اس کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔ پہلا شعر وہی ہے جو پہلے نسخے میں ہے۔ نعت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان سرخی سے لکھا گیا ہے دو عنوانوں کی جگہ خالی ہے۔ آخری صفحہ کے بالائی گوشے پر لکھا ہے " این قصہ سید علی است کہ دعوی کند باطل است"، شاید سید علی کاتب کا نام ہو۔ کل اشعار ۲۶۵ ہیں۔

آغاز:- ابتدائی ۴ ابیات یہ ہیں ؂

الہی مرے دل میں توں گیان دے ہمیشہ جو مجھ تیرا دھیان دے

نہ تجھ بن جی کوئی آدھار ہے ہمیشہ تیرا ذکر مجھ یار ہے

کر توفیق منگتا ہوں تیرے کنے ذکر اور عبادت دے میرے منے

ترا ذکر دائم میں کرتا اچھوں ترا ناؤں پروردپرتا رہوں

اختتام آخر کے تیرہ اشعار یہ ہیں۔

۱۔ دیکھا سربسر جوں یو قصہ ہمہ سراسر کیا اولیا ترجمہ

۲۔ دیکھا جب تو قصہ لطافت بھریا لطافت بھریا پھر لطافت بھریا

۳۔ خلق نے جو دیکھے یو نادر گلاں دلاں اس گلاں پر ہوئے بلبلاں

۴۔ شکر میں جو کرتا ہوں اس بات تے ہوا یو جو پورا مرے ہات تے

۵۔ خدا کی مدد تے ہوا یو تمام درود اں نبی پر ہزاراں سلام

۶۔ کہ اب سر تو سجدہ میں دھر اولیا قصہ مختصر جو کے موزوں کیا

۷۔ زباں کھینچ اپنی تو اختیار میں لذت خوب نئیں بھوت گفتار میں

۸۔ ہر ایک کوئی نوالہ اپس طار کا اوچاتا ہیں اپنی جو مقدار کا

۹۔ زیادہ لے دے توگلے میں ہلک اومرتا ہے پانی پلائے تلک

۱۰۔ خدا کا مدت تیغ ہدایت دیا سری فکر لوں میں نہایت کیا

۱۱۔ ہوا ختم قصہ مرے ہاتھ تے رہی فکر دل تے مری ذات تے

۱۲۔ فکر کوں انتہا کارسٹ اولیا مبارک گھڑی میں مرتب کیا

۱۳۔ ہوا ختم قصہ یو پورا تمام درود اں نبی پر ہزاراں تمام

زیر نظر مخطوطہ کے اشعار ۱۱، ۱۲، ۱۳ کے مقابلے میں قصہ ابوشحمہ ق (۱)/۵۱۹ میں یہ شعر اس طرح ہیں ؂

وزن کا ترازو میرے ہات میں — رہی فکر دل کی مری ذات میں
اول میں فکر کوں مرا پار کر — پرویا جواہر کوں میں ہار کر
ہزار یک برس ہور نو دسات میں — رجب کی ہوا ساتویں رات میں
یو توفیق خدانے مجے جب دیا — نداں یو قصہ میں مرتب کیا
یہ بیتاں جو چھہ سو اوپر ساٹھ کر — پرویا ہوں موتی منن داٹ کر
اگر کوئی پڑھینگے اسے پیار کر — میں منگتا ہوں مجکوں گلے ہار کر
اگر کوئی پڑھینگے جو اخلاص دہر — میں منگتا ہوں تجہ کو دعا یاد کر

ترقیمہ: تمت تمام شد۔ سن کتابت تحریر نہیں ہے۔

چند منتخب کتابیں

اردوئے قدیم	(لسانیات)	حکیم شمس اللہ قادری	۵ روپے ۰۰
فسانۂ عجائب	(داستان)	رجب علی بیگ سرور	۳ روپے ۰۰
نئی پرانی قدریں	(ادب و تنقید)	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵ روپے ۰۰
معیار ادب	(" ")	" "	۴ روپے ۵۰
تنقیدی نقوش	(" ")	ڈاکٹر عبد القیوم	۳ روپے ۷۵
علمی نقوش	(" ")	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۴ روپے ۵۰
مقدمات عبد الحق	(تنقید)	مرتبۂ ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۸ روپے ۵۰
حالی اور نیا تنقیدی شعور	(ادب و تنقید)	پروفیسر اختر انصاری	۱ روپے ۵۰
روشن مینار	(" ")	ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری	۳ روپے ۵۰
تخلیق و تنقید	(" ")	پروفیسر عبد السلام	۳ روپے ۵۰
اصولی تنقید	(" ")	"	۲ روپے ۰۰
مقدمہ شعر و شاعری	(" ")	مولانا حالی	۱ روپے ۷۵
تنقیدی زاویے	(" ")	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۸ روپے ۰۰
ایلیٹ کے مضامین	(" ")	جمیل جالبی	۴ روپے ۲۵
الٹ پھیر	(طنز و مزاح)	شوکت تھانوی	۳ روپے ۰۰

امداد صابری

۱۸۵۷ء کے چند حریت پسند اخبار

یہ مقالہ اجلاس منعقدہ دہلی پبلک لائبریری دہلی مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۶۵ء میں پڑھا گیا
جس کی صدارت جناب ڈاکٹر تاراچند صاحب ماتھر نے فرمائی اور افتتاح جناب مالک رام
نے کیا۔

اُردو کے شاعروں اور کتابوں کے لکھنے والے مصنفین نے اپنی زبان اور اپنی قوم و ملک کے لئے بہت
کچھ کیا ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کی خدمات جلیلہ کو بھلایا جا سکتا ہے۔
لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اخبارات کی اہمیت کو ہر باشعور اور ذی عقل انسان نے
سمجھا ہے اور اخبارات نے اپنی قوت و طاقت کا لوہا بڑی سے بڑی طاقت سے منوایا ہے اور سلاطین اور مدبرین
سلطنت نے بھی اپنے اقتدار کی بقا کا ایک ذریعہ ان ہی اخبارات کو سمجھا۔ چنانچہ روس میں ۱۸۰۳ء میں جو پہلا
اخبار جاری ہوا تھا۔ پیٹر اعظم شہنشاہ روس نہ صرف اس کا اڈیٹوریل خود تحریر کرتا تھا بلکہ اس کے پروف کی
کاپیوں کی تصحیح بھی خود کیا کرتا تھا۔ جیسا کہ اس اخبار کے دو سالوں کے فائلوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ فائل سینٹ
پیٹرسبرگ کے شہنشاہی کتب خانے میں اس وقت تک محفوظ ہیں ان پر اس کے خاص قلم کے نشانات اور ترمیمیں موجود ہیں۔
فرانس کا مشہور شہنشاہ نپولین اخبارات کی مدد و اعانت سے فرانس کی رعایا کو اپنا ہم خیال بنا کر
تمام اہم معاملات اپنی مرضی کے موافق طے کیا کرتا تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ جب کوئی اہم کام کرنا چاہتا تھا
ملک کے باوقعت اخباروں میں اپنی رائے کی تائید میں مضامین لکھواتا، اس طرح رائے عامہ ہموار کرکے اس
کے انصرام میں مصروف ہوتا۔ جس کا نتیجہ فتح و نصرت اور کامیابی حاصل ہوتی۔
پرنس بسمارک اور گلیڈ اسٹون جو عقل کے پتلے مشہور تھے اور تمام یورپ کے امور سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ

ما رکھتے تھے ۔ جس طرف چاہتے اس کو موڑ دیتے اور کامیابی حاصل کرتے تھے ۔ ان کی کامیابی کی اصل کنجی اخبار کی امداد اور اعانت تھی ۔

ولایت میں ایک کتاب "مخفی صفحات تاریخ بسمارک" کے نام سے پرنس بسمارک کے حالات میں شائع ہوئی تھی جس کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرنس نے اخبارات کو ہموار رکھنے کی خدمت اپنے معتمد علیہ ڈاکٹر بش کو تفویض کر رکھی تھی ۔ سلطنت کے کسی معاملے میں اس کو جو پالیسی اختیار کرنی ہوتی وہ پہلے سے اخبارات میں اس طرح سلسلے کے ایڈیٹری مضامین لکھوا کر پبلک کو اپنا ہم خیال اور ہم زبان بنا لیتا تھا ۔ ڈاکٹر بش لکھتے ہیں ۔

" پرنس بسمارک فن اخبار نویسی میں ید طولی رکھتا تھا ، اور اس کے رموز و نکات کا ایسا ماہر تھا جیسا کہ کسی اعلیٰ درجے کے اخبار کا بڑا تجربہ کار ایڈیٹر ہو ۔ مجھ کو دن میں سات سات مرتبہ آٹھ آٹھ بار اخبار کے کام کے متعلق بلایا کرتا تھا ، بلکہ بعض اوقات رات کو خواب استراحت سے دفعتہً بیدار ہو کر طلب کرتا تھا اور جو مضمون اس وقت اس کے ذہن میں آتا اس سے مجھ کو آگاہ کر کے حکم دیتا کہ علی الصباح اخباروں میں شائع کرا دیا جائے ۔"

گلیڈ اسٹون کی بھی قریب قریب یہی حالت و عادت تھی کہ وہ اپنے لبرل فرقے کے اخبارات کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرتا تھا ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ تمام ملک اس کا ہمنوا بن کر اسی کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا ۔

الغرض یورپ میں اخبارات کو اس قدر اہمیت دی جاتی تھی کہ اخبارات سلطنت کے رکن چہارم کہلاتے ہیں ۔

اخبارات کی طاقت و قوت کو جانتے ہوئے انگریز ہندوستان میں اخبارات جاری کرانا تو کجا پریس بھی لگانے کے حق میں نہ تھا ۔ وہ سمجھتا تھا کہ ہم نے ایک غیر ملک پر قبضہ کیا ہے اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہے ۔ اس ملک میں اخبارات اور انگریزی راج ایک ساتھ نہیں چل سکیں گے اور ہندوستانی اخبار ہمارے لئے مصیبت بن جائینگے چنانچہ سر جان مالکم نے اس خدشے کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا ۔

" کیا یہ امید کرنا دانشمندی میں داخل ہے کہ ہماری کامیابی سے جن لوگوں کی وقعت ، دولت و ثروت اور حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے وہ ہماری سرکار سے نفرت و حقارت اور عداوت خود نہ کریں گے ، اور دوسروں میں پیدا کرنے کی سعی نہ کریں گے ۔ کیا خود بخود اس کے زائل ہونے کا امکان ہے ۔ اگر نہیں ہے تو پھر انکے ہاتھ میں اخبارات کی آزادی دے دینا کیا قرین مصلحت ہے اور عقلمندی ہے ؟"

چنانچہ اسی پالیسی کی بنا پر جب لارڈ منٹو کے عہد میں نظام حیدر آباد کو وہاں کے ریذیڈنٹ نے ایک مرتبہ ایک پریس تحفے میں دیا اور اس کا علم جب چیف سکرٹری کو ہوا تو اس نے اس فعل کو انتہائی خطرناک قرار دیا تھا اور ریذیڈنٹ سے انتہائی خفگی و ناراضگی سے پیش آیا تھا ۔

ہندوستان میں اخبار جاری کرنے کی ابتدا انگریزوں نے کی اور اس کی وجہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمان

اور انگریزوں کا باہمی اختلاف بنی۔ انگریزوں کے یہ دونوں طبقے برسر اقتدار گروپ کے مخالف تھے۔ چنانچہ جیمز آگسٹس ہکی نے سر فلپ فرانس کی اخلاقی مدد سے بنگال گزٹ یا کلکتہ ایڈورٹائزر اخبار جاری کیا جس کو ہکی گزٹ کہا جاتا ہے۔ مسٹر ہکی ایسٹ انڈیا کمپنی میں طباعت کا کام کرتا تھا، اس لئے انگریزوں اور خاص طور پر کلکتہ کے معزز انگریزوں سے بخوبی واقف تھا اور ان کے اعمال سے بھی آگاہی رکھتا تھا۔ اس نے اپنے اخبار میں ان کو بے نقاب کرنا شروع کیا۔ جن میں ایک پادری جان زکریا کئی رینانڈر بھی تھا جو کلکتہ کے پہلے انگریزی کلیسا کا پادری تھا ہکی نے ان پر یہ الزام لگایا تھا۔

"ان کے مخالف انڈیا گزٹ کے مالکان کے ہاتھوں وہ ٹائپ فروخت کئے جو انجیل چھاپنے کے لئے ولایت سے ہندوستان بھیجے گئے تھے نیز یہ کہ وہ کمپنی بہادر سے کلیسا کی زمین کا سودا کر رہا ہے"

اس الزام کے خلاف پادری زکریا نے ہکی کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا جس کی پاداش میں اس کو چار مہینے کی سزا اور چار سو روپیہ جرمانہ ہوا۔ اس سزا کا اثر مسٹر ہکی پر کچھ نہیں ہوا، وہ برابر ایسے لوگوں کے خلاف اخبار میں لکھتا رہا جس سے مجبور ہو کر گورنر جنرل نے پوسٹ آفس کے ذریعے اس کے اخبار بھیجنے کی ممانعت کر دی۔

مسٹر ہکی نے گورنر جنرل کے اس فعل کو انتہائی بزدلانہ، غیر مردانہ اور غیر قانونی قرار دیا اور اخبار بجائے بذریعہ پوسٹ بھیجنے کے ہرکاروں کے ہاتھوں بھیجنے لگا۔ اس کے بعد اس نے انتہائی بے باکی سے لکھنا شروع کیا۔ جس کی زد سے وارن ہیسٹنگز اور کلکتہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بھی نہ بچ سکے۔ جون ۱۷۸۰ء میں اس کی دوبارہ گرفتاری ہوئی۔ عدالت نے اس کو ایک سال کی سزا اور پانچ ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔ اس سزا کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے ایام اسیری میں بھی اخبار جاری رکھا اور قلم کی روانی تیز کر دی۔ جس کے بعد حکومت نے اس کا پریس بند کر دیا۔ جس سے اس کا اخبار بھی بند ہو گیا۔

ولیم کیری نے اس اخبار کے بارے میں لکھا تھا۔

"اگر اس عہد کے کلکتے کی سماجی زندگی کا نقشہ دیکھنا ہو تو وہ اس اخبار کی ورق گردانی کرے"

اس زمانے میں کوئی صحافتی آئین نہ تھا۔ اگر کوئی اخبار نویس حکومت کے خلاف لکھتا تو اس سے ڈاک کی سہولت چھین لی جاتی سنسر لگا دیا جاتا۔ اور اس کو جلا وطن کر دیا جاتا تھا۔

ولیم ڈون نے ۱۷۹۱ء میں اخبار انڈین ورلڈ نکالا۔ یہ اخبار بھی حریت پسند تھا۔ چنانچہ حکومت نے اس پر اشتعال انگیز مضامین لکھنے کا الزام لگا کر اس کے ایڈیٹر کے گھر کی تلاشی لی۔ اس تلاشی کی وجہ معلوم کرنے کے لئے اس کے ایڈیٹر نے سپریم کورٹ میں درخواست دی۔ جس کا عدالت سے جواب آیا "حکومت کی خواہش ہے کہ وہ پہلے جہاز سے انگلستان چلے جائیں"۔ ولیم ڈون نے اس فیصلے کے خلاف اپیل سر جان شور کے پاس کی اور اس میں ان سے ملاقات کی بھی درخواست کی۔ ان کی درخواست منظور ہو گئی اور ان کو گورنمنٹ ہاؤس میں بلا لیا گیا۔ جب یہ وقت مقررہ پر گورنمنٹ ہاؤس پہنچے تو ملاقات

کرانے کے بجائے ان کو گرفتار کر کے زبردستی انگلستان بھیجدیا گیا۔

ڈاکٹر چارلس میک لین نے ۱۷۹۵ء میں بنگال ہرکارہ جاری کیا۔ اس اخبار میں بھی حکومت پر نکتہ چینی کا سلسلہ شروع ہوا اور ڈاکٹر میک لین نے اپنے ایک مضمون میں غازی پور کے ایک جج اور مجسٹریٹ کی بدعنوانیوں کو آشکارا کیا۔ حکومت نے اس اخبار کے ایڈیٹر اور ڈاکٹر میک لین کو حکم دیا کہ یہ دونوں ان سرکاری افسروں سے معافی مانگیں۔ ایڈیٹر نے تو حکم کی تعمیل کی۔ لیکن ڈاکٹر میک لین نے معافی مانگنے سے انکار کیا۔ جس پر ان کو جلا وطن کر دیا گیا۔

۱۸۱۸ء میں مسٹر جیمز سلک بکنگھم نے ایک سہ روزہ اخبار کلکتہ جنرل کا اجرا کیا۔ انہوں نے پہلے ہی شمارے میں اخبار نکالنے کے مقاصد کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

"اخبار نویس کا فرض ہے کہ وہ حکمرانوں کے ان فرائض کو برابر یاد دلاتا رہے اور غلطیوں پر ان کو متنبہ کرتا رہے، نیز حق گوئی جو تلخ ہوتی ہے وہ اخبار نویس کا شعار ہونا چاہیئے"۔

اسی کے ساتھ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ جو شخص اپنی شکایات منظر عام پر لانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ہمارے اخبار کے کالم حاضر ہیں۔ اسی پالیسی کی وجہ سے اس اخبار نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔

چونکہ اس کا ایڈیٹر آزادی رائے کا قائل تھا اور حکومت سے مرعوب نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے دھڑلے سے حکومت کی بدعنوانیاں چھاپتا تھا۔ جب سنسر شپ کے قانون میں توسیع کی گئی تو بکنگھم نے اس کو "عوامی آفت" سے تعبیر کیا۔ اس پر حکومت نے اس کو تنبیہہ کی کہ وہ ایسی حرکت سے باز آئے۔ باز آنے کے بجائے بکنگھم نے چیف جسٹس اور کلکتہ کے لارڈ بشپ کے خلاف مضمون لکھا جس پر سرکار نے نامہ نگار کا نام معلوم کیا۔ جب انہوں نے نامہ نگار کا نام نہیں بتایا تو حکومت نے ان کو وارننگ دی کہ اگر ایسی حرکت کے دوبارہ مرتکب ہوئے تو جلا وطن کر دیا جائے گا۔

لیکن اس دھمکی کا بھی بکنگھم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ برابر حکومت کے خلاف لکھتا رہا۔ اس نے ایک مضمون میں سیکرٹریوں پر الزام لگایا کہ وہ جی لگا کر کام نہیں کرتے اور اقربا پرستی کرتے ہیں۔ دوسرے مضمون میں اس نے حکام پر الزام لگایا کہ وہ عدالتوں میں بھی دیسی باشندوں کو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔

آزادی تحریر کے الزام میں لارڈ ہیسٹنگز کے عہد حکومت میں بکنگھم کو دو مرتبہ کلکتہ کے حکام نے جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔ لیکن لارڈ ہیسٹنگز نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ جب لارڈ ہیسٹنگز کا عہد حکومت ختم ہو گیا۔ اور جان ایڈم عارضی گورنر جنرل مقرر ہوئے تو اس دور میں بکنگھم کو جلا وطن ہونا پڑا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکمراں معمولی معمولی نکتہ چینیوں پر اخباروں کا گلا بے دردی اور بے رحمی سے کیوں گھونٹتے تھے اور ان کے ایڈیٹروں کو جلا وطن کرنے کے لئے اوچھے ہتھیار اور قوانین کی مٹی خراب کر کے مکر و فریب کا آزادانہ استعمال کس بنا پر کرتے تھے اس لئے کہ وہ اخبارات کی قوت و طاقت سے واقف تھے۔ ان کو مزید پریشانیہ

ینے کا موقع دینا نہیں چاہتے تھے، اور اسی بنا پر اپنے ہم مذہب اور ہم قوموں کے خلاف بھی کاروائی کرنے
سے گریز نہیں کرتے تھے۔

اس کے برعکس حریت پسند اور حق گو اخبار نویس بھی سرکار کی ظالمانہ اور انتقامانہ کاروائیوں سے مرعوب
نہیں ہوتے تھے اور جلا وطنی جیسی سزا کو برداشت کرتے تھے۔

یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس زمانے میں بھی تین چار انگریزی کے اخبار نکلتے تھے جو سرکار کے خلاف تھے۔ اس
عہد میں انگریزی کے اور بھی اخبار شائع ہوتے تھے جو سرکار کے حامی تھے اور اس کے زیر اثر نکلتے تھے۔

انگریزوں کے باہمی اختلافات و دشمنی کی وجہ سے ہندوستانیوں کے لئے اخبار جاری کرنے کا راستہ ہموار
ہوا۔ اور ان کو اخبار جاری کرنے کا ہی موقع نہیں ملا بلکہ ان کی وجہ سے ہندوستان میں اخبار بینی کا ذوق ذوق
پیدا ہوا اور انہوں نے آزادیٔ تحریر کی حقیقت کو جانا۔ اسی اثنا میں بنگالی، اردو، ہندی، گجراتی، فارسی زبانوں
ں اخبار جاری ہوئے۔

ہندوستان میں مراۃ الاخبار پہلا فارسی کا اخبار تھا جو ۱۸۲۲ء میں جلوہ افروز ہوا تھا۔ اس کے بانی راجا
رام موہن رائے تھے۔ راجا صاحب نے بھی مسٹر بکی کی طرح بے انصافی کے خلاف جد و جہد کی اور جب ہندوستانی
اخبارات کے حقوق غصب کرنے کے لئے ایڈم نے دسمبر ۱۸۲۳ء کو آرڈی نینس جاری کیا جس کی اہم دفعات یہ تھیں
س کی انہوں نے مخالفت کی۔

(۱) اخبار بغیر لائسنس کے جاری نہیں ہو سکتا۔

(۲) اور جب سرکار چاہے لائسنس ضبط کر سکتی ہے۔

" اس آرڈی ننس کی وجہ سے ان ذہین دیسی باشندوں کی حوصلہ شکنی ہوگی جو انگریزوں کے اچھے
نظم و نسق کے متعلق معلومات عوام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سے اخبارات کے ذریعے سے علوم
کا فروغ رک جائے گا۔"

" مقامی باشندے اس قابل نہیں رہیں گے کہ حکومت کے افسروں کی غلطیوں اور بے انصافیوں
سے آگاہ کریں اور انہیں کوئی ایسا موقع نہیں ملے گا کہ وہ صاف اور دیانتدارانہ طریقے سے
وفادار رعایا کے اصل حالات حاکموں تک پہنچائیں۔"

" ہر اچھا حکمراں جو انسانی فطرت کی کمزوریوں کا قائل ہے اور اس دنیا کے ابدی حکمراں کی
عظمت کا احترام کرتا ہے، اسے یہ احساس بھی ضرور ہوتا ہے کہ ایک وسیع سلطنت کے انتظام میں
غلطی بھی ہو سکتی ہے اس لئے وہ اس امر کے لئے مضطرب رہتا ہے کہ ہر فرد کو ایسے مواقع حاصل

ہوں کہ وہ ایسے امور کی طرف اس کی فوری توجہ دلا سکے جس میں اس کی مداخلت ضروری ہو۔ اس اہم مقصد کے حصول کے لئے واحد موثر ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ اشاعت کی مکمل آزادی ہو جائے۔"

جب یہ مقدمہ سپریم کورٹ نے خارج کر دیا تو اس کے بعد راجا رام موہن رائے صاحب نے ملک معظم کو اپیل روانہ کی جس کے اقتباسات یہ ہیں۔

"مسلمانوں کے زمانے میں ہندوؤں کو خود مسلمان کی طرح سارے سیاسی حقوق، بڑے عہدے، فوجوں کی کمان اور صوبوں کی گورنریاں حاصل تھیں۔ کسی شخص کو صرف اس بنا پر حقوق و مراعات سے محروم نہیں کیا جاتا تھا کہ اس کا مذہب یا مقام پیدائش، حاکموں کے مذہب و مولد سے مختلف ہے۔ اب ہندوستانیوں کو وہ مراعات حاصل نہیں۔ آزادئ صحافت سے ان کی کچھ تلافی ہو جاتی تھی اور اس آزادی کے سلب ہو جانے سے تو ہندوستانی بے یار و مددگار ہو جائیں گے۔"

"مغل شہنشاہ خواہ کتنے ہی مطلق العنان کیوں نہ رہے ہوں اور کبھی کبھی ان کا طرز عمل کتنا ہی جابرانہ اور آمرانہ رہا ہو۔ ایک بات واضح ہے کہ ان میں جو حکمراں ہوشمند اور صالح تھے وہ ہمیشہ اپنے صوبائی صدر مقاموں پر دو اخبار نویس متعین رکھتے تھے ان میں ایک وقائع نگار ہوتا تھا جو سارے واقعات قلمبند کرتا تھا اور دوسرا خفیہ نویس ہوتا تھا جو ہر قابل ذکر واقعے کی خفیہ رو داد لکھا کرتا تھا۔ بعض اوقات صوبیدار بادشاہ کا عزیز یا دوست بھی ہوتا تھا، اس کے باوجود بادشاہ اس کی بھیجی ہوئی رپورٹ پر پورا یقین کرتا تھا اور صوبیداروں کو ان کی یا ان کے ماتحتوں کی غلطیوں پر معزول بھی کر دیتا تھا۔"

"رعایا اپیل کرتی ہے کہ حضور لاکھوں کی تعداد میں رعایا کو وحشیانہ طور پر پامال اور برباد کرنے کی اجازت نہ دیں جس تاج پر آج دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں اس کے اقبال کا واسطہ دیکر وفادار رعایا اپیل کرتی ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کو ابدی بربادی اور ذلت کے حوالے نہ کریں گے۔

اس اپیل پر بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی جب وہ بھی خارج کر دیا گیا۔ تو راجا رام موہن رائے انگریزوں کی عادات و اطوار سے واقف تھے، وہ سمجھتے تھے کہ با اثر انگریزوں کو لائسنس دیئے جائیںگے اور ہندوستانیوں کو ذلیل کرنے کے لئے ان کے لائسنس نامنظور کئے جائیں گے اور ان سے عدالتوں میں خاک چھنوائی جائے گی اور کھلی عدالت میں حلفیہ بیان دینے والا ہتک آمیز طریقہ بھی اختیار کرایا جائے گا۔ اور ان ذلتوں کے باوجود اگر لائسنس مل بھی گیا تو اس کے واپس ہونے کا خطرہ ہر وقت لگا رہے گا۔ جس سے سکون سے محروم ہونا پڑیگا اس لئے لائسنس لینے کی ذلت سے کہیں بہتر ہے کہ اخبار بند کر دیا جائے۔ چنانچہ راجا صاحب نے ایسا ہی کیا۔ مراۃ الاخبار

لوہی بند کر دیا۔

اخبار سمبند کمودی دسمبر ۱۸۲۱ء میں کلکتہ سے بنگالی زبان میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مالک راجا رام موہن رائے تھے۔ یہ اخبار عوام کی فلاح و بہبود اور اصلاح رسوم کے لئے نکالا گیا تھا۔ اس کے ایڈیٹر کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اخبار کے ذریعے ستی کی رسم کی مخالفت کی اور اس کے خاتمے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور بالآخر اس نے لارڈ بینٹنگ کے ہاتھوں ستی کی رسم کا خاتمہ دیکھا۔

ایک دوسرا فارسی کا سلطان الاخبار جو ۲۹ اگست ۱۸۳۵ء کو ہفتہ وار شائع ہوا تھا، یہ بھی بیباک، نڈر اور حق گو اخبار تھا، کم و بیش اس کا کوئی شمارہ ایسا نہ تھا جس میں انگریزوں کی زیادتیاں، انگریزی عدالتوں اور دفتروں کی بے انصافیاں اور بدعنوانیاں بے باکانہ طور پر نہ لکھی جاتی ہوں۔ اس کے ایڈیٹر رجب علی لکھنوی تھے جن کا قلم مسٹر ہکی ایڈیٹر بنگال گزٹ کے قلم سے زیادہ زور آور اور موثر تھا، اس لئے یہ ان کے مقابلے میں سنجیدگی کے ساتھ نکتہ چینی کرتے تھے۔

اس اخبار کے پہلے ہی شمارہ ۲ر اگست ۱۸۳۵ء میں ایک انگریز تاجر کے بہیمانہ فعل کا جو اس نے ایک ہندو عورت کے ساتھ کیا تھا، ذکر ہے۔ اس فارسی اخبار کا مفہوم یہ ہے۔

> "ایک ہندو عورت کے بھائی نے ایک انگریز تاجر کے خلاف رپورٹ کی کہ اس نے میری بہن کی عصمت پر حملہ کیا۔ جب اس انگریز تاجر کو اس کارروائی کا علم ہوا تو اس نے پولیس سے ساز باز کر کے لڑکی کے سارے خاندان کو چوری کے الزام میں بند کرا دیا جہاں اس کی بوڑھی ماں مر گئی۔"

سلطان الاخبار کے ایڈیٹر نے اس واقعے پر یہ مختصر تبصرہ کیا۔ ایں است ظلم انگریز بر رعیت۔

دہلی میں مسٹر فریزر ریذیڈنٹ دہلی کا جب قتل ہوا تو ایک ہلچل مچ گئی۔ ایک دم خوف و ہراس کا عالم طاری ہو گیا اور فوراً ہی اس مقدمے کی کارروائی بھی شروع ہو گئی۔ ایسے نازک موقع پر مولوی رجب علی صاحب کی جرات و ہمت دیکھئے کہ انہوں نے اخبار میں استغاثے کی شہادتوں اور عدالتی کارروائیوں پر نکتہ چینی کی۔ استغاثے کے گواہوں کو دروغ گو لکھا اور ان شہادتوں کے بارے میں رائے دی کہ جبراً کرائی گئی ہیں۔ قتل کے ملزموں کی حمایت ہی نہیں کی بلکہ ان کو بے قصور و بے گناہ ثابت کیا اور ان کو با ہمت با حوصلہ اور بہادر کے خطابات دیئے اور عوام نے ان کے پھانسی پانے کے بعد ان کی ہمدردی میں ان کے مزار پر راتوں کو چراغاں کیا اور بڑی تعداد میں نماز جنازہ پڑھی، اس کو نمایاں طور پر اخبار میں چھاپا۔ حتیٰ کہ عدالت کی نیت پر بھی حملہ کیا۔

اس قتل میں خاص طور پر دو اشخاص کو ملزم بنایا گیا تھا۔ ایک کریم خاں اور دوسرے نواب شمس الدین خاں صاحب کو سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے بڑی عجلت کے ساتھ کریم خاں کے مقدمے کی کارروائی شروع کی جس کی پہلے روز کی مختصر روئیداد سلطان الاخبار میں شائع ہوئی۔

"کریم خاں جب کہ بیان دے رہا تھا ، اس کے چہرے سے شجاعت کے آثار نمایاں تھے اس کے دل پر ذرہ برابر خوف و ہراس نہ تھا ۔ اس جسارت و طاقت کی وجہ سے انگریزوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے فریزر کو ضرور قتل کیا ہے ۔ کریم خاں تمام دن عدالت میں کھڑا رہا اور بے باکی اور گستاخانہ طریقے پر گفتگو کرتا رہا ۔"[۱]

۲۸ راگست کو کریم خاں کو حسب آئین انگریزی پھانسی دی گئی ۔ چار سو پیادہ سوار اس کے نگراں تھے گرفتاری کے روز سے پھانسی پانے کے لمحے تک کریم خاں کے چہرے پر کوئی ملال و رنج نہیں تھا ۔ خبر کے آخری الفاظ یہ ہیں ۔

"از روز گرفتاری تا ساعت کشتن کردنے و ملالے بر چہرۂ کریم خاں عیاں نبود ۔"[۲]

کریم خاں جب دفن کر دیئے گئے تو ان کے مزار پر ہندوستانی عوام نے بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ۔ مزار پر پھول چڑھائے اور ان کی مغفرت کی دعا مانگنے کے لئے شاندار چراغاں کیا ۔ اس خبر کو اس اخبار نے اس انداز سے شائع کیا ہے ۔

"مسلمانان دہلی نے کریم خاں کی وصیت کے مطابق ۲۸ اگست جمعہ کے روز تمام دہلی کی مسجدوں میں کریم خاں کی مغفرت کے لئے دعائیں مانگیں ..... عوام نے کریم خاں کا نام "گل شہید" رکھا ہے ۔ اس کے مزار پر ہر ایک شب کو بڑا ہجوم رہتا ہے ، چراغاں ہوتا ہے اور ہزاروں قوال اس کے مزار پر گاتے بجاتے ہیں ۔ رقص بھی ہوتا ہے اور ان دنوں دہلی شہر میں اسی چراغان و تماشا کا چرچا ہے ..... بعض انگریزی اخبار لکھ رہے ہیں کہ اگر کریم خاں کو جلا کر خاک کر دیا جاتا اور ہوا میں اس کی خاک اڑا دی جاتی تو اس کے مزار پر لوگوں کا اس قدر ہجوم نہ ہوتا ۔"

کریم خاں کی نعش کے جلانے کے بارے میں سلطان الاخبار نے انگریزی اخبارات کو جواب دیا ۔

"کہا جاتا ہے کہ اگر یہ حرکت سرزد ہو جاتی تو عوام زیادہ مشتعل ہوتے اور بلوہ کر دیتے ۔

..... اور ایک قیامت برپا ہو جاتی ۔"[۳]

جب نواب شمس الدین خاں صاحب کے مقدمے کی کاروائی شروع ہو گئی اور استغاثے کے گواہ شہادت دے چکے تو کاروائی اخبار میں شائع ہوئی جس میں شہادتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔

"فتح اللہ خاں اور کرنیل سکینر وغیرہ سرکاری گواہوں کی یہ پوزیشن ہے کہ گواہی دینا نہیں چاہتے لیکن مجبور ہیں اور ان پر زیادتی کی جا رہی ہے اور بیانات انگریزی میں قلم بند کئے جا رہے ہیں ۔ جو

---

[۱] سلطان الاخبار ۹ راگست ۱۸۳۵ء ۔ [۲] ایضاً ۱۳ ردسمبر ۱۸۳۵ء ۔ [۳] ایضاً ۲۰ ردسمبر ۱۸۳۵ء

عدالت چاہتی ہے وہ لکھواتی ہے گواہ یہ بھی معلوم نہیں کرسکتا کہ میرا بیان کیا لکھا جارہا ہے۔ اگر معلوم بھی ہوجاتا ہے کہ یہ بات لکھی جارہی ہے تو اس کی تردید و انکار نہیں کرسکتا۔ اگر تردید و انکار کرتا ہے تو بیڑیاں پاؤں میں ڈال کر جیل بھیج دیا جاتا ہے۔"[1]

مقدمہ اختتام پر پہنچ چکا ہے طرح طرح کی چہ میگوئیاں کی جارہی ہیں۔ انگریزی اخبارات کا خیال ہے کہ نواب صاحب کو پھانسی کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ کالے پانی بھیجا جائے گا اس قیاس پر انگریزی اخبارات نے اس سزا کی مخالفت کی اور اپنے انتقامی ذہن کے مطابق یہ سزا تجویز کی۔

"نواب صاحب کو حبس دوام کی سزا ہرگز نہیں ملنی چاہیئے بلکہ پھانسی کی سزا ملنی چاہیئے تاکہ عوام عبرت حاصل کریں۔ پھانسی بھی اس طرح ملنی چاہیئے کہ ان کے پاؤں میں زنجیر ہو اور ان کو سر بازار گھسیٹتا ہوا لے جایا جائے، اس کے بعد پھانسی دی جائے اور ان کی لاش بھی ان کے وارثوں کو نہیں ملنی چاہیئے بلکہ اس کو جلا دینا چاہیئے تاکہ کریم خاں کی طرح شور و غوغا اور فساد نہ ہو، اور کوئی ہندوستانی قوم نصاریٰ پر بازاروں میں طعن وتشنیع نہ کرسکے اور یہ نہ بتاسکے کہ یہ مزار نواب شمس الدین کا ہے۔"

اس موقع پر بھی سلطان الاخبار بے باکی کے ساتھ جواب دینے سے نہیں چوکا، اور اس نے انگریزی انصاف کا ان الفاظ کے ساتھ پردہ فاش کیا۔

"جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمان اس فعل سے بہت برگشتہ ہوجائیں گے۔ ان کے نزدیک یہ فعل خلاف شرع ہے۔ اگرچہ نواب کے مقابلے میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انہیں پھانسی دی جائے اگر عدالت نے انگریزی اخبارات کی تجویز کے مطابق عمل کیا تو یہ فعل چنگیز خاں کے افعال سے زیادہ قابل ملامت ہوگا اور اس سے فساد عظیم برپا ہوجائے گا۔ اگر کوئی انگریز کسی کو قتل کردیتا تو ہرگز حکام وقت اس کو پھانسی کی سزا نہیں دیتے بلکہ رکیک تاویلیں گھڑ کے اسکو رہا کردیتے۔"[2]

یوں تو اخبار جام جہاں نما اپنے اردو کے ضمیمے کی وجہ سے اردو کا پہلا اخبار مانا جاتا ہے لیکن اگر اس کی ہیئت دیکھی جائے اور اس کو معیار پر پرکھا جائے تو وہ پورا نہیں اترے گا۔ معیار اور اخباری اصول کے مطابق دہلی اردو اخبار کو ہی اردو کا پہلا اخبار سمجھنا چاہیئے جو صرف اردو میں ہی ۱۸۳۶ء میں جاری ہوا تھا۔

نہ معلوم کیا بات ہے ہندوستان میں تقریباً جس زبان میں پہلا اخبار شائع ہوا وہ نڈر، حق گو، مصلح، جاں نثار اور مجسم قربانی ثابت ہوا۔ انگریزی و فارسی کے پہلے اخبار کے بعد اردو کے پہلے اخبار کی بھی یہی پوزیشن ہے

---

[1] سلطان الاخبار ۱۹ راگست ۱۸۳۵ء　[2] ایضاً ۲ ر ستمبر ۱۸۳۵ء

اس کے بانی مولانا محمد باقر صاحب تھے جن کے قلم کی زد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام بھی آئے ۔ یہ برائی اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اپنا فرض سمجھتے تھے ۔ انگریز کی غلامی کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں عملی طور پر حصہ لیا اور شہید فرنگ بنے اور یہ اخبار بھی اسی جنگ کی نذر ہوا ۔

انگریزوں نے ہندوستان میں آنے کے بعد کافی عہد و پیمان ہندوستان کی ریاستوں نوابوں اور بادشاہوں سے کئے لیکن تقریباً کسی کو بھی پورا نہ کیا ۔ ایک عہد و پیمان شکن خبر ۲۰ ستمبر ۱۸۴۰ء کے دہلی اردو اخبار میں شائع ہوا

" حال فتح سوکیت مندی اور گرفتاری راجا کا مفصلاً اس طرح دریافت کرتا ہے کہ راجا وہاں بیچ ادا کرنے خراج معینہ کے بہت لیت لعل کرتا تھا ۔ نظر بریں کنور نونہال سنگھ نے جنرل ونتق صاحب کے تئیں مع ایک سپاہ معقول کے وہاں بھیجا ۔ صاحب موصوف نے وہاں پہنچ کے شہر کے تئیں محاصرہ کیا ۔ راجا نے جب قوت مقابلے کی اپنے تئیں نہ دیکھی تو ازراہ عجز و انکسار پیغام صلح کا بھیجا اور قول و اقرار کیا کہ ہر قسط میں ستر ہزار روپیہ داخل خزانہ سرکار لاہور کے کروں گا ۔ بعد اس قول و قرار کے جنرل موصوف نے ساتھ بہانے عطا کئے جانے خلعت کے راجا کے تئیں اپنے لشکر میں بلایا ۔ راجا حیلے سے جنرل موصوف کے بے خبر تھا ۔ پسے حفاظت مراتب خیمے میں جنرل موصوف کے آیا ۔ بمجرد پہنچنے راجا کے دو پلٹنوں کے پہلے سے مامور تھیں ، اس خیمے کے تئیں محاصرہ کیا اور دو پلٹنوں اور ہمراہیان نے راجا کو گھیر لیا "

اس خبر کے لکھنے کے بعد اخبار کے ایڈیٹر نے اپنی غیر پسندیدگی کا اظہار اس طرح کیا ۔

" اس حرکت کو اکثر دانا لوگ ناپسند کرتے ہیں کیونکہ بعد دوستی عہد و پیمان صلح کے عہد شکنی خلاف رسم آئین سلاطین ماضی اور حال ہے "

۲۷ دسمبر ۱۸۴۱ء کے شمارے میں انگریزوں کے خلاف کابل کے لوگوں کے جذبات کا اظہار اس خوبصورت انداز سے کیا ہے ۔ خبر کی عبارت یہ ہے ۔

" کابل مضمون سے ایک چٹھی کابل کے حال بے تدبیری اور بے انتظامی صاحبان پولیٹکل بہت دریافت ہوتا ہے ۔ ایک مثال ان کی بے تدبیری کی یہ ہے کہ انہوں نے کمسٹریٹ یعنی گودام اور اسباب توپ خانہ کو شہر کے اندر رکھا تھا جو کہ آخری سرکشوں کے ہاتھ لگ گیا اور سپاہ انگریزی بغیر اس کے بڑی بلا میں مبتلا ہو گئی ۔ مارا جانا سر الیگزنڈر برنس اور افسروں کا آفیشل چٹھیوں سے ثابت ہوتا ہے .... قندھار میں بھی چند افسر کام آئے ... "

اخبار نے رائے یہ دی :" اس میں شک نہیں کہ اس طرف کے لوگ گورنمنٹ سے مذہبی اور ملکی دونوں

طرح کا کینہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ان کافروں نے ، اس ظالم بادشاہ (شاہ شجاع) کو ہمارا حاکم بنایا ہے۔"

انگریزی عملے کی بدعنوانیوں کا بھی یہ اخبار پردہ چاک کرتا ہے ۔ کلکٹر نے اقربا پرستی کے تحت ایک ملازم کو علیحدہ کر دیا تھا جس نے ایک چٹھی بغرض اشاعت روانہ کی ۔ اس چٹھی کا ترجمہ ۲۰ جون ۱۸۴۰ء کے دہلی اردو اخبار میں شائع ہوا۔ اس کا اقتباس اور ایڈیٹر کی رائے درج کی جاتی ہے ۔

"ہمارے صاحب کلکٹر بہت بے لیاقت ہیں اور کچھ در باب امورات سٹلمنٹ ریونیو کے نہیں جانتے ہیں صاحب چٹھی بیان کرتا ہے کہ ہم نے خدمت گورنمنٹ کی پچیس تیس برس کی ہے اور اس قدر مدت میں ہمارا درجہ درجہ بدرجہ بڑھا لیکن ماسٹر خوش نہ ہوا موقوف کر دیتے ہماری خدمتوں کو اور پھینک دینے کو ہمارے تئیں اس بلندی سے جو کہ ہم نے پچیس برس میں حاصل کی تھی اور فقر و تباہ کر دینے کو ہمیں اور قصور ہماری طرف یہ رکھا کہ تمہیں لیاقت کام کی نہیں ..... مگر حقیقت میں مطلب اصلی ان کا یہ تھا کہ ان کے رفقا اور اپنے آوردہ اضلاع دور و دراز سے آئے ہوئے ہیں اور صاحب کو پرورش ان کی تہہ دل سے منظور ہے ۔"

اس چٹھی پر یہ تبصرہ ایڈیٹر صاحب نے فرمایا:

"الحق مضمون مندرجہ چٹھی ہماری رائے میں درست ہے ۔ ہندوستانی عملہ ناحق بدنام ہے ۔ اگر ان کی تنخواہ بھی قرار واقعی ہو جائے مثل عملگان انگریزی کے موقوفی بحالی ان کی منحصر ہو حاکمان ذی اقتدار پر، نہ ہر ایک کلکٹر، مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر ان آموز جواں عمروں پر توجہ اور صاحبان انگریز لوگ انگریزوں کے بیان کرتے ہیں وہ انہیں ہندوستانیوں میں ضرور پکڑیں ۔"

دہلی اردو اخبار کی طرح "آفتاب ہند بنارس" بھی آزاد خیال اخبار تھا جس کے بانی بابو کاسی داس تھے ۔ ان کو انگریز کی غلامی بری طرح کھٹکتی تھی ۔ یہ بھی سرکار کی انگریز پرستی پر نکتہ چینی کرتے تھے اور سرکار کی بے انصافی بے ایمانی پر بلا خوف و خطر تبصرہ فرماتے تھے اور جس وقت بھی انگریز حکومت کے خلاف نفرت پیدا کرنے کا موقع ملتا اس کو کبھی نہ چھوڑتے ۔

انگریز جہاں اپنے مذہب کے پھیلانے میں دیوانہ تھا اور ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کا متمنی تھا وہاں انگریز حاکموں کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی انگریز سے کوئی ہندوستانی قتل ہو جاتا تو اس کو بچانے کے لئے ناپاک ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے اور بہت انصاف کا تیر مارتے تو معمولی سزا دیدیتے تھے ۔ چنانچہ ایک انگریز نے چوبیس پرگنہ میں ایک ہندوستانی کو گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا ۔ عدالت میں مقدمہ گیا تو اس کو صرف ایک سال کی سزا سنائی گئی یہ خبر ۳ مارچ ۱۸۵۳ء کے شمارے میں چھپی ہے ۔

"ایک شخص انگریز نے ایک دربان کو ضرب گولی سے ہلاک کر دیا و گرفتار عدالت ہوئے۔ چنانچہ ۱۱ رجنوری سنہ حال کو مقدمہ مذکور عدالت سپریم کورٹ میں دائر ہو کر اظہارات سے گواہان کے ظاہر ہوا کہ بروز ماجرا شام کے وقت مسٹر مسلی و ہیوجنٹ اور سویل و والٹریہ چار شخص انگریز بہ سواری بگھی محاذی دروازہ لاکہ بابو کے پہنچکر شکار کرنے میں مشغول ہوئے اور دربان بابو موصوف مانع ہوا۔ انہوں نے نہ مانا اور ارادہ اندر جانے کا کیا اور مع حربہ لاٹھی و بندوق مستعد زد و ضرب ہوئے۔ لیکن وہ دربان مانع ہی رہا۔ اس میں مسلی صاحب نے پرغضب ہو کر بندوق چلایا اور ظالم سنگھ پیادہ ضرب گولی سے مجروح ہوا اور بعد کچھ دیر کے جاں بحق ہو گیا و جملہ انگریزاں گرفتار ہوئے اور مسٹر مسلی صاحب بحضور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر جوابیں یہ کہنے کے اس طرح پر مظہر ہوئے کہ میں نے بہ ارادہ ہلاکت کے بندوق سرنہیں کیا اور ظالم سنگھ سے عداوت کچھ نہیں تھی کہ اس کو مارتا صرف واسطے حفاظت جان اپنی کے بندوق سرکیا تھا اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ گولی اس کے رانوں کے درمیان نکل جاوے گی مگر نشانے نے خطا کیا کہ گولی اس کے ران میں اتر کر گئی کہ وہ مر گیا۔ صاحبان کونسلی نے سوال و جواب میں کوتاہی نہیں کی اور جوریوں کی تجویز سے مسٹر مسلی مجرم ٹھہرے۔ جناب صاحب جج بہادر نے ان کے حق میں یہ حکم صادر فرمایا کہ میں مدعا علیہ رہائی پاویں، مسٹر مسلی ایک برس تک بلا محنت مقید رہیں اور مجرم کو یہ تسلی دی کہ تم کو قید میں کچھ تکلیف نہ ہو گی سیر کتب بخوبی کر لیا کرو ـــــ اس کو عدالت شاہی کہتے ہیں کہ جس میں جان رعایا جاوے اور داد خواہ داد نہ پاوے .... اگر کسی ہندوستانی سے ایسا جرم ہو جاتا تو بیشک سزا کو پہنچتا"

اسعدالاخبار اگرچہ معتدل پالیسی کا حامی تھا لیکن وہ بھی جب انگریزوں کا جبر اور زیادتی دیکھتا تو اس کا قلم بھی نکتہ چینی کئے بغیر نہیں رہتا تھا اور اس میں بھی ایسی خبریں شائع ہو جاتی تھیں جن سے عوام کو انگریزوں کی مکاریوں کا علم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جب بارہ برس کی ایک ہندو لڑکی کو مشنریوں نے عیسائی بنا لیا اور لڑکی کے واحقین نے مشنریوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ جس کا فیصلہ ان کے حق میں نہیں ہوا بلکہ عیسائی مشنریوں کی حمایت و موافقت میں ہوا تو اسعدالاخبار نے اس مقدمے کی کارروائی شائع کی اور مقدمے کے فیصلے پر ۹ راگست ۱۸۵۱ء کے پرچے میں نکتہ چینی کی۔

"خبر مدراس ۱۰ ارجون کو ہندوؤں کی ایک بارہ برس کی لڑکی نے جو پادریوں کے مدرسے میں پڑھنے جاتی تھی، نصاریٰ کا مذہب قبول کیا اور پادریوں کے گھر میں رہنے لگی اور اس کا اصطباغ بھی ہو گیا۔ ہندوؤں نے صاحب جج کے محکمے میں نالش کی کہ یہ لڑکی ہنوز نابالغ ہے۔ مذہب کا نیک و بد کچھ نہیں سمجھتی محض پادریوں کے بہکانے سے اور زر و مال کی طمع دینے کے سبب سے عیسائی ہو گئی لازم ہے کہ اس لڑکی کو ہمارے سپرد

کردو۔ جج نے ان کی نالش نامسموع کی ۔۔ حاکم مسند عدالت پر بیٹھ کر جب پادریوں کی طرف داری کرے تب مدعی مدعا علیہ کون ہو اور انصاف کون کرے ..... پادری لوگ جمیع مذاہب کو روئے زمین سے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں اور سب کے سب خوک و خمر کھاتے پیتے ہیں۔"

انگریزوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ اپنے دور حکومت میں ظلم وستم کے عجیب وغریب طریقے اختیار کئے تھے جن سے ہندوستانیوں کے دل و دماغ میں ان کے متعلق طرح طرح کے خدشات پیدا ہوتے تھے ۔جس زمانے میں ملتان میں مولراج سے انگریزوں کا مقابلہ ہو رہا تھا ، کلکتہ کے لوگ ڈاکٹری کے مدرسے میں جانے سے گریز کرتے تھے اور جن پریشانیوں کا اظہار کرتے تھے وہ اسعدالاخبار کے شمارے ۲۳ جنوری ۱۸۴۹ء میں شائع ہوئی ہیں ۔

"شہر کلکتہ کے نافہم لوگوں میں مشہور ہے کہ ڈاکٹری مدرسے میں موٹے جسیم آدمیوں کو پکڑ کر خون اور چربی اور مغز نکالتے ہیں کہ اس سے کچھ ایسی شئے بنائیں گے جس سے ملتان فتح ہو جائے سو اس خوف سے جسیم اور فربہ آدمی چھپے پھرتے ہیں ۔ ایک دن چند کہاروں کو پکڑنے کے لئے برقنداز دوڑے ، کہار دوڑے کہ ہمیں چربی نکالنے کو پکڑیں گے ۔ بازار کی طرف بھاگے اور ان کے بھاگنے اور غل شور کا ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ بازار لٹ گیا۔"

انگریز ہندوستانیوں کے لئے روز بروز جو پریشان کن حرکتیں کرتے تھے ، اخبارات ان کو کسی نہ کسی صورت میں شائع کر دیتے جو ہندوستانیوں کے ذہنوں میں پیوست ہو جاتی تھیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام ہندوستان میں ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا اور پہلی جنگ آزادی شروع ہوگئی جس میں دہلی اردو اخبار، صادق الاخبار دہلی ، سراج الاخبار دہلی ، گلشن نوبہار کلکتہ ، سلطان الاخبار کلکتہ ، حبیب الاخبار بدایوں ، اور عمدۃ الاخبار بریلی نے سرگرم حصہ لیا ۔

جنگ شروع ہوئی دہلی اردو اخبار اور صادق الاخبار و سراج الاخبار دہلی میں جنگ کی خبریں چھپنی شروع ہو گئیں جذبات کو برانگیختہ کرنے والی نظمیں ، پرجوش و ولولہ انگیز باغیانہ مضامین و نصیحتیں روزانہ شائع ہونے لگیں ، علمائے کرام کا انقلابی فتویٰ بھی اخبار کی زینت ہوا ۔ روحانی بزرگوں کے خواب جس میں انگریزوں کی حکومت کے خاتمے کی بشارت دی گئی تھی ان کو بھی نمایاں طور پر اخبار میں جگہ دی جاتی تھی ۔ ایران کا بادشاہ مع ہزار فوج کے درمیان جنگ ہندوستان پر حملہ کرنے والا ہے ۔ اس قسم کی خبریں عوام کو اور مجاہدین کو اطلاع دینے کے لئے چھاپی جاتی تھیں ۔ ہندوستان کے کونے کونے سے مجاہدین کا آنا اور مجاہدین کے جنگی بہادرانہ مقابلے تفصیل سے دیئے جاتے تھے اور یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ ہندوستان کے فلاں مقام ، فلاں جگہ پر انگریزی فوج کا مجاہدین نے قلع قمع کر دیا ہے ۔

دہلی میں مجاہدین نے پہلے روز انگریزوں پر حملہ کیا ۔ قتل و غارت گری ہوئی ۔ اس روز کی کاروائی دہلی اردو

اخبار مورخہ ۱۷رمئی ۱۸۵۷ء میں اس انداز سے شائع ہوئی ہے کہ جیسے ایڈیٹر اس کے لکھنے کے لئے عرصہ سے تیار بیٹھا تھا۔

"...... روز دوشنبہ ۱۶رتاریخ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن و فی لیلۃ القدر سنہ زوال مطابق ۱۱رمئی ۱۸۵۷ء مسیحائی کو بباعث موسم گرما اول وقت کچہری ہو رہی تھی، صاحب مجسٹریٹ محکمہ عدالت میں سرگرم حکمرانی تھے اور سب حکام اپنے اپنے محکموں میں سرگرم اجرائے احکام تھے اور حکم قید اور حبس سزائے جسمانی وطلبی مجرمین وغیرہ جاری ہو رہی تھی کہ سات بجے کے بعد میر بحری دروغہ پل نے آکر خبر دی کہ صبح کو چند ترک سوار چھاؤنی میرٹھ کے پل سے اتر کر آئے اور ہم لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنے لگے اور محصول مجتمعہ کا لوٹنا چاہا .... انہوں نے محصول گھر سڑک کا اور بنگلہ صاحب سڑک کا واقع سڑک سلیم پور سے پھونک دیا .... قلعہ دار بڑے صاحب و ڈاکٹر صاحب و میم لوگ وغیرہ دروازے میں مارے گئے اور سوار قلعے میں چلے آئے۔ حضور اقدس بھی دستار مبارک زیب سر اور شمشیر ولائتی زیب کمر تشریف فرما دربار ہوئے، شہر میں اول چند سوار آئے اور دریا گنج کے انگریزوں کو مارتے ہوئے اور دو بنگلے جلاتے ہوئے پیش اسپتال زیر قلعہ آئے اور چمن لال ڈاکٹر کو بھی دار الشفا اصلی میں پہنچا دیا۔ کہتے ہیں بڑے صاحب و قلعہ دار و ڈاکٹر وغیرہ چند انگریز کلکتہ دروازے پر کھڑے ہوئے دوربین لگائے سڑک میرٹھ کا حال دریافت کر رہے تھے کہ دو سوار آئے۔ اس میں سے ایک نے تمنچہ اپنا جھاڑا اور ایک انگریز کو مار گرایا اور باقی جو بچ کر آئے حسب تحریر مذکور الصدر دروازہ قلعے میں آکر مارے گئے اور پھر اور سوار بھی آپہنچے اور شہر میں غل ہو گیا کہ فلاں انگریز وہاں مارا گیا اور فلاں انگریز وہاں پڑا ہے۔ سنا گیا ہے کہ ٹیلر صاحب پرنسپل مدرسہ بھی یہیں بند تھے۔ اس دن تک کچھ آب و دانہ باقی تھا اور کوئی دن دنیا کی ہوا کھانی تھی کہ دوسرے دن یوم سہ شنبہ قریب دوپہر اسی تھانے کے علاقے میں مارے گئے۔ یہ شخص مذہب عیسوی میں نہایت متعصب تھا اور اکثر ناواقف لوگوں کو اغوا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر چمن لال کا خون اسی کی گردن پر رہا۔ عجیب شان ایزدی ہے کہ یہ شخص نہایت مالدار تھا قریب دو لاکھ روپیہ اس کا بنک کلکتہ و دہلی میں جمع تھا اور چند بنگلے وغیرہ کرایہ کے شہر چھاؤنی میں تھے اور روپیہ بھی اس قدر سعی و کوشش سے جمع کیا تھا کہ صرف ڈیڑھ آنہ یا چار پیسے روز اپنی ذات کے صرف طعام میں لاتے اور باقی سب داخل بنک، دن رات میں جو وقت فرصت کا ہوتا تھا اسے حساب و کتاب زر بنک میں صرف کرتے تھے کپڑے بھی صرف ضرورتاً قابل جلسہ اہل جلسہ کے پہنتے تھے لیکن قابل عبرت ہے حال دنیائے دوں

سا کہ باوجود اس قدر کثیر کے دن بھر لاشہ برہنہ خاک و خون میں غلطاں پڑا رہا دیکھنے والے کہتے تھے کہ فقیری لباس اس وقت تھا اور منہ پر خاک ملی ہوئی تھی . . . برسفرڈ صاحب بنک والا - یہ انگریزی میگزین میں پہنچ گیا تھا - مگر از بسکہ قضا بہت نزدیک تھی ، باوجود فہمائش اور انگریزوں کے برائے انتظام کوٹھی و خزانہ بنک بذات خود گیا کہ میم اور بچوں کو لیکر آتا ہوں سنا گیا کہ کوٹھی میں جا کر ایک اور انگریز سے باتیں کر رہا تھا کہ خانساماں نے جا کر اس حال کی خبر دی پوچھا کہ کتنے سوار آئے ہیں ، اس نے کہا ابھی تو بیس پچیس سنے گئے ہیں چیں بچیں ہو کر کہا کہ او ہم جانتا ہے اپنے واسطے خرابی لائے گا ، ہمارا کیا کر سکتا ہے اور اپنے بھائی بندوں کا نقصان کرے گا یہ کہہ کر کہ اچھا خزانے کا بندوبست کرو سب کنجیاں وغیرہ لیکر مع میم وغیرہ کے کچھ لڑکیاں نوجوان اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور پھر کوٹھی کے کمرے میں چلے گئے اور خانساماں سے کہہ دیا کہ اگر کوئی پوچھے تو کچھ نہ بتلانا کہ صاحب کہاں گئے ہیں - انجام کار سنایا گیا کہ ایک سوار غازی . . . . اور باقی ان سب کو مار ڈالا اور کوٹھی بنک لٹ گئی اور آگ لگائی گئی کہ جل کر خاک سیاہ ہو گئی "

دہلی میں جنگ شباب پر تھی ، مجاہدین نصرت پا رہے تھے ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ کے شمارے میں "قتل اعداد دین" کے تحت یہ خبر شائع ہوئی ہے -

" بہت شکر ہے خداوند تعالیٰ کا کہ تین دن سے فوج ظفر موج واسطے تنبیہہ و قلع قمع نصاریٰ بدکردار کے بیرون شہر گئی ہے - ہر روز فتح و نصرت نئے مورچے بناتی جاتی ہے اور رات کو بھی باہر رہتی ہے - کل رات کئی دفعہ گروہ گروہ گوروں نے معدودے حملہ کیا مگر فوج منصور دینی نے بتائید الٰہی سب گوروں کو گوروں میں پہنچا دیا اب امید ہے کہ جلد صفائی کی جاوے ، یہ بھی سنا گیا تھا کہ کانڑا بیٹا ملازم صاحب کا کہیں سے کچھ رسد لاتا تھا ، سو رستے میں چھین لی گئی ، اور وہ بھاگ گیا "

۲۴ مئی ۱۸۵۷ء کے اخبار میں ایک خواب درج ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ سے اس جنگ کے بارے میں گفتگو ہوئی -

" اکثر ابرار کہتے ہیں کہ لوگوں کو عبث یہ خیال ہے کہ انگریز حفاظت وغیرہ سے بچیں گے بلکہ ان پر غیبی مار وہ بتلاتے ہیں - اب انگریز جس جگہ جاویں گے امان نہ پاویں - ایک بزرگ نے عالم رویا میں دیکھا کہ گویا ہمارے حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰؑ سے فرماتے ہیں کہ تمہاری امت نے بہت سر اٹھایا اور میرے نام کے دشمن ہیں اور دین میرا مٹانا چاہتے ہیں سو حضرت عیسیٰؑ نے کہا یہ میری امت نہیں میرے چلن پر نہیں یہ شیطان کی امت میں ہو گئے ہیں پھر آنحضرتؐ نے آخر کا کلمہ فرمایا تب حضرت عیسیٰؑ نے تلوار حضرتؐ کے حضور میں حاضر کی کہ یہ تلوار حضور کی عنایتی ہے سو حاضر ہے - آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دو

جب وہ ان کو دینے لگے تو انہوں نے لے کر کہا کہ حضرت حسینؓ کو دو۔ غرض وہ تلوار حضرت امام حسینؓ کو دے دی۔ بعض آدمی از روئے قسم کہتے ہیں کہ جس دن پہلے ترک یہاں آئے تو آگے آگے سانڈھنیاں بھی دیکھی گئیں جن پر سبز پوش سوار تھے پھر وہ دفعتہً نظر سے غائب تھیں صرف ترک سوار قتال کرتے تھے بلکہ جو شخص انگریز کو پاتا تھا کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتا تھا اور بری طرح سے ٹانگ گھسیٹ کر پھینک دیتا تھا۔"

دہلی میں جب تک جنگ آزادی جاری رہی اس وقت تک دہلی اردو اخبار نے اپنے صفحات جنگ آزادی کو کامیاب کرنے کے لئے وقف کر رکھے تھے بلکہ اس کے بانی مولانا محمد باقر صاحب نے قلم کی جنگ کے علاوہ تلوار سے بھی انگریزوں سے جنگ لڑی اور جس وقت جنگ میں ناکامی ہوئی اور انگریز دہلی پر قابض ہو گیا تو اخبار بند ہونے کے ساتھ مولانا باقر صاحب انگریز کی گولی کا نشانہ بنے اور جام شہادت نوش کیا۔

صادق الاخبار اور سراج الاخبار میں بھی جنگ آزادی کے سلسلے میں خبریں چھپتی تھیں اور زمانہ جنگ کے اخبار جنگی خبروں سے بھرے رہتے تھے۔ چنانچہ بہادر شاہ ظفر کے مقدمے میں باغیانہ مضامین کے سلسلے میں دہلی اردو اخبار کے ساتھ صادق الاخبار سراج الاخبار کے پرچے بھی اس جنگ کے زمانے کے شامل ہیں اور خاص طور پر صادق الاخبار ایران و افغانستان کی فوج کے ہندوستان میں آنے اور انگریزوں پر حملہ کرنے والی خبریں شائع کرتا تھا۔ چنانچہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ کے شمارے میں "خبر پشاور" کے عنوان کے تحت اسی قسم کی خبر شائع ہوئی ہے۔

"ایک دوست کی زبانی ایک قاصد آنے والے خاص پشاور کے راوی ہیں کہ کئی ہزار سپاہ نے بہت سے انگریزوں کو قتل کیا اور یہاں سید محمد اکبر والی سوات کو بڑے دین دار ہیں تخت شاہی پر بٹھایا اور ان کا انتظام بخوبی کرا کر لاہور کو آن گھیرا۔ اب اہل لاہور محصور ہیں۔ یقین کہ سپاہ منصور ارادہ شجاعت ذاتی فتح حاصل کرے اور جو تھوڑے بہت گورے لب گور ہیں در گور ہوں۔ کہتے ہیں کہ سپاہ اہل اسلام جا بجا تھانہ بادشاہی تا بلاہو بٹھائی چلی آئی ہے اور ارادہ رکھتی ہے کہ بعد فتح لاہور مقام پٹیالہ و دیگر مقامات دشمنان شاہی کو زیر و زبر کر کے قدمبوسی حضور انور حاصل کرے۔ سنا گیا کہ اب گورے اور انگریز تمام پنجاب میں باقی نہیں رہے اگر قدرے قلیل ہیں تو کرنال و ملی پور میں سو اب ان کا محاصرہ بھی ہوا جاتا ہے۔ ہمارے اہل شہر خاطر جمع رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر مہربان ہے اور جو وہ کرے گا کوئی فعل بے حکمت سے نہ ہوگا۔"

سراج الاخبار کے بانی بہادر شاہ ظفر جنگ آزادی میں حصہ لینے کے جرم میں جلا وطن کئے گئے اور صادق الاخبار کے ایڈیٹر محمد جمیل صاحب کو اسی بغاوت کے الزام میں تین سال کی سزا دی گئی۔ سلطان الاخبار، دوربین، گلشن نوبہار کے ایڈیٹروں پر مقدمات چلائے گئے۔ گلشن نوبہار کو یہ سزا دی گئی کہ سرکار نے اس کا پریس ضبط کر لیا۔

عمدۃ الاخبار جو بریلی سے نکلتا تھا۔ اس جنگ آزادی میں روہیل کھنڈ کے انقلابی قائد خان بہادر خاں کا یہ اخبار

حامی ہوگیا تھا اور عمدۃ الاخبار کا "فتح الاخبار" نام رکھ کر جنگ آزادی کی حمایت میں پروپیگنڈا کرنے لگا تھا۔ اس کو بھی یہ سزا دی گئی کہ اس کا چھاپہ خانہ ضبط کرلیا۔

اگر کسی قوم، جماعت یا طبقے یا ادارے میں جرات مجاہدانہ نہیں ہے تو وہ قوم، جماعت یا طبقہ زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔ اسی نظریے کے تحت میں نے اخبارات کو اس کسوٹی پر پرکھا اور مختصر طور پر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تک کے حالات کا جائزہ لیا۔ جس کے بعد میں الحمد اللہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کے اخبار اس اعتبار سے بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور وہ مجاہدانہ اور حریت پسند زندگی کے حامل تھے۔

ان حریت پسند اخباروں نے ملکی قومی خدمات کے علاوہ ادبی، تاریخی، تعلیمی، سماجی اور اصلاحی کارنامے بھی انجام دیئے۔

۱۸۵۷ء سے قبل کے زمانے کے کثرت کے ساتھ ایسے بھی اخبارات تھے جو سرکار کی منشا کے مطابق اور ان کی سرکردگی میں نکلتے تھے۔ دہلی کے قران السعدین کی کاپی مقامی کمیٹی کے ممبر مسٹر جے پی گوبنس اور فوائد الناظرین اور محب ہند وطن کی ایک ایک کاپی مقامی کمیٹی کے عارضی سکریٹری مسٹر ٹیلر کو بھیجی جاتی تھی جو ان کا مطالعہ کرتے تھے، یہ لوگ نیم سرکاری تھے اور خاص طور پر انگریز تھے۔

آگرے کے تقریباً تمام اخبار سوائے زبدۃ الاخبار کے آگرہ کالج جو سرکاری کالج تھا اس کی پالیسی کے مطابق چلتے تھے اور ان اخبارات کے مہتمم و ایڈیٹر بھی آگرے کے اساتذہ ہی ہوتے تھے۔ چنانچہ آگرے کے اخبارات اور کتابوں پر گورنر جنرل کی خاص نظر عنایت تھی وہ ان کو خریدتے تھے جس کی تصدیق ۲۸ اکتوبر ۱۸۴۹ء کا اسعد الاخبار آگرہ کرتا ہے۔ گورنر جنرل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

> "...... خصوصاً اہالی مطابع تو ان کی حسن توجہ اور التفات کے ازبس ثنا خواں ہیں اور یہ انہی کی قدر شناسی کا سبب ہے کہ اس شہر میں کئی مطبع جدید قائم ہوئے۔ کیونکہ حضور والا ہر ایک مطبع کی چھپی ہوئی کتاب بقدردانی تمام خریدتے اور اپنے حضور میں طلب فرماتے ہیں اور جمیع مطابع کے اخبار بھی لیتے ہیں"۔

یہی حالت تقریباً پنجاب اور دوسرے مقامات کے اخبارات کی اس زمانے میں تھی۔ کثرت کے ساتھ خوشامدی اور سرکار کے رحم وکرم پر رہنے والے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان اخبارات نے علمی، سیاسی، تاریخی، سماجی اور اصلاحی خدمت نہیں کی ہے۔ کی ہے اور ایسی خدمات انجام دی ہیں اور اپنے اخبارات ورسائل میں ایسے معیاری اور شاہکار مضامین چھاپے ہیں جو اپنی نظیر آپ ہیں۔ ان اخباروں میں ہر اعتبار سے بڑا معلوماتی خزانہ ہے جس قسم کا پیاسا ان کے پاس جائے گا وہ سیراب ہو کر آئے گا۔

اس مختصر سی نشست کے لئے یقیناً یہ مقالہ طویل ہے لیکن عنوان کے اعتبار سے بہت مختصر ہے جس میں تحقیق اور

اخبارات کے بہت سے پہلوؤں کو نظر انداز کیا گیا ہے ۔ میں نے اس اجلاس میں شرکت کے لئے آپ حضرات کو جو تکلیف دی ہے اس کے دو مقصد ہیں ۔

اول :۔ یہ کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال کے اردو کے قدیم و جدید اخبارات میں صرف سیاسی ہی نہیں بلکہ ادبی ، علمی، سماجی ، معاشی اور تعلیمی واقعات و حالات ایسے انوکھے ہیں جو تاریخی و ادبی وغیرہ کتابوں میں ناپید ہیں اس لئے ان سے استفادہ کیا جائے اور قدیم و جدید اخبارات کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک اخبارات کے نام کی لائبریری قائم کی جائے۔

دوئم :۔ یہ کہ میں تاریخ صحافت اردو کی تین جلدیں ۱۹۰۰ء تک کے اخبارات پر مرتب کر چکا ہوں ، جو طبع ہو چکی ہیں ۔ بقایا تین جلدیں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۶۵ء تک کے اخبارات پر مشتمل ہونگی ۔ چونکہ اس دور کے کافی اخبارات جاری ہیں اور ان سے متعلق صحافی حضرات بھی حیات ہیں اور یہ وہ دور ہے کہ موجودہ صحافی حضرات ۔ سے قلمی اعانت اور معلومات فراہم کئے بغیر ان جلدوں کا مرتب ہونا مشکل ہے اس لئے اہل قلم حضرات سے جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں ، ان سے درخواست کروں گا کہ ان جلدوں کے مرتب کرنے میں میرا ہاتھ بٹائیں اور اس سلسلے کی جو معلومات ان کے پاس ہوں اس سے مجھ کو مطلع فرمائیں ۔ اور صحافی حضرات اپنے حالات زندگی اور جن اخبارات سے ان کا تعلق رہا ہو ان کے حالات لکھ کر مجھکو روانہ فرمائیں اور اپنے فوٹو بھی ارسال کریں میں ان کا بیحد ممنون ہوں گا ۔

اس اجلاس میں ۱۸۵۷ء اور ۱۹۰۰ء کے جن اخبارات کی نمائش ہوئی ہے یا جو میرے والد ماجد مولوی شرف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانے میں ہیں ، ان کے نام یہ ہیں ۔

۱۔ جام جہاں نما ، کلکتہ ، ۲۸ ر دسمبر ۱۸۲۵ء ۳ ر جنوری ۱۸۲۸ء ۲۹ ر دسمبر ۱۸۲۷ء (تین پرچے)
۲۔ دہلی اردو اخبار ، دہلی ، ۲۰ ر دسمبر ۱۸۴۰ء ۳ ر جنوری ۱۸۴۱ء ۸ ر اگست ۱۸۴۱ء (تین پرچے)
۳۔ سراج الاخبار ، دہلی ، ۱۲ ر جنوری ۱۸۴۴ء کا ایک پرچہ
۴۔ فوائد الشائقین ، دہلی ، یکم جنوری تا یکم ستمبر ۱۸۴۸ء
۵۔ خیر خواہ ہند ، دہلی ، اکتوبر ۱۸۴۷ء
۶۔ محب ہند ، دہلی ، جنوری ۱۸۴۹ء
۷۔ صادق الاخبار ، دہلی ، ۲۲ ر جنوری ۱۸۵۴ء
۸۔ کوہ نور ، لاہور ، یکم جولائی ۱۸۵۱ء ۲۸ ر نومبر ۱۸۵۴ء ۲۲ ر نومبر ۱۸۵۵ء (تین پرچے)
۹۔ اسعد الاخبار ، آگرہ ، فائل ۱۸۴۹ء تا ۱۸۵۲ء
۱۰۔ رسالہ تاریخ بغاوت ہند آگرہ ۔ ۱۸۵۹ء تا ۱۸۶۳ء تک کے فائل ۔
۱۱۔ گلدستۂ شعرا لکھنؤ ۔ دسمبر ۱۸۵۹ء تا ۴ ر فروری ۱۸۶۱ء

۱۲- اخبار عالم، میرٹھ، ۲۰ر اکتوبر ۱۸۶۵ء ۳۰ر جنوری ۱۸۹۴ء اور ۱۸۹۵ء کے متفرق پرچے۔

۱۳- اکمل الاخبار دہلی ۔ یکم اپریل ۱۸۶۸ء (متفرق پرچے)

۱۴- رسالہ دہلی سوسائٹی دہلی ۔ فائل نمبر (۱) ۱۸۶۶ء دیگر تین سال کے فائل ۔

۱۵- اخبار سینٹفک سوسائٹی علی گڑھ، ۴ر مئی ۱۸۶۶ء

۱۶- شعلہ طور، کانپور ۔ ۳ر جنوری ۱۸۶۵ء

۱۷- تہذیب الاخلاق علی گڑھ ۔ پہلی جلد مکمل یکم شوال ۱۲۸۷ھ دوئم چہارم اور پانچویں جلد مکمل ۔

۱۸- رسالہ اتالیق پنجاب لاہور ۔ مارچ ۱۸۷۰ء

۱۹- رسالہ انجمن مذاکرہ علمیہ کلکتہ ۔ ۲۳ر نومبر ۱۸۷۰ء

۲۰- رسالہ عرب سرائے دہلی ۔ مئی لغایت دسمبر ۱۸۷۲ء ستمبر لغایت دسمبر ۱۸۷۳ء

۲۱- رسالہ خیر المواعظ ۔ یکم صفر ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء

۲۲- رسالہ انجمن رفاہ عام راجپوتانہ اجمیر ۔ اپریل لغایت اگست ۱۸۷۲ء

۲۳- گزٹ ممالک مغربی و شمالی ۔ ۱۰ر مئی ۱۸۷۳ء

۲۴- مراسلہ کشمیر ۔ جولائی تا نومبر ۱۸۷۴ء

۲۵- تاج الاخبار رامپور ۔ ۹ر دسمبر ۱۸۷۵ء تا ۱۰ر فروری ۱۸۷۶ء

۲۶- ناصر الاخبار دہلی ۔ یکم جنوری ۱۸۷۶ء تا یکم اگست ۱۸۷۶ء

۲۷- اودھ پنچ لکھنؤ ۔ مکمل پہلی جلد ۱۸۷۷ء

۲۸- رسالہ اشاعت السنہ لاہور ۔ مئی ۱۸۷۷ء وغیرہ

۲۹- مراۃ الہند لکھنؤ ۔ ۱۵ر فروری ۱۸۷۸ء

۳۰- دبدبۂ سکندری رامپور ۔ ۱۸۷۹ء کا مکمل فائل ۔ ۱۸۸۴ء ۱۸۸۵ء کا مکمل فائل ۔

۳۱- رسالہ انجمن قصور، قصور ۔ جولائی تا دسمبر ۱۸۷۹ء

۳۲- لٹن گزٹ دہلی ۔ ۷ر مئی ۱۸۸۰ء (متفرق پرچے)

۳۳- تیرھویں صدی آگرہ ۔ شوال ۱۲۹۶ھ شعبان ۱۲۹۷ھ رمضان ۱۲۹۷ھ

۳۴- زمانہ آگرہ ۔ محرم ۱۳۰۱ھ تا ربیع الاول ۱۳۰۱ھ (تین پرچے)

۳۵- انتخاب قوانین و نظائر شام لال ۔ جنوری تا اپریل ۱۸۸۰ء (چار پرچے)

۳۶- چمن سخن بدایوں ۔ نومبر ۱۸۸۴ء

۳۷۔ گلدستۂ ناز بمبئی ۔ مئی ۱۸۸۵ء
۳۸۔ خادم ہند بمبئی۔ روزانہ ۔ ۱۶ اگست تا ۲۵ اگست ۱۸۸۳ء
۳۹۔ پیام یار لکھنؤ ۔ جون ۱۸۸۳ء
۴۰۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۔ ۳ مارچ تا ۲۰ اپریل ۱۸۸۳ء
۴۱۔ دامن گلچیں لکھنؤ ۔ فروری ۱۸۸۵ء
۴۲۔ آئینۂ سخن انبالہ ۔ ۲۵ ستمبر ۱۸۸۵ء
۴۳۔ چمنستان سخن لکھنؤ ۔ اکتوبر نومبر ۱۸۸۵ء
۴۴۔ مرقع نگار لکھنؤ ۔ فروری ۱۸۸۵ء
۴۵۔ ریاض سخن رامپور ۔ ۱۸۸۵ء
۴۶۔ رسالہ فنون حیدر آباد دکن ۔ جنوری تا فروری ۱۸۸۵ء
۴۷۔ تحفۂ عشاق لکھنؤ ۔ دسمبر ۱۸۸۴ء فروری ۱۸۸۵ء
۴۸۔ رسالہ بحر حکمت لاہور ۔ جنوری تا دسمبر ۱۸۸۴ء
۴۹۔ گلدستۂ نتیجۂ سخن کلکتہ ۔ فروری تا مئی ۱۸۸۴ء
۵۰۔ آشوب محشر فرخ آباد ۔ مارچ ۱۸۸۵ء
۵۱۔ نالۂ زخمی، کانپور ۔ مئی ۱۸۸۶ء
۵۲۔ منشور محمدی بنگلور ۔ ۱۳ نومبر ۱۸۸۵ء تا ۲۸ جولائی ۱۸۸۶ء
۵۳۔ اودھ اخبار لکھنؤ ۔ ۲ جنوری تا ۱۹ فروری ۱۸۷۵ء
۵۴۔ رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور ۔ ۱۳ جنوری ۱۸۸۶ء وغیرہ
۵۵۔ نغمۂ بہار لکھنؤ ۔ جنوری ۱۸۸۷ء
۵۶۔ دلگداز لکھنؤ ۔ فائل ۱۸۸۷ء ۱۸۸۹ء
۵۷۔ دھرم جیون لاہور ۔ ۵ جنوری تا ۱۵ دسمبر ۱۸۸۶ء ۲ جنوری تا ۲۸ نومبر ۱۸۸۷ء
۵۸۔ شحنۂ ہند میرٹھ ۔ ۱۶ اپریل ۱۸۸۸ء وغیرہ
۵۹۔ نظم اخبار لکھنؤ ۔ ۲۰ اگست ۱۸۸۸ء بقایا چھ پرچے اور ۔
۶۰۔ آفتاب سخن سرسی ۔ جون جولائی
۶۱۔ اخبار نسیم سحر مرزاپور ۔ نومبر ۱۸۸۹ء

۶۲- گلزار خلد قنوج - ربیع الاول ۲-۱۳۰۲ھ، دیگر ۹ پرچے۔
۶۳- کارنامہ لکھنؤ - ۲۳ر نومبر ۱۸۸۵ء
۶۴- بھارگو پترکا، جے پور - ستمبر ۱۸۹۰ء (متفرق پرچے)
۶۵- اخبار خیر خواہ عالم، دہلی، یکم جنوری ۱۸۹۰ء (متفرق پرچے)
۶۶- کائستھ متر لاہور - اپریل ۱۸۹۳ء
۶۷- کایستھ سماچار الہ آباد - ۱۹ر جون ۱۸۹۰ء (متفرق پرچے)
۶۸- رسالہ حسن حیدرآباد دکن، جولائی ۱۸۹۱ء
۶۹- گل چیں گورکھپور - اپریل ۱۸۹۲ء
۷۰- اخبار عام لاہور - ۱۱ر فروری تا ۱۵ر جولائی ۱۸۹۳ء
۷۱- پیسہ اخبار لاہور - ۳۰ر جنوری ۱۸۹۳ء (متفرق پرچے)
۷۲- اخبار تبلیغ جبل پور - ۱۵ر مئی ۱۸۹۳ء (متفرق پرچے)
۷۳- دامن بہار آگرہ - جون ۱۸۹۳ء (متفرق پرچے)
۷۴- رسالہ جلسہ احباب شملہ، مظفرنگر - ۲۰ر اپریل ۱۸۹۲ء
۷۵- اخبار مسلم ہیرلڈ بمبئی - ۹ر ستمبر ۱۸۹۳ء تا ۲۸ر اکتوبر ۱۸۹۳ء
۷۶- قنوج پنچ، قنوج - یکم اپریل ۱۸۹۴ء (متفرق پرچے)
۷۷- بشیر الملک بمبئی - ۲۲ر اگست ۱۸۹۴ء
۷۸- الوقت گورکھپور - ۱۰ر جنوری تا ۱۱ر مارچ ۱۸۹۴ء
۷۹- رفیع الاخبار بنارس - ۱۴ر اپریل ۱۸۹۴ء (متفرق پرچے)
۸۰- مدرسہ علوم اسلامیہ لاہور - ۱۸۹۴ء
۸۱- محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین علی گڑھ - اگست ۱۸۹۴ء (متفرق پرچے)
۸۲- دہلی پنچ، دہلی - ۸ر جنوری ۱۸۹۵ء ۸ر اپریل ۱۸۹۵ء (دو شمارے)
۸۳- کرنیل مراد آباد - ۸ر جولائی ۱۸۹۵ء (متفرق پرچے)
۸۴- دکن گزٹ، حیدرآباد دکن - ۸ر جنوری ۱۸۹۵ء (متفرق پرچے)
۸۵- مراۃ الاخبار، بمبئی - ۱۳ر ستمبر ۱۸۹۵ء (دو پرچے اور)
۸۶- پیام عاشق قنوج - اپریل ۱۸۹۵ء

۸۷۔ افضل الاخبار، دہلی - ۸ر اپریل ۱۸۹۵ء (متفرق پرچے)

۸۸۔ جام جمشید، مرادآباد - ۳ر فروری ۱۸۹۵ء (متفرق پرچے)

۸۹۔ پروانہ میرٹھ - اکتوبر ۱۸۹۶ء

۹۰۔ بمبئی پنچ بہادر - ۳ر جنوری تا ۷ر جنوری ۱۸۹۷ء

۹۱۔ سلطان الاخبار، بمبئی - ۷ر جنوری تا ۲۸ر فروری ۱۸۹۸ء

۹۲۔ گلدستہ مداح النبی، جھجر - ۲۰ر اپریل ۱۸۹۷ء

۹۳۔ اخبار آفتاب پنجاب، لاہور - ۱۰ر اکتوبر ۱۸۹۸ء

۹۴۔ عروج بہار بمبئی - جنوری تا جولائی ۱۸۹۶ء

۹۵۔ مہر نیم روز، بجنور - ۲۸ر اپریل ۱۸۹۶ء (متفرق پرچے)

۹۶۔ اخبار وکیل، امرت سر - ۱۰ر جنوری ۱۸۹۸ء (متفرق پرچے)

۹۷۔ سول اینڈ ملٹری نیوز، لدھیانہ - ۱۳ر اکتوبر ۱۸۹۸ء (متفرق پرچے)

۹۸۔ گلدستہ منشور شفاعت، بمبئی - ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ (متفرق پرچے)

۹۹۔ مفید ہند، دہلی - یکم اگست ۱۸۸۴ء

۱۰۰۔ گلدستہ نسیم نوروز، الہ آباد - ۱۸۸۸ء ۱۸۸۹ء

۱۰۱۔ شمس الاخبار، مدراس - ۱۲ر اگست ۱۸۹۹ء

۱۰۲۔ رسالہ دہلی ایسوسی ایشن دہلی - ۵ر اپریل ۱۸۷۴ء

۱۰۳۔ ادیب، فیروزآباد - جنوری اپریل ۱۸۹۹ء

۱۰۴۔ المعلومات، آگرہ - جنوری ۱۸۹۹ء

۱۰۵۔ رسالہ انجمن مناظرہ، دہلی - جولائی ۱۸۷۱ء

۱۰۶۔ گلدستۂ سخن، لدھیانہ - نومبر ۱۸۹۶ء

۱۰۷۔ الپنچ، پٹنہ - ۱۸ر نومبر ۱۸۹۶ء

۱۰۸۔ ریاض الاخبار، گورکھپور - ۱۶ر جولائی ۱۸۹۱ء

۱۰۹۔ اردو بہار ہیرالڈ انڈین کرانیکل، پٹنہ - ۵ر فروری ۱۸۸۷ء

۱۱۰۔ مرقع تہذیب، لکھنؤ - یکم اکتوبر تا نومبر ۱۸۷۳ء

۱۱۱۔ گلدستہ سخن، لاہور - نومبر دسمبر ۱۸۸۰ء

۱۱۲۔ اخباروں کا قبلہ گاہ، لاہور۔ ۹ر اگست ۱۸۸۱ء ۸ر مارچ ۱۲ر جولائی ۱۸۸۱ء

۱۱۳۔ خادم الاسلام، کلکتہ۔ یکم نومبر ۱۹۰۰ء

۱۱۴۔ سرمۂ روزگار، آگرہ۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۰۰ء

۱۱۵۔ دہلی پنچ، لاہور، ۳۰ر اگست ۱۸۸۲ء

۱۱۶۔ مخزن مسیحی، الہ آباد۔ ۱۸۶۸ء کے علاوہ پانچ سال کے فائل

۱۱۷۔ البشیر، اٹاوہ۔ ۱۷ر جولائی ۱۸۹۹ء

۱۱۸۔ گوالیار گزٹ، گوالیار۔ ۲۹ر مئی ۱۸۹۸ء ۲۶ر اکتوبر ۱۸۹۹ء

۱۱۹۔ خدنگ نظر، لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۰۲ء (متفرق پرچے)

۱۲۰۔ نسیم دہلی۔ ۲ر جولائی ۱۹۰۱ء (متفرق پرچے)

۱۲۱۔ رسالہ روشنی، لکھنؤ۔ جنوری تا دسمبر ۱۸۹۸ء

میرے والد ماجد مولوی شرف الحقؒ صاحب کے کتب خانے میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۹ء تک کے حسب ذیل اخبارات بھی ہیں۔

۱۲۲۔ دار العلوم، دہلی۔ ۷ر اکتوبر ۱۹۰۱ء تا ۱۰ر جون ۱۹۰۲ء

۱۲۳۔ علی گڑھ منتھلی، علی گڑھ۔ اگست ۱۹۰۳ء تا دسمبر ۱۹۰۴ء

۱۲۴۔ النذیر، میرٹھ، ستمبر ۱۹۰۴ء تا فروری ۱۹۰۶ء

۱۲۵۔ تعلیم الاسلام، بنارس۔ جون ۱۹۰۵ء تا دسمبر ۱۹۰۶ء

۱۲۶۔ کاشف العلوم، دہلی۔ اپریل ۱۹۰۳ء تا جولائی ۱۹۰۳ء

۱۲۷۔ خاتون علی گڑھ۔ جولائی ۱۹۰۴ء جون ۱۹۰۵ء

۱۲۸۔ آفتاب، علی گڑھ۔ مارچ اپریل جولائی ستمبر ۱۹۰۷ء

۱۲۹۔ تحفہ، بمبئی۔ جولائی ۱۹۰۷ء

۱۳۰۔ ترقی، لاہور۔ جنوری ۱۹۰۶ء و جنوری ۱۹۰۸ء

۱۳۱۔ شیعہ سارن۔ اگست ۱۹۰۸ء

۱۳۲۔ عصمت، دہلی۔ ستمبر ۱۹۰۸ء مارچ ۱۹۰۹ء

۱۳۳۔ اتحاد مذاہب عالم، رنگون۔ جنوری ۱۹۰۸ء

۱۳۴۔ الیشیا امرت سر۔ دسمبر ۱۹۰۷ء جنوری ۱۹۰۸ء

۱۳۵۔ آریہ مسافر، جالندھر۔ اپریل ۱۹۰۹ء
۱۳۶۔ تشحیذ الاذہان قادیان - جنوری تا دسمبر ۱۹۱۱ء
۱۳۷۔ تمدن، دہلی - اپریل ۱۹۱۱ء
۱۳۸۔ البیان، لاہور۔ مارچ ۱۹۱۱ء
۱۳۹۔ ضیاء الاسلام، مرادآباد - ۱۵ر مئی ۱۹۱۱ء
۱۴۰۔ مرقع، آگرہ - جولائی اگست ۱۹۱۲ء جنوری تا مارچ ۱۹۱۳ء
۱۴۱۔ معیار لکھنؤ - جنوری ۱۹۱۲ء
۱۴۲۔ نظام المشائخ، دہلی - نومبر ۱۹۰۹ء (دیگر پرچے)
۱۴۳۔ طالب دیدار میرٹھ - جنوری فروری ۱۹۱۳ء
۱۴۴۔ رسالہ الحاق، دہلی - اگست ۱۹۱۲ء (دیگر پرچے)
۱۴۵۔ مفتاح الاسرار، جالندھر۔ اپریل مئی جولائی ۱۹۱۳ء
۱۴۶۔ نہال سخن، بریلی - فروری ۱۹۱۱ء
۱۴۷۔ ترقی سخن بمبئی، جنوری مارچ ۱۹۱۳ء
۱۴۸۔ افادہ، آگرہ - ۳۱ر مارچ ۱۹۱۴ء (پندرہ پرچے)
۱۴۹۔ شاہد سخن، حیدرآباد دکن - فروری ۱۹۱۴ء
۱۵۰۔ گلدستہ معراج سخن، مدراس - جون ۱۹۱۵ء
۱۵۱۔ کرزن گزٹ، دہلی - ۱۹۱۲ء کا پورا فائل
۱۵۲۔ رسالہ ہمدرد، آگرہ - مارچ اپریل ۱۹۱۴ء
۱۵۳۔ اخبار الہلال، دہلی - ۱۹۱۲ء ۱۹۱۳ء کا مکمل فائل
۱۵۴۔ صوفی پنڈی بہاءالدین - دسمبر ۱۹۱۶ء (دیگر پرچے)
۱۵۵۔ پیام امید، لاہور - مئی ۱۹۱۸ء (دیگر پرچے)
۱۵۶۔ مغلیہ گزٹ، لاہور۔ نومبر ۱۹۱۹ء (دیگر پرچے،
۱۵۷۔ نظام لاہور - مئی ۱۹۱۹ء
۱۵۸۔ انتخاب لاجواب، لاہور - ۱۴ر جنوری تا ۱۸ جون ۱۹۱۸ء
۱۵۹۔ اردوئے معلی، علی گڑھ - مئی ۱۱ء جولائی ۱۹۱۴ء
۱۶۰۔ رسالہ افسر، حیدرآباد دکن، یکم جنوری ۱۹۰۱ء
۱۶۱۔ معیار الانشاء، حیدرآباد دکن، فروری ۱۹۰۴ء
۱۶۲ زبان دہلی - فروری تا مئی ۱۹۰۸ء
۱۶۳۔ غنچۂ جاوید، بمبئی - مارچ اگست ۱۹۰۷ء متفرق پرچے
۱۶۴۔ کمال، دہلی - اپریل ۱۹۱۲ء متفرق پرچے۔

بیاد حامد حسن قادری

بابائے اردو کی چند لافانی کتابیں

انتخاب داغ "داغ ایک آدمی ہے گرماگرم" داغ کی اپنے متعلق یہ رائے سو فیصدی درست ہے اس پر اتنا اضافہ ضرور ہونا چاہیئے کہ وہ آدمی ہی نہیں شاعر بھی گرماگرم قسم کا تھا۔ داغ نے زندگی کے رومانی پہلو کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی غزلوں میں نمایاں کیا ہے اس سے خود صنف غزل کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ داغ حسن کا شاعر تھا۔ اس نے زندگی بھر حسن کی پرستش کی اور وہ بھی اس انداز سے کہ مٹی اور سونے کو برابر سمجھا بابائے اردو نے داغ کے کلام کا انتخاب عمر کے اس حصے میں کیا تھا۔ جب انسان دنیا پر ایک تماشائی کی حیثیت سے نظر ڈالتا ہے۔ لیکن اس انتخاب میں بابائے اردو تماشائی نہیں بلکہ جزو تماشا نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ داغ ہی کے کلام کا بہترین انتخاب نہیں بلکہ بابائے اردو کے ادبی ذوق بھی اعلیٰ نمونہ ہے

اردو صرف و نحو اردو صرف و نحو پر یہ کتاب تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے جو سائنٹیفک بنیادوں پر لکھی گئی ہے بابائے اردو سے پہلے اس موضوع پر جن مصنفین نے قلم اٹھایا۔ انہوں نے عربی فارسی زبانوں کی قواعد کو مشعل راہ بنایا اور اردو زبان کے مزاج و منہاج کو نظر انداز کر دیا۔ بابائے اردو نے عربی فارسی قواعد کو صرف اس حد تک پیش نظر رکھا ہے۔ جہاں تک اس کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اردو زبان کی خصوصیات کو پوری طرح سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی اور پہلی بار اس حقیقت کا احساس دلایا کہ اردو قواعد عربی و فارسی زبانوں کا چربہ نہیں ہے۔ بلکہ بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو صرف اسی سے مخصوص ہیں۔ قیمت ۲/۵۰

چند ہمعصر انسان کا بہترین مطالعہ خود انسان ہے۔ یہ کتاب اسی اجمال کی تفصیل ہے جس میں بابائے اردو نے اپنے ہمعصروں کی شخصیت کے نقوش واضح کئے ہیں۔ قیمت چھ روپے

افکار عبد الحق

مرتبہ

ایس۔ صدیقی ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ

اس میں بابائے اردو کی وہ تمام تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں۔ جن میں ادب اور زندگی کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے۔ جس میں بابائے اردو کے نظریات اور ذہنی رجحانات پوری وضاحت اور تفصیل سے سامنے آتے ہیں۔ مرتبہ نے کتاب کے شروع میں طویل اور فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے۔ جس میں بابائے اردو کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب بڑے اہتمام سے ٹائپ میں اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔

قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

گلڈ انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریا روڈ کراچی

محمد مظہر جلیل شوق

دل باخدا مومن اہلِ نظر

۴ ۶ ۹ ۱ ۶

حضرت مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ کا وجود ظاہری ۶ رجون ۱۹۶۴ء کو ہم سے جدا ہو گیا۔ لیکن وہ زندہ ہیں، زندہ تھے اور زندہ رہیں گے! حق تعالیٰ اپنی رحمت بے نہایت سے اپنے حبیب کریم شفیع المذنبین علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے میں، واسطہ دستگیر بے کساں غوث الثقلین حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور پیران عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا، ان کی ظاہری اور باطنی برکات سے ان کی اولاد و احفاد، ان کے افراد خاندان، اور ان سے ایک ایک تعلق رکھنے کو مستفیض و مستفید رکھے۔

قادری صاحبؒ کو ہماری چشم ظاہری سے پردہ کئے ہوئے ایک سال ہوتا ہے۔ برسی اور عرس مرنے والوں کی یاد تازہ رکھنے کے لئے رسم دُنیا بھی ہے اور دینی اعتبار سے حصول ثواب و اجر کا ذریعہ بھی۔ لیکن واصلان الی اللہ اسی طرح دلوں کے قریب اور دیدۂ دل کے سامنے رہتے ہیں۔ ان کی موت ہماری چشم احول اور دل حقیقت نا آشنا کی ایک غیر مفہوم عبارت ہے۔

ورنہ

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قادری صاحب مولوی تھے، حاجی تھے، مومن تھے، عالم تھے، ادیب تھے، تاریخ نگار تھے، نقاد تھے، تاریخ گو تھے اور ان مختلف حیثیتوں سے دنیا کی مختلف انجمنیں ان سے واقف اور مانوس ہیں۔

لیکن

حقیقت یہ ہے کہ مولوی حامد حسن قادری، عالم باعمل، ادیب معتبر ہونے کے ساتھ ایک درویش، فقیر عارف باللہ اور ایک صوفیِ باصفا تھے اور ان کی اسی خصوصیت نے ان کی ہر صنف مذاق میں ایک اعتبار خاص پیدا کر دیا تھا جن کی اس صفت کی حق تعالیٰ نے خود حفاظت فرمائی۔ کچھ ہی لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے ان کی اس صفت خاص کو

بھا ہو۔ قادری صاحب فطری طور پر عشق سے مملو دل لے کر آئے تھے۔

نگاہوں میں حسن، دل میں اخلاص، طبیعت میں نزاکت و نظافت، مزاج میں صفائی اور ستھرائی۔ جسم وجثہ میں رعنائی، چہرہ پر شگفتگی، عادتوں میں دلربائی ـــــ وہ اوصاف ہیں جو صرف اسی ہستی میں پیدا فرمائے جاتے ہیں جس کو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت اور محبت میں والہیت بھی ودیعت فرمائی گئی ہو۔

حامد حسن صاحب کے ہوش سنبھالنے کے وقت ان کے گھر اور خاندان کے گھروں میں، سرتاج عاشقان ولی برحق حضرت شاہ نیاز بریلوی قدس سرہ العزیز، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عقیدت کا چراغ روشن تھا۔ اور چشتی شمع جگمگا رہی تھی۔ بچہ اور بڑا کون تھا جو اس کے انوار سے محروم رہ جاتا، قادری صاحب جیسا جوہر قابل کیوں کر اس نور سے منور نہ ہوتا ـــــ گھر اور خاندان میں علم کا چرچا تھا۔ اس گھر کا ہر بچہ علم حاصل کرنے ہی کے لئے پیدا ہوتا تھا۔ مولانا نے بھی متعلمانہ زندگی اختیار کی۔ زمانہ طالب علمی میں اصلی مشغلہ حصول علم رہا۔ لیکن حسن میں دلکشی، محبت میں خلوص، یگانوں اور بیگانوں کی صحبتوں میں خوش خلقی و خوش طبعی۔ اپنوں سے محبت، غیروں سے مدارات ان کا مزاج تھا۔ تحصیل علم ہی کے زمانہ میں عشق و محبت کی دبی ہوئی چنگاری اور خدا اور رسول کی محبت کی آگ کبھی کبھی شعر کی صورت میں بھڑکنے لگی تھی ـــــ ان کی فطرت متین، سنجیدہ، مہذب اور مرتب تھی۔ اس لئے کبھی کسی نے انہیں بے چین اور مضطرب نہیں دیکھا اور نہیں سمجھ سکا کہ ان کے دل میں عشق کی تڑپ بھی ہے۔ شاید وہ خود بھی اس وقت علمی مشغولیت اور انہماک میں اس تڑپ کو پورے طور پر محسوس نہ کرتے ہوں۔

یونانی زبان کا ایک لفظ Sophos ہے جس کا تلفظ "س ف س" کے مجموعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اس کے معنی یونانی میں روح کی تعلیم، تہذیب اور تربیت کے لئے گئے ہیں۔ اسی سے مشتق Sophus کو بتایا ہے ـــــ یعنی "عقل و روح کی تربیت حاصل کر لینے والا" اس اعتبار سے یہ قیاس کر لینا مع الفارق نہ ہوگا کہ عربی میں لفظ تصوّف کا ماخذ بھی "سوفس" ہو تو عجب نہیں۔ چنانچہ علماء تصوف کا یہی کام رہا ہے۔ کہ اپنے شاگرد اور خوشہ چینوں کی روحانی صلاحیتوں کو اجاگر کریں۔ اور اپنی روحانی قوتوں سے صیقل و جلا فرما کر متصوف کو اہل دل بنا دیں۔ لیکن یہ نعمت ہر کس و ناکس کو میسّر نہیں ہوتی۔ جس کو بھی حق تعالیٰ جل شانہ کی رحمت اپنی اور اپنے حبیب کی محبت کے لئے منتخب و مختص فرمائے اور جسے بھی قلب سلیم اور دل راسخ عطا ہو جائے ؎

این دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند
سوز دل پروانہ مگس را نہ دہند

اس آنکھوں میں سما جانے والی اور دل میں اتر جانے والی محبوب ہستی اور اپنے مقبول بندہ کو بھی اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا گیا ـــــ مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت مولوی احمد حسن صاحب،

نور اللہ مرقدہٗ ریاست رامپور (یو۔پی) میں ایک معزز وکیل تھے، وہیں قیام تھا۔ قادری صاحبؒ کا زمانۂ طالب علمی رامپور ہی میں گذرا۔ وہ سوز و گداز جو ودیعت الٰہی تھا۔ اسی وقت سے کارفرما نظر آتا ہے۔ شعر و شاعری سے دلچسپی ادبی ذوق فطری تقاضے تھے۔ چنانچہ زمانۂ طالب علمی ہی میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ اُس وقت رامپور کے شعرا اساتذہ میں پیارے خان صاحب رازؔ کو ایک مقام حاصل تھا۔ حامد حسن صاحب نے ان سے تلمذ اختیار کیا اور مستقل شعر کہنے لگے۔ یہاں اس زمانہ کے صرف دو چار شعر اندازہ کے لئے نقل کرتا ہوں آگے چل کر ان کے کلام سے مستفیض ہوجئے۔ وہ عشق کی جھلک جو ان کی فطرت میں مضمر ہے۔ ملاحظہ ہو ـــــ فرماتے ہیں:۔

مرا شوق اس کی مستوری کا ہے فیض　　مرا دردِ جگر دوری کا ہے فیض

روئے زرد اشک سُرخ نالۂ دل　　اس خزاں کا نہیں بہار عوض

سوزِ دل چاہیئے صفا کے لئے　　ہے کہاں شعلۂ چراغ میں داغ

رامپور ہی میں طالب علمی کا زمانہ ختم کر کے مدرسہ عالیہ میں معلمی اختیار کی۔ اس دوران میں خانقاہ نیازیہ بریلی کی حاضریاں محبت کی چنگاری کو چمکاتی رہیں۔ ادھر ادبی ذوق ترقی کرتا رہا اور شعر گوئی سے زیادہ مضمون نگاری کا مشغلہ شروع ہوگیا۔ تعلیم و تعلم کچھ مذاق طبیعت کے موافق نظر آیا لہذا یہی شغل اختیار فرمالیا۔ رامپور سے بڑودہ، اٹاوہ، کانپور مختلف اسکول اور کالجوں میں خوش قسمت طلبا کو مستفیض فرماتے ہوئے آگرہ سینٹ جانس کالج کی پروفیسری پر فائز ہوکر آخر مدت ملازمت تک وہیں قیام فرمایا۔

آگرہ میں قطب وقت قبلہ عالم حضرت مولانا حاجی صوفی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پور سیداں (پنجاب) اُس وقت اپنے مریدین و معتقدین کی فیض رسانی کے لئے اکثر رونق افروز ہوتے تھے۔ قادری صاحب اپنی متصوفانہ فطرت کے اشارہ سے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ مشیت نے ان کے تصوف کی جلا و صفا حضرت پیر صاحب کی برکات سے وابستہ فرمائی تھی اور نقشبندی سلسلہ سے فیض یاب ہوکر خاتمہ بخیر ہونا تھا عقیدت بڑھتی گئی، علی پور شریف بھی حاضری ہونے لگی۔ داخل سلسلہ ہوجانے کی تاریخ کے لئے موصوف کی ڈائری کا ایک صفحہ ذیل میں نقل کئے دیتا ہوں۔

"علی پور شریف ــــ جمعرات جون ۴۔ ۱۹۳۱ء ۱۶ ارمحرم ۱۳۵۰ھ ــــ پچھلی رات کو ہم سب
اُتھے حسن (بڑے صاحبزادے) مُنا (خالہ زاد چھوٹے بھائی) زاہد (برادر زادہ) بھی

اٹھائے گئے۔ نفل پڑھ کر باب رحمت میں پہنچے۔ ۴ بجے سے ۵ بجے تک حضور قبلۂ عالم نے حلقہ کرایا۔ جس میں دو آدمی نئے داخل سلسلہ ہوئے۔ میں اور ایک مرادآباد کا جو اسی کام کے لئے آئے ہیں۔ میرا سفر علی پور بھی محض اسی مقصد کے لئے تھا۔ ایک ہفتہ سے زیادہ ہو گیا آج موقع ملا اور یہ دولت نصیب ہوئی۔

ہو ہی گئی پیر کی بیعت نصیب　　آ ہی گئی کام یہ آہ دُر کا
شاہ جماعت نے کیا تجھ کو پاک　　صدق یہ تو مرد و لذت آمکا

الحمدُللہ علے احسانہ۔ اللہ تعالیٰ خدمت و اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

گویا ۱۹۳۱ء حضرت کا سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہو کر اپنے قلب کی صفائی اور محبت و خلوص کی جلا کا دوسرا دَور شروع ہوتا ہے۔ حامد حسن صاحب عنفوانِ شباب سے حقّہ کے عادی ہو گئے تھے۔ کیسا صاف ستھرا اور نفیس خوشبودار حقّہ پیتے تھے کہ نہ پینے والے کا بھی بے اختیار ایک دو کش لے لینے کو دل چاہے۔ نقشبندی سلسلہ میں صفائے باطن کے ساتھ ظاہری نزہت و پاکیزگی، مکروہات سے اجتناب، لہویات سے پرہیز ضروری سی چیز ہے ——— اطاعتِ پیر کا پہلا مرحلہ یہ تھا کہ مدت کی پڑی ہوئی حقہ کشی کی عادت، قادری صاحب نے یکلخت ترک فرمادی اور پھر جو ذکر و شغل کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ تو صحیح معنی میں اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت و اطاعت کے فیوض نسیم و صبا بن کر غنچۂ دل کو شگفتہ کرتے چلے گئے ہیں ——— لیکن ——— قادری صاحب کا تصوف اور حصول تصوف میں توغل، دنیاوی زندگی میں حارج و مانع ہونے والا نہ تھا۔ البتہ ان کے قلب سلیم اور بصیرتِ حقیقی پر یہ روشن ہو گیا تھا کہ دنیا کے حسین جلوے دُنیا کی رونقیں، کوئی سبق دینے کے لئے پیدا کی گئی ہیں ان میں خود کچھ اور کوئی استقامت نہیں ہے ؎

جلوہ تا دیدی نہاں شد رنگ تا دیدی شکست
فرصت عرض تماشہ ایں قدر دار دبہار

ہاں یہ جلوہ ہائے رنگا رنگ اور یہ بہار بوقلموں، نگارِ حقیقی کے جلووں کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔ جس انسان کو صفائے قلب اور روحانی تربیت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا اور موجودات عالم کو ان کے صحیح مقام اور صحیح صورت میں دیکھ لیتا ہے۔ وہ نہ کانٹے سے گھبراتا ہے، نہ پھول میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ وہ خالق کائنات، صانع قدرت کی ہر صنعت کو چشم بصیرت سے دیکھتا ہے، ان کے حسن سے محظوظ و مسرور، قبح سے منغض و متنفر ہوتا ہے اور انسانی ضرورت، خواہش، طلب، احتیاج پوری کرتا ہوا یوں گزر جاتا ہے۔ جس طرح کاروان منزل کے سنگ میل دیکھتا گزر جائے۔ اس کے دیدۂ دل کو اُسی محبوبیت پر نظر ہوتی جس کی تلاش اس کے جلا و صفا پائے ہوئے قلب کے خمیر میں شامل ہو چکی تھی ——— بقول خواجہ حالی مرحوم :-

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

قلب میں رسوخ، عقل میں روشنی اور ادراک و احساس میں ایک برقی لہر دوڑ جاتی ہے جب کہ وہ معبودِ حقیقی اپنے کسی مرتاض بندہ کو تصوف کے فیوض و برکات سے سرفراز فرما دیتا ہے!

مولوی حامد حسن صاحب قادری نوراللہ مرقدہٗ ادبی ذوق کے آدمی تھے۔ قدرتاً اس صفائے قلب کا اثر یہ ہونا چاہیے تھا کہ ان کا وہ مذاق اور نکھر جائے —— ان کے ادبی کارنامے دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کی تصانیف و تالیفات سے دنیائے ادب بھری پڑی ہے۔ لیکن یہ کہ وہ صرف ایک ادیب اور شاعر نہ تھے۔ بلکہ ایک عالم با عمل ، اور ادیب حق نگر بھی تھے۔ انہوں نے اپنی شعرگوئی میں حقانیت اور حقیقی بندگی کو سمو کر اس طرح کی شاعری بھی کی ہے کہ آیاتِ قرآنی کو رباعیات اور قطعات میں تضمین کرکے ایک عجیب کیف پیدا کر دیا ہے۔ یہاں میں ان کی رباعیوں کی بیاض کے چند سطری دیباچہ کی نقل کرکے کچھ رباعیاں نظرِ ناظرین کرتا ہوں۔ انہوں نے جو بیاض مجلد کرائی تھی۔ اس کا سرورق اس وقت اس تاریخی عنوان کا حامل ہے "خمکدۂ رباعیات = ۱۳۵۲ھ" مگر اس بیاض پر سنہ ۱۳۶۶ھ میں ارقام کی نوبت آئی تو تاریخی سرورق دوبارہ یوں تحریر فرمایا "جلوہ گاہِ تضمین ۱۳۶۷ھ یعنی تضمین کلام اللہ و آئینۂ آیات ۱۳۶۶ھ —— رشحۂ فکر ناچیز حامد حسن قادری"۔

مایشاؤن الا ان یشاء اللہ

چاہا ہم نے مگر نہ چاہا اُس نے   چاہا اُس کا ہوا ہمارا نہ ہوا

پندرہ برس سے یہ کتاب مجلد رکھی ہے، سرورق تاریخی لکھا ہوا ہے ارادہ تھا کہ اپنی رباعیاں نقل کروں گا۔ مگر آج ۱۱ر نومبر ۱۹۵۰ء تک ایک حرف لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ اس کے بعد پار سال جب آیات قرآنی کو تضمین کیا تو ارادہ کیا کہ ان کو ہی نقل کر دوں، وہ بھی نہ ہو سکا۔ آج یکایک خیال آگیا۔ نیا تاریخی سرورق لکھا اور اب کلام اللہ کی تضمین نقل کرتا ہوں۔ لیکن اس وقت آغاز ہوتا ہے۔ والاتمام من اللہ۔ کئی درجن آیتوں کی تضمین ہے مگر ان کی نقل مسلسل بالفعل نہ ہو سکے گی۔ اس لئے نئی تاریخیں آئندہ سال ۱۹۵۱ء کی نکالی ہیں۔ قرآنِ کریم کی صدہا آیتیں بزرگانِ سلف مولانائے رومؒ خواجہ عطارؒ وغیرہ نے تضمین کی ہیں۔ مگر اس نوعیت و اسلوب سے نہیں جو میں نے اختیار کیا ہے ؎

سال گفتم کہ دراں دولت جاویداں ۵۱۵   آنچہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم" ۱۴۳۶

آگرہ کٹرہ خانخاں حامد حسن قادری

۱۴۳۶ + ۵۱۵ = ۱۹۵۱ء ——

رباعیات و قطعات

جو کچھ ارشادِ خداوندی ہے   اس میں کچھ شک ہے نہ کچھ باعثِ عذر
کہہ دو عالم سے پیامِ اسلام   اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

تم کو اگر ہے اللہ کی چاہ — قرآں میں اس کی ہے ایک ہی راہ
سُن لو حبیبؐ حق کی زبانی — فاتبعونی یحببکم اللہ

حق پر باطل کو دو نہ ترجیح — رہبر کیا ہو جو خود ہے گمراہ
بننا چاہے جو کفر ھادی — کہدو۔ ان الھدیٰ ھدی اللہ

ہو نہ محبت سے آدمی مایوس — مل رہے گا کبھی تو کچھ ثمرا
صاف قرآں میں ہے لعل اللہ — یحدث بعد ذالک امرا

نہ مانو تم کہا نفس و ہوا کا — اگر معبود انہوں نے کوئی چاہا
وہی کہہ دو جو موسےٰ نے کہا تھا — اغیر اللہ ابغیکم الٰھا

اُسکو ہر دم ہے حق و مرضیِ حق پیشِ نظر — کبھی غفلت میں گزرتا ہی نہیں رات نہ دن
صاف قرآں میں ہے مقبولِ خدا کی تعریف — اسلم وجھہ للہ وھو محسن

قارون کا سا حشر ہو نہ تیرا ممسک — لینا ہی نہیں تجھے ہے کچھ دینا بھی
کر مال سے عُقبےٰ کی طلب بھی ناداں — لاتنس نصیبک من الدنیا بھی

نہ حاصل ہو فلاح دین و دُنیا — اگر رکھو گے کر کے زر کو مدفون
کہا ہے لَن تَنَالُوا الْبِرَّ کہہ کر — کہ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمّا تُحِبُّون

اسی طرح اللہ کے رسول کا عشق ان کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اٹھتے بیٹھتے ذکر حبیبؐ زبان پر جاری ہے۔ کہتے ہیں۔

جو ذات ہوئی فخر رسولانِ سلف — حاصل ہے مجھے اس کی غلامی کا شرف
مرقد میں فرشتوں سے کہوں گا عامد — کھڑکی کوئی کھول دو مدینہ کی طرف

تاریخی نام "بیاضِ نعتیہ" (۱۳۴۸ھ) نکال کر کس شوق اور واہیت سے مرتب فرمائی ہے۔ سرورق پر نام سے پہلے کیا بارک عنوان سے مادۂ تاریخ نکالا ہے۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن" (۱۳۴۸ھ) ——— "نذرِ شاہِ انام (۱۳۴۸ھ) علیہ اطہر التحیات والسلام" ——— "نذرِ نیاز کیش" (۱۳۴۸ھ) ——— "از تصنیف بندہ عاصی حامد حسن قادری (۱۳۴۸ھ) لکچرار فارسی اردو سینٹ جانس کالج آگرہ" (۱۹۳۰ء) ——— اس مزین و مرتب بیاض میں سب سے پہلے "نور اسلام" کے عنوان سے ایک طویل نعت مقدس درج کی ہے۔ جو بڑودہ کالج کی پروفیسری اور قیام بڑودہ کے زمانہ میں دسمبر ۱۹۱۹ء میں لکھی گئی اور لاہور کے ممتاز روزنامہ زمیندار ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ میں شائع ہوئی تھی۔ چند شعر تبرکاً پیش کرتا ہوں۔

توحید ہو شائع دنیا میں جب حق کو یہ منظور ہوا   اک پاک بشر اک خاص نبی اس خدمت پر مامور ہوا

. . . .

دنیا کو بتوں نے گھیرا تھا سب نے حق سے منہ پھیرا تھا   شرک و بدعت کا اندھیرا تھا اس نور سے وہ کافور ہوا

پیدا ہوا آج اک فخرِ رسل پیدا ہوا آج اک رہبرِ کل   جو سب کے لئے تھا شمع سبل اس کا دنیا میں ظہور ہوا

اک نورِ خدا ضوا فگن تھا۔ کل عالم وادیِ ایمن تھا   وہ نورِ عرب میں روشن تھا جو ظاہر بر سرِ طور ہوا

. . . .

. . . .

قرآن کیا حق نے نازل سب شرک و کفر ہوا زائل   جاء الحق زھق الباطل حق آیا باطل دور ہوا

. . . . الخ

پھر۔ کانپور حلیم مسلم ہائی اسکول میں ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۴۲ھ کے جلسہ کے لئے یہ ایک طویل نعت پیش کی ہے۔

وردِ درود پاک ہے زمزمۂ ہر انس و جن   ذکرِ نبی سے دل کو رکھ مسلم خستہ مطمئن

ان کے کرم پہ رکھ نظر اپنی مصیبتیں نہ گن   ان پہ سلام صبح و شام ان پہ درود رات دن

صلی علیٰ محمدؐ صلی علیٰ محمدؐ

نعت پاک کی اس بیاض کے مخصوص نعتیہ کلام کے علاوہ ان کے دیوان کی مختلف غزلوں میں بھی عشقیہ و مجازی مضامین کہتے کہتے دل و دماغ کا اکثر رجحان نعت کی طرف ملتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی ان کا دل ہمہ وقت اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت سے مملو ہے اور صحیح معنی میں وہ ایک صوفی باصفا ہیں۔ علاوہ حمد و نعت کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کبار رحمہم اللہ کی بارگاہوں میں بھی عقیدت کے پھول پیش کرتے رہے ہیں۔

پھر جو کبھی ان کی جودتِ طبع کا تقاضہ ہوا ہوگا تو حروفِ تہجی کی پابندی سے ردیف وار غزلیں کہنا شروع کردی ہیں اور ایک خوبصورت سی جلد بند ہوا کرا سے ی تک غزلیں لکھ ڈالیں۔ جن سے جستہ جستہ اشعار ناظرین کی دلچسپی اور موصوف کی علمی قابلیت، ذہانت اور جذباتِ تصوف کا اندازہ کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔

دیکھنا یہ ہے کہ قادری صاحب نے شاعری، مضمون نگاری، تاریخ گوئی، تنقید و تبصرہ کے مذاق کو کس نور کی روشنی میں اجاگر کیا ہے اور ان کی یہ صلاحتیں دل کے کس حسن کے پرتو سے جگمگائیں۔

مولوی حامد حسن قادری دراصل اپنی فطرت، افتادِ مزاج اور مذاقِ طبیعت کے اعتبار سے، پہلے ایک پاک باطن پاکیزہ نفس متقی اور صوفی باصفا ہیں۔ اس کے بعد وہ سب کچھ ہیں جو دنیا والوں کی آنکھوں نے انہیں دیکھا! اور یہ اُنکی اسی اصل فطرت اور تربیتِ روحانی کا نتیجہ و اثر ہے کہ ان کے ہر ادبی کام اور ہر شعبۂ زندگی میں ایک خلوص، سچائی، ژرف نگاہی اور گہرائی و گیرائی نظر آتی ہے۔ ردیف وار غزلیں کہنے میں عموماً شاعر کو بھرتی کے اشعار اور آورد کے مضامین سے کام لینا پڑتا ہے۔ بالخصوص اُس وقت جب کہ اس کا مقصد ہی حروفِ تہجی کی ترتیب پوری کرنا ہو۔ لیکن قادری صاحب کی قدرتِ کلام کہئے یا جذبات کی علویت کہ ہر غزل اپنے اندر ایک خاص کیف اور رنگ لئے ہوئے ہے اور پھر وہی والہیت ہر جگہ کارفرما نظر آتی ہے۔ جو ان کو اپنے ربِّ حقیقی اور محبوبِ رب العالمین کے ساتھ روحانی طور پر نصیب ہو چکی ہے۔ اب ان کے مرتبہ خوبصورت سے دیوان سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں

غم ہے دشمن بتِ خود کام کہ تو — وہ مٹانے کو مرا نام کہ تو
دونوں ہیں، میرے مٹانے والے — وہ ہوں اے گردشِ ایام کہ تو

بیخودی دیتی جو مہلت کوئی دم — ہم بھی کرتے جستجو کی آرزو
چاہیئے گل کی حقیقت پر نظر — کرنہ حامد رنگ و بو کی آرزو

مرے دل میں ہے تحریرِ مدینہ — مری آنکھوں میں تصویرِ مدینہ
لگا آنکھوں میں خاکِ روضۂ پاک — یہی حامد ہے اکسیرِ مدینہ

اپنی ہستی کا ہے یقیں، پردہ — اپنی آنکھوں پہ ہیں ہمیں، پردہ
وحشتِ دل کا دیکھئے کب تک — رکھ سکیں جیب و آستیں پردہ
زندگی اک فریب تھی حامد — اُٹھ گیا وقتِ واپسیں پردہ

ملتی تھی ترک صنم پر جنت — ہم نے کرنی ہی نہ چاہی توبہ

نہیں فرقت میں کچھ کم تیرہ روزی — نہ پھیرا شب سیاہی پر سیاہی

ضبط میں نکلی آہ مشکل سے — ہاتھ آیا گواہ مشکل سے
پوچھتے کیا ہو ناتوانی دل — سن سکو گے کراہ مشکل سے
عذر عصیاں کا ذکر کیا قادر — اٹھ سکی واں نگاہ مشکل ہے

غزل کے بعد تاریخ گوئی ان کا مخصوص فن یا دلچسپ مشغلہ تھا۔ جس کے اکثر نمونے اپنے ایک پہلے مضمون میں نذر ناظرین کر چکا ہوں اور جستہ جستہ اس مضمون کے ضمن میں بھی ملاحظہ ہوئے ہوں گے۔ یہاں صرف ایک دو نمونے رسائی ذہن اور برجستگی ان کے ایک کرم نامہ سے پیش کرتا ہوں۔ جو موصوف نے آگرہ سے راقم عاصی کو مراد آباد ۱۹۴۸ء میں ارقام فرمایا تھا میرے اور ان کے خالہ زاد بھائی مولوی شمس الحق نشاط ایم۔ اے عرف چھٹن بھائی کراچی میں مقیم ہیں۔ ان کے ایک لڑکے کو گھر سے فرار کی عادت ہے۔ جس سے ان کو پریشانی پیش آتی رہتی ہے۔ کسی وقت کے فرار کی پریشانی قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لکھی ہوگی۔ بچہ کا نام "مظہر" ہے۔ قادری صاحب نے اس کی تاریخ نکال دی۔ مجھے تحریر فرماتے ہیں۔ "چھٹن کے خط بھی آتے ہیں .... اللہ تندرست رکھے۔ ان کے چھوٹے لڑکے مظہر کی گریز پائی کا آپ کو علم ہوگا۔ یہ بھی سنا ہوگا کہ رمضان میں فرار ہوا۔ دو مہینے سے زیادہ کراچی میں چھپا رہا۔ بقرعید کے دن ملا۔ میں نے کئی تاریخیں چھٹن کو لکھ بھیجی تھیں۔ ایک یہ ہے۔

کس وقت نکل جائے بھروسا کیا ہے — حاضر کو بھی سمجھو کہ ہے غائب گویا
ہے اس کی عجیب حرکتوں کی تاریخ — اک یہ بھی ہے مظہر العجائب گویا — ۱۳۶۷ھ

بقرعید میں قربانی نہ ہو سکی تو کہا تھا۔

"عید الضحیٰ کیا جو قربانی نہ ہو" ۱۳۶۷ھ

پاکستان جانے پر پرمٹ لگا تو تاریخ کہی۔

ہوئیں پابندیاں جانے پہ عائد — بڑھی کچھ اور پاکستاں سے دوری
کہی تاریخ۔ سن کر قادری نے — "ہوا ہے کیجئے پرمٹ ضروری" — ۱۹۴۸ء

ابھی دسمبر میں کالج کے لڑکوں نے ہڑتال کردی تھی۔

یہ لڑکوں کی ہڑتال کیا اور کیوں؟　　نہ عقل آئی تعلیم و تادیب سے
یہ آزادی ایسی، تو تاریخ ہے　　کہ "آزادی اخلاق و تہذیب سے" ۱۹۴۸ء

اندازہ فرمایا آپ نے طبیعت کی رسائی اور رشحات کی موزونیت وصفائی کا! اسی طرح ان کے بے شمار برمحل اور موزوں پرمعنی مادہ ہائے تاریخ بہت ملیں گے۔ ان تبرکات کو پیش کرنے کے بعد آخر میں مجھے مختصر طور پر یہ عرض کرنا ہے کہ میں نے جو بار بار حضرت مولانا الحاج مولوی حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کو درویش اور صوفی کہا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ تعلق مع اللہ کے نقوش جس قلب پر کچھ گہرے مرتسم ہوتے ہیں۔ اُس کے جذبات کا پیک سبک رفتار معارف وعرفان کی منزلوں پر گامزن رہتا ہے۔ وہ حصول علم کے شغل میں ہو، یا فنون وحرفہ کے کسب واکتساب میں مشغول۔ اس کی قلبی توجہ ذات باری کی طرف رہتی ہے۔ "دل بہ یار دست بکار" ذکر وشغل، عبادات وریاضات اس کے اصل تصور کا مرکز اور اصول حق اس کا حقیقی مقصد ہوتا ہے۔ جس کے لئے اولیا ء اللہ اور متصوفین باصفا کے سرگروہوں نے مختلف طریقے ریاضت سلوک کے مقرر اور تعلیم فرمائے ہیں۔ قادری صاحب کو بھی اپنے مرشد کامل حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے "فنائے باطن اور نزہت وپاکیزگی قلب کے سبق حاصل ہوئے۔ جن سے ان کے فطری ذوق نے کما حقہٗ فائدہ اٹھایا اور ان کو اپنے پیر روشن ضمیر سے خرقۂ خلافت واجازت بھی عطا ہوا۔ جس سے انہوں نے کبھی خود کو پیر بنانا تو برداشت نہ کیا لیکن سلسلہ نقشبندی کے طریقہ پر حلقہ و ذکر سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر فکر ومراقبہ سے مستقلاً فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ اب کئی سال سے پورے طور پر ظاہری ہوش وحواس میں رہتے ہوئے ہمہ وقت مستغرق الحال تھے اور اکثر خاموش توجہ میں مشغول رہتے تھے۔ گویا اس توجہ الی اللہ نے شہود کی کیفیات سے سرشار کردیا تھا اور ان کا قلب انوار الٰہی اور حب رسول کی تنویر سے منور ہوچکا تھا۔ اسی کا اثر اور کیف آخر ان کی اصل منزل کی طرف رہنما ہوا اور انہوں نے نہایت پاکیزہ زندگی گزار کر کھلی آنکھوں سے دیکھنے والوں کے سامنے ہزارہا انوار وبرکات کے سایہ میں سفر کرتے ہوئے ۱۶ر جون ۱۹۶۴ء کو عین عصر کے وقت آغوش رحمت میں جا آرام کیا۔

ویبقیٰ وجہ ذوالجلال والاکرام

○

محمد ایوب قادری

پروفیسر حامد حسن قادری

۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ ایک روز انجمن ترقی اردو کراچی کے پندرہ روزہ اخبار قومی زبان میں مندرجہ ذیل مختصر سی خبر شائع ہوئی۔

"اردو کے مشہور نقاد اور داستانِ تاریخ اردو کے مصنف مولانا حامد حسن قادری مستقل طور پر آگرہ سے کراچی تشریف لے آئے ہیں۔ مولانا حامد حسن قادری اس پیرانہ سالی میں بھی جواں ہمتی کے ساتھ تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہیں۔"

(قومی زبان مجریہ ۱۶ فروری ۱۹۵۵ء)

اس خبر کو پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی میں ان کی معرکہ آرا تصنیف "داستان تاریخ اردو" متعدد بار پڑھ چکا تھا اور ان کے علم و فضل اور تحقیق و تنقید سے بہت متاثر تھا خیال ہوا کہ اب اس محقق و فاضل سے براہ راست استفادہ کا موقع مل سکے گا۔ دن اور مہینے گزرے مگر ملاقات کا کوئی موقع دستیاب نہ ہو سکا۔

اتفاق سے ایک روز مکتبہ فریدی (اردو کالج کراچی) کے مالک فریدی صاحب نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے انٹرمیڈیٹ اور بی اے کی فارسی کتابوں نقش تازہ (حصہ نظم) اور حرف نو (حصہ نظم) کی شرحیں چھپوائی ہیں میں ان کتابوں کی کاپیاں اور پروف پڑھ دوں۔ میں نے آمادگی ظاہر کردی چنانچہ انہوں نے یہ کام میرے سپرد کر دیا۔ ان کتابوں پر شارح کا نام درج تھا مگر مطالب کی وضاحت و تشریح اور سلیس و سادہ انداز بیان سے شارح کا پختہ کار استاد اور ادیب و نقاد ہونا معلوم ہوتا تھا۔ ان کتابوں کے آخر

شعرا و مصنفین کے حالات بھی شارح نے شامل کر دیئے تھے۔

کسی شاعر کے حالات میں کسی واقعہ کا سن غلط درج تھا پروف پڑھنے کے بعد میں نے فریدی صاحب
سے کہا کہ اصل مسودہ میں یہ سنہ غلط لکھا ہوا ہے اگر آپ کہیں تو درست کر دوں اس پر انہوں نے کہا کہ
رح بہت عالم و فاضل ہے میں نے کہا کہ درست ہے مگر یہ واقعہ تو اسی سنہ میں ہوا ہے اس کو کیا کریں
ں نے یہی بات پروفیسر حامد حسن قادری صاحب سے دہرا دی قادری صاحب نے میری بات کی توثیق و
ید کی اور کہا کہ پروف ریڈر نے صحیح نشان دہی کی ہے اب فریدی صاحب نے مجھے بتا دیا کہ ان کتابوں
شارح پروفیسر حامد حسن قادری صاحب ہیں، انہوں نے آپ کی اس تصحیح کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا
، اور خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ ان سے مل لیں مجھے اس پیغام سے بہت مسرت ہوئی کیونکہ میں تو پروفیسر
مد حسن قادری سے ملنے کا خود ہی مشتاق تھا۔

چنانچہ ایک روز میں قادری صاحب کی قیام گاہ (جہانگیر روڈ ایسٹ) جہاں وہ اپنے صاحبزادے خالد حسن
دری صاحب کے ساتھ مقیم تھے حاضر ہوا۔ انہوں نے بڑی شفقت و محبت سے پذیرائی فرمائی۔ میرے حالات
چھتے رہے جب انہیں معلوم ہوا کہ میرا تعلق قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) اور بدایوں سے ہے تو انہوں نے اور بھی دلچسپی
ظہار فرمایا۔ قادری صاحب کا وطن مالوف قصبہ بچھراؤں (ضلع مراد آباد، یوپی) ہے وہ اس قصبہ کے
مرفہ الحال فریدی فاروقی خاندان میں مارچ ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے ان کے والد مولوی احمد حسن
ت ۲۰ صفر ۱۳۳۱ھ) رام پور میں وکیل تھے قادری صاحب کی تعلیم و تربیت بھی رام پور میں ہی ہوئی۔ ان کے
دادا مولوی محمود عالم (ف ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ م ۱۱ مارچ ۱۸۶۷ء) بریلی کے مشہور صوفی بزرگ شاہ نیاز احمد
ت ۱۲۵۰ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ جب اس ملاقات میں ان کے پردادا مولوی محمود عالم اور ان کے دوسرے
ھائیوں مقصود عالم، منصور عالم، فضل عالم اور بچھراؤں کے دوسرے علما و اکابر مثلاً مولوی محمد علی
صیلدار (ف ۱۲۶۸ھ) مولوی عبداللہ بچھراؤنی، مولوی نور الہدیٰ مؤلف انوار الرحمٰن و مرید و خلیفہ
دنی عبدالرحمٰن موحد لکھنوی (ف ۱۲۴۵ھ) پروفیسر محمد محسن فاروقی (ف ۱۹۳۰ء) وغیرہ کا ذکر ہوا تو قادری
صاحب فرمانے لگے کہ بھئی آپ تو میری تین پشتوں سے واقف ہیں۔

پھر کافی دنوں کے بعد قادری صاحب کے کوارٹر کی طرف سے گذر ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا
، قادری صاحب ناظم آباد میں کہیں منتقل ہو گئے ہیں غرض ناظم آباد پہنچا۔ اس موقعہ پر قادری صاحب نے
یک مختصر سا کتابچہ بعنوان "جواہر المناقب فی الذکر امام جعفر صادق" مولفہ بخشی مصطفیٰ علی خاں نقشبندی
رحمت فرمایا۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب میں امام جعفر صادق کے حالات مستند مآخذ کی روشنی میں قلم بند

گئے ہیں اور اس منظوم و مشہور روایت کی تغلیط کی ہے جو داستان عجیب کے نام سے ۲۲ رجب کو جعفر صادق کی نیاز کے موقع پر پڑھی جاتی ہے اور یہ نیاز "رجب کے کونڈوں" کے نام سے مشہور ہے - داستان عجیب کو کسی مجہول الحال شخص محمد جمیل مراد آبادی نے نظم کیا ہے - قادری صاحب نے اس پر ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے جس میں انہوں نے بتایا کہ یہ نیاز ۱۹۰۶ء میں ریاست رام پور میں امیر مینائی (ف ۱۹۰۰ء) کے خاندان سے نکلی اس سے قبل اس کا کہیں رواج نہیں تھا - واقعہ بھی یہی ہے - اسی زمانے میں یہ نیاز قلعہ رام پور سے جاری ہوئی نواب حامد علی خاں رئیس رام پور اپنی ایک منظور نظر سے ناراض ہو گئے تھے اس نے نواب صاحب کو منانے کے لئے یہ امام صاحب سے منسوب کرکے یہ نیاز جاری کی - نواب صاحب نے اس نیاز میں شرکت کی - بس پھر کیا تھا کرامت کا شہرہ ہو گیا اور ملازمین قلعہ میں اس کا شیوع ہوا - قلعہ سے نکل کر شہر رام پور اور قرب و جوار کے اضلاع میں رواج پذیر ہوئی اور آج تو باقاعدہ اس نے ایک تیوہار کی شکل اختیار کر لی ہے، میں نے اس سلسلہ میں مولوی حکیم عبدالغفور (ف ۱۴ر اگست ۱۹۶۴ء) کے ایک مقالہ مطبوعہ صحیفہ اہل حدیث کراچی کی نشاں دہی کی - قادری صاحب نے صحیفہ اہل حدیث کا یہ شمارہ مجھ سے خاص طور سے منگوایا اور حکیم صاحب کا یہ مضمون دلچسپی سے ملاحظہ فرمایا -

اس مرتبہ گفتگو کا موضوع خود ان کی کتاب داستان تاریخ اردو رہی - میں نے اس میں بعض تاریخی تسامحات کی نشان دہی کی کہ آپ نے ولسن گردی کے واقعہ ۱۸۴۷ء سے قبل احمد اللہ مدراسی کو شہید کرا دیا ہے حالانکہ وہ ۱۸۴۷ء کے دس گیارہ سال بعد جنگ ۱۸۵۷ء میں مجاہدانہ کارنامے انجام دے کر شہید ہوئے - اسی طرح مولانا فضل حق خیرآبادی (ف ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) کو نولکشور پریس کے پروف ریڈروں میں شامل کر دکھایا ہے حالانکہ ۱۸۵۸ء میں جلا وطن ہو کر مولانا جزائر انڈمان پہنچ چکے تھے اور اس کے بعد مطبع نولکشور لکھنؤ قائم ہوا - قادری صاحب نے میرے معروضات کو نہایت توجہ اور غور سے سنا اور افسوس کرنے لگے کہ بعض ناقابل اعتبار مآخذ پر اعتماد کرنے کی وجہ سے کتاب میں یہ خامیاں رہ گئیں اور فرمانے لگے کہ اس قسم کی غلطیوں کی ایک مکمل فہرست بنا دیجئے -

قادری صاحب کی دیانت داری اور حسن معاملہ کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ داستان تاریخ اردو ۱۹۴۱ء میں آگرہ میں طبع ہوئی تھی اس کے ناشر آگرہ کے مشہور تاجر کتب لکشمی نرائن اگروال تھے اور اس کا حق اشاعت بھی ان ہی کے پاس تھا پاکستان میں آنے کے بعد متعدد ناشرین نے قادری صاحب سے رجوع کیا کہ ہم اس کتاب کو شائع کرنا چاہتے ہیں آپ اجازت دیدیجئے پاکستان میں قانونی طور سے کوئی پابندی نہیں ہے مگر آپ نے جواب دیا کہ نہیں اخلاقی طور سے تو پابندی ہے - پھر آگرہ ہی سے

۱۹۵۷ء میں اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا۔

ناظم آباد میں قادری صاحب سے اکثر ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ مختلف عناوین پر گفتگو ہوتی تھی۔ نہایت مختصر اور جامع و مانع جواب ملتا تھا۔ کبھی تو ہلکی مسکراہٹ ہی سے مضمون ادا فرما دیتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ مجھے رقعات ابو الفضل پڑھا دیجئے۔ مگر راضی نہ ہوئے میں نے ہفتہ میں صرف دو دن کی اجازت چاہی اس پر بھی تیار نہ ہوئے اور کہنے لگے کہ بھئی اب سوائے اللہ اللہ کرنے کے کوئی اور کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

قادری صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری سے بیعت تھے ان کے نقشبندی احباب کا ایک ہفتہ وار یا ماہانہ اجتماع غالباً صدر (کراچی) میں ہوتا تھا اس میں باقاعدہ شریک ہوتے تھے اس حلقہ کی طرف سے حضرت علی پوری کے مکتوبات و ملفوظات شائع ہوئے۔ قادری صاحب نے یہ دونوں کتابیں مجھے پڑھنے کے لئے مرحمت فرمائیں۔ رام پور کے نقشبندی سلسلہ کے دو اجل بزرگ حافظ جمال اللہ (ف ۱۲۰۹ھ) اور حضرت درگاہی میاں (ف ۱۲۲۶ھ) کے حالات فارسی زبان سے اردو میں مجمع الکرامات کے نام سے قادری صاحب نے ترتیب دیئے تھے میری درخواست پر انہوں نے یہ کتاب رام پور سے منگوا کر مرحمت فرمائی۔ قادری صاحب کا زیادہ وقت اوراد و اذکار اور اپنے سلسلہ کی خدمت میں گزرتا تھا۔

میں بالعموم علی الصبح ٹہلنے نکل جاتا ہوں۔ ایک روز منگھوپیر روڈ پر قادری صاحب سے ملاقات ہو گئی اس روز وہ بھی اسی طرف ٹہلنے کے لئے نکل آئے تھے فرمانے لگے بھئی خوب ملے، میں آپ کو خط لکھنے والا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حکم! فرمانے لگے کہ اعظم الدولہ محمد میر خاں سرور کی مثنویات کا ایک مجموعہ ہاتھ لگا ہے۔ اس سلسلہ میں علی گڑھ سے فرخ جلالی بدایونی صاحب نے لکھا ہے کہ محمد میر کا حال آپ کی کتاب علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) میں ہے میں اس کتاب کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ وقائع عبدالقادر خانی میں جن محمد میر خاں کا ذکر ہے وہ دوسرے بزرگ ہیں البتہ اعظم الدولہ محمد میر خاں سرور اور ان کی مثنویات کا مفصل ذکر مقالات شروانی میں موجود ہے فرمانے لگے بھئی بہت خوب! پھر ارشاد فرمایا کہ یہ کتابیں فراہم کیجئے میں نے دونوں کتابیں پیش کر دیں ہفتہ عشرہ کے بعد کتابیں واپس کر دیں۔ وقائع عبدالقادر خانی کے متعلق بہت اچھے خیالات کا اظہار فرمایا۔

خاکسار کا ایک مفصل مضمون مولانا محمد احسن نانوتوی (ف ۱۳۱۲ھ) پر العلم (کراچی) میں تین قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ مولانا محمد احسن نانوتوی اپنے زمانے کے نامور عالم، مدرس اور مصنف تھے انہوں نے بریلی میں مطبع صدیقی قائم کر کے علم و ادب کی بڑی خدمت انجام دی وہ بریلی کالج میں عربی و فارسی کے پروفیسر تھے انہوں نے زاد المخدرات، نافعہ خریداران وغیرہ کتابیں لکھیں (احیاء العلوم (غزالی) اغاثۃ اللہفان (ابن قیم) عقد الجید (شاہ ولی اللہ) الانصاف (شاہ ولی اللہ) کنز الدقائق وغیرہ کتابوں کے ترجمے کئے تھے جب یہ مضمون

پروفیسر حامد حسن قادری صاحب کی نظر سے گزرا تو مندرجہ ذیل گرامی نامہ ارسال فرما کر ذرہ نوازی فرمائی ۔

کراچی ناظم آباد ۵ ای ۲/۲۳ ۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

۷۸۶
۹۲

مکرمی قادری صاحب اسلام علیکم

العلم (کراچی) میں مولانا محمد احسن نانوتوی پر آپ کا ایک مفصل مضمون نظر سے گزرا ۔ بہت خوشی ہوئی آپ نے بہت محنت اور تحقیق سے نانوتوی صاحب کے حالات لکھے ہیں ۔ اللھم زد فزد ، میں چاہتا ہوں آپ اس کا خلاصہ کر دیں تاکہ میں اپنی کتاب داستان تاریخ اردو میں شامل کر سکوں فقط

احقر حامد حسن قادری

میرے ہم وطن عالم مفتی عبدالحفیظ حقانی (ف ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء) بحیثیت خطیب و مفتی شاہی جامع مسجد آگرہ میں ایک مدت تک رہے تھے مفتی صاحب اور قادری صاحب میں بہت اچھے تعلقات تھے اکثر کراچی میں بھی قادری صاحب مفتی حقانی صاحب سے ملنے جاتے تھے ۔ مفتی صاحب کراچی میں آنے کے بعد جناح مسجد میں خطیب مقرر ہو گئے ایک مرتبہ خود میری موجودگی میں قادری صاحب جمعہ کی نماز کے بعد مفتی صاحب سے ملنے جناح مسجد تشریف لے گئے دیر تک علماء سلف کا ذکر خیر ہوتا رہا ۔ مفتی عبدالحفیظ صاحب کا ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء میں ملتان میں انتقال ہوا تو میں نے قادری صاحب سے درخواست کی کہ آپ مفتی صاحب کی تاریخ انتقال لکھ دیں اس کے جواب میں قادری صاحب نے مندرجہ ذیل مکتوب گرامی مرحمت فرمایا ۔

کراچی ناظم آباد ۵ ای ۲/۲۳ ۔ ۲۹ر اگست ۱۹۵۹ء

۷۸۶
۹۲

جناب مکرم محمد ایوب قادری صاحب اسلام علیکم

حسب فرمائش تواریخ وفات حضرت مولانا مفتی عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیش کرتا ہوں ۔ اور تاخیر تعمیل سے شرمندہ ہوں ۔

مجھے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے علاوہ ان کے علم و فضل اور اخلاق و الطاف کے اس وجہ سے بھی خاص تعلق تھا کہ مفتی صاحب میرے پیر بھائی تھے یعنی میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رضی اللہ عنہ کے مفتی صاحب مرید تھے انہوں نے خود مجھ سے یہ بات کہی بھی تھی اور آگرہ میں ہمارے مکان پر جو ہفتہ وار حلقہ نقشبندیہ مجددیہ ہوتا تھا اس میں بھی مفتی صاحب شریک ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پاک پر رحمتیں نازل فرماتے رہیں ۔ آمین ۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

۷۸۶
۹۲

ھو اللہ وہاب غفور

۱۳۷۷ھ

مآثر تواریخ

۱۹۵۸ء

وفات حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحفیظ صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ

غریق رحمت

۱۹۵۸ء

ذو فضل علی العالمین (قرآن مجید)

۱۹۵۸ء

مفتی عبدالحفیظ صاحب آج پردہ فرما کے حق سے ہیں واصل
نیک دل، نیک طبع، نیک اوصاف سر بسر پاک جان و روشن دل
واعظ خوش بیان و بحر علوم صاحب فیض و فاضل کامل
تربت پاک ان کی نورانی رشک خلد ان کی اولیں منزل

قادری نے بھی ان کا سال وصال
لکھ دیا "وصل ذات کا حاصل"

۱۳۷۷ھ

قادری صاحب مرحوم کو تاریخ نکالنے میں خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا انہوں نے تقریباً پونے تین ہزار تاریخیں کہی ہیں جو چار مجلدات میں قلمی صورت میں موجود ہیں۔ خاکسار نے بھی دو جلدوں کی زیارت کی ہے قادری صاحب نے دو سو سے زیادہ تو تاریخیں آیات قرآنی سے نکالی ہیں۔ میں نے اپنے چھوٹے بھائی عزیزی محمد نعمت اللہ قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کی شادی کے موقع پر قادری صاحب سے سرسری طور پر ذکر کیا کہ اگر آپ کوئی قطعہ تاریخ مرحمت فرما دیں تو سہروں کے مجموعہ میں شامل کر دوں۔ تیسرے یا چوتھے روز ڈاک سے ایک خط کے ساتھ مندرجہ ذیل قطعات تاریخ وصول ہوئے۔

۷۸۶
۹۲

مکرمی اسلام علیکم

حسب طلب دو قطعات تاریخ ارسال خدمت ہیں ۔ رسید سے مطلع فرمایئے ۔ اگر کسی روز ادھر آنا ہو تو کتاب "انوارالرحمن" لیتے آیئے ، شکر گزار ہوں گا ۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

۵ رمئی ۱۹۶۰ء

تواریخ جلوہ مسرت

۱۹۶۱ء

(۱)

سجی ہے محفل شادی کھلے ہیں پھول سہرے کے ۔۔۔ وہ جلوہ ہے کہ جی چاہے ہمیشہ دیکھتے رہیئے

بتائید دل شاد ، اس کی تاریخ مسرت زا" ۔۔۔ " عروسیٔ محمد نعمت اللہ قادری " کہیئے

۱۳۸۰ھ

(۲)

محمد نعمت اللہ قادری تم کو مبارک ہو ۔۔۔ نمود نعمت و احسان رب سہرے کے پھولوں میں

تمہاری کتخدائی کی یہی تاریخ موزوں ہے ۔۔۔ " ہے جلوہ ریز اب عیش وطرب سہرے کے پھولوں میں"

۱۳۸۰ھ

مولوی خصلت حسین صابری بی اے (رٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس) مشہور صوفی بزرگ حضرت منشی ولایت علی خاں المعروف بہ شاہ عزیز صفی پوری کے مرید ہیں ۔ وہ اپنے سلسلہ کے مشائخ اور خاص طور سے اپنے شیخ طریقت حضرت عزیز صفی پوری کا لٹریچر طبع و شائع کرتے رہتے ہیں ۔ انہوں نے اپنے شیخ کے کلام کی تشریح و توضیح میں ایک کتاب " نغمات اسرار" مرتب کی ، اور پروفیسر حامد حسن قادری صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس کو دیکھ لیں اور دیباچہ وغیرہ لکھ دیں ، قادری صاحب نے از اول تا آخر کتاب مذکور کو پڑھا اور بعض جگہ اس کو درست بھی کیا مگر از قسم دیباچہ کچھ لکھ کر نہ دیا ۔ البتہ صابری صاحب کی ایک دوسری کتاب " انوارالصفار" پر مندرجہ ذیل قطعات تاریخ لکھے ہیں ۔ یہ کتاب ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ۔ اس لئے یہ قطعات یہاں نقل کئے جاتے ہیں ۔

انشار تقریظ

۱۹۶۲ء

معدن تواریخ

۱۳۸۱ھ

گل فشان فیض

۱۳۸۱ھ

تالیف لطیف " انوار الصفا " مؤلفہ جناب محترم محمد خصلت حسین صابری

(۱)

آمد از فیض جناب صابری — ابر گوہر بار انوار الصفا
گشت از اذکار خاصان خدا — بحر فیض آثار انوار الصفا
گشت از اقوال و ملفوظات پاک — مخزن اسرار انوار الصفا
رحمت آمد عند ذکر الصالحین — گشت پر انوار انوار الصفا

قادری ہم سال تالیفش بگفت
رحمت بسیار انوار الصفا

۱۳۸۱ھ

(۲)

ہست از کلک جناب صابری — فضل و لطف داور انوار الصفا
سال تالیفش زکلک قادری — آمدہ سرتاسر انوار الصفا

۱۳۸۱ھ

(۳)

یہ صابری نے لکھا حال و قال اہل صفا
کہ جس میں رشد و ہدایت ہے فیض و رحمت ہے
یہ قادری نے بھی تالیف کی لکھی تاریخ
کہ " واہ واہ ! یہ سرچشمۂ طریقت ہے "

۱۳۸۱ھ

(۴)

دین و دنیا کے مصالح سے ہے معمور کتاب
فیض یہ ہے ، برکت یہ ہے ، کرامت یہ ہے
سال ہجری میں یہ تالیف کی یہ تاریخ ہوئی
" واہ رنگ مئے عرفان حقیقت یہ ہے "

۱۳۸۱ھ

(۵)

عیسوی سال میں بھی قادری اک ہو تاریخ

"واہ مقصود گل نخل شریعت یہ ہے"

۱۹۶۲ء

ایک روز میں نے قادری صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت آپ نقشبندی مجددی طریقہ کے صاحب سلسلہ شیخ ہیں پھر نقشبندی کی بجائے قادری کیوں لکھتے ہیں۔ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ بھئی یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نہ قادری تھا اور نہ نقشبندی، میں نے جب لکھنا شروع کیا اور میری چیزیں اخبار اور رسالوں میں چھپیں تو میں نے اپنے نام کے ساتھ کوئی نسبت لگانی ضروری سمجھی اور قادری لکھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اسی روایت کو نبھا رہا ہوں۔

قادری صاحب نے کراچی میں کسی علمی یا ادبی جلسے میں شرکت نہیں کی۔ لوگوں نے کھینچنا بھی چاہا مگر ہمیشہ محترز رہے ۱۹۶۱ء میں کراچی میں جشن جوش منایا گیا۔ ماہنامہ افکار نے اس موقع پر ایک نمبر شائع کیا۔ یہ تقریب "عبدالخالق عبدالرزاق سگریٹ والوں" کے یہاں منائی گئی اس کی صدارت کے لئے پہلے کسی سرکاری عہدیدار کا نام تجویز ہوا۔ ان کے انکار پر پروفیسر حامد حسن قادری کے لئے صدارت تجویز ہوئی۔ اس تقریب کے روح رواں جناب مبین الحق صدیقی صاحب تھے جشن جوش کے تمام رسمی و غیر رسمی مشورے ان ہی کے دولتکدے پر ہوتے تھے مولوی اعجاز الحق قدوسی اور حسام الدین راشدی صاحب نے اس کمیٹی میں میرا نام بھی شامل کرا دیا تھا طے ہوا کہ پروفیسر حامد حسن قادری صاحب سے صدارت کے لئے درخواست کی جائے اور مجھے اس کام پر مامور کیا گیا۔ میں نے کمیٹی میں ان کے جلسوں میں عدم شرکت کے رجحان کا ذکر کیا۔ مگر رازق الخیری صاحب نے پیش کش کی کہ وہ میرے ساتھ جائیں گے اور انشاء اللہ قادری صاحب کو صدارت کے لئے ضرور تیار کر لیں گے۔ چنانچہ ہم دونوں قادری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رازق الخیری صاحب نے ہر وہ نسخہ استعمال کیا جو اس موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر انہوں نے ہنستے ہوئے معذرت کر لی۔ اور فرمایا کہ بھئی میں تو ہمیشہ جشن و جلوس سے بھاگتا رہا اور اب آخر میں کیا اس جشن جوش میں شرکت کروں گا۔

غالباً اکتوبر یا نومبر ۱۹۶۲ء کی بات ہے کہ غلام حسین اظہر صاحب لاہور سے تشریف لائے جو ماہنامہ سیارہ (لاہور) سے متعلق تھے انہوں نے کراچی کے ممتاز اہل قلم اور دانشوروں کے انٹرویو لئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اظہر صاحب ایک مرتبہ قادری صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ مگر قادری صاحب کچھ زیادہ کھلے نہیں تھے انہوں نے دوسری مرتبہ میری معیت میں قادری صاحب کے یہاں جانا طے کیا اور ہم دونوں قادری صاحب کے

یہاں حاضر ہوئے، مجھ سے شکایت کی کہ بہت دنوں میں ملے میں نے عرض کیا کہ آپ کا موجودہ مکان مجھے معلوم نہ تھا اس لئے شرف ملاقات سے محروم رہا۔ اب اظہر صاحب کی معیت میں حاضر ہوا۔ اظہر صاحب نے داستان تاریخ اردو کے سلسلہ میں چند سوال کئے انہوں نے بہت مختصر جواب دیئے۔ مغرب کا وقت قریب تھا اس لئے ہم اجازت لے کر چلے آئے۔ چلتے وقت مجھ سے فرمایا کہ کبھی کبھی ہو جایا کرو۔ میں نے کہا بہت اچھا، مگر افسوس کہ پھر کبھی حاضری کا موقع نہ ملا اور قادری صاحب سے یہ میری آخری ملاقات تھی۔

مئی و جون ۱۹۶۴ء میں میں اپنے مخلص دوست مولوی ثنار الحق صاحب کی معیت میں گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے ایبٹ آباد چلا گیا۔ ۷ رجون ۱۹۶۴ء بروز یکشنبہ ایک بجے کی خبروں میں ریڈیو سے ثنار الحق صاحب نے صرف اتنا سنا۔

"۔۔۔ صاحب کا انتقال ہوگیا، بہت سی کتابوں کے مصنف تھے ان کی کتابوں
میں "داستان تاریخ اردو" مشہور ہے"

جب میں بازار سے خواجہ ہوٹل واپس آیا تو ثنار الحق صاحب نے فرمایا کہ پروفیسر حامد حسن قادری صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ سنتے ہی سکتہ سا ہوگیا، مرحوم کی نورانی صورت آنکھوں میں پھرنے لگی۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

قادری صاحب شعر و سخن کا بہت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے حاجی خصلت حسین صابری صاحب نے قادری صاحب کی ایک غزل مرحمت فرمائی ہے جو حضرت عزیز صفی پوری کی فارسی غزل کا ترجمہ ہے۔ ہم دونوں غزلیں تبرکاً ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

غزل مسلسل فارسی، از منشی محمد ولایت علی ولاؔیت معروف بہ محمد عزیز اللہ شاہ المتخلص عزیزؔ صفی پوری

عشق من حسن تو ہر یک بکمالست اِلاَّ — وصل من با تو ہمہ عمر محالست اِلاَّ
گر تو خواہی نہ محالست بیا آور بہ بخواں — کہ دل غمزدہ را شوق وصالست اِلاَّ
تو نیائی و نخوانی کہ نداری سر من — وز تو ام ہر نفس ایں رنج و ملالست اِلاَّ
عاشق آں بہ کہ ز معشوق شکایت نکند — لو جرم ناطقہ ام پیش تو لالست اِلاَّ
تا کجا ضبط کنم چند شکیبا باشم — خود بیندیش کہ بیدل بچہ حالست اِلاَّ
تو نیندیشی در وزے بدہم جاں بفراق — زیستن بے تو ازیں پس د مجالست اِلاَّ
روز کے چند باُمید تو در تاب و تبم — زندگانیم بہ ہجر تو وبالست اِلاَّ
داد رپاک تو اند کہ دلت نرم کند — سوئے من آئی و ایم نجیالست اِلاَّ

تپش دل نگذارد کہ خرابی نکنم دیدہ مشتاق بدیدار جالست اِلاّ
تو نہ آئی کہ کنی ایں ہمہ باور نہ عزیز
زانکہ در وعدہ تو ہر مہ وسالست اِلاّ

غزل مسلسل اردو (ترجمہ غزل مندرجہ بالا) از پروفیسر حامد حسن قادری نور اللہ مرقدہٗ

میری الفت میں کوئی شک نہیں اصلا لیکن
وصل کی تیرے بر آئی نہ تمنا لیکن
تو جو چاہے تو بلالے مجھے یا خود آجائے
کہ تیرے ہجر میں دشوار ہے جینا لیکن
تو نہ آئے نہ بلائے تجھے کیا پروا ہے
دل سے میرے یہ نکلتا نہیں کانٹا لیکن
یہی بہتر ہے کہ عاشق نہ کرے کچھ شکوہ
وہی اولیٰ ہے جو ہے مرضیٔ مولیٰ لیکن
ضبط کی بھی کوئی حد ہوتی ہے آخر کبتک
تو ہی خود سوچ کہ کیا حال ہے میرا لیکن
کیا پڑی تجھ کو کہ سوچے کوئی مرتا مرجائے
یہی شاید مری قسمت کا ہے لکھا لیکن
چند روز اور بھی امید بندھی رکھتا ہوں
گو بظاہر نہیں اس غم کا مداوا لیکن
رحم آجائے تجھے خوف خدا سے شاید
گرچہ موہوم سی ہے یہ بھی تمنا لیکن
دل کے ہاتھوں سے ہوں مجبور اسے چین نہیں
تیری فرقت میں تڑپتا ہے یہ کیا کیا لیکن
جب تجھے اس کا یقیں ہی نہیں پھر کیا امید
گرچہ امید پہ قائم ہے یہ دنیا لیکن
تو کبھی وعدہ بھی کرلے تو بھروسا کیا ہے
یا دا گر ہوتا ہے وعدوں میں ترے یا لیکن

انجمن ترقی اردو کی نئی مطبوعات

مقالات گارساں دتاسی
گارساں دتاسی نے اردو زبان کے مراکز سے بہت دور رہ کر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو اردو کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ گارساں دتاسی کے مقالات میں اردو زبان وادب کے ایک خاص دور کی مکمل تاریخ ملتی ہے۔ نیا ایڈیشن مشہور عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی نظرثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ حصہ اول ۸/-

خطبات عبدالحق
یہ بابائے اردو کی صدارتی تقریروں اور لکچروں کا مکمل مجموعہ ہے۔ جس میں اردو زبان وادب کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ شروع میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا پیش لفظ ہے۔
قیمت گیارہ روپے

کاروانِ صحافت
اس میں مصنف نے اردو صحافت کی تاریخ کے بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ جن پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ مختلف مقالات کا مجموعہ ہے لیکن موضوع کی یکسانیت اسے مستقل تصنیف کا درجہ عطا کرتی ہے۔
قیمت :- چار روپے

سب رس
یہ کتاب سلطان عبداللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے۔ اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت محنت اور تحقیق کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے شروع میں بابائے اردو کا محققانہ مقدمہ اور آخر میں فرہنگ الفاظ بھی شامل ہیں۔
قیمت :- چھ روپے

سودا
اردو تنقید و تحقیق میں شیخ چاند کی ذات شعلۂ مستعجل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرحوم نے بہت کم عرصے میں بعض ایسی تحریریں ہمارے ادب کو دیں جو علمی وادبی اعتبار سے بہت بلند پایہ ہیں۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ جس میں مرزا رفیع ا۔ کے حالات زندگی اور کلام پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی، اب دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا ہے
قیمت :- سات روپے

انتخاب جدید
اس مجموعہ میں عہدِ حاضر کے پچاس سے زائد شعراء کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔ اردو شاعری کے جدید تر رجحانات کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔
قیمت :- پانچ روپے

محمد حسین آزاد
یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس پر مصنف کو کراچی یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند عطا کی ہے۔ فاضل مصنف نے اس میں مولانا آزاد کے حالات زندگی اور ان کی ادبی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔
قیمت :- جلد اول آٹھ روپے جلد دوم ساڑھے ۹

وضع اصطلاحات
یہ کتاب اردو کے نامور انشاپرداز و عالم مولوی وحیدالدین سلیم مرحوم نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اور اس کے اصول قائم کئے گئے ہیں۔ اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی دوسری کتاب موجود نہیں ہے۔
قیمت :- پانچ روپے ۵۰ پیسے

ابوسلمان شاہجہانپوری

نئے خزانے

جنوری، فروری ۶۵ء کے اخبارات و رسائل کا اشاریہ

ماہنامہ البلاغ بمبئی جنوری فروری ۶۵ء | ماہنامہ جوار بھاٹا دہلی جنوری۔فروری ۶۵ء | ماہنامہ معارف اعظم گڑھ جنوری۔فروری ۶۵ء
〃 الرحیم حیدرآباد 〃 〃 | 〃 چراغ راہ کراچی 〃 〃 | 〃 مولوی دہلی 〃 〃
〃 الجامعہ [illegible] شریف 〃 〃 | 〃 خیابان پشاور خاص نمبر | 〃 ماہ نو کراچی 〃 〃
〃 اردو ڈائجسٹ لاہور فروری | ماہنامہ رہنمائے تعلیم دہلی جنوری۔فروری ۶۵ء | — مجلہ علمی لاہور جولائی ۶۴ء
〃 افکار کراچی ۱۶۱ | 〃 زندگی رامپور 〃 〃 | ماہنامہ نئی قدریں حیدرآباد شمارہ ۱۰۔۱۱، ۶۵ء
〃 انوار اسلام۔رام نگر (بنارس) دسمبر و فروری ۶۵ء | 〃 سب رس حیدرآباد ہاشمی نمبر | 〃 نقش کراچی 〃 فروری ۶۵ء
〃 آجکل دہلی جنوری۔فروری ۶۵ء | 〃 ساقی کراچی جنوری۔فروری ۶۵ء | 〃 ہمدرد صحت کراچی 〃 〃
〃 اورینٹل میگزین لاہور 〃 〃 | 〃 شان ہند دہلی 〃 〃 | ہفتہ وار چٹان لاہور جنوری 〃
〃 برہان دہلی جنوری 〃 | 〃 شاہکار الہ آباد نمبر ۴۰ | 〃 المنبر لائل پور
〃 بہائی میگزین لاہور 〃 〃 | 〃 شاعر بمبئی جلد ۳۵ نمبر ۱۲ | 〃 صدق جدید لکھنؤ 〃 〃
〃 پیام عمل 〃 〃 | 〃 صبا حیدرآباد دسمبر۔جنوری ۶۵ء | 〃 لاہور لاہور 〃 〃
〃 پونم حیدرآباد دکن 〃 〃 | 〃 صحیفہ لاہور 〃 〃 | 〃 ملاپ حیدرآباد 〃 〃
〃 تاج کراچی 〃 〃 | 〃 صبح امید بمبئی جنوری۔فروری ۶۵ء | 〃 ہماری زبان علی گڑھ 〃 〃
〃 تہذیب لاہور 〃 〃 | 〃 طلوع اسلام لاہور — | 〃 سہ روزہ مدینہ بجنور 〃 〃
〃 ترجمان القرآن لاہور 〃 〃 | 〃 عصمت کراچی جنوری | روزنامہ انجام کراچی 〃 〃
〃 تحریک دہلی 〃 〃 | 〃 فکر و نظر 〃 〃 | 〃 امروز لاہور 〃 〃
〃 تخیل کراچی 〃 〃 | 〃 فاران 〃 〃 | 〃 جنگ کراچی 〃 〃
〃 تجلی دیوبند 〃 〃 | 〃 فروغ اردو لکھنؤ 〃 〃 | 〃 حریت 〃 〃
〃 ثقافت لاہور 〃 〃 | 〃 قومی زبان کراچی 〃 〃 | 〃 کوہستان لاہور 〃 〃
〃 جامعہ دہلی 〃 〃 | 〃 کتاب لکھنؤ 〃 〃 | 〃 مشرق 〃 〃
〃 جام نو کراچی 〃 〃 | 〃 کتابی دنیا کراچی 〃 〃 | 〃 نوائے وقت 〃 〃

فہرست موضوعات

الف

اردو زبان وادب وغیرہ

اردو زبان اور اس کے مسائل

اثیر، سید مسعود احمد	قومی زبان — ایک کامیاب تجربہ	نوائے وقت لاہور	۱۰ر جنوری، صفحہ ۹
اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر	اردو ذریعہ تعلیم	تخیل	جنوری ص ۵ تا ۱۷
اظہر قادری، پروفیسر	اردو مشرقی پاکستان	جام نو	جنوری، ص ۱۵ تا ۱۹
اکبر حسین قریشی، ڈاکٹر	سابق بلوچستان میں اردو	خیاباں	خاص نمبر، ص ۹۲ تا ۱۰۰
احسن فاروقی، ڈاکٹر	سندھی اور اردو	″	″ ، ص ۱۰۷ تا ۱۱۳
انوار الحق، سید	پشتو اور اردو	″	″ ″ ۱۳۹ تا ۱۴۲
تبسم، صوفی غلام مصطفیٰ	پنجابی اور اردو	″	″ ″ ۱۴۳ تا ۱۴۶
توصیف احمد خاں	قومی زبان	انجام	۱۷ر فروری، ص ۵
ساحر الہ آبادی	اردو بحیثیت سرکاری زبان	جنگ	۲۲ر جنوری، ص ۳
سہیل بخاری، ڈاکٹر	اردو میں دخیل الفاظ	خیاباں	خاص نمبر، ص ۲۹ تا ۳۹
شوکت سبزواری، ڈاکٹر	علاقائی زبانیں اور اردو	″	″ ″ ۵۱ تا ۵۲
شرر نعمانی	علاقہ سرحد میں اردو	″	″ ″ ۱۱۳ تا ۱۳۸
شمیم زاہد، سید	بہار میں اردو شعر وادب	ساقی	جنوری، ص ۱۷ تا ۲۹
طالب دہلوی	دلی میں اردو قسط نمبر ۱۴	رہنمائے تعلیم	جنوری، ص ۱۹ تا ۲۱
فضل کریم کرم حیدری	قومی زبان — مثالی جمہوریت کی ابتدائی درس گاہ پوٹھوہار میں اردو	نوائے وقت، ۲۸ر جنوری، ص ۶ خیاباں	 خاص نمبر، ص ۱۴۷ تا ۱۶۰
کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر	بلوچی اور اردو	خیاباں	″ ″ ″ ۱۰۱ تا ۱۰۷
کمال احمد رضوی	اردو میں تراجم	خیاباں	خاص نمبر، ص ۵۰۵ تا ۵۲۲
کلیم سہسرامی	مشرقی پاکستان میں اردو	″	″ ″ ″ ۷۳ تا ۹۱
گنگووسکی، پروفیسر	روس میں اردو ادب	زنگار	ص ۹۳ تا ۹۶
گچی، سلیم خاں	کشمیر میں اردو	خیاباں	خاص نمبر ص ۱۱۱ تا [illegible]
محمد یوسف، ڈاکٹر سید	اردو اور عربی	خیاباں	خاص نمبر، ص ۱۹ تا ۲۸
محمد تقی، سید	عالمی ادب اور اردو	″	″ ″ ۵۳ تا ۵۸

محمد طاہر فاروقی	ہماری زبان	خیاباں خاص نمبر، ص ۱ تا ۱۸
مقبول انور داؤدی	اردو کے لئے ضرورت ہے ایک ٹائپ کی	مشرق، ۷ ، فروری، ص ۳
محمد عقیل، ڈاکٹر سید	۲۶ جنوری ۱۹۶۵ء اور اردو	ہماری زبان، ۲۲ فروری، ص ۷ تا ۹

اردو ادب

ــــــــ	اردو دفتری زبان	نوائے وقت، ۳۱ جنوری، ص ۳ + ۶
وحید قریشی، ڈاکٹر	اردو بحیثیت قومی زبان	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۹ تا ۱۳
الفت، ہنس راج	اکبر آباد کی ادبی فضاؤں کی سیر (قسط ۳)	رہنمائے تعلیم، جنوری، ص ۲۰ تا ۲۹
احسن نارہروی	اگر دنیا میں شاعر نہ ہوتا	شان ہند، جنوری، ص ۱۲ تا ۱۹
احمد جلیس	افسانے کے چند بنیادی مسائل (ایک سمپوزیم)	صبا، جنوری، ص ۳۷ تا ۵۲
آغا بابر	اسکول آف ڈراما کی ضرورت	خیاباں، خاص نمبر، ص ۳۸۴ تا ۳۹۰
اصغر بٹ	اردو ڈراما	" " " ۳۷۰ تا ۳۸۳
اظہر، ظہور احمد (حافظ)	دور جاہلیت میں عربوں کا تنقیدی شعور (مسلسل)	اورینٹل کالج میگزین، فروری، ص ۱۵ تا ۴۹
ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر	پاکستانی ادب میں زبان کا مسئلہ	خیاباں، خاص نمبر، ص ۴۰ تا ۴۴
ابن انشا	علمی و ادبی انعامات	" " " ۶۳۹ تا ۶۴۷
بدرالدجی خاں	ادب، ادیب اور قومیت	تخیل، جنوری، ص ۲۴ تا ۴۴
بلراج کومل	خون اور روشنائی	محور، ص ۱۲۳ تا ۱۳۱
جمیل جالبی[1]	نئے ادب کا مسئلہ[1]	" " ۱۱۶ تا ۱۲۲
" "	" " "	شاہکار، " ۱۲۲ تا ۱۳۰
خاطر غزنوی	ریڈیو ڈراما	خیاباں، خاص نمبر، ص ۳۹۱ تا ۳۹۸
سعید لخت	بچوں کا ادب	" " " ۴۹۹ تا ۵۰۴
شہابی، مفتی انتظام اللہ	دینی ادبیات	" " " ۴۹۳ تا ۴۹۸
شمیم احمد	تحریک امن اور اردو کے رپورتاژ	کتاب، جنوری، ص ۳۵ تا ۴۰ + ۶۲
صباح الدین عبدالرحمن	ہندوستان کی فارسی شاعری میں ہندوستان کی مدح	آج کل، جنوری، ص ۵ تا ۱۷
عبدالحلیم ندوی	عربی زبان میں انسائیکلوپیڈیا کی تحریک	جامعہ، فروری، ص ۸۸ تا ۸۹
عبداللہ، ڈاکٹر سید	پاکستانی ادب کے دس سال	خیاباں، خاص نمبر، ص ۱۹۹ تا ۲۲۴

---

[1] انجمن اردو کراچی یونیورسٹی میں پڑھا گیا۔

مصنف	عنوان	ماخذ
عرفان شرف	اردو ، ہندوستانی اور پاکستانی ادب	صبحِ امید، جنوری فروری، ص ۲۰ تا ۳۳
عبدالغنی	ادب تما علاقائیت	ساقی، جنوری ، ص ۱۴ تا ۴۵
عمیق حنفی	وجودیت کا پس منظر اور مسلک	محور ، ، ص ۱۳۲ تا ۱۳۹
ژاں پال سارتر آغا افتخار حسین مترجم	دریچے سے [1]	افکار ، ، ص ۲۵ تا ۲۸
سرور تونسوی	آنجہانی جواہر لال نہرو اور ساغر نظامی ایں جہانی [2]	شانِ ہند، جنوری، ص ۵ تا ۸
عبدالودود ، ڈاکٹر	پاکستانی کویتا کی بھارتی آتما [3]	ہماری زبان، یکم جنوری ، ص ۹
عبادت بریلوی	انگلستان میں ادبی تحقیق کی روایت	افکار، ، ص ۳۲ تا ۲۴
فرمان فتحپوری	ادب اور احتساب	لاہور، ۱۸ جنوری، ص ۷ تا ۹ + ۱۲ + ۱۴
گوہر نوشاہی	اسلوب	صحیفہ، جنوری ، ص ۲۸ تا ۳۳
محمد اسلم قریشی ، ڈاکٹر	ڈرامہ کا فن اور اردو اسٹیج	ماہِ نو، جنوری ، ص ۳ تا ۱۲ + ۹۴
محمد احسن فاروقی ، ڈاکٹر	ادب اور انفرادیت	ساقی، جنوری ، ص ۳ تا ۱۰
محمد حسن فاروقی ، ڈاکٹر	ترقی پسند تحریک کی بنیادی کمزوریاں	ثقافت، ، ، ۷ تا ۱۹
میمونہ انصاری ، ڈاکٹر	اردو تنقید	خیابان ، خاص نمبر، ص ۱۱۴ تا ۱۴۰
ماہر القادری ، مولانا	پاکستانی ادب کیا ہے ؟	، ، ، ۱۰۷ تا ۱۰۸
مظفر حنفی	نئی اور پرانی تنقید	شاعر، ص ۹ تا ۱۳
نورالحسن بی اے	الفاظ کی طاقت اور ادیب کا مقام	ملاپ، ۷ فروری، ص ۸ + ۷
نیاز فتح پوری	کہاوتیں	جنگ ، ۶ جنوری ، ص ۳
وقار عظیم	اردو افسانہ	خیابان ، خاص نمبر، ص ۲۳۹ تا ۳۰۹
وزیر آغا ، ڈاکٹر	اردو نثر میں طنز و مزاح	، ، ، ۳۱۱ تا ۳۲۸
وصی رضا ، سید	اردو ناول	، ، ، ۲۴۰ تا ۲۹۹
یونس شاہ ، سید	پاکستانی ادب	، ، ، ۱۷۹ تا ۱۹۸
یکتا عدنی	ادب اور زندگی	رہنمائے تعلیم، جنوری ، ص ۲۲
	اردو افسانے جدید رجحانات	خیابان ، خاص نمبر، ص ۳۴۰ تا ۳۴۶

تحقیق و تنقید

مصنف	عنوان	ماخذ
احتشام حسین ، پروفیسر	تنقید — سانس لینے کی طرح ناگزیر ہے	افکار، ص ۱۷ تا ۲۰

---

[1] ادب کا نوبل پرائز لینے سے ژاں پال سارتر کا اعلان [2] ساغر کی ایک نظم پر تنقید [3] ڈاکٹر راہی معصوم رضا کے مضمون پر ایک نظر

احتشام احمد ندوی ایم اے، سید	نقد النثر کا مصنف اور کتاب کے مباحث و خصوصیات	معارف، جنوری، ص ۴۳ تا ۵۶
انیس فاطمہ بریلوی	کشفی اور روحانی ادب	العلم، اکتوبر تا دسمبر، ص ۹ تا ۱۴
اسمٰعیل حسن خاں، ملک	حفیظ کی شاعری	صبا، دسمبر، ص ۱۵ تا ۳۵
اسلم انصاری	میر کے فن شاعری	نئی قدریں، ص ۱۳ تا ۴۲
ابوالخیر کشفی	ذکاء اللہ اور انشائیہ	تخیل، جنوری، ص ۲۵ تا ۲۹
احمر رفاعی، احمد حسین خاں	جگر کا تصوف	تاج، " " ۴۵ تا ۵۳
اشرف، ابوالحیات	جگر کی غزلیہ شاعری	ہماری زبان، یکم فروری، ص ۳ تا ۴
م صفیہ خلیل	محمد قلی قطب شاہ کے کلام پر ایک نظر	مزائے ادب، اکتوبر، ص ۴۸ تا ۵۴
اوجھڑی	بیس سال بعد	جنگ، ۱۲ فروری، ص ۵
باقر منظور	چکبست کا جذبہ حب الوطنی	ملاپ، ۲۴ فروری، ص ۸
جلیل قدوائی	جگر کے غیر مطبوعہ اشعار	تاج، جنوری، ص ۵۴
جاوید وششٹ	مثنوی دریائے عشق کا جوان رعنا	جوار بھاٹا، جنوری، ص ۲۶ تا ۳۱
حرمت الاکرام، سید	پروفیسر شاہدی کا شعری شعور "رقص حیات" کی روشنی میں	پونم جنوری، ص ۹ تا ۱۷
خان رضوانی	نغمہ صحرا (خواجہ غلام فرید کا کلام)	جنگ، ۸ فروری، ص ۴
ذوالفقار، غلام حسین (ڈاکٹر)	شاہ حاتم اور ان کا کلام	اورینٹل کالج میگزین فروری، ص ۳۲۹-۱۶۱
رشید الحسن، سید	مخدوم کی رومانیت	سب رس، فروری، ص ۱۳ تا ۲۰
رئیس احمد جعفری	ادب شریف [1]	ثقافت، جنوری، ص ۲۰ تا ۲۴
رضیہ ہاشمی	اردو شاعری کی تاریخ میں ولی کی حیثیت	تخیل، جنوری، ص ۴۵ تا ۴۹
رفیق خاور	بیت الغزل (فارقلیط کی روشنی میں)	ماہ نو، جنوری، ص ۲۲ تا ۲۵
سیماب زاہدی	تنبیہ النساء (ایک منظوم اصلاحی رسالہ)	سب رس، فروری، ص ۳۱ تا ۳۵
شجاعت علی سندیلوی، ڈاکٹر	ظفر کی شاعری میں وطنیت	پونم، جنوری، ص ۲ تا ۸
صارم، عبد الصمد، مولانا	اسلام کھنڈ (مسلسل)	اورینٹل کالج میگزین، فروری، ص ۱۱۷ تا ۳۲
صفی الدین صدیقی	ژاں پال سارتر (فلسفیانہ نظریات اور ادبی تخلیقات کی تشریح و تنقید)	صبا، جنوری، ص ۹ تا ۳۵
عبداللہ الاثری	جوہر کی شاعری	امروز، ۳ جنوری، ص ۵

---

[1] پروفیسر ایم شریف کا تعارف اور ان کا کلام

عاصم صہبائی	سید ضمیر جعفری — بحیثیت غزل گو	لاہور، یکم فروری، ص ۲ تا ۷
عبادت بریلوی، ڈاکٹر	قصر جواہر (میر حسن دہلوی کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی)	ساقی، فروری، ص ۶ تا ۱۲
عبدالحلیم چشتی، محمد، مولانا	جمع الجوامع از علامہ سیوطی	الرحیم، فروری، ص ۳۵ تا ۴۰
قاسم حسن، سید	وصیت نامہ نواب صدیق خاں	" " ۱۲ تا ۲۴
مظفر حسن ملک، ڈاکٹر	مرزا دبیر کا غیر مطبوعہ کلام	اورینٹل کالج میگزین، فروری، ص ۱ تا ۲۳
مفتون کوٹوی	ثابت (شاعر) اور اخلاقیات	تاج، جنوری، ص ۳۴ تا ۳۸
"	ثابت مرحوم کی چند بیش بہا نصیحتیں	رہنمائے تعلیم، جنوری، ص ۱۳ تا ۳۲
"	اخلاقیات اور ثابت لکھنوی	فروغ اردو، " " ۲۰ تا ۳۰
محمد عظیم	میراجی کی نظمیں	نئی قدریں، ص ۳۴ تا ۴۱
مظفر اقبال	ذکی اورنگ آبادی اور ان کی شاعری	شاعر، ص ۲۰ تا ۲۵
مہر نقوی جے پوری	تذکرہ درفشاں (۳)	تاج، جنوری، ص ۵۵ تا ۵۸
"	" " (۱)	" فروری، " ۶۷ تا ۶۸
محمد بشیرالدین پنڈت، الحاج قاری	خیر التواریخ کی روداد طباعت	معارف، جنوری، ص ۹۵ تا ۹۶
محمد صادق، ڈاکٹر	سخندان فارس پر مزید روشنی	مجلہ علمی، جولائی، ص ۱ تا ۲۰
محمد ایوب قادری	نواب مصطفٰے خاں شیفتہ کا ایک تاریخی وصیت نامہ	" " " ۴۱ تا ۵۲
محمد اسمٰعیل پانی پتی	انجمن قصور اور اس کا ادبی و علمی ماہنامہ	" " " ۶۷ تا ۸۴
نسیم۔ ڈاکٹر ڈ۔ د	دہلی (بارھویں صدی ہجری) کا شاعرانہ ماحول (مسلسل)	اورینٹل کالج میگزین، فروری، ص ۱۴۴، ۱۹
نارنگ، ڈاکٹر گوپی چند	مثنوی لوک چندا (اردو)	نوائے ادب، اکتوبر، ص ۲۰ تا ۲۹
———	سارتر کی خودنوشت سوانح حیات "الفاظ" امریکی تبصرہ نگار کی کسوٹی پر	محور، ص ۱۱۳ تا ۱۱۵
———	مثنوی عشقیہ کا افغان پسر	جوار بھاٹا، فروری، ص ۱۰۸ تا ۱۱۳
———	طویل تلخ شیریں دیوانگی — سارتر سے ایک انٹرویو	محور، ص ۱۰۷ تا ۱۱۲ + ۱۱۵
———	کلام اجمل — یعنی مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی فارسی شاعری	معارف، فروری، ص ۱۳۸ تا ۱۴۷
———	اردو نثر کی ایک قدیم کتاب — عجائب القصص شاہ عالم (آفتاب)	اورینٹل کالج میگزین، فروری، ص ۱ تا ۸

——	نذر الاسلام کے اسلامی نغمے	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۲۱-۲۴

اردو شاعری

اختر انصاری	کچھ اپنی شاعری کے بارے میں	صبا، جنوری، ص ۳۷ تا ۴۶
انور معظم	جدید شاعری میں جدت کے نام پر گمرہی	جوار بھاٹا، فروری، ص ۱۱۴ تا ۱۱۶
بالی، کنول کرشن	ہندی عروض	کتاب، جنوری، ص ۳۰ تا ۳۴
رشید حسن خاں	معائب شاعری	آجکل، فروری، ص ۱۴ تا ۲۱
سلام سندیلوی، ڈاکٹر	اردو غزل	خیاباں، خاص نمبر، ص ۲۲۵ تا ۲۳۲
شمیم اختر	جدید اردو شاعری کے روشن اور تاریک پہلو	جام نو، جنوری، ص ۲۰ تا ۲۲
شورش کاشمیری	ایک زیر عتاب قطعہ [1]	چٹان، ۲۲ فروری، ص ۱۲ تا ۱۸
شمس الدین صدیقی	قومی شاعری	خیاباں، خاص نمبر، ص ۳۰۷ تا ۳۱۰
ضمیر علی بدایونی	شاعری میں ابہام	ماہ نو، جنوری، ص ۱۱ تا ۲۱
عبدالغفور قریشی	لوک گیت	امروز، ۳۱ جنوری، ص ۳
عتیق تابش	اردو شاعری میں نئے تجزیے	پونم، جنوری، ص ۱۸ تا ۱۹
عرش صدیقی	جدید نظم	خیاباں، خاص نمبر، ص ۲۸۳ - ۳۰۶
غلام السیدین، خواجہ	شعر، حسن صداقت اور انسانیت کا ترجمان	امروز، ۱۴ فروری، ص ۳
غلام محی الدین خاں	اردو زبان اور غیر مسلم شعراء و ادیب	فروغ اردو، فروری، ص ۳۷ تا ۵۰
کیفی، علامہ برجموہن دتاتریہ	غزل اور ثقیل زبان	جوار بھاٹا، جنوری، ص ۳۲
ناظر حسن زیدی	تضمین کے روپ	صحیفہ، جنوری، ص ۹ تا ۲۱
نظیر صدیقی	اردو غزل کدھر	خیاباں، خاص نمبر، ص ۲۶۳ تا ۲۸۲
نصیر الدین ہاشمی	شاہان دکن کی اردو شاعری	نوائے ادب، اکتوبر، ص ۵۵ تا ۶۹ (۱۹۷۴ء)
ہوش اعظمی، ڈاکٹر	تاریخ مثنوی پر ایک طائرانہ نظر	لاہور، ۱۵ فروری، ص
——	شاعر اور فطرت نگاری	فروغ اردو، فروری، ص ۲۹ تا ۳۵
——	اردو غزل کی تحلیل نفسی	شاعر، ص ۱۴ تا ۱۹

مشاعرے

اکرام اختر، حافظ	ایک افطار پارٹی — جو محفل مشاعرہ میں	انجام، ۱۹ فروری، ص ۵

[1] کوہستان میں مطبوعہ ایک قطعہ کے بارے میں ادبا و مشاہیر کی آرا

احسان بی اے	بزم فروغ اردو لاہور ...... کا نعتیہ مشاعرہ	کوہستان، ۷ رفروری، ص ۸
حافظ	لائل پور کا یادگار مشاعرہ	انجام، ۱۰ رجنوری، ص ۷
سلیم قیصر	مشاعرہ	" ۱۵ر " " ۵
شفیق، مسعود انور	شب غزل	" ۲۶ رفروری، " ۵
صلاح الدین، غازی	مشاعرہ	حریت، ۲۰ رفروری، " ۳ تا ۸
کریمی الاحسانی	اردو کلب دیرہ دون کا مشاعرہ	شان ہند، جنوری، " ۹ تا ۱۵
———	مشاعرے	انجام، ۸ رفروری، " ۱۰

ادارے (تعلیمی، تصنیفی اور تحقیقی وغیرہ)

اختر، سردار محمد	پنجاب ہومیوپیتھک میڈیکل کالج لائل پور	کوہستان، ۱۷ رفروری، ص ۳
آنسہ منور تمیز	دیگر یونیورسٹیاں اور اردو	خیابان، خاص نمبر، ص ۵۸۵ تا ۵۸۸
آنسہ نرگس عظیم	انجمن ترقی اردو پاکستان	" " " ۵۱۳ تا ۵۱۸
احمد، عبدالغفار	مجلس ترقی اردو لاہور	" " " ۵۲۳ تا ۵۲۸
حقی، شان الحق	ترقی اردو بورڈ - کراچی	" " " ۵۲۹ تا ۵۳۲
خاطر غزنوی	دیگر مقتدر ادارے	" " " ۵۴۹ تا ۵۵۴
ذوالفقار، غلام حسین	پنجاب یونیورسٹی اور اردو	" " " ۵۵۵ تا ۵۶۰
ذوالفقار حسین بخاری، سید	دارالمصنفین اعظم گڑھ — ایک عظیم تصنیفی ادارہ	کوہستان، ۲۰ رفروری، ص ۳ + ۵
سخاوت مرزا	چند قدیم سائنٹفک سوسائٹیاں	العلم، اکتوبر تا دسمبر، ص ۵۱ تا ۵۷
شرف الدین اصلاحی	سندھ یونیورسٹی اور اردو	خیابان، خاص نمبر، ص ۵۶۱ تا ۵۶۸
صباح الدین عبدالرحمٰن	دارالمصنفین اعظم گڑھ — قلم بدست شہنشاہوں کا دربار	چٹان، ۲۲ رفروری، ص ۹ تا ۱۰ + ۲۱
صباح الدین عبدالرحمٰن	دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ	آجکل، فروری، ص ۲۷ تا ۳۲
عبداللطیف اعظمی	دارالمصنفین کی طلائی جوبلی	جامعہ، فروری، ص ۹۹ تا ۱۰۴
فاضل، عبدالرشید، سید	اردو کالج	خیابان، خاص نمبر، ص ۵۸۹ تا ۶۱۰
مقبول انور داؤدی	اشاعتی ادارے	" " " ۶۲۵ تا ۶۳۸
شکور صابری	فنی تعلیم کے پرائیویٹ ادارے	نوائے وقت، ۳۰ رجنوری، ص ۷ + ۹
مجید ملک، کرنل	مرکزی ترقی اردو بورڈ - لاہور	خیابان، خاص نمبر، ص ۵۳۳ تا ۵۴۸
مجید اصغر	اورینٹل کالج — ۷۵ سال پہلے اور اب	مشرق، ۱۴ رجنوری، ص ۸
محمد احمد صدیقی	اردو ادب کے اشاعتی ادارے	ہم قلم، جنوری، ص ۱۳ تا ۱۵

مصنف	عنوان	رسالہ
ناصر، نصیر احمد	دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور	خیابان / خاص نمبر / ص ۵۱۹ تا ۵۲۲
ــــــ	پشاور یونیورسٹی ـــ ایک تعارف ایک تجویز	انجام / ۲ر جنوری / ص ۳
ــــــ	جدید کلچرل سوسائٹی کی سرگرمیاں	" / ۱۷ر فروری " ۵
ــــــ	انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ	مشرق / ۱۰ر فروری " ۳

ادب (دیگر زبانوں کا)

مصنف	عنوان	رسالہ
امیر عارفی	بات سے بات چلی [۱]	کتاب / جنوری / ص ۲۷ تا ۲۹
کھونڈکر، ایم۔ حاجی	بنگالی ادب کی ترقی اور مسلمان	مشرق / ۲۸ر جنوری / ص ۵
صباح الدین عبدالرحمٰن	ہندوستان کی فارسی شاعری میں ہندوستان کی مدح	آج کل / جنوری / ص ۵ تا ۱۷
ہیوڈ، جان اے	ایرانی ادب ـــ برطانیہ میں	انجام / یکم فروری / ص ۷
ــــــ	امریکی ادب ـــ ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والی کتابیں	انجام / ۲۸ر فروری / ص ۲

آپ بیتی

مصنف	عنوان	رسالہ
آسکر وائلڈ	میرے جیل کے دو سال	العلم / اکتوبر تا دسمبر / ص ۶۵ تا ۷۹
اکبر صلاح الدین	آپ بیتی	طلوع اسلام / فروری / ص ۳۷ تا ۴۷
آئی سن گیو روپی مترجم شاہد احمد	شاہی حرم سرا کے رازہائے سربستہ (۱)	انجام / ۸ر فروری / ص ۲
" " "	ایسی ملبناری ایسی لبیتی (۴)	" ۲۰ " " ۱۱
" " "	" " " " (۲)	" ۲۷ " " ۱۱
رادھا کرشنن	ہمارے صدر کی کہانی خود ان کی زبانی	مدینہ / ۱۷ر فروری / ص ۳
نصیر الدین ہاشمی	آپ بیتی [۲]	سب رس / ہاشمی نمبر / ص ۵ تا ۱۰
ناظر کاکوروی	آشفتہ سری میری (۱)	العلم / اکتوبر تا دسمبر / ص ۵۸ تا ۶۴

پ

پاکستانیات

[۱] کشمیری زبان کے مشہور افسانہ نگار اختر محی الدین سے ایک ملاقات [۲] بشکریہ نقوش آپ بیتی نمبر

اقبال حسین، محمد	زرعی منڈیوں کے قوانین	مشرق، ۷ر جنوری، ص ۱۰
احمد علی بروہی	درہ بولان	جنگ، ۲۵ر " " ۳ + ۸
اصغر بیگ، مرزا	جنگلات کی اہمیت	امروز، ۱۴ر فروری، ص ۳
احمد دین، میاں	زرعی اصلاحات کے پانچ سال	نوائے وقت، ۷ر فروری، ص ۵
بلے، فخرالدین، سید	زرعی اصلاحات ایک جائزہ	" " ۷ر " " ۶
دانش، انشاء اللہ خاں (کیپٹن)	پاکستان کا فوجی عجائب گھر	انجام، ۱۰ر جنوری، ص ۲
رشید احمد خاں رانا (ڈاکٹر)	فلاحی مملکت کا تصور اور پاکستان	نوائے وقت، ۷ر جنوری، ص ۲
زمرد خاں، ملک	بھٹی اور فولاد سازی	مشرق، ۴ر جنوری، ص ۱۰
زبیر بی اے	امداد باہمی کی تحریک کی تاریخ اور پس منظر	کوہستان، ۱۵ر فروری، ص ۲
شفائی، حکیم	زرعی یونیورسٹی لائل پور	انجام، ۳۰ر جنوری، ص ۱۲
شہباز، عبداللہ (خواجہ)	قومی جہازرانی میں توسیع و ترقی کا چھ سالہ منصوبہ	امروز، ۳ر " " ۴
شاہدہ	گھریلو صنعتیں	جنگ، ۱۳ر " " ۵
غلام مرتضیٰ گیلانی، سید	زرعی یونیورسٹی لائل پور کے تین سال	" ۱۵ر " " ۵
فضل نعیم خاں، میجر جنرل	یوم عساکر پاکستان اور فوج	" ۱۱ر " " ۲
" " "	پاکستان کی فوج	مشرق، ۱۰ر " " ۱
——	گڑیا سازی کی صنعت	" ۳ر " " ۷
——	پاکستان ائرفورس کا عجائب گھر	" ۱۰ر " " ۹
مترجم وحید فاطمی		
——	اصلاحات کے چھ سال — ایک نظر میں	مشرق، ۷ر فروری، ص ۲
——	زرعی یونیورسٹی لائل پور	کوہستان، ۱۹ر فروری، ص ۳
——	وادیٔ مہران	حریت، ۱۹ر " " ۵
——	پاکستان میں زرعی ترقی کی رفتار	انجام، ۴ر جنوری، ص ۵
——	عساکر پاکستان اور تعلیمی سرگرمیاں	" ۱۰ر " " ۲
——	کیڈٹ کالج	" ۱۰ر " " ۵
——	عساکر پاکستان — فلاحی منصوبے	" ۱۰ر " " ۱۱
——	کوئٹہ میں بندوں کی تعمیر — فوج کا ایک عظیم کارنامہ	" ۱۰ر " " ۱۱
——	جہازرانی	" ۱۸ر " " ۸
——	قدیم و جدید — لاہور	" ۱۸ر " " ۱۰

مصنف	عنوان	ماخذ
———	زرعی منڈیوں کے قوانین	جنگ، ۸رجنوری، ص ۳
———	پاکستان ایئرفورس کا میوزیم	〃 〃ر 〃 ، ۳
———	سمندر کی وسعتوں میں نئی راہوں کی تلاش	〃 〃ر 〃 ، ۱۱
———	پاکستان نیوی کے شب و روز	〃 〃ر 〃 ، ۹
———	پاکستانی بحریہ	کوہستان، ۱۰رجنوری، ص ۱
عسکریت		
———		امروز، ۲۴ر 〃 ، ۳ + ۶
———	سپاہی کا فرض	۱۰رجنوری 〃 ۱۲
مترجم شوکت رضا، کرنل		

ت

تعلیم

مصنف	عنوان	ماخذ
افضل، فضل محمد	پروجیکٹ میتھڈ	رہنمائے تعلیم، جنوری، ص ۹ تا ۱۱
الطاف حسن قریشی	ہمارا نظام تعلیم	جنگ، ۳رجنوری، ص ۳
〃	〃 〃	〃 ۲ر 〃 ، ۳
ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید	اسلامی نظام تعلیم کی ضرورت	المنبر، ۱۲رفروری، ص ۵ تا ۶ + ۱۱
بشیر حامد	معیار تعلیم — انحطاط و پستی کیوں؟	نوائے وقت، ۲۳رجنوری، ص
حامد حسن بلگرامی، ڈاکٹر	علم کی دو قسمیں	〃 ، ۱۷رفروری، ص ۳
خلیل الرحمٰن، محمد	عمرانی علوم کی تعلیم اردو میں	مشرق، ۱۱رجنوری، ص ۴
رضیہ سلطانہ	قومی تعلیم اور ہماری ذمہ داریاں	انجام، ۲۰رفروری، ص ۱۳
رئیس احمد جعفری	استاد اور شاگرد	ثقافت، فروری، ص ۳ تا ۶
ربیعہ فخری	پاکستان میں تعلیمی ترقی کا جائزہ	مشرق، ۲۵رجنوری، ص ۴
زین العابدین، مفتی	اسلامی معاشرہ میں طلبا اور اساتذہ کی ذمہ داریاں	کوہستان، ۲۵ر 〃 ، ۳
شاہد محمود احمد	طلبا اور تعمیر قوم	انجام، ۲۴رفروری، ص ۵
شاہدہ یاسمین	تحصیل علم اور اس کے تقاضے	〃 ۱۰ر 〃 ، ۵
طیش، مسز امرناتھ	پروجیکٹس کے ذریعے تعلیم	رہنمائے تعلیم، جنوری، ص ۱۲ تا ۱۴
عبدالحمید قادری، قاری	نئی نسل اور قرآن کی تعلیم کی ضرورت	مشرق، ۲۸رجنوری، ص ۴
عطاء الرحمٰن	تعلیم — پس منظر اور پیش منظر	جنگ، ۸رفروری، ص ۵
عبدالقیوم خاں، محمد	ہمارے تعلیمی مسائل اور ان کا حل	حریت، ۵رجنوری، ص ۴

ممتاز حسین، ڈاکٹر	اردو میں سائنسی تدریس کے امکانات ۱؎	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۳ تا ۸
مشکور صابری	مغربی پاکستان میں فنی تعلیم کا مسئلہ	جنگ، ۱۳؍فروری، ص ۱۱
" "	" " " " "	نوائے وقت، ۱۳؍جنوری، ص ۹
" "	" " " " "	" " ۲۹؍ " " ۳

مترجم الطاف علی بریلوی، سید — قدیم مکاتب پر اقتدار حاصل کرنے والا پہلا قانون ۱۸۳۳ء — العلم، اکتوبر تا دسمبر، ص ۸۴ تا ۹۲

مترجم معین الدین افضل گڑھی، مولوی — علامہ برہان الدین زرنوجی کے تعلیمی نظریات (۲) — " " " " ۴۲ تا ۵۰

تعلیم انسان کی صلاحیتوں کو چمکا دیتی ہے — مشرق، ۱۴؍جنوری، ص ۹

تاریخ

ابو سجاد	چین و عرب	جنگ، یکم جنوری، ص ۳
اسلم رحیل میرزا	غرناطہ	کوہستان، ۱۷؍جنوری، ص ۱
احسن، ممتاز حسن	قائداعظم کا ایک تاریخی سفر	لاہور، ۴؍ر " ۸ تا ۹، ۱۰۰ تا ۱۰۲
ارشد، اے۔ ڈی، ڈاکٹر	عہد اکبری میں مذہبی انتشار اور فیضی	پیام عمل، فروری، ص ۱۰ تا ۱۵
احمد حسن بدایونی، حافظ مترجم غلام مصطفٰے خاں مارہروی	نواب محمد علی خاں والی ٹونک کی معزولی (۲)	العلم، اکتوبر تا دسمبر، ص ۱۳ تا ۴۱
ارس، خیراللہ	استنبول کا ایک محل (میوزیم)	مشرق، ۱۱؍فروری، ص ب
پیام شاہجہانپوری	جہانگیر وادی کشمیر میں	کوہستان، ۷؍فروری، ص ۱۲
جاوید لاہوری	صبح تہذیب کا ہندوستان	جوار بھاٹا، فروری، ص ۱۱۹ تا ۱۲۹
حیدر القادری، مولانا	شہادت علی کا پس منظر	پیام محل، فروری، ص ۱۶ تا ۲۲
خورشید احمد	جب شکست فتح میں بدل گئی (صلح حدیبیہ کا ایک تاثراتی مطالعہ)	چراغ راہ، فروری، ص ۱۲ تا ۲۱
دیری سنگھ چوہان	تاریخ ابراہیم نامہ	نوائے ادب، اکتوبر، ص ۲۴ تا ۴۷
راحت حسین، خواجہ	ایران اسلام کی آغوش میں	انجام، ۲۰؍فروری، ص ۲ تا ۱۱
رستم علی خاں	درندہ اور انسان ۲؎	ساقی، فروری، ص ۳۴ تا ۴۸
ریاض الرحمن شروانی	تقسیم ہند کا ذمہ دار کون ؟	مدینہ، یکم جنوری، ص ۳ تا ۴

۱؎ اردو کانفرنس ربوہ میں پڑھا گیا ۲؎ ۱۹۴۷ء میں ۳؎ فسادات کے سلسلے میں معتبر واقعات

ربانی، خالد محمود	عباسی دور کی علمی سرگرمیاں	مولوی، فروری، ص ۳۹ تا ۴۰
سالک، مولانا علم الدین	عہد - محمد تغلق اور تغلق کے عہد	کوہستان، ۴ر فروری، ص ۷
ایس ایچ شاہ	کوئٹہ — تاریخ کی روشنی میں	امروز، ۲۸ر فروری، ص ۳
سوتنتر دیر	دھرندو پنت نانا	آج کل، جنوری، ص ۳۷ تا ۴۲
سلطان احمد فاروقی	حق و باطل کا پہلا معرکہ — جنگ بدر	نوائے وقت، ۱۷ر جنوری، ص ۳
صابر، عبدالرحیم - قاضی	بلوچ عہد فاروق اعظم میں	جنگ، ۱۹ر فروری، ص ۵
ظفر، بہار حسین	ہزاروں سال پہلے انسانی آبادی	نوائے وقت، ۲۰ر جنوری، ص ۷
عبدالحمید قادری، قاری	جنگ بدر — اسلام کی سربلندی کی طرف پہلا قدم	مشرق، ۱۲ر جنوری، ص ۴
عبدالحمید غازی	پاکستان کا پس منظر و پیش نظر	لاہور، ۲۵ر ″ ″ ۸ تا ۹ + ۱۳ ، ۱۴
علی غضنفر رضوی، سید	تاریخ اسلام میں غلاموں اور کنیزوں کی اہمیت[1]	پیام عمل، جنوری، ص ۱۰ تا ۱۵
عشرت رحمانی	ایک بادشاہ — (بہادر شاہ ظفر (۱۳۶)	کوہستان، ۳ر جنوری، ص ۸
″ ″	مردان غازی ...... (۱۵۰)	″ ۳۱ر ″ ″ ۸
عشرت رحمانی	سامراجی تسلط کے ملک گیر اثرات (۱۴۹)	کوہستان، ۲۹ر جنوری، ص ۸
″ ″	انقلاب حریت کی ناکامی کے اثرات (۱۴۸)	″ ۲۷ر ″ ″ ۸
″ ″	شکست انقلاب کے اسباب و نتائج	″ ۲۵ر ″ ″ ۶
″ ″	دانایان فرنگ کی فریبی عدالت کا پول (۱۴۵)	″ ۲۰ر ″ ″ ۸
″ ″	شاہ ظفر کے خود مختار ہونے کی قانونی تصدیق (۱۴۴)	″ ۱۹ر ″ ″ ۸
″ ″	مجاہدین وطن کا دینی کردار (۱۴۳)	″ ۱۸ر ″ ″ ۸
″ ″	بہادر شاہ ظفر کی جلاوطنی (۱۴۲)	″ ۱۷ر ″ ″ ۸
″ ″	بہادر شاہ غازی کا مقدمہ (۱۴۰)	″ ۸ر ″ ″ ۶
″ ″	بہادر شاہ کا مقدمہ بغاوت (۱۳۹)	″ ۷ر ″ ″ ۶
عشرت رحمانی	مجبور و بے کس بادشاہ — خود ساختہ قانون کے نرغے میں (۱۳۸)	کوہستان، ۶ر جنوری، ص ۸
″ ″	بہادر شاہ پر بغاوت کا مقدمہ (۱۳۷)	″ ۵ر ″ ″ ۸

---

۱ نیاز فتح پوری کے مقالہ پر تنقید

" "	۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک — داستان حریت و شجاعت (۱۵۱)	" ۳ر " " ۶
" "	۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک — داستان حریت (۱۵۲)	" ۷ر فروری، ص ۸
" "	" " " " " "	" ۹ر " " ۸
" "	" " " " " "	" ۱۱ر " " ۸
" "	" " " " — انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے مجاہدانہ عزائم	" ۱۴ر " " ۸
" "	۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک — داستان حریت	" ۱۶ر " " ۸
" "	" " " " " "	" ۱۸ر " " ۹
" "	" " " " " "	" ۲۱ر " " ۸
" "	" " " " " "	" ۲۳ر " " ۹
" "	" " " " " "	" ۲۵ر " " ۹
فرحت شاہجہانپوری	غزوۂ بدر — مسلمانوں کی پہلی جنگ آزادی	مشرق، ۱۲ جنوری، ص ۵
فرید برہان پوری	تاج محل کی تعمیر اور اخبارات	ثقافت، جنوری، ص ۲۰ تا ۲۸
ف ل ک	بجوبہ پسند جرمن قوم	لاہور، ۲۵ر جنوری، ص ۶ تا ۷ + ۱۲
قمر اجنالوی	ہندوستان میں انگریزی اقتدار کی سیاہ تاریخ کا ایک ورق	نوائے وقت، ۱۳ جنوری، ص ۵
قمر ایم اے	سن عیسوی کی داستان	امروز، ۲ر جنوری، ص ۳
مصطفیٰ علی بریلوی	اورنگ زیب کی داستان عشق	انجام، ۱۸ر جنوری، ص ۴
مقبول احمد	جب نفرت نے بغاوت کی صورت اختیار کرلی	نوائے وقت، ۲۸ر فروری، ص ۶
منظور اعجاز	قرطبہ — عہد اسلامی میں	صدائے ملت، یکم فروری، ص ۸ تا ۱۰
محمد منیر الدین	اورنگ زیب عالمگیر	سب رس، ص ۲۱ تا ۳۰
مطلوب حسین، سید	صدیق اکبر اور حروب ردّہ	تاج، فروری، ص ۲۲ تا ۲۸
محمد اسحاق، بھٹی	تاریخ آزادی کا ایک ورق	امروز، ۲۸ر فروری، ص ۲
	مسجد عالمگیری	" ۳۰ر جنوری، ص ۳
واحدی ملا	عباسی دور کا ایک عجیب منافق	صبح امید، جنوری فروری، ص ۳۳ تا ۴۴
———	اہرام تیپ کے مقبرے کی تلاش	امروز، ۲۷ر جنوری، ص ۳
———	ایورسٹ کی فتح	جنگ، ۱۶ر " " ۱۱

ترجمہ: ملک جاوید		
——	گاندھی جی کا قتل — ایک منظم سازش	انجام، ۱۷ر جنوری، ص ۱۰
——	ستی خانم (شاہجہانی محلات کی منتظم اعلیٰ)	کتاب، جنوری، ص ۴۹ تا ۵۱
——	داستان عبرت — مغلانی بیگم	لاہور، ۱۸ر جنوری، ص ۱۳ تا ۱۴
——	اورنگ زیب عالمگیر کی اپنے استاد سے شکایت	صدائے ملت، ۱۴ر فروری، ص ۱۴
——	تاریخ عالم کا طویل ترین دن	انجام، ۲۷ر فروری، ص ۱۱
——	" " " "	" ۲۰ر " ، ۱۱
تلخیص و ترجمہ: اختر رحمانی		
——	برطانوی تسلط کو ختم کرنے کی ایک منظم سازش	نوائے وقت، ۸ر فروری، ص ۳
	تاریخ طبری کے ماخذ	برہان، فروری، ص ۱۰۷ تا ۱۱۴
——	قطب مینار	امروز، ۲۳ر فروری، ص ۳ تا ۴

...ریخ (ممالک و شہر)

...فضل مرزا	زاگریب — یوگوسلاویہ کا لاہور	نوائے وقت، ۱۵ر فروری، ص ۳
...شید احمد	فیض آباد	آجکل، فروری، ص ۴۳ تا ۴۴
...ہدہ حنا	یونان	انجام، ۲۵ر جنوری، ص ۸
...بد الغفور	عثمان آباد	صبح امید، جنوری فروری، ص ۲۴ تا ۲۹
...ود احمد	ہالینڈ	لاہور، ۸ر فروری، ص ۱۶ تا ۱۸
...نی / العزڈ	ملائشیا	اردو ڈائجسٹ، فروری، ص ۵۶ تا ۶۲
...رجمہ: ابوضیا اقبال		
...ہم، فضل الرحمٰن	انڈونیشیا	صدائے ملت، ۱۴ر فروری، ص ۵
"	سعودی عرب	" " یکم " ، ۵
...صف علی خاں	"	جنگ، ۱۱ر فروری، ص ۳
——	سوڈان	امروز، ۲۰ر فروری، ص ۳
——	برما	" ۱۳ر " " ۳
——	البانیہ	امروز، ۱۲ر فروری، ص ۳
——	لبنان	" ۲۲ر " " ۳
——	گمبیا	حریت، ۱۸ر " " ۳ " ۱۰
——	آسٹریلیا	انجام، ۱۴ر " " ۱۱
——	اوشیما — جاپان کا آتش فشاں جزیرہ	" ۸ر " " ۸

—	شمالی ویت نام	〃 ۱۱ر 〃 〃 ۳
—	برما	〃 ۱۴ر 〃 〃
—	منروقبائل	〃 ۱۶ر 〃 〃 ۳
—	ایران	〃 ۹ر 〃 〃 ۳
—	مغربی جرمن	〃 ۲۶ر 〃 〃 ۳
—	فیری میسن (پراسرار روحانی فرقہ)	〃 ۴ر 〃 〃 ۸
—	ابیان (جنوبی عرب کی ایک ریاست)	کوہستان، ۱۰ رجنوری، ص ۶
—	انڈونیشیا	امروز، ۴ رجنوری، ص ۳
—	سنگاپور	〃 ۵ر 〃 〃 ۳، ۶
—	سومالیہ	〃 ۹ر 〃 〃 ۳، ۶
—	موز	〃 ۱۰ر 〃 〃 ۳
—	ماسکو	〃 ۱۲ر 〃 〃 ۳ تا ۶
—	جاپان	〃 ۱۵ر 〃 〃 ۳
—	یورینیم	〃 ۱۶ر 〃 〃 ۳
—	میڈرڈ (اسپین کا دارالحکومت)	〃 ۳۱ر 〃 〃 ۵

تمدن ومعاشرت

ابوشاہد	تعصب، رشوت اور اسمگلنگ — ہمارے سب سے بڑے خطرے	صدائے ملت، ۱۴ر فروری، ص ۱۲، ۲۰
اعلیٰ، رام سنگھ	جاپان کی تمدنی زندگی	آجکل، جنوری، ص ۴۳ تا ۴۶
〃	〃 〃 〃	〃 〃 ص ۴۳ تا ۴۷
رضیہ بانو	جہیز — ایک اسلامی رسم	مشرق، ۷ رجنوری، ص ۹
رزاقی شاہد حسین	پنجاب کے دیہات میں شادی بیاہ کی رسمیں	ثقافت، جنوری، ص ۴۳ تا ۵۹
عبدالوحید صدیقی	ارتقائے معاشرہ کا فلسفہ	الرحیم، جنوری، ص ۲۵ تا ۳۳
عمران کاظمی	خاندان — تاریخ کے آئینے میں	انجام، ۱۸ رجنوری، ص ۸
غنی کرمانی، ایس اے	آبادی اور معاشی ترقی	امروز، ۱۹ر 〃 〃 ۳، ۶
لسنی، شمس الرحمٰن	انسانی معاشرے میں ارتقاء کے اصول	الرحیم، فروری، ص ۴۵ تا ۵۲
—	لباس کا مسئلہ اور ٹیڈی ازم	امروز، ۲۴ رجنوری، ص ۳

تہوار اور میلے ٹھیلے

مصنف	عنوان	ماخذ
احمد، کمال الدین	شاہی دربار — سبی کا جشن — ایک قدیم روایت	جنگ، ۲۲ر فروری، ص ۴
بھگوان داس، رانا	حیدرآباد دکن کی عید	انجام، ۴ر " " ۱۰
داؤد سبحانی	سبی کا میلہ	حریت، ۲۰ر " " ۴
ع۔ر۔ صدیقی	پرانی دلی کی عید	کوہستان، ۴ر " " ۷
منظور حسین، جعفری	کویت میں عید مشاعرہ	نوائے وقت، ۲۰ر " " ۶
ممتاز ملک	قاہرہ کی ایک عید	چٹان، ۱۸ر فروری، ص ۱۱ + ۲۹
نور احمد قادری	انڈونیشیا میں خواتین کی عید	حریت، ۴ر " " ۷
واحدی ملا	جامع مسجد دلی میں عید کی شان و شوکت	نوائے وقت، ۳ر فروری، ص ۱۱
——	عید عہد بہ عہد	" ۳ر " " ۲
یاسین رضوی	ایران میں شادی کی رسمیں	مشرق، ۷ر جنوری، ص ۲
——	لندن کا کرسمس اور نوروز	جنگ، ۱۰ر " " ۳

ح

حیوانیات

مصنف	عنوان	ماخذ
اسحاق صدیقی، محمد	سانپ کے متعلق غلط فہمیاں	جوار بھاٹا، جنوری، ص ۴ تا ۱۵
حمید جہلمی	حیوانوں میں دوستداری تعاون	امروز، ۱۹ر فروری، ص ۳
سلیم چودھری	کیوی - نیوزی لینڈ کا نادر روزگار پرندہ	اردو ڈائجسٹ، فروری، ص ۹۲ تا ۹۴

س

سائنس

مصنف	عنوان	ماخذ
اے کے بی شیخ	ایک عجیب کمان	دور حیات، ۱۰ر فروری، ص ۱۴
حمید جہلمی	روشنی — کہ سورج بھی جس سے شرمائے	امروز، ۲۶ر فروری، ص ۳
"	جب زمین تانبے کی طرح سرخ ہو جائے گی	" ۱۲ر " " ۳
رینا گر، جی۔ ایس	انسانی قدروں کے محافظ جرمن سائنسداں اکادمی	جوار بھاٹا، جنوری، ص ۱۲ تا ۱۴
ظفر علی ہاشمی، ڈاکٹر	سائنس اور معاشرتی ارتقا	مشرق، ۷ر " " ۵

عارف حجازی، سید	رنگ اور سورج کی روشنی	ہمدرد صحت، فروری، ص ۳۲ تا ۵
علی ناصر زیدی	سائنس کی چند مفید باتیں	" " جنوری، ص ۱۹ تا ۲
ــــــ	سراغ رسانی میں ٹیلی ویژن کا استعمال	حریت، ۴ر فروری، ص ۳
ــــــ	آسمانی بجلی	امروز، ۸ار " " ۳
ــــــ	امریکہ کا نیا راکٹ	جنگ، ۱۶ر جنوری " ۱۲
ــــــ	سائنس اور معاشرتی ارتقار	" ۳ر " " ۱۱+۷
ــــــ	ستاروں کے درمیان	انجام، ۱۰ر " " ۶
ــــــ	آسٹریلیا کی سائنسی ترقیاں	جنگ، ۲۷ر " " ۲
ــــــ	علم اشیار کی جہانگیری	ماہ نو، جنوری، ص ۷ تا ۱۰

سیاسیات

امینی، محمد تقی (مولانا)	دور جدید میں جدید رہنمائی کی ضرورت	برہان، فروری، ص ۹۰ تا ۱۰۵
ابن حسن بخاری	خلافت اور اسوۂ علی رضی اللہ عنہ	المنبر، ۱۹ر " " ۸۸ تا ۹۲
اشرف مرحوم	کشمیر کی تاریخ پر اہم مواد — ایک اہم خط	نیا خواب، جنوری فروری، ص ۵
ابو سجاد	برما — سوشلزم کی راہ پر	جنگ، ۱۶ر فروری، ص ۳
ابوصالح محمد عبدالجلیل الخطیب، مولانا	پاکستانی مسلمانوں کے نام ایک بھارتی مسلمان کا پیام	المنبر، جنوری، ص ۱۶۱ تا ۱۷۰
اشرف، عبدالرحیم	قرآن کا پیغام آپ کے نام	" ۱۹ر فروری " ۹ تا ۱۹
" "	عورت اور سیاسی مناصب	" جنوری " ۱ تا ۵۷
(ابوالاعلیٰ) مودودی مولانا	مس فاطمہ کو صدر مملکت بنانا خلاف اسلام ہے	" " " ۱۳۱ تا ۱۳۵
ابوسلمان شاہجہانپوری	اسلام میں عورت کی سربراہی اور مولانا آزاد (ابوالکلام)	" " " ۱۴۳ تا ۱۵۶
ابن نذیر	جماعت اسلامی پاکستان — پابندی و بحالی کے قانونی سیاسی اور اخلاقی پہلو	چراغ راہ، جنوری، ص ۵ تا ۹
احمد قادری، سید	عورت کو سربراہ مملکت بنانے کا مسئلہ	زندگی، جنوری، ص ۳۴ تا ۹۴
امین احسن اصلاحی، مولانا	اسلامی سیاست اور قائدین و حکمرانوں کے فرائض اور صفات	المنبر، ۱۹ر فروری، ص ۲۱ تا ۲۸
امین احسن اصلاحی	جماعت اسلامی کا فلسفۂ اضطرار	المنبر، جنوری، ص ۸۷ تا ۱۱۰
" "	تین بنیادی باتیں	انجام، ۳ر جنوری، ص ۲

سعد جیلانی	دلی سے ایک خط	جنگ، ۷ر فروری، ص ۳
" "	" "	" ۱۵ر جنوری، " ۳
وسجاد	ایران کے تیل پر مصر کی نظریں	" ۸ر " " ۳
لبر زیدی	پارلیمانی نظام	نوائے وقت، ۱۰ر جنوری، ص ۳+۴
روہی، اے۔ کے	نظام قانون سے ملکی سیاسیات تک	چراغ راہ، جنوری، ص ۱۴ تا ۲۰
یدار، عابد رضا	ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ	نیا خواب، جنوری فروری، ص ۱
بیگم صاحبہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	عورت کو صدر مملکت نامزد کرنیکا پہلا ثمرہ	المنبر، جنوری، ص ۱۹۸ تا ۲۰۰
———	مولانا محمد علی جوہر کا آخری بیان	جنگ، ۴ر " " ۴+۹
ہانگیر اے خاں	پٹھان قبائل اور ان کا روایتی نظام	نوائے وقت، ۲۲ر جنوری، ص ۳+۴
یہ پرکاش نرائن	پاکستان، بھارت اور کشمیر	" " ۱۲ر " " ۳
حامد علی خاں	پاکستان کی خارجہ پالیسی	" " ۲۱ر " " ۴
سین اعظمی	بھارت کا غذائی اور مالی بحران	انجام، ۱۲ر جنوری، ص ۳
" "	قبرص اور یونان	" ۱۱ر فروری، ص ۳
" "	جنوب مشرقی ایشیا کی سیاست اور لاؤس	" ۲۴ر " " ۳
ح۔م۔ا	ایک سال جو بیت گیا ۔ کیا کھویا کیا پایا	جنگ، ۲ر جنوری، ص ۲
حیدری، القادری، حکیم پیر	مسلمان اور خلافت الہیہ	انجام، ۳۱ر " " ۹
خورشید، عبدالسلام، ڈاکٹر	اسلام میں قومیت کا تصور	جنگ، ۳۰ر " " ۵
ریاض الرحمٰن شروانی	قومی جمہوری کنونشن — ایک جائزہ ۔ (۱)	مدینہ، ۵ر " " ۲
" "	" " " (۲)	" ۹ر " " ۳
" "	سیکولرازم کیوں؟ (۲)	" یکم " " ۳
راشدی، علی محمد (پیر)	مشرق و مغرب — امریکی عزائم — بھارتی قول و فعل	جنگ، ۱۵ر فروری، ص ۲
" "	افریشیائی مسائل	" ۲۲ر " " ۵
" "	مشرق و مغرب	جنگ، ۳۰ر جنوری، ص ۳
راغب احسن، مولانا	اسلامی ریاست کا تصور	نوائے وقت، ۹ر جنوری، ص ۳
سہیل محمد اقبال	سوڈان میں عوامی انقلاب	" " ۱۴ر " " ۳+۴
سیلری، زیڈ اے	سیاسی پارٹیوں کا مستقبل	جنگ، ۱۵ر " " ۳
" "	سچ کہہ دوں اے برہمن — (اقوام متحدہ اور انڈونیشیا)	" ۸ر فروری " ۵

سریندر رام پال	نازی اور ان کے حامی	جہاں کاٹا، جنوری، ص ۲۰ تا ۲۲
ساجیتہ سین	آزادی اور محنت کی قوت	، ، ، ۳۹ تا ۴۵
سعید احمد اکبر آبادی، مولانا	دین سے تلعب	المنبر، ، ، ۱۲۸ تا ۱۳۰
سعید الحسن	نئی دلی میں بابائے قوم کے ساتھ دو ملاقاتوں کی روداد	مشرق، ۵ جنوری، ص ۴
شباب مفتی	قائد اعظم اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے مطمئن نہ تھے (۱)	، ۶ر ، ، ۳
، ،	جب پاکستان کے مخالف برسر اقتدار آگئے (۲)	، ۷ر ، ، ۳
، ،	مفاد پرست رہنما (۳)	، ۸ر ، ، ۳
، ،	نظریہ پاکستان کے حامیوں کی رہنمائی کیجئے	، ۹ر ، ، ۳
ضیاء الحسن فاروقی	ہندوستانی مسلمان اور سیکولر ریاست	جامعہ، فروری، ص ۵۹ تا ۷۴
ظہیر، احسان الٰہی (حافظ)	حکومت و صدارت آئینہ فاروقی میں	المنبر، ۱۹ر ، ، ۸۳ تا ۸۷
عبیداللہ	پارلیمانی جمہوریت — واحد حل	نوائے وقت، ۳۰ جنوری، ص ۳ تا ۴
عمر الدین	پاکستان میں مزدور تحریک	مشرق، ۲ جنوری، ص ۱۰
عبد البصیر قریشی	پاکستان کی خارجہ پالیسی	نوائے وقت، ۱۳ جنوری، ص ۹
عزیز الرحمن، مولانا مفتی (بجنور)	اقامت دین یا انہدام دین؟	المنبر، جنوری، ص ۱۲۴ تا ۱۲۷
عطاء الرحمن	عالمی تعلقات — پاکستان کی ابھرتی ہوئی قیادت	جنگ، ۲۲ فروری، ص ۵
عتیق الرحمن سنبھلی، مولانا	عورت مسلمانوں کی سربراہ نہیں ہو سکتی۔	المنبر، جنوری، ص ۱۱۶ تا ۱۲۳
، ، ،	عورت کو صدر مملکت بنانے کے جواز کے فتوے سے مفتی دار العلوم دیوبند کا رجوع	المنبر، ۱۲ فروری، ص ۷ تا ۱۴
عمر فاروق خاں	مصر کے موجودہ انقلاب کا بنیادی نقطہ	صدائے ملت، ۱۴ فروری، ص ۳ تا ۴
عبد الماجد دریا آبادی، مولانا	قبائے امامت سیاسی لیڈروں کے گون پر نثار	المنبر، جنوری، ص ۱۱۱ تا ۱۱۵
عبد القادر السوقر شیخ التفسیر مدینہ یونیورسٹی	عورت کی صدارت اسلام سے انحراف ہے	، ، ، ۷۹ تا ۸۶
——	فاطمہ جناح کا منصب صدارت کے لئے کھڑا ہونا ایک المیہ اور حادثہ ہے۔	، ، ، ۸۵ تا ۸۸
قیصر، محمد ازہر شاہ، مولانا (سید)	اصول سے انحراف	، ، ، ۱۲۴ تا ۱۲۸
کوثر نیازی	میں نے جماعت اسلامی سے استعفیٰ کیوں دیا؟ (۱)	مشرق، ۲۳ فروری، ص ۳
، ،	، ، ، ، (۲)	، ۲۴ر ، ، ۳

گوپال متل	کانگو کا مسئلہ — چند اخلاقی پہلو	تحریک، جنوری، ص ۲ تا ۴
محمد حسین مرزا	سرمایہ داری، کمیونزم اور اسلام	صدائے ملت، یکم فروری، ص ۱۱
محمد ادریس کاندھلوی، مولانا	عورت کو صدر بنانا قطعی حرام ہے۔	المنبر، جنوری، ص ۱۳۹ تا ۱۴۳
محمد سالم قاسمی	مصلحت کی فرمان گاہ پر دین کی قربانی	〃 〃 ۱۵۷ تا ۱۶۰
ممتاز احمد	جماعت اسلامی — پابندی سے بحالی تک	چراغ، جنوری، ص ۴۷ تا ۵۰
محمد ہاشم فاضل شمسی، سید	اسلام کا نظام حکومت	تاج، 〃 〃 ۲۸ تا ۳۲
مسعود احمد	پاکستان اور انڈونیشیا — تعاون کے نئے اسلوب	مشرق، ۲۸ فروری، ص ۳
محمد اسلام، حافظ	انتخاب — تاریخ کی روشنی میں	جنگ، ۲ جنوری، ص ۱۲
نسیم وقار	صدارتی نظام حکومت	نوائے وقت، ۸ جنوری، ص ۳
نذیر احمد خاں	دنیائے اسلام اور عصری سیاسی تقاضے	〃 〃 ۱۲ 〃 〃 ۳ + ۹
وارث میر	افریشیائی استحکام اور پاکستان	〃 〃 ۱۸ 〃 〃 ۳ + ۹
ہمایوں ادیب	متبادل ایوان کی تجویز	〃 〃 ۲۸ 〃 〃 ۳
——	خلافت فاروقی کا نظام حکومت	صدائے ملت، یکم فروری، 〃 ۵
——	سیاسی حاکمیت اور دینی حاکمیت	〃 〃 〃 〃 ۱۲
——	بھارت کی سیکولر حکومت	لاہور، ۲۲ فروری، ص ۱۲ تا ۱۴
——	مسئلہ کشمیر	نیا خواب، جنوری فروری، ص ۳ تا ۵
——	اسلام کا نظام حکومت	تاج، فروری، ص ۴۴ تا ۵۰
——	جماعت اسلامی سے کوثر نیازی کا استعفیٰ — اسباب وعلل	امروز، ۲۲ فروری، ص ۲ + ۷
——	ہندوستان کی سیاست ہندوستانی اخبارات کی نظر میں	〃 ۲۲ 〃 〃 ۳
——	ہندوستان کی سیاست ہندوستانی اخبارات کی نظر میں	〃 ۱۵ 〃 〃 ۳
——	ہندوستان کی سیاست	〃 ۸ 〃 〃 ۳
——	ترکی کا سیاسی بحران	انجام، ۱۹ 〃 〃 ۳
——	۱۵ سال میں چار وزرائے اعظم کا قتل — فدائیان اسلام اور ایران	〃 ۱۶ 〃 〃 ۳
——	عربوں اور ترکی کے تعلقات	〃 ۱۲ 〃 〃 ۳
——	روس کی نئی قیادت	نوائے وقت، ۴ فروری، ص ۳

ــــــ	ویت نام کا المیہ — کی روشنی میں	نوائے وقت، ۱۵ رفروری، ص ۶ تا ۹
ــــــ	امریکہ چین اور جنوبی ویت نام کی سیاست	״ ״ ۱۶ ر ״ ״ ۴
ــــــ	جب مسلم نوجوان عزم وعمل کا پیکر تھا — پنجاب میں سول نافرمانی کی تحریک	״ ״ ۳ ر ״ ״ ۵ تا ۹
ــــــ	اسرائیل کا قیام	کوہستان، ۱۲ ر ״ ״ ۴
ــــــ	گمبیا — آزاد ہوگیا	״ ۲۱ ر ״ ״ ۳
ــــــ	مولانا مودودی اور مولانا کوثر نیازی کی خط و کتابت	جنگ، ۲۵ رفروری، ص ۳
ــــــ	مولانا مودودی اور مولانا کوثر نیازی ـ کی خط وکتابت	״ ۲۴ ر ״ ״ ۳
ــــــ	ایران، ترکی اور پاکستان میں اقتصادی تعاون کا معاہدہ	مشرق، ۱۱ ر ״ ״ ۲
ــــــ	اہل حدیث یا تارک حدیث (مسئلہ عورت کی صدارت)	المنبر، جنوری، ص ۲۰۱ تا ۲۰۶
ــــــ	نمائندگان اہل حدیث اور مسئلہ عورت کی صدارت	״ ״ ״ ۱۹۵ تا ۱۹۷
ادارہ (المنبر)	عورت کو صدر مملکت بنانے کی تحریک کے علم بردار جوش و خروش میں	المنبر، ״ ״ ۱۹۲ تا ۱۹۴
״ (״)	حرام ہونے سے دینی وجوب تک (عورت کی صدارت کا مسئلہ)	״ ״ ״ ۱۷۱ تا ۱۹۱
عبدالماجد دریا آبادی	المیۂ پاکستان	مدینہ، ۹ رجنوری، ص ۲
ــــــ	رابطۂ عالم اسلامی مکہ معظمہ کی کارگزاری	ترجمان القرآن، جنوری، ص ۵۳ تا ۶۱
ــــــ	سیاسی عدم استحکام (بھارت)	انجام، ۲۴ رجنوری، ص ۳
ــــــ	نیا چین	״ ۱۸ ر ״ ״ ۳
ــــــ	۱۹۶۴ء کے اہم واقعات	״ ۲ ر ״ ״ ۷
ــــــ	سوشلزم اور بھارت	کوہستان، ۱۵ رجنوری، ص ۳ تا ۸
ــــــ	امریکہ کی ناکام خارجہ پالیسی	״ ۱۴ ر ״ ״ ۳
ــــــ	آسٹریلیا — ۱۸۸۸ء سے ۱۹۶۵ء تک	امروز، ۲۶ ر ״ ״ ۵
ــــــ	ہندوستان کی سیاست	״ ۲۵ ر ״ ״ ۲ تا ۶
ــــــ	״ ״ ״	״ ۱۱ ر ״ ״ ۳ تا ۶
ــــــ	״ ״ ״	״ ۱۸ ر ״ ״ ۲

سفرنامے

ہمیں افسوس ہے کہ جگہ کی کمی کی وجہ سے اس شمارے میں جنوری، فروری کے جرائد کا مکمل اشاریہ نہیں
کیا جا سکا۔ دوسری قسط آئندہ شمارے میں ہوگی۔